دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کے ساتھ
مع عنوانات
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیرِ نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلدِ چہارم

کتاب الجنائز، کتاب الصوم
کتاب الزکاۃ والصدقات
کتاب الحج والزیارۃ

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

با اہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی

طباعت : جولائی ۲۰۰۱ء شکیل پریس کراچی۔

ضخامت : 3780 صفحات در ۹ جلد مکمل

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 26 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈپو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سیداحمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
مکتبہ رحمانیہ ۱۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

نحمده اللّٰہ العلی العظیم ونصلّی علیٰ رسوله الکریم

امّا بعد. یہ کفایت المفتی کی جلد چہارم قارئین کے پیشِ نظر ہے۔ جلد اوّل کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام و مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کُل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد چہارم جو آپ کے پیشِ نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے:

رجسٹروں سے ۲۲۹ — الجمعیۃ سے ۶۵ — متفرق ۱۳۴ — کل ۴۲۸

کفایت المفتی جلد اوّل سے جلد چہارم تک کے کل فتاویٰ کی تعداد دو ہزار چار (۲۰۰۴) ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد پنجم آئے گی جو کتاب النکاح سے شروع ہوتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

احقر حفیظ الرحمان واصفؔ

فہرست عنوانات

کتاب الجنائز

پہلا باب
توبہ دم واپسیں

دوسرا باب
تجہیز و تکفین میت
فصل اول تجہیز و تکفین

فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

عنوان	صفحہ
فصل ششم- تلقین و طلب مغفرت	
حدیث اذا ...... فقولوا خیراً سے میت کے لئے اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں	۶۹
حدیث استعیذ وا باللہ سے میت کے لئے دفن	۷۰
سے پہلے اور اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں	″
میت کے لئے اجتماعی دعا ثابت نہیں بلا قصد اجتماعی صورت بن جائے تو مضائقہ نہیں	۷۱
موت کے بعد تلقین کو بدعت کہنا درست نہیں	۷۲
(۱) دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے	۷۳
دفن کے بعد فاتحہ خوانی کی چند رسوم	۷۴
دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے	۷۶
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں	۷۹
دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں	۸۰
فصل ہفتم بناء علی القبور	
بزرگوں کی قبروں پر بھی قبے بنانا جائز نہیں	″
بناء القبب علی القبور	
اقوال حنفیہ	
قبر پر قبے بنانا جائز نہیں	″
قبروں کو پختہ بنانا اونچی بنانا ان پر قبے تعمیر کرنا اور ان کا طواف کرنا جائز نہیں	۸۲
تیسرا باب	
نماز جنازہ	
بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	۸۳
نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا	۸۷
کئی میتوں کی ایک ساتھ نماز جائز ہے	″
مت خانہ میں جا کر مذہبی رسوم ادا کرنا کفر ہے اس کی جنازہ نہ پڑھی جائے	″
(۱) چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ نماز اولیٰ ہے	۸۸
(۲) فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے	″
(۳) حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی	″
(۱) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں	۸۹

عنوان	صفحہ

چوتھا باب
رسوم مروجہ بخانہ میت
فصل اول غمی کی دعوتیں دسواں چالیسواں وغیرہ

فصل دوم۔ ایصال ثواب

(۱۷۵) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات

مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

چوتھا باب
ادائیگی زکوٰۃ

عنوان	صفحہ
فصل دوم۔ادائیگی بسال قمری و شمسی	
انگریزی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت	۳۰۲
فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک	
زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا	۳۰۳
حیلہ کے ذریعے زکوٰۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا	۳۰۴
بذریعہ حیلہ زکوٰۃ سے کنواں، پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا	"
جن کاموں پر زکوٰۃ جائز نہ ہو وہاں حیلہ کر کے زکوٰۃ خرچ کرنا	۳۰۵
نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی	"
پانچواں باب	
غیر مقبوضہ پر زکوٰۃ	
فصل اول رہن کی زکوٰۃ	
قرض پر زکوٰۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا	۳۰۶
فصل دوم۔ پرووِیڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوٰۃ	
پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ	"
پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوٰۃ	۳۰۷
پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں	۳۰۸
پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ	۳۰۹
چھٹا باب	
صدقہ فطر وغیرہ	
صاع کی تحقیق	۳۱۰
(۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو وہ ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کر سکتا ہے	۳۱۱
(۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا	"
صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا	۳۱۲
فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ	"
رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچے کا فطرہ بھی واجب ہے	۳۱۳
قربانی اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے	"
صدقہ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں	"

عنوان	صفحہ
چھٹا باب	
حج نفل	
	۳۵۱
	〃
ساتواں باب	
فصل اول احرام	
	۳۵۲
فصل دوم سنگ اسود	
	〃
	۳۵۳
آٹھواں باب	
متفرقات	
	〃
	۳۵۴
	〃
	〃
	۳۵۶
	۳۵۷
	۳۶۳
	۳۶۴

کتاب الجنائز

پہلا باب

توبہ دم واپسیں

جاں کنی کے وقت کی توبہ قبول ہے مگر ایمان قبول نہیں

(سوال) زید کہتا ہے کہ توبہ موت کے وقت بالکل آخری سانس میں معتبر ہے اس لئے کہ احادیث میں وارد ہے کہ انما الاعمال بالخواتیم (۱) چنانچہ فرعون جب غرق ہونے لگا اور اقرار ایمان کرنے لگا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی اس خوف سے کہ مبادا اس کا ایمان مقبول ہو جائے اور فرعون نے غرق کے وقت اور قارون نے خسف (دھنسنے) کے وقت حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ (مدد طلب کرنا) کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا نہ فرمائی جب فرعون غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خطاب فرمایا کہ اے موسیٰ اگر فرعون مجھ کو پکارتا اور میری طرف رجوع کرتا میں اس کو نجات دیتا اسی طرح قارون کے خسف کے بعد بھی خطاب فرمایا تو آخری وقت کی توبہ مقبول نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایسا کیوں فرماتا حالانکہ دونوں عین عذاب میں تھے۔

عمرو کہتا ہے کہ بالکل آخری سانس میں توبہ کا اعتبار نہیں ہے عذاب کے فرشتے دیکھنے سے پہلے مقبول ہے اس کے بعد معتبر نہیں جیسا کہ نص قطعی وارد ہے ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین یموتون وهم کفار (۲) اب اس صورت میں اور آیت کلام الٰہی میں تعارض معلوم ہوتا ہے تطبیق کی کیا صورت ہے اور آخری وقت کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟

(جواب ۱) ایسے وقت میں کہ مریض پر اسباب عذاب ظاہر ہو جائیں اور زندگی کی امید منقطع ہو جائے ایمان لانا بالاتفاق مقبول نہیں یعنی اگر مریض کافر ہو اور اس ناامیدی اور مشاہدہ عذاب کی حالت میں ایمان لانا چاہے یا ایمان لے آئے تو یہ ایمان بالاتفاق مقبول نہیں اما ایمان الیاس فمذهب اهل الحق انه لا ینفع عند الغرغرة ولا عند معاینة عذاب الاستیصال لقوله تعالیٰ فلم یك ینفعهم ایمانهم لما رأوا باسنا ولذا اجمعوا علی کفر فرعون کما رواه الترمذی (۳) فی تفسیره فی سورة یونس الخ

---

(۱) بخاری شریف باب العمل بالخواتیم ۲/۹۷۸ ط قدیمی --- ترمذی شریف ابواب القدر ۲/۳۵ ط سعید

(۲) النسآء ۱۸

(۳) عن ابن عباسؓ ذکر احدهما عن النبی ﷺ انه ذکر ان جبرئیل یدس فی فی فرعون الطین خشیة ان یقول لآ اله الا الله فیرحمه الله او خشیة ان یرحمه (ترمذی ابواب التفسیر ۲/۱۴۳ ط سعید)

(رد المحتار) (۱) وفیہ فی اول الجنائز والحاصل ان المسئلۃ ظنیۃ واما ایمان الیاس فلا یقبل اتفاقاً (۲) باقی توبہ یاس یعنی اگر مریض مسلمان ہو اور وہ اپنے گناہوں سے اس حالت یاس و ناامیدی میں توبہ کرلے تو یہ توبہ مقبول ہے یا نہیں اس میں علمائے اہل سنت کے دو قول ہیں اول یہ کہ یہ توبہ حالت یاس و غرغرہ کی مقبول نہیں اور اس قول کے قائلین نے اپنی دلیل میں یہ آیت ولیست التوبۃ (۳) اور حدیث ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر (۴) پیش کی ہے اس آیت اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور موت و حالت غرغرہ و مشاہدہ عذاب میں توبہ معتبر نہیں قال فی المدارک (۵) تحت قولہ تعالیٰ ثم یتوبون من قریب ای من زمان قریب وھو ما قبل حضرۃ الموت الا تری الی قولہ تعالیٰ حتی اذا حضرا حدھم الموت فبین ان وقت الاحتضار ھو الوقت الذی لا تقبل فیہ التوبۃ و عن ابن عباس قبل ان ینظر الی ملک الموت و عنہ ﷺ ان اللہ یقبل توبۃ العبد مالم یغرغر انتھیٰ مختصراً و فی رد المحتار اول الجنائز اقول قال فی اواخر البزازیۃ قیل توبۃ الیاس مقبولۃ لا ایمان الیاس و قیل لا تقبل کایمانہ لانہ تعالیٰ سوی بین من اخر التوبۃ الی حضور الموت من الفسقۃ والکفار و بین من مات علی الکفر فی قولہ و لیست التوبۃ الایۃ - کمافی الکشاف (۶) والبیضاوی (۷) والقرطبی (۸) دوسرا قول یہ ہے کہ توبہ یاس مقبول ہے اس قول کی دلیل یہ آیت پیش کی ہے (۹) وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (۱۰) اور آیہ (۱۱) ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء والمسطور فی الفتاویٰ ان توبۃ الیاس مقبولۃ لا ایمانہ لان الکافر اجنبی غیر عارف باللہ تعالیٰ و یبدأ ایمانا و عرفانا والفاسق عارف و حالہ حالہ البقاء والبقاء اسھل والدلیل علی قبولھا مطلقا اطلاق قولہ تعالیٰ وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اھ (رد المحتار) (۱۲) وقال سعید بن جبیر نزلت الایۃ الاولیٰ فی المؤمنین یعنی قولہ انما التوبۃ علی اللہ والوسطی فی

---

(۱) باب المرتد' مطلب اجمعوا علی کفر فرعون ٤/۲۳۱ ط سعید)
(۲) باب الجنائز' مطلب فی قبول توبۃ الیاس ۱/ ۱۹۱ ط سعید)
(۳) پوری آیت یوں ہے ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احد ھم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذاباً الیماً النسآء ۱۸
(٤) ترمذی شریف' ابواب الدعوات ' باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار ۲/۱۹٤ ط سعید
(۵) ۱/۲۹۹ قدیمی کتب خانہ' کراچی
(٦) فان قلت من المراد بالذین یعملون السیات اھم الفساق من اھل القبلۃ ام الکفار ؟ قلت فیہ وجھان : احدھما ان یراد الکفار لظاھر قولہ " وھم کفار" وان یراد الفساق' لان الکلام انما وقع فی الزانیین' والا عراض عنھما ان تابا' واصلحا' ویکون قولہ" وھم کفار " واردا علی سبیل التغلیظۃ (تفسیر کشاف ۱/٤۸۹' ط دار الکتاب بیروت)
(۷) ۱۷٦
(۸) الجزء الخامس ۳/٦۲ ط دار الکتب العلمیہ بیروت
(۹) الشوری ۲۰
(۱۰ ۱۱) النسآ : ٤۸ ۱۱٦
(۱۲) باب صلاۃ الجنائز مطلب فی قبول توبۃ الیاس ۲/۱۹۱ ط سعید

المنافقین یعنی قولہ ولیست التوبۃ والاخری فی الکافرین یعنی قولہ ولا الذین یموتون وھم کفار – واذا کانت الایۃ نزلت فی المنافقین فلا وجہ لحملھا علی المؤمنین و علی تقدیر ان تکون الایۃ نازلۃ فی عصاۃ المؤمنین فقدروی عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ و لیست التوبۃ للذین یعملون السیئات الایۃ ثم انزل اللہ بعد ذلک ان اللہ لا یغفران یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء فحرم اللہ المغفرۃ علی من مات وھو کافر وارجاء اھل التوحید الی المشیئۃ ولم یؤیسھم من المغفرۃ فعلی ھذا القول تکون الایۃ منسوخۃ فی حق المؤمنین انتھیٰ (تفسیر خازن) (۱)اور یہی قول فتاویٰ حنفیہ میں اختیار کیا گیا ہے اور خداوند تعالیٰ کی وسعت رحمت کے شایان شان ہے توبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس درر (درمختار)(۲) واختلف فی قبول توبۃ الیاس والمختار قبول توبتہ لاایمانہ (درمختار) (۳)باقی زید کا یہ قول کہ آخری سانس کا اعتبار ہے اگر اس سے مراد یہ ہے کہ آخری سانس کا ایمان بھی معتبر ہے تو یہ قول قرآن وحدیث اور جمہور علماء کے خلاف ہے جیسا کہ شروع جواب میں ہم نے تصریحاً لکھا ہے کہ ایمان یاس اتفاقاً غیر مقبول ہے اور حدیث انما الاعمال بالخواتیم (۴)سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایمان یاس مقبول ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ انسان کے اعمال وہ معتبر ہیں جن پر اس کا خاتمہ ہو اس پر حدیث دلالت نہیں کرتی کہ ایمان غرغرہ مقبول ہے اور فرعون و قارون کے متعلق جو قصے نقل کئے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اگر فرعون مجھ کو پکارتا (الخ) تو اول تو قصے سند صحیح سے ثابت نہیں دوسرے ان سے بھی ایمان یاس کا مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے (۵)امنت بالذی امنت بہ بنو اسرائیل کہنا تو قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس کا مقبول نہ ہونا (۶)الیوم ننجیک الخ سے ظاہر ہے پھر اگر مجھ کو پکارتا ہے مراد ایمان کے سوا اور کسی طرح کا پکارنا ہے تو ایمان یاس کے مقبول ہونے یا نہ ہونے کو اس سے کیا تعلق اور اگر پکار سے پکار ایمان کی مراد ہے تو اس کا موجود ہونا اور نجات کا حاصل نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے اور عمرو کا یہ قول کہ آخری دم کی توبہ بھی مقبول نہیں اگرچہ بعض علماء کا قول ہے لیکن مختار اور راجح اس کے خلاف ہے اور آیہ ولیست التوبۃ سے عدم قبول توبہ یاس پر استدلال کرنے کا جواب خازن کی عبارت منقولہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱) ۱/۴۱۶ مطبع محمد علی مصر
(۲) باب المرتد ۴/۲۳۰ ط سعید
(۳) باب صلاۃ الجنائز ۲/۱۹۰ ط سعید
(۴) دیکھئے صفحہ ۲۹ کا حاشیہ نمبر ۱
(۵) یونس : ۹۰
(۶) یونس : ۹۲

دوسرا باب
تجہیز و تکفین میت
فصل اول تجہیز و تکفین

میت کی قمیص کو سیا جائے یا نہیں؟

(سوال) بعد غسل میت خواہ مرد ہو یا عورت جو کہ پیرہن پہنایا جاتا ہے وہ بصورت قمیص سینا چاہئیے یا کہ صرف گلے کی طرف سے کاٹ کر پہنا دینا چاہئیے المستفتی نمبر ۳۵ عین اللہ طرفدار (ضلع میمن سنگھ) ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ م ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲) قمیص کو سی کر پہنانا بہتر ہے کیونکہ قمیص کا اطلاق اس کفنی یا پیرہن پر نہیں ہوتا جو صرف گلا پھاڑ کر میت کے نیچے اوپر ڈال دیا جاتا ہے ہاں فقہا(۱) نے یہ اجازت دی ہے کہ میت کی قمیص میں کلیاں نہ ڈالی جائیں تو مضائقہ نہیں۔

میت کو غسل دینے سے جسم پھٹنے کا خطرہ ہو تو صرف پانی بہانا کافی ہے

(سوال) احقر کے گھر سات ماہ کا بچہ مردہ پیدا ہوا تھا اس کا جسم سوجا ہوا تھا اور تمام جسم چھالے کی طرح پہلے ہی سے تھا رات کے تقریباً بارہ بجے پیدا ہوا تھا صبح جب نہلانے لگے تو تمام جسم لہو سے بھرا ہوا تھا اور ہاتھ لگانے سے تمام جسم علیحدہ علیحدہ ہو جانے کا خطرہ بھی تھا کیونکہ جسم چھالے کی طرح ہو گیا تھا بچے کو ڈر کی وجہ سے کہیں علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائے نہلایا نہیں گیا ویسے ہی ایک سفید کپڑے میں دفن کر دیا گیا احقر کو ڈر ہے کہ کہیں خدا کے سامنے جواب دہی نہ ہو۔ المستفتی نمبر ۱۹۷ محمد نور بدیع (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳) اگر مردہ پیدا شدہ بچے کا جسم غسل دینے کے قابل نہ تھا تو بلا غسل دفن کر دینے میں کوئی مواخذہ انشاء اللہ نہ ہوگا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مردوں کو غسل دینے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

(سوال) ہمارے اطراف میں یہ قاعدہ رائج ہے کہ جس کو امام مقرر کرتے ہیں اس پر عرفاً غسل اموات لازم

---

(۱) حضرت نے قمیص کو سی کر پہنانے کو ترجیح دی ہے جب کہ دیگر فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قمیص سلی ہوئی نہ ہو اور عمل اسی پر ہے والقمیص من اصل العنق الی القدمین بلا دخریص (رد المحتار : باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعید)

(۲) وان لم یستہل ادرج فی خرقۃ و لم یصل علیہ' و یغسل فی غیر ظاہر الروایۃ (ہندیۃ : باب الجنائز ۱/۱۰۹ ط کوئٹہ) ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحہ کفی صب الماء علیہ (ہندیۃ باب الجنائز ۱/۱۵۸ ط کوئٹہ)

ہوتا ہے خواہ وہ خود غسل دے یا کسی کو اپنا قائم مقام بنائے اس کام کا معاوضہ اس کے لئے متعین نہیں ہوتا بقدر وسعت اسقاط میت میں سے کچھ دے دیتے ہیں صدقۃ الفطر دے دیتے ہیں عشر میں سے بھی کچھ دے دیتے ہیں اس امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤) اگر مردہ شوئی (مردے کو غسل دینا) باجرت نہ ہو اور افعال خلاف مروت و خلاف مکارم اخلاق امام سے سرزد نہ ہوتے ہوں تو اس کی امامت جائز ہے مکروہ نہیں ہے اور اگر غسال اجرت لیتا ہو اور بد اخلاقی کے اعمال اس سے صادر ہوتے ہوں تو اس کی امامت مکروہ ہوگی کیونکہ ایسے شخص کو لوگ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ

شوہر بیوی کی میت کو دیکھ سکتا ہے ہاتھ نہیں لگا سکتا

(سوال) (۱) ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا اب وہ اپنی مرحومہ بیوی کو برہنہ چھو سکتا ہے یا مرحومہ کو کفنائے ہوئے کپڑے پر ہاتھ لگا سکتا ہے یا نہیں اور کسی قسم کا تعلق مرحومہ کا اپنے زندہ شوہر سے باقی رہتا ہے یا نہیں ؟

(۲) مرد کے کفن میں ایک تہبند بڑھا دینا اور اسی طرح عورت کے کفن میں تہبند بڑھا دینا درست ہے یا نہیں اور تعداد کفن بڑھا دینے سے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۱۴۸ محمد یوسف صاحب پیش امام جامع مسجد قصبہ چھپرولی (ضلع میرٹھ) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ٥) (۱) مرد اپنی مردہ بیوی کو بغیر کپڑے کے چھو نہیں سکتا ہاں کپڑے پر سے ہاتھ لگالے تو مضائقہ نہیں دیکھنا اور قبر میں اتارنا جنازہ کو کندھا دینا یہ سب جائز ہے(۲) اگر میاں بیوی دونوں جنت میں پہنچیں گے تو بیوی اپنے شوہر کو ملے گی(۳) (۲) کفن میں مرد کو تین کپڑوں سے زیادہ اور عورت کو پانچ کپڑوں سے زیادہ دینا ناجائز ہے۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غسل اور تکفین کے بعد خارج شدہ نجاست کا دھونا ضروری نہیں

(سوال) میت کے کفن کو جو ملوث اس کی نجاست سے ہو گیا نماز سے قبل دھونا ضروری ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۴۱ حافظ محمد اسماعیل صاحب (آگرہ) ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۶ جون ۱۹۳۸ء

---

(۱) وولد الزنا اذ لیس ......او لنظرۃ الناس عنہ (رد المحتار' باب الامامۃ ۱/ ۵٦۲ ط سعید)

(۲) ویمنع زوجہا من غسلہا و مسہا لامن النظر الیہا علی الاصح (الدر المختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۱۹۸ ط سعید)

(۳) ولانہ صح الخبر بان المراۃ لآخر ازواجہا ای اذا مات ' وہی فی عصمتہ (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۱۲ ط سعید)

(٤) واما الکلام فی کمیتہ فنقول : اکثر ما یکفن فیہ الرجل ثلاثۃ اثواب ' عن علیؓ ' انہ قال ' کفن المراۃ خمسۃ اثواب' و کفن الرجل ثلاثۃ و'لا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (بدائع' احکام الجنائز ۱/ ۳۰٦ ط سعید) اور ایک قول کے مطابق تین سے زیادہ کی بھی گنجائش ہے' ولا باس بالزیادۃ علی الثلاثۃ کذافی النہر' رد المحتار 'باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۰۲ ط سعید)

(جواب ٦) غسل اور تکفین کے بعد بدن سے نکلی ہوئی نجاست سے کفن ملوث ہو جائے تو اس کو دھونا ضروری نہیں اذا تنجس الکفن بنجاسۃ المیت لا یضر دفعا للحرج (رد المحتار) (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عالم کی میت کو بھی عمامہ باندھنا مکروہ ہے

(سوال) (۱) عالم معتبر میت کے لئے عمامہ بندھوانا درست ہے یا نہیں جواب۔ عالم معتبر کے لئے عمامہ بندھوانا درست ہے لآلی فاخرہ میں عالمگیری (۲) اور بحر الرائق (۳) سے لکھا ہے کہ عالم و شریفوں کے لئے درست ہے اور متاخرین علماء عمامہ کو بہتر کہتے ہیں چنانچہ ابن عمرؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ وہ میت کو عمامہ بندھواتے اور شملہ منہ کی طرف چھوڑتے تھے انتہی پس عمامہ عالم میت کے لئے بندھوانا درست ثابت ہوا۔
(۲) وقت حضور جنازہ فقط ولی میت اور امام نماز جنازہ کو حال مردہ سے (ووٹ) شہادت لینا درست ہے یا نہیں ؟ زید کہتا ہے کہ درست نہیں لحدیث لا تذکروا موتا کم الابخیر فانھم ان یکونوا فی اھل الجنۃ فاثموا وان کانوا فی اھل النار فحسبھم ماھم فیہ (۴) لہذا مردے کو بدنام کرنا درست نہیں ہے الخ اور عمرو کہتا ہے کہ مردے کے حال سے ولی میت کو پوچھنا اور شہادت لینا درست ہے لحدیث انس مروا بجنازۃ علی رسول اللہ ﷺ فاثنوا علیھا خیرا فقال وجبت الحدیث متفق علیہ (۵) ابو ہریرہ فان العبد لیموت فیبنی علیہ القوم الثناء یعلم منہ غیرہ فیقول اللہ تعالیٰ للملائکۃ اشھد کم انی قد غفرت و قبلت شھادۃ عبدی علی عبیدی و تجاوزت عن علمی فی عبدی و عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ عن ربہ عزو جل ما فی عبدٍ مسلمٍ یموت فیشھد لہ ثلاثۃ ابیات من جیرانہ الابخیر الا قال اللہ عزو جل قد قبلت شھادۃ عبادی علی ما علموا و غفرت لہ ما اعلم انتھی احیاء جزء رابع مصری ص ٤٢١ المستفتی نمبر ۲٦۲۷ مولوی محمد ابراہیم صاحب مدرسہ محمدیہ کاشی پور ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۷) (۱) عالم کی میت کے سر پر عمامہ باندھنے کی اگرچہ بعض متاخرین نے اجازت دی ہے لیکن بہتر

(۱) ۲ / ۲۰۸ باب صلاۃ الجنائز ط سعید
(۲) ولیس فی الکفن عمامۃ فی ظاھر الروایۃ و فی الفتاویٰ استحسنھا المتاخرون لمن کان عالماً و یجعل ذنبھا علی وجھہ (ھندیہ باب الجنائز الفصل الثالث فی التکفین ۱ / ۱٦۰ مکتبہ ماجدیہ
(۳) و تکرہ العمامۃ فی الاصح و فی فتح القدیر واستحسنھا بعضھم لماروی عن ابن عمر انہ کان یعممہ و یجعل الذنب علی وجھہ وفی الظھیریہ استحسنھا بعضھم للعلماء والا شراف فقط (البحر الرائق ۲/۱۸۹ شرکت علا الدین بیروت)
(٤) اتحاف سادۃ المتقین ٤/٤۹۰ ط بیروت
(۵) بخاری : باب ثناء الناس علی المیت ۲/۸۲ ط قدیمی و مسلم کتاب الجنائز فصل فی وجوب الجنۃ والنار بشہادۃ المؤمنین بالخیر والشر ۱/۳۰۸ ط قدیمی

اور سنت کے موافق یہی ہے کہ عمامہ نہ باندھا جائے (۱) خود آنحضرت ﷺ کو عمامہ نہیں باندھا گیا تو حضور انور ﷺ سے زیادہ عمامہ کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

نماز جنازہ کے وقت ولی یا امام کو میت کے اعمال کے متعلق شہادت لینا درست نہیں لوگوں کو چاہئے کہ وہ خود میت کے محاسن یعنی نیکیوں اور خوبیوں کا ذکر کریں اور اس کی برائیوں کا تذکرہ نہ کریں۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

زمزم سے دھویا ہوا کفن پہنانا جائز ہے

(سوال) یہاں کھلوڑ میں تقریباً دو ہفتے سے عوام میں ایک مسئلہ دربارہ جواز و عدم جواز کفن مبلول بمائے زمزم زیر بحث ہے اور عوام اس بارے میں اپنی اپنی سمجھ کے مطابق قیاس آرائیوں میں مشغول ہیں احقر نے امداد الفتاویٰ دیکھا جلد اول ص ۱۴۷ میں حکیم الامت دامت برکاتہم نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے شامی کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ استنجا بمائے زمزم کی کراہت نیز اشیائے محترمہ کی صدید میت سے حفاظت کا وجوب شامی میں مصرح ہے شامی کی عبارت یہ ہے وقد افتی ابن الصلاح بانہ لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکہف ونحوھما خوفا من صدید المیت رد المحتار استنبولی ص ۸۴۷ (۳) باب الجنائز – حضرت حکیم الامت کی تقلید کرتے ہوئے میں نے بھی عدم جواز کو نقل کر دیا بعد میں نہایت کے بعد ملحقات تتمہ ثانیہ ص ۳۳۲ پر تسامح کے عنوان پر ایک مضمون دیکھا جس سے حضرت دامت برکاتہم کی رجعت ثابت ہوتی ہے اور یہ مضمون خود حضرت مولانا کا نہیں ہے بلکہ جس مولوی صاحب نے توجہ دلائی ہے ان کا مضمون ہے ان مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان کی عبارت نقل کی ہے اور یہی خاص جزئیہ ان کا مستدل ہے وہو ہذا۔ ولذا قال فی الاسرئ المحکم لو وضع شعر رسول اللہ ﷺ او عصاہ او سوطہ علی قبر عاص لنجا ذلک العاصی ببرکۃ تلک الذخیرۃ من العذاب ومن ھذا القبیل ماء زمزم والکفن المبلول بہ و بطانۃ استار الکعبۃ والتکفن بھا انتہیٰ تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر جلد ثانی ص ۵۵۹ اب گزارش یہ ہے کہ اگر روایت فقہیہ اور نظائر پر غور کرتے ہیں تو اشیاء متبرکہ محترمہ کو ہر قسم کی نجاسات سے بچانا فرض اور ضروری ہے اور ادھر خود حضور پرنور سرور کائنات ﷺ فخر موجودات ﷺ کے اس فعل کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنا قمیص مبارک راس المنافقین

---

(۱) قال القھستانی: واستحسن علی الصحیح العامة یعمم یمینا و یذنب و یلف و قیل : ھذا اذا کان من الاشراف و قیل لا یعمم بکل حال کما فی المحیط والا صح انه تکرہ العمامة بکل حال کما فی الزاھدی (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲۰۲/۲ ط سعید)

(۲) ولا باس بنقلہ قبل دفنہ وبالا علام بموتہ و با رثائہ (ای عدد محاسنہ) ...... ینذب دفنه فی جھة موته...... وان رای به ما یکرہ ولم یجز ذکرہ لحدیث " اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم (الدر المختار باب صلاۃ الجنائز ۲۳۹/۲ ط سعید)

(۳) باب صلاۃ الجنائز مطلب فیما یکتب علی کفن المیت ۲۴۶/۲ ط سعید)

عبداللہ بن ابی کو کفن کے لئے عنایت فرمایا تھا اور وہ بھی حضرت اقدس کے جسم سے چھوا ہوگا حالانکہ وہاں صدید میت کا خوف یقینی تھا پھر بھی حضور اکرم ﷺ نے عنایت فرمایا اس سے مجوزین کے دلائل کی اور بھی تقویت ہوتی ہے اور اگر قواعد کلیہ شرعیہ پر غور کیا جاتا ہے تو حرمت اور جواز دونوں کے دلائل میں تصادم ہوتا ہے اس وجہ سے صدید میت سے احتراز کی غرض سے دلائل حرمت کو ترجیح دے کر کراہت کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ کسی شئے کا تبرکاً استعمال کرنا زائد از زائد مستحب کے درجے میں ہے اور کسی متبرک اور محترم شے کی نجاسات سے حفاظت ضروریات دین سے ہے تو محض ایک مستحب کی بقا کے لئے ضروری اور فرض شے کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اس خاص فعل کو اگر مصلحت دینی کی غرض سے خصوصیت واقعہ پر محمول کریں تو مناسب ہوگا یا نہیں ؟ جب کہ اس مصلحت کو خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی ناراضگی دیکھ کر فرمایا ان قمیصا لا یغنی عنه من الله شیئاً ارجو من الله تعالیٰ ان یدخل به الفا فی الاسلام (۱) حضور اکرم ﷺ کا اس کے متعلق قول فیصل کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۷۶۴ مولوی محمد عبدالرحیم حوالدار کٹھور ضلع سورت ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ م ۱۱ اپریل ۱۹۴۳ء

(جواب ۸) کفن مبلول بماء زمزم میں میرے نزدیک جواز کی جہت راجح ہے اور اس کو استنجا[۲] بماء زمزم پر قیاس نہ کرنا چاہئے کیونکہ استنجا میں عین زمزم کی تعریض للنجاست ہے اور ثوب مبلول بماء زمزم میں ماء زمزم بصورتہ موجود نہیں ہے خشک ہوچکا ہے صرف کپڑے کا اس کے ساتھ گزشتہ زمانے میں تلبس ہوا ہے اور اس قسم کے تلبس کو عدم جواز تکفین میں دخل نہیں آنحضرت ﷺ کا عبداللہ بن ابی (۳) کو قمیص مبارک پہنانا ہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ صاحبزادی زینب (۴) کو اپنا تہبند (حقو) عطا فرمانا اور اشعر بها ایاه کی ہدایت فرمانا اور ایک صحابی (۵) کا حضور اکرم ﷺ سے تہبند مانگ لینا اور صحابہ کرامؓ کی طرف سے اظہار ناراضگی پر اس کا یہ عذر ما سالته لا لبسها ولكن لتكون كفنی اور راوی کا یہ بیان فكانت كفنه بخاری میں موجود ہے اس لئے تکفین بثوب مبلول بماء زمزم تو (تکفین بقمیص رسول الله ﷺ وازاره وحقوه) سے اہون ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(۱) بلفظ " وما یغنی عنه قمیصی من الله او ربی و صلاتی علیه وانی لا رجوان یسلم ما خالف من قومه " (جامع البیان المعروف بتفسیر طبری ۱۱/۱۴۲ ط دار المعرفه بیروت)

(۲) یکره الاستنجاء بماء زمزم وکذا ازالة نجاسة الحقیقیة من ثوبه او بدنه ... و فی غیر الترمذی انه کان ﷺ یحمله وکان یصبه علی المرضی و یسقیهم وانه حنك به الحسن والحسین (ردالمحتار کتاب الحج باب الهدی مطلب فی کراهیه الاستنجا بماء زمزم ۲/۶۲۵ ط سعید) (۳) عن جابرؓ قال : اتی النبی ﷺ عبدالله بن ابی بعد ما دفن فاخرجه فنفث فیه من ریقه والبسه قمیصه (بخاری کتاب الجنائز باب الکفن فی القمیص ۱/۱۶۹ ط قدیمی) (۴) عن ام عطیه قالت : دخل علینا النبی ﷺ ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلاثا او خمساً فلما فرغنا القی الینا حقوه فقال اشعرنها ایاه (بخاری شریف کتاب الجنائز باب کیف الاشعار للمیت ۱/۱۶۸ ط قدیمی) (۵) ان مرأة جاءت الی النبی ﷺ قالت : نسجتها بیدی فجئت لا کسوها فاخذها النبی ﷺ محتاجاً الیها فقال القوم ما احسنت لبسها النبی ﷺ محتاجا الیها فقال : انی والله ما سئلته لا لبسه وانما سئلته لتکون کفنی قال سهل فکانت کفنه (بخاری شریف کتاب الجنائز من استعد الکفن فی زمن النبی ۱/۱۷۰ ط قدیمی)

ازار، سر سے پاؤں تک کی چادر کو کہتے ہیں

(سوال) ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت جو مردے کے کفن کا رواج ہے کہ لفافہ وازار دو چادریں برابر کی ہوتی ہیں یہ صحیح نہیں ہے اور ان کے لپیٹنے کا قاعدہ بھی غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ لفافہ کی چادر ہونی چاہئے اور ازار تہہ بند کو کہتے ہیں لہذا اس کا کپڑا بھی دوسرے قسم کا جیسا وہ شخص پہنا کرتا تھا ہونا چاہئے اور تہبند کی مانند ناف سے لپیٹنا چاہئے بینوا بالبینات توجروا یوم الحساب المستفتی نمبر ۲۷۷۴ مولانا اختر شاہ صدر مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ ۷ شعبان المعظم ۱۳۶۲ھ

(جواب ۹) فقہائے کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ میت کے کفن میں ازار کے لفظ سے بھی چادر مراد ہے اور ازار بھی تہبند کی طرح ناف سے نہ رکھی جائے بلکہ سر سے قدم تک ہو مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے وازار من القرن الی القدم قولہ ازار ھو والرداء واللفافۃ بمعنی واحد وھو ثوب طویل عریض یستر البدن من القرن الی القدم کما فی ابن امیر حاج عن الحاوی القدسی (طحطاوی)(۱) اور جامع الرموز(۲) میں ہے لہ ازار من الراس الی القدم علی المشھور وفی الاختیار من المنکبین انتہی اور غنیۃ المستملی(۳) میں ہے ثم اللفافۃ من القرن الی القدم وکذا لازار انتہی۔ در مختار(۴) میں ہے ازار و قمیص و لفافۃ شامی نے اس پر لکھا قولہ ازار ھو من القرن الی القدم الخ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فاسق کی نماز جنازہ میں نیک لوگ شریک نہ ہوں تو جائز ہے

(سوال) متعلقہ شرکت تجہیز فساق

(جواب ۱۰) جو مسلمان علانیہ شراب نوشی کرتے ہیں اور بغیر نکاح کے عورتیں ڈال رکھی ہیں اور نماز روزہ سے بالکل علیحدہ ہیں وہ صرف نام کے مسلمان ہیں انکی تجہیز و تکفین میں پابند شریعت مسلمان شریک نہ ہوں تو جائز ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) ہمارے شہر میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی آدمی مرتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ہاتھوں

---

(۱) باب احکام الجنائز' ص ۳۴۷ ط مطبع مطفی مصر
(۲) فصل فی الجنائز' ۱/۲۸۱ ط المطبعۃ الکریمیہ ببلدۃ قزآن ۱۳۲۳ھ
(۳) فصل فی الجنائز ص ۵۸۱ ط سہیل اکیڈمی
(۴) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۰۲ ط سعید
(۵) فالظاھر انہ امتنع زجراً لغیرہ عن مثل ھذا الفعل' کما امتنع عن الصلاۃ علی المدیون' ولا یلزم من ذالک عدم صلاۃ احد علیہ من الصحابۃ (رد المحتار : باب صلاۃ الجنائز' ۲/۲۱۱ ط سعید)

کے انگوٹھوں کو باندھ دیا جاتا ہے تاکہ ہاتھ سینے پر سے نہ ہٹیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۱) میت کے ہاتھ سیدھے پھیلا دینے چاہئیں(۱) سینے پر رکھنا اور انگوٹھے باندھنا نہیں چاہئے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) میت کو قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی گرہیں کھول دینا چاہئے
(۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ پہنانا درست نہیں۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) مردہ کو قبر میں لٹانے کے بعد سرہانے اور پائنتی اور کمر تینوں جگہ کی گرہیں کھول دینی چاہئیں یا صرف سرہانے اور پائنتی کی ؟ ہمارے شہر عظیم آباد پٹنہ میں اس کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے (۲) اکثر سجادہ نشین صاحبان مردہ کے ساتھ ٹوپی وغیرہ دینے کی ہدایت کرتے ہیں اور اپنے پاس سے ایک ٹوپی دیتے بھی ہیں اور کہتے ہیں کہ بزرگان دین کے اقوال سے یہ ثابت ہے۔
(جواب ۱۲) (۱) تینوں گرہیں کھول دینا جائز ہے(۲) (۲) میت کو ٹوپی یا عمامہ دینا نہیں چاہئے کفن مسنون پر اکتفا کرنا چاہئے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ جنازہ لے جانے کا طریقہ

عذر کے بغیر قبرستان کو شہر سے دور بنانا درست نہیں

(سوال) قبرستان قدیم پُر ہو گیا نئے قبرستان کے لئے زمین تجویز کی جا رہی ہے جو سرکار کی منظوری سے قبرستان بنائی جائے گی زیر تجویز دو قطعات ہیں ایک قطعہ شہر سے تین میل کے فاصلے پر اور دوسرا پانچ میل کے فاصلہ پر ہے شہر کے اکثر مسلمان اس قطعے کو جو تین میل کے فاصلہ پر ہے پسند کرتے ہیں خلاف ان کے چند لوگ اس زمین کو مقرر کرانا چاہتے ہیں جو پانچ میل کے فاصلے پر ہے جمہور اہل اسلام کا عذر ہے کہ اتنی دور مسنون طریقہ کے موافق جنازہ لے جانے میں سخت دشواری ہو گی اور تمام مسلمان عموماً اور غریب لوگ خصوصاً سخت مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہزاروں آدمی بعد مسافت کی وجہ سے اپنے بھائیوں کے دفن

(۱) و تمد اطرافه لئلا تبقى مفتوحة (غنية المستملي : فصل في الجنائز ص ۵۷۷ سهيل اكيڈمی)
(۲) و يحل العقدة لوقوع الا من من الانتشار (هداية باب الجنائز' فصل في الدفن ۱/۱۸۲ شركة علميه) و تحل العقدة للاستغناء عنها لانها تعقد لخوف الانتشار عند الحمل (رد المحتار' باب صلوة الجنائز ۲/۲۳۶ ط سعيد)
(۳) و تكره العمامة و في الشامية : والا صح تكره العمامة بكل حال (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب في الكفن ۲/۲۰۲ ط سعيد)

میں شرکت سے محروم رہیں گے فریق مخالف کہتا ہے کہ جنازوں کو گاڑیوں پر لے جاسکتے ہیں سوال یہ ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے کس کا قول صحیح ہے ؟

(جواب ۱۳) جنازہ لے جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ چار آدمی اس کے چاروں پائے پکڑ کر اٹھائیں راستے میں نوبت بہ نوبت کندھے بدلتے جائیں اسی طرح قبرستان تک پہنچائیں حضور اکرم ﷺ کے مبارک زمانے سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور خاص مسلمانوں کا یہ قومی اور مذہبی امتیاز ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اور دینی بھائیوں کی موت کے بعد بھی ان کی توقیر اور عزت کرتے ہیں اور اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے ہاتھوں اور کندھوں پر لے جاتے ہیں جنازہ اٹھانے اور لے جانے کا یہ طریقہ کتب حدیث و فقہ میں نہایت وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔

السنة فی حمل الجنازة عندنا ان یحملها اربعة نفرمن جوانبها الاربعة و به قال مالك والا کثرون (غنية المستملی)(۱)عن عبدالله بن مسعود قال من اتبع الجنازة فليا خذ بجوانب السريرالاربعة غنية المستملی (۲)یوخذ السرير بقوائمه الاربع بذلك و ردت السنة و فيه تكثير الجماعة و زيادة الاكرام و الصيانة بحر الرائق (۳) و حمل الجنازة عبادة فينبغی لكل احد ان يبادر اليها فقد حمل الجنازة سيد المرسلين ﷺ فانه حمل جنازة سعد بن معاذؓ (۴)

(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے، کہ اسکو چاروں پایوں کی طرف سے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں امام مالک اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہئے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔ جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہے اور اس میں شریک ہونے والوں کی زیادتی اور میت کی توقیر اور حفاظت ہے جنازہ کو اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہئے کہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور سید المرسلین ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے آپ نے حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اٹھایا ہے۔

جنازہ کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں (۵) سنت قدیمہ متوارثہ کی متابعت' جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب ملتا ہے۔ اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام ہلکا رہنا' میت کا گرنے سے محفوظ رہنا' اسباب لادنے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا' میت کی توقیر اور عزت کا زیادہ ہونا پس اسلام کی اس سنت قدیمہ متوارثہ کو قائم رکھنا حتی الامکان مسلمانوں پر لازم ہے اور اپنے اختیار و ارادہ سے کوئی ایسی صورت پیدا

(۱-۲) ص ۵۹۱ سہیل اکیڈمی

(۳) کتاب الجنائز ۲/۲۰۵-۲۰۶ ط بیروت

(۴) طحطاوی علی المراقی ص ۳۶۵ مطبع مصطفی مصر

(۵) فعلم ان هذا هو السنة' ثم فيه التخفيف على الحملة' وصيانة الميت عن السقوط' والا نقلاب' وزيادة اكرام للميت والبعد من التشبيه حمله بحمل الا متعة' والاثقال' ولنا كره حمله على الظهر' والدابة' وما ورد من الحمل بين العمود ين محمول على حال عذر من ضيق الطريق او لازد حام' او قلة الحاملين او غير ذالك توفيقا بينه و بين مار وينا مما ذهب اليه الجمهور (غنية المستملی ص ۵۹۲ سہیل اکیڈمی)

کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے اس سنت پر عمل کرنا متروک یا مشکل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ تین میل کا فاصلہ بھی بہت زیادہ فاصلہ ہے اتنی دور بھی سینکڑوں مسلمان بہزار دشواری اپنے مردوں کو اسلامی طریقوں کے موافق لے جا سکیں گے تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی متفقہ کوشش سے شہر کے متصل قبرستان مقرر کرائیں تاکہ ہر طبقہ کے مسلمان اپنے مردوں کو اسلامی طریقہ کے موافق آسانی سے قبرستان تک لے جاسکیں لیکن اگر شہر کے قریب کوئی زمین نہ ملے تو خیر مجبوری اسی تین میل فاصلے والی زمین یا اور کسی قریب ترین زمین کے لئے اپنی تمام امکانی کوشش صرف کر دیں اور پانچ میل فاصلے والی زمین کو حتی الامکان ہر گز پاس نہ ہونے دیں کیونکہ اتنی دور قبرستان مقرر کرنا گویا اپنے اختیار وارادے سے ایک اسلامی سنت قطعیہ متوارثہ کا خون کرنا اور مسلمانوں کی ایک امتیازی خصوصیت کو مٹانا ہے سواری پر جنازہ لے جانا جائز ہے یا نہیں یہ جداگانہ مسئلہ ہے یہاں اس سے بحث نہیں کیونکہ حالت مجبوری کے احکام جدا ہوتے ہیں اور اختیاری حالت کے جدا اپنے اختیار وارادے سے کوئی ایسا کام کرنا جس سے کسی سنت نبویہ پر عمل کرنا متروک یا دشوار ہو جائے ہر گز جائز نہیں جو لوگ کسی سنت کو متروک یا دشوار بنانے والے کام میں کوشش کریں گے وہ حضور اکرم ﷺ کو قیامت کے روز کیا منہ دکھائیں گے اور رب العالمین کے دربار میں بھی ایک سنت نبوی کو مٹانے کی جوابدہی ان کے ذمہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا واللہ اعلم

(۱) جنازے کو قبر تک لے جانے کا مسنون طریقہ
(۲) عذر کی وجہ سے جنازہ کو گاڑی پر لے جانا جائز ہے
(۳) جنازے کے ساتھ جانے والے بھی گاڑی پر جاسکتے ہیں

(سوال) قبرستان قدیم جو شہر کے اندر یا قریب تھا پر ہو گیا اب جو زمین نئے قبرستان کے لئے معین ہوئی ہے وہ شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے اتنی دور جنازے کو ہاتھوں یا کندھوں پر لے جانا بہت مشکل ہے خصوصاً ان حالات میں کہ بارش ہو رہی ہے یا جنازے کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں یا کمزور و بیمار ہیں یا اولیائے میت غریب ہیں کہ مزدوری دیکر نہیں جاسکتے تو اس صورت میں حسب ذیل سوالات کا جواب مطلوب ہے۔

(۱) جنازے کو قبر تک پہنچانے کا مسنون طریقہ کیا ہے (۲) کسی عذر سے جنازے کو کسی خاص گاڑی پر جو اسی کام کے لئے بنائی گئی ہو لے جانا درست ہے یا نہیں ؟(۳) جنازے کے ہمراہ جانے والے سواری پر جائیں تو اس میں کچھ نقصان ہے یا نہیں ؟بینوا توجروا

(جواب ۱٤) جنازے کو اٹھا کر لے چلنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازے کی چارپائی یا مسہری یا سریر کے چاروں پائے چار آدمی پکڑ کر اٹھائیں اور نوبت بہ نوبت بدلتے جائیں اسی طرح قبر تک لے جائیں حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے آج تک اسی سنت متوارثہ پر مسلمانوں کا عمل رہا ہے اور یہی طریقہ کتب فقہیہ حنفیہ میں مذکور ہے۔

السنة في حمل الجنازة عندنا ان يحملها اربعة نفر من جوانبها الاربعة و به قال مالك والا كثرون غنية المستملي (۱)
عن عبدالله بن مسعودؓ قال من اتبع الجنازة فليا خذ بجوانب السرير الاربعة غنية المستملي (۲)
يوخذ السرير بقوائمه الاربع بذلك وردت السنة و فيه تكثير الجماعة و زيادة الا كرام والصيانة بحر الرائق (۳)
(ترجمہ) جنازہ اٹھانے کا ہمارے نزدیک مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے چاروں پائے چار آدمی اٹھائیں اور امام مالک اور اکثر علماء اسی کے قائل ہیں
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ جو جنازے کے ساتھ جائے اسے چاہئے کہ چارپائی کے چاروں پائے پکڑے۔
جنازے کے چاروں پائے پکڑے جائیں اسی طرح سنت سے ثابت ہوا ہے اور اس میں اٹھانے والوں کی جماعت کی زیادتی اور میت کی قدر اور حفاظت ہے۔
جنازے کو اس طرح لے جانے میں حسب ذیل فائدے ہیں(۴) سنت متوارثہ کی موافقت اٹھانے والوں کی مقدار کی زیادتی اور جماعت کثیرہ کو جنازہ اٹھانے کا ثواب حاصل ہونا اٹھانے والوں پر تخفیف یعنی کام کا ہلکا رہنا میت کا گرنے سے محفوظ رہنا اس طریقے پر اٹھانے میں اسباب اٹھانے کی صورت سے مشابہت نہ ہونا میت کی عزت و توقیر کا زیادہ ہونا وغیرہا من الفوائد
(۲) اگر قبرستان اتنے فاصلے پر ہو کہ وہاں تک جنازہ لے جانے میں کچھ زیادہ مشقت اور دشواری نہ ہو تو جنازہ سنت متوارثہ کے موافق لے جانا چاہئے اور اس کا خلاف مکروہ ہے(۵) بلکہ اگر کسی قدر محنت بھی برداشت کرنی پڑے تو اسے بھی بنظر زیادتی ثواب و حصول رضامندی حق تعالیٰ برداشت کرلیں کیونکہ جنازہ کو اٹھانا بھی عبادت ہے اور حضور ﷺ نے بہ نفس نفیس جنازہ اٹھایا ہے۔
وحمل الجنازة عبادة فينبغي لكل احدان يبادر اليها فقد حمل الجنازة سيد المرسلين فانه حمل جنازة سعد بن معاذؓ (۶)
(ترجمہ) جنازہ کو اٹھانا عبادت ہے پس ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اس کی جانب سبقت کرے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے حضرت سعد بن معاذؓ کا جنازہ اٹھانا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

(۱-۲) فصل في الجنائز ص ۵۹۱ سہیل اکیڈمی
(۳) کتاب الجنائز ۲/۲۰۵، ۲۰۶ ط بیروت
(۴) صفحہ نمبر ۳ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں
(۵) ولذا کرہ حملہ علی الظہر والدابۃ الخ (غنیۃ المستملی ' فصل فی الجنائز' ص ۵۹۲ طبع سہیل اکیڈمی)
(۶) طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۶۵ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر

لیکن اگر قبرستان اتنی دور ہو کہ جنازے کے ہمراہیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو تو اگر مزدوری پر ایسے اشخاص مل سکیں جو قبرستان تک جنازہ پہنچادیں تو بہتر ہے کہ مزدوروں پر جنازے کو لے جائیں جنازہ اٹھانے کی مزدوری دینا لینا جائز ہے(۱) اور اس میں سنت متوارثہ پر عمل قائم رہنے کی رعایت ہے لیکن مزدور مسلمان صالح ہوں کافروں فاسقوں سے جنازہ اٹھوانا اچھا نہیں کافروں سے مسلمان میت کا جنازہ اٹھوانا تو بالکل ناجائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمل جنازہ بھی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے تو باوجود مسلمانوں کے موجود ہونے کے کافروں سے اٹھوانے میں من وجہ ترک فرض ہے۔

الکافر لا یمکن من قریبه المسلم لانه فرض علی المسلمین کفایةً فلو ترکوه للکافر اثموا لعدم قیام احد من المسلمین بفرض الکفایة طحطاوی علی مراقی الفلاح (۲)

(ترجمہ) کافر کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مسلمان رشتہ دار کی تجہیز و تکفین کرے کیونکہ مسلمان کی تجہیز تکفین اور دفن مسلمان پر فرض کفایہ ہے تو اگر مسلمانوں نے کافر پر چھوڑ دیا تو بوجہ ترک فرض سب گناہ گار ہوئے۔

دوسرے یہ کہ کافر پر خدا تعالیٰ کا غضب اور لعنت نازل ہوتی ہے پس مسلمان میت کے جنازے کو اس کے لگاؤ سے دور رکھنا چاہئے۔

ولا یدخل قبره لان الکافر تنزل علیه اللعنة والمسلم محتاج الی الرحمة خصوصاً فی هذه الساعة مراقی (۳)

(ترجمہ) مسلمان میت کو کافر قبر میں نہ اتارے نہ اس کی قبر میں اترے کیونکہ کافر پر خدا کی لعنت اترتی ہے اور مسلمان خدا کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے خصوصاً دفن کے وقت۔

اور مسلمان فاسقوں سے اٹھوانا اگرچہ حرام نہیں تاہم انکو بھی علیحدہ رکھنا بہتر ہے کیونکہ ارتکاب کبائر کی وجہ سے ان پر بھی خدا تعالیٰ کا عتاب ہوتا ہے۔

اور جب جنازے کے ہمراہی بھی قبرستان تک نہ لے جاسکیں یا سخت مشقت اور دشواری میں مبتلا ہو جائیں اور مزدور بھی نہ ملیں تو ان صورتوں میں جنازے کو گاڑی پر لے جانا بلا کراہت جائز ہے۔

قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور فقہائے کرام نے اس کا اعتبار کیا ہے۔

ویکره حمله علی ظهر ودابة بلا عذر – قوله بلا عذر اما اذا کان عذر بان کان المحل بعیدا یشق حمل الرجال له او لم یکن الحامل الا واحداً فحمله علی ظهره فلا کراهة اذن – اه

---

(۱) ویجوز الاستئجار علی حمل الجنازة (خانیة علی هامش الهندیة' باب فی غسل المیت' وما یتعلق به ۱/ ۱۹۰ ط مکتبه ماجدیه)

(۲) ویجوز الاستیجار علی حمل الجنازة کذافی قاضی خان (هندیة' باب الجنائز' فصل الرابع فی عمل الجنازه ۱/ ۱۶۲ مکتبه ماجدیه)

(۳) احکام الجنائز ص ۳۶۴ ط مصطفی حلبی مصر

طحطاوی علی مراقی الفلاح (۱)

(ترجمہ) پیٹھ پر اور جانور پر میت کو بلا عذر لے جانا مکروہ ہے لیکن اگر عذر کی وجہ سے ہو مثلاً قبرستان اتنا دور ہو کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو یا کہیں ایسا ہو کہ صرف ایک شخص اٹھانے والا ہے وہ میت کو اپنی پیٹھ پر رکھ کر لے جائے تو کوئی کراہت نہیں۔

طحطاوی کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ قبرستان کا دور ہونا بھی عذر ہے اور دور ہونے کی مسافت کے لحاظ سے کوئی مقدار معین نہیں کی بلکہ صرف یہ کہہ دیا کہ آدمیوں کو وہاں تک جنازہ لے جانا دشوار ہو اس سے ثابت ہو گیا کہ جب قبرستان اتنا دور ہو کہ اکثر حالات میں وہاں تک جنازہ لے جانا مشکل ہو تو وہاں گاڑیوں پر جنازہ لے جانے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر کسی جنازے کے ساتھ ہمراہی زیادہ ہوں اور اس وجہ سے کندھوں پر لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو تو گاڑی پر نہ لے جانا چاہئے شبہ (۱) اگر کہا جائے کہ گاڑی پر جنازہ لے جانے میں میت کی توہین ہے اور مسلمان میت کی توہین ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو مطلقاً گاڑی پر جنازہ لے جانے میں توہین ہونا مسلم نہیں کیونکہ گاڑی مطلقاً موجب توہین نہیں ہے بلکہ گاڑی تو زندوں کے لئے بھی باعث توقیر اور موجب عزت ہے خصوصاً جب کہ اس کی وضع موقر اور مثل زندوں کی سواری کے بنائی جائے ہاں ایسی گاڑیوں میں جو صرف اسباب لادنے کے لئے ہوتی ہیں جیسے بوجھ لادنے کے ٹھیلے جنازے لے جانے میں بے شک توہین ہو گی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ گاڑی میں توہین ہوتی ہے تاہم عذر کے وقت فقہاء نے بعض ایسی صورتیں بھی جائز بتائی ہیں جن میں یقیناً اس سے زیادہ توہین ہے مثلاً مردے کو آدمی کی پیٹھ پر ڈال کر لے جانا کہ اس کا عذر کی حالت میں ہونا جائز ہونا روایت فقہیہ منقولہ بالا سے صراحۃً ثابت ہے۔ شبہ ۲۔ اگر کہا جائے کہ اموات کو گاڑیوں میں لے جانے میں نصاریٰ سے مشابہت ہے کہ وہ اپنے مردوں کو گاڑیوں میں لے جاتے ہیں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مجبوری کی حالت میں اگر صرف اتنی بات میں مشابہت ہو جائے کہ گاڑیوں میں لے جاتے ہیں لیکن لے جانے کی صورتیں مختلف ہوں اور مشابہت کا قصد اور ارادہ نہ ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ مشابہت در حقیقت مشابہت نہیں ہے ان کے لے جانے سے اپنے لے جانے میں فرق کرنے کی کئی صورتیں ممکن ہیں اول یہ کہ تمام جنازے شہر کے ہر مقام سے شہر کے کنارے تک یا شہر کے باہر بھی جس مقام تک لے جانے میں زیادہ دشواری نہ ہو وہاں تک سنت متوارثہ کے موافق کندھوں پر لے جائیں اور شہر کے کنارے سے یا اس مقام سے جہاں تک لوگوں نے پہنچا دیا ہے گاڑی میں رکھ کر قبرستان تک پہنچائیں تو یہ طریق عمل نصاریٰ کے طریقے سے جدا ہو جائے گا دوم یہ کہ گاڑیاں ایسی بنائی جائیں کہ ان کے وسط میں جنازہ رہے اور جنازے کے دونوں طرف چار چھ آدمی بھی بیٹھ جائیں اور وہ بنظر حفاظت جنازے کو پکڑے رہیں یہ طرز بھی نصاریٰ کے طرز سے جدا ہے اور بہر صورت بہتر یہ ہے کہ خود میت کو گاڑی پر نہ رکھیں بلکہ جنازے کو جیسے کہ مسلمانوں کا

---

(۱) احکام الجنائز ص ۳۶۵ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر

طریقہ سے چارپائی یا مسہری (جو جنازے کے لئے خصوصاً بنائی جاتی ہے) پر تیار کریں اور اس چارپائی یا مسہری کو گاڑی پر رکھیں ہاں اس کا لحاظ رکھیں کہ وہ چارپائی گاڑی پر اچھی طرح جم جائے کہ حرکت اور جھٹکے سے میت کو نقصان نہ پہنچے اس چارپائی کے پائے زیادہ لمبے نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔

(۳) جنازے کے ہمراہیوں کو اس کے ساتھ پیدل جانا افضل اور بہتر ہے لیکن سواری پر جانا بھی جائز ہے صرف خلاف اولیٰ ہے اور واپس آتے وقت سواری پر آنا تو خلاف اولیٰ بھی نہیں کیونکہ واپسی میں سواری پر آنا خود آپ ﷺ سے ثابت ہے۔

وذکر الا سبیجابی ولا بأس بان یذهب الیٰ صلوٰة الجنازة راکبا غیرانه یکره له التقدم امام الجنازة بخلاف الماشی اه - بحر (۱)

والمشي فیها افضل من الرکوب کصلوٰة الجمعة بحر عن الظهیریة (۲)

ولا باس بالرکوب فی الجنازة والمشي افضل عالمگیریه (۳)

(ترجمہ) اسبیجابی نے ذکر کیا کہ سوار ہو کر نماز جنازہ کے لئے جانے میں مضائقہ نہیں مگر سواری کی حالت میں جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے پیدل آدمی حسب ضرورت آگے بھی جائے تو مکروہ نہیں ظہیریہ میں ہے کہ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا سواری سے افضل ہے جیسے کہ جمعہ کی نماز کو پیدل جانا سوار ہو کر جانے سے بہتر ہے۔ یعنی سواری پر جنازے کے ساتھ جانے میں مضائقہ نہیں اور پیدل جانا افضل ہے۔

والله تعالیٰ اعلم و علمه اتم واحکم کتبه الراجی رحمة مولا ہ محمد کفایة الله عفا عنه ربه ما جناه و جعل اخراه خیرا من اولاه صفر ۱۳۳۷ھ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح شبیر احمد عفا اللہ عنہ۔ صح الجواب فقیر اصغر حسین عفی عنہ الجواب صحیح عبد السمیع عفی عنہ الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی دار العلوم دیوبند ۷ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ الجواب صحیح خاکسار سراج احمد رشیدی الجواب صحیح محمد اعزاز علی غفرلہ الجواب صحیح اشرف علی ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے چلنا اور پھر اس کی اجرت لینا جائز نہیں

(سوال) بمبئی اور اطراف بمبئی میں اکثر یہ رواج ہے کہ جس وقت میت کو برائے دفن مکان سے اٹھا کر لے جایا جاتا ہے تو چند آدمی میت سے آگے چلتے ہیں اور ان میں سے ایک آدمی نہایت ترنم کے ساتھ بلند آواز سے لا الہ الا الله محمد رسول الله پڑھتا ہے اور اس کو ہادی کہتے ہیں یعنی لفظ ہادی مخصوص ہے اس کے لئے جو آگے چل کر بلند آواز سے پڑھتا ہے اب ہادی کے کہنے کے بعد تمام وہ آدمی جو میت سے آگے چلنے والے ہیں اس ہادی کی طرح وہی کلمہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس صورت سے تمام راستہ بھر پڑھتے ہوئے قبرستان پہنچ کر میت کو دفن کرتے ہیں بعد فراغت کے جب واپس ہوتے ہیں تو وہی تمام آدمی جو پہلے میت سے آگے

(۱-۲) کتاب الجنائز ۲/۲۰۶ طبع بیروت

(۳) باب الجنائز' الفصل الرابع فی حمل الجنازہ ۱/۱۶۲ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

چل کر پڑھتے تھے اب تمام لوگوں سے پھر آگے ہوتے ہیں اور ان میں ایک شخص ہادی بن کر بلند آواز سے لا اله الا الله محمد رسول الله من الله نازل غفرا پڑھتا ہے پھر تمام وہی آدمی جو پہلے ہادی کے ساتھ میت کے آگے چل کے پڑھتے تھے جواب دیتے ہیں من الله نازل غفرا پھر ہادی صاحب کہتے ہیں لا اله الا الله محمد رسول الله من الله حبیب الله غرض یہ ہے کہ ہادی صرف کلمہ تو وہی ہر مرتبہ دہراتا ہے لیکن ساتھ میں بجائے کلمہ من الله نازل غفرا کے من الله حبیب الله، شفیع الله، ولی الله کہتا ہے لیکن وہ تمام آدمی جو ہادی کے ساتھ ہیں صرف ایک جواب دیتے ہیں من الله نازل غفرا اس صورت سے تمام راستہ طے کرتے ہوئے میت کے مکان پر پہنچتے ہیں اور پھر تمام آدمی اپنی محنت کی اجرت لیتے ہیں لہذا مفصل جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیے گا کہ کیا یہ طریقہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کیا یہ طریقہ میت کے لئے باعث ثواب ہو سکتا ہے فقط المستفتی نمبر ۱۴۵۳ عبدالحمید صاحب امام جامع مسجد کرالا ممبئی ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵٦ھ م ۲۹ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵) میت کے جنازے کو قبرستان کی طرف لے جانے کا صحیح مسنون طریقہ یہ ہے کہ سب لوگ سکون اور سکوت(۱) کے ساتھ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلیں جو لوگ جنازے کو کندھا دیں ان کے لئے حسب ضرورت جنازے کے دائیں بائیں آنا جانا مباح ہے جنازے کے آگے کسی جماعت کو چلنا اور اس طریقے سے بلند آواز سے ذکر کرنا جو سوال میں مذکور ہے شرعی طریقہ نہیں ہے اور نہ قرون اولیٰ اور سلف صالحین سے اس طریقے کا ثبوت ملتا ہے اپنے دل میں ہر شخص ذکر یا دعائے مغفرت کرتا ہوا جائے تو یہ جائز ہے اسی طرح واپسی میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا بھی ثابت نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ واپسی میں سب لوگ میت کے مکان پر آئیں بلکہ دفن سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کام کو چلے جائیں(۲) جو لوگ اس رسم کو جس کا سوال میں ذکر ہے عمل میں نہیں لاتے وہ صحیح راستہ پر ہیں ان کو بری نظر سے دیکھنا یا نامناسب خطابوں سے یاد کرنا یا ملامت کرنا برا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے

(سوال) جنازے کے ساتھ چھتری لگا کر چلنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) و علی متبعی الجنازة الصمت و یکره لهم رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر الله، یذکره فی نفسه (هندیة، باب الجنائز، فصل فی حمل المیت ۱٦۲/۲ ط کوئٹه) اور شامی میں ہے کہ کما کره فیها رفع صوت بذکر او قراءة قوله کما کره قیل تحریما و قیل تنزیها کما فی البحر عن الغایة، و فیه عنها و ینبغی لمن تبع الجنازة ان یطیل الصمت، و فیه عن الظهیریة، فان اراد ان یذکر الله تعالیٰ یذکره فی نفسه، لقوله تعالیٰ انه لا یحب المعتدین الجاهرین بالدعاء، وعن ابراهیم، انه کان یکره ان یقول الرجل وهو یمشی معها: استغفروا له غفر الله لکم (رد المحتار، باب صلاة الجنازة، ۲۳۳/۲ ط سعید)

(۲) واذا رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا و یشتغلوا بامورهم، و صاحب البیت بامره (مراقی الفلاح: باب احکام الجنائز ص ۳۷۳، ط مصطفی البابی الحلبی مصر)

(جواب ۹۶) چھتری لگا کر چلنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل سوم۔اخراجات تجہیز و تکفین

بیوی مالدار ہو اور شوہر تنگ دست تب بھی اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے

(سوال) ما قولکم رحمکم ربکم فی ان امراة مؤسرة ماتت تحت رجل معسر هل یجب کفنها علیه ام تکفن من مالها

(ترجمہ) ایک مالدار عورت جس کا شوہر تنگدست ہو اگر مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہو گا یا عورت کے مال میں سے دیا جائے گا؟ المستفتی نمبر ۱۱۲۰ مولوی بدیع الرحمان صاحب (ضلع اکیاب) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۳۱ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷) کفنها علی زوجها علی المفتی به من قول الامام ابی یوسف بشرط ان لا یمنع مانع من وجوب نفقتها علیه عند موتها فان اعتبار وجوب الکفن بوجوب النفقة علیه

(ترجمہ) عورت کا کفن کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہے یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اسی پر فتویٰ ہے بشر طیکہ کسی عذر کی وجہ سے شوہر کے ذمہ سے عورت کا نفقہ ساقط نہ ہوا ہو کیونکہ وجوب کفن وجوب نفقہ کے ساتھ متعلق ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر کے ذمے بیوی کا علاج ضروری نہیں

(سوال) نکاح کے بعد حسب رسم و رواج لڑکی کو اس کے ماں باپ اپنی خوشی سے بلا کر لے گئے میکے جا کر لڑکی بیمار ہو گئی ایک عرصے تک بیمار رہی اثنائے بیماری میں شوہر لانے کے لئے بھی گیا اور اپنی بیوی کو لانے کی کوشش کی مگر ماں باپ نے اجازت نہ دی اور کہا میں یہاں علاج کراتا ہوں البتہ ایک دو مرتبہ شوہر سے کچھ رقم طلب کی گئی جو شوہر نے بھیج دی اسی بیماری میں لڑکی فوت ہو گئی اب لڑکی کا باپ علاج معالجہ اور تجہیز و تکفین کی ایک لمبی چوڑی فہرست بنا کر شوہر سے وہ تمام خرچ طلب کرتا ہے کیا از روئے شرع خاوند ایسے خرچ کا ذمہ دار ہے؟ یا لڑکی کا باپ ہی اس تمام خرچ مذکورہ بالا کا ذمہ دار ہے جس کو اس نے اپنی خوشی سے کیا ہے؟

---

(۱) کیونکہ اس کا جنازے سے کوئی تعلق نہیں اس لئے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں ہاں اگر کسی غلط عقیدے کی بنیاد پر ہو تو درست نہیں۔

(۲) والذی اختاره فی البحر لزومه علیه موسرا' اولا' لها مال' اولا لانه ککسوتها وهی واجبة علیه مطلقا قال : وصححه فی نفقات الواجبة' قلت : و عبارتها اذا ماتت المراة' ولا مال لها قال ابو یوسف یجبر الزوج علی کفنها' والا صل فیه ان من یجبر علی نفقته فی حیاته' یجبر علیها بعد موته' وقال محمد' لا یجبر الزوج' والصحیح الاول' قال فی الحلیة' ینبغی ان یکون لحل الخلاف ما اذا لم یقم بها مانع یمنع الوجوب علیه حالة الموت من نشوزها وصغرها و نحو ذالك (رد المحتار ' باب صلاة الجنائز' مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج ۲/۲۰۶ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۹۵۹ عبداللہ خاں (بنگلور چھاؤنی) ۲۴ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸) علاج معالجہ کے مصارف لڑکی کا باپ شوہر سے طلب نہیں کر سکتا (۱) اگر شوہر نے علاج کرانے کا امر کیا ہو اور مصارف ادا کرنے کی ذمہ داری لی ہو تو شوہر ذمہ دار ہوگا ورنہ نہیں ہاں تجہیز و تکفین کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے۔(۲) لیکن اس سے مراد صرف کفن خوشبو کافور وغیرہ کی قیمت غسال اور قبر کھودنے کی اجرت اور پٹاؤ کی لاگت ہے جس کا مجموعہ دس بارہ روپے کے اندر اندر ہوتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عورت کی تجہیز و تکفین شوہر کے ذمے ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) زن متوفیہ کے کفن دفن کا خرچ کس کے ذمہ ہے باپ کے ذمہ ہے یا خاوند کے ذمہ ؟

(جواب ۱۹) عورت کے کفن دفن کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے خواہ متوفیہ کا مال ہو یا نہ ہو وھو المفتی به کذافی الھندیه (۳) و فتاویٰ قاضی خان (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ'

فصل چہارم- قبر و دفن

ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکڑی کے تختے لگانا جائز ہے

(سوال) ایک بستی کے لوگ اپنی قبریں بجائے لحد کے شق بناتے ہیں اور قبر کو بانس اور لکڑیوں سے پاٹتے (ڈھاپنا' چھپانا) ہیں اور ان لکڑیوں میں آہنی میخیں لگی ہوتی ہیں تو کیا قبر کو ایسے تختوں یا لکڑیوں سے پاٹنا جائز ہے جس میں لوہے کی کیلیں لگی ہوں یا ان کیلوں کے نکالنے کی ضرورت ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۰) لکڑی کے تختے قبر میں لگانا مکروہ ہیں لیکن اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً بانس یا کچی اینٹیں نہ ملیں یا ملیں لیکن لگ نہ سکیں تو مکروہ نہیں لوہے کی میخیں بھی اسی حکم میں ہیں۔ ویکرہ الاجر و دفوف الخشب لماروی عن ابراھیم النخعی انه قال کانوا یستحبون اللبن والقصب علی القبور و کانوا یکرھون الا جرو روی ان النبی ﷺ نھی ان تشبه القبور بالعمران والا جر والخشب للعمران انتھیٰ (بدائع)(۵) و فی مراقی الفلاح (۶) و کرہ وضع الاجر والخشب محمول علی وجود اللبن

---

(۱) علاج معالجہ شوہر پر واجب نہیں بلکہ تبرع محض ہے پس جب ابتداءً ہی سے شوہر پر واجب نہ ہو تو دوسرے کے کرنے سے بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا قوله لا یلزمه مداواتھا ای اتیانه لھا بدواء المرض ولا اجرۃ الطبیب ولا الفصد' ولا الحجامة الخ ھندیه (رد المحتار ' باب النفقة' ۵۷۵/۳ ط سعید)

(۲-۳-۴) ومن لم یکن له مال' فالکفن علیٰ من تجب علیه النفقة الا الزوج فی قول محمدؒ و علی قول ابی یوسفؒ یجب الکفن علی الزوج' وان ترکت مالا' و علیه الفتویٰ (ھندیه' باب الجنائز' فصل ثالث فی التکفین ۱۶۱/۱ مکتبه ماجدیه کوئٹه) (۵) فصل فی سنة الحضر ' ۳۱۸/۱ ط سعید

(۶) احکام الجنائز ص ۳۶۹ ط مصطفی الحلبی مصر

بلا کلفۃ الخ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' سنہری مسجد دہلی

قبر پختہ کئے بغیر ارد گرد پتھر لگانا جائز ہے

(سوال) زید کی نشانی کے لئے اس کی قبر کے گرد اگرد نصف گز دیوار باندھنا اور اس پر خوبصورت پتھر لگانا اور اشعار لکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۱) قبر کے گرد پتھر لگانے سے بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے پائے صرف یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آثار قبر مٹنے نہ پائیں اس صورت میں خوبصورت و بد صورت پتھر دونوں ایک ہی سا کام دیں گے۔(۱) اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش ہوں اور ریاو سمعہ مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کجابد صورت کا لگانا بھی حرام ہوگا اور اگر پتھر لگایا جائے تو میت کے مال سے لگانا جائز نہیں ورثہ خود اپنے مال سے لگا سکتے ہیں پتھر پر تاریخ (۲) وغیرہ کندہ کرنا مکروہ ہے۔

اہل میت کو جنازہ کے بعد ”اذن عام“ کہنے کی ضرورت نہیں

(سوال) صاحب خانہ کو لفظ اذن عام بعد صلوۃ جنازہ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲) یہ لفظ کہنا کچھ ضروری یا سنت نہیں ہے اسی طرح نماز کے بعد لوگوں کے لئے بہتر اور سنت طریقہ یہ ہے کہ دفن تک ساتھ رہیں لیکن اگر لوٹ آئیں تو سوائے ثواب کی کمی کے اور کوئی مواخذہ اور گناہ ان کے ذمہ نہیں ہے اگر صاحب خانہ سے اجازت لے کر لوٹیں تو ان کی دلداری اور تسلی کے لئے طلب اجازت کا مضائقہ نہیں لیکن دفن میں شریک نہ ہونے کے سبب سے ثواب میں جو کمی ہوئی ہے وہ پوری نہ ہوگی اور استیذان ان کو ثواب کے پورا کر دینے میں کوئی دخل نہیں ہاں اہل میت کے لئے باعث تطییب قلب ضرور ہے اس لئے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ قبل از دفن لوٹنا چاہے تو اہل میت سے اجازت لے لے۔ و لا ینبغی ان یرجع من جنازۃ حتی یصلی علیہ و بعد ما صلی لا یرجع الا باذن اھل الجنازۃ قبل الدفن و بعد الدفن یسعہ الرجوع بغیر اذنھم کذافی المحیط (۳)(عالمگیری)

---

(۱) انما یکرہ الآجر اذا ارید بہ الزینۃ' اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شی آخر لا یکرہ.(مراقی الفلاح' احکام الجنائز' فصل فی حکمھا' ودفنھا ص ۳۶۹ ط مصطفی مصر) اور شامی میں ہے وجاز ذالک حولہ فی ارض رخوۃ کالتابوت قولہ' وجاز ای الآجر والخشب (رد المحتار' باب صلوات الجنائز ۲/۲۳۶ ط سعید)

(۲) یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ بلاحاجت لکھے لیکن اگر حاجت ہو مثلاً پہچان کے لئے لکھے تو پھر مکروہ نہیں' ان احتیج الی الکتابۃ حتی لا یذھب الاثر' ولا یمتھن فلا باس بہ فالکتابۃ بغیر عذر' فلا حتی انہ یکرہ کتابۃ شیء علیہ من القرآن' او الشعر' او نحو ذالک (رد المحتار : باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۸ ط سعید وان کتب علیہ شیئاً او وضع الاحجار' لا باس بذالک عند البعض' (خانیہ علی ھامش الھندیۃ : باب فی غسل المیت' وما یتعلق بہ ۱/۱۹٤ ماجدیہ)

(۳) باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱٦٥ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر قبر میں ڈالنا جائز نہیں

(سوال) قبر میں میت کے ساتھ پانچ یا سات ڈھیلوں پر سورہ اخلاص ختم کر کے ڈالنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۱۱۳ محمد عنایت حسین صاحب کھنور، ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۳) ڈھیلوں پر سورہ اخلاص پڑھ کر دم کر کے قبر میں رکھنا مکروہ ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

قبرستان کی خشک گھاس کا جلانا جائز نہیں

(سوال) جو شخص قبرستان میں حفاظت کے واسطے رہتا ہے اور میت کو غسل دیتا ہے اس کو تنخواہ دی جاتی ہے قبرستان میں بارش کے موسم میں قبروں پر گھاس ہو جاتی ہے وہ خشک ہونے کے بعد قبروں پر آگ لگا کر سیاہ کر دیتا ہے ایسے آدمی کو قبرستان میں رکھنا کیسا ہے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا کیا ہے میرا تو پیر خدا ہے مجھ کو تو پیر نے بتایا ہے خدا نے کیا بتایا ہے اور میں اپنے پیر کے حکم سے مردے زندہ کر سکتا ہوں نماز میں خدا کی نہیں پڑھتا اپنے پیر کی نماز پڑھتا ہوں اور خدا کے ذکر کے بجائے اپنے پیر کا ذکر کرتا ہے یا وارث یا وارث کہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں جاروب کش یا مؤذن کی حیثیت رکھنا کیسا ہے؟ اور وہ غسل میت کے فرض واجب نہیں جانتا اس کے ہاتھ سے میت کو غسل دلوانا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۴۶۲ محمد حسین (سابر متی) ۱۵ محرم ۱۳۵۴ھ م ۲۰ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴) قبروں پر خشک گھاس کو آگ لگا کر جلانا سخت مذموم ہے شریعت نے قبرستان میں آگ لے جانے اور قبروں میں پکی اینٹیں لگانے کو بھی منع کیا ہے(۲) چہ جائیکہ قبروں پر آگ جلانا اگر یہ شخص باز نہ آئے اور اس حرکت سے توبہ نہ کرے تو اس کو قبرستان سے علیحدہ کر دیا جائے یہ کلمات موجب کفر ہیں۔(۳) اس کو ان کلمات سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کو علیحدہ کر دیں اگر میت کے غسل کا طریقہ اسے معلوم نہیں تو اس سے میت کو غسل نہ دلوایا جائے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے

(۲) لان الآجر مما یستعمل للزینة ولانه مما مسته النار فیکره ان یجعل علی المیت تفاء لا کما یکره ان یتبع قبره بنار، بدائع الصنائع، فصل فی الدفن ۳۱۸/۱ ط سعید

(۳) کیونکہ یہ کلمات قرآن مجید کی تصریحات اور اہل اسلام کے عقیدے کے بالکل مخالف ہیں۔ الهکم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحیم البقرة ۱۶۳

قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین، الانعام ۱۶۳

لا اله الا هو یحیی و یمیت :الاحزاب ۱۵۸

واذا ذکر الله وحده اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالآخرة واذا ذکر الذین من دونه اذا هم یستبشرون : الزمر ۴۵

ولا یکفر احد من اهل القبلة الا فیما فیه نفی الصانع القادر العلیم او شرك او انکار النبوة او ما علم مجیئا بالضرورة (شرح الفقه الاکبر، مطلب معرفة المکفرات لا جتنا بها ص ۲۴۱ دار الکتب العلمیه بیروت)

(۴) یہ مستقل وجہ ہے یعنی اگر اسے غسل کا طریقہ نہ آتا ہو تو تجدید ایمان کے باوجود اس سے غسل نہ دلوایا جائے گا والا ولیٰ فی الفاعل ان یکون اقرب الناس الی المیت، فان لم یحسن الغسل فاهل الامانة والورع (حلبی کبیر : فصل فی الجنائز ص ۵۸۰ ط سهیل اکیڈمی لاهور)

قبر میں داہنی کروٹ لٹانا سنت ہے

(سوال) میت کو جب قبر میں رکھا جائے تو اس کو چت رکھا جائے یا کروٹ سے ؟ المستفتی نمبر ۶۵۶ برکت اللہ آسنسول ۲۵ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۵) چت لٹانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بھی جائز ہے اور کروٹ سے لٹانا اور پشت کی طرف مٹی کے ڈھیلے کی ٹیک لگانا بھی جائز ہے اور یہ صورت چت لٹانے سے بہتر اور افضل ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

میت کو دفن کرنے کے بعد وہاں سے منتقل کرنا جائز نہیں الایہ کہ غیر کی زمین میں دفن کیا ہو

(سوال) زید حنفی المذہب قبرستان کے متولی کی یا ورثاء کی اجازت سے قبرستان میں دفن ہو گیا زید مذکور کی والدہ اور دیگر اقرباء اسی قبرستان میں مدفون ہیں بکر معترض ہے کہ زید جس مقام پر دفن ہے وہ مقام میں نے اپنے لئے مخصوص کر دیا ہے زید کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرو۔ المستفتی نمبر ۸۴۷ محمد عبدالعزیز شریف (چام راج نگر میسور) ۲ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶) قبرستان اگر وقف عام ہو اور اس میں کوئی شخص اپنے واسطے قبر کھدوا کر محفوظ چھوڑے اور کوئی دوسرا شخص اس میں اپنی میت کو دفن کر دے تو اس صورت میں بھی دفن کرنے والے کو صرف قبر کھودنے کی اجرت ادا کرنی پڑتی ہے صاحب القبر کو نعش نکلوانے کی اجازت نہیں ہے۔ اذا حضر الرجل قبرافی المقبرة التی یباح له الحضر فدفن فیه غیره میتا لا ینبش القبر ولکن یضمن قیمته حضره لیکون جمعا بین الحقین انتهی عالمگیری (۲) نقلا عن خزانة المفتین اور اگر قبر نہیں کھودی صرف اپنے دل میں خیال کر لیا کہ میں یہاں دفن ہوں گا تو اس صورت میں دوسرے دفن کرنے والے سے کچھ بھی کہنے کا حق نہیں (۳) نعش نکالنے کا صرف اس صورت میں حق ہوتا ہے کہ زمین مملوک ہو اور مالک کی اجازت کے بغیر دفن کیا جائے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) مگر سنت کے خلاف ہے (قوله وجوباً) جرح فی التحفة بانه سنة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۶ ویوضع علی شقه الایمن متوجها الی القبلة (بدائع' فصل فی سنة الدفن ۱/۳۱۹ ط سعید).

(۲) بلفظ یہ عبارت عالمگیری میں نہیں ہے البتہ اسی مفہوم کی عبارت موجود ہے رجل حضر قبراً فارادوا دفن میت آخر فیه ان کانت المقبرة واسعة' یکره' وان کانت ضیقة جاز ولکن یضمن ما انفق صاحبه فیه (هندیه' با ب الجنائز' فصل فی الکفن والدفن ۱/۱۶۶ مکتبه ماجدیه)

(۳) ولا یخرج منه الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبة (قوله کان یکون الارض مغصوبة) واحترز بالمغصوبة عما اذا کانت وقفاً قال فی التتارخانیة : انفق مالا فی اصلاح قبر ' فجاء رجل' ودفن فیه میته' وکانت الارض موقوفة یضمن ما انفق فیه' ولا یحول منه عن مکانه' لانه دفن فی وقف (رد المحتار ' با ب صلاة الجنائز ۲/۲۳۸ ط سعید)

(٤) اذا دفن المیت فی ارض غیره بغیر اذن مالکها' فالمالك بالخیار : ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیها' کذافی التجنیس' (هندیه : باب الجنائز' فصل فی القبر والدفن ۱/۱۶۷ ط کوئٹه)

(۱) ضرورت کی وجہ سے میت کو تابوت میں دفن کرنا جائز ہے
(۲) قبر کے ارد گرد چار دیواری جائز نہیں
(۳) زندگی ہی میں اپنے لئے قبر تیار کرانا جائز ہے.

(سوال) (۱) قبر کے اندر بوجہ کمزور ہونے زمین قبر کے نیچے کا حصہ خام چھوڑ کر صندوق پختہ بنوانا جائز ہے یا ناجائز ؟ (۲) اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام چھوڑ کر مثل چار دیواری دوفٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے مویشیوں کے قبر کو بنوانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) اپنی زندگی میں خود کے واسطے قبر تیار کرا کر اس میں غلہ بھرنا اور ہر سال غلہ کو نکال کر خیرات کر دینا دوبارہ از سر نو بھر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۴۹ چودھری حاجی اللہ بخش (گوالیار) ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۷) (۱) زمین کمزور ہے تو اس میں تابوت یعنی لکڑی کے صندوق میں میت کو رکھ کر اتارنا جائز ہے یا پتھر کے چوکے کھڑے کر کے چوکھٹہ بنا دیں اینٹ کی چنائی سے احتراز کرنا چاہئے (۱)
(۲) یہ صورت بھی بہتر نہیں ہے۔ (۲)
(۳) اپنی زندگی میں قبر تیار کرالینا مباح ہے (۳) لیکن اس میں غلہ بھر کر خیرات کرنا بدعت ہے خیرات کرنے میں حرج نہیں مگر قبر میں بھرے بغیر جتنا چاہو خیرات کر دو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

دفن کے بعد چالیس قدم ہٹ کر دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) قبرستان میں مردے کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم آگے چل کر ٹھہرتے ہیں اور بآواز بلند فاتحہ پڑھتے ہیں اور نہ پڑھنے والوں کو اکثر لوگ وہابی بے دین وغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۸۵۶ حکیم قاضی محمد نور الحق (چامراج نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۸) یہ رسم بدعت ہے کیونکہ خیر القرون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور اس کے تارک صحیح اسلامی تعلیم کے متبع ہیں ان کو وہابی کہنا اور بدنام کرنا سخت گناہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) حکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل : انه یجوز اتخاذ التابوت فی بلادنا' لرخاوة الارض' قال: ولو اتخذ تابوت من حدید' لا باس به' و یکره الآجر فی اللحد اذا کان یلی المیت الخ (هندیه' باب الجنائز' فصل فی القبر' والدفن ۱/۱۶۶ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) اما البناء علیه' فلم ار من اختار جوازه..... و عن ابی حنیفة ' یکره ان یبنی علیه بناء من بیت ' او قبة' او نحو ذالك لماروی جابرؓ نهی رسول اللہ ﷺ عن تجصیص القبور' وان یکتب علیها' وان یبنی علیها' رواه مسلم' وذخیرة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۱/۲۳۷ ط سعید)

(۳) ومن حفر قبراً لنفسه لاباس به (هندیه باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱/۱۶۶ ماجدیه) وفی الدر : ویحفر قبرا لنفسه و قیل یکره والذی ینبغی ان لا یکره تهیئة نحو الکفن بخلاف القبر (قوله' والذی ینبغی) کذا قاله فی شرح المنیة' وقال لان الحاجة الیه متحققة غالبا بخلاف القبر لقوله تعالیٰ وما تدری نفس بای ارض تموت (وقال الرافعی) قوله بخلاف القبر لقوله تعالیٰ الخ حفره لا ینافی الآیة لنفعه فی الجملة ولو لغیره (رد المحتار' باب الجنائز ۲/۲۴۴ ط سعید)

عاشورہ کے دن خصوصیت سے قبر پر مٹی ڈالنا صحیح نہیں

(سوال) عاشورہ کے دن قبروں پر مٹی ڈالنا اور بنانا جائز ہے یا نہیں ؟بعض لوگ اس کو سنت نوح کہتے ہیں ؟
المستفتی نمبر ۷۹۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۲۹) قبروں پر جب کہ منہدم ہو جائیں مٹی ڈال دینا جائز ہے (۱) مگر یوم عاشورہ کو اس کام کے خاص کر لینے کی کوئی دلیل نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قبرستان میں چند قبریں تیار رکھنا جائز ہے

(سوال) قومی قبرستان میں چند قبریں پیشتر ہی سے تیار کر کے رکھنا جائز ہے یا ناجائز ؟المستفتی نمبر ۱۰۱۷ محمد امیر صاحب پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ کالکا انبالہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۳ جون ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۰) چند قبریں تیار رکھنا تاکہ حاجت مندوں کو وقت پر تیار ملے جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

کچی قبر کے اردگرد پختہ بنانا جائز ہے

(سوال) قبر کو اوپر سے پختہ بنانا اس طرح کہ میت کے محاذ میں کچی رہے جائز ہے یا نہیں ؟المستفتی نمبر ۱۱۴۹ ایم اے کیو انصاری ضلع میمن سنگھ (بنگال) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ
(جواب ۳۱) قبر کو چار طرف سے پختہ بنانا اس طرح کہ میت کے جسم کے محاذ میں نیچے سے اوپر تک کچی رہے مباح ہے یعنی میت کا جسم چاروں طرف سے مٹی کے اندر رہے پرے پرے پختہ ہو جائے تو حرج نہیں ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) قبر کا پختہ بنانا' چار دیواری بنانا اور کتبہ لگانا
(۲) مردے نہیں سنتے

(سوال) (۱) قبروں کا پختہ بنانا یا چار دیواری بنوانا یا ایک پتھر پر نام میت یا تاریخ وفات لکھ کر قبر پر نصب کرنا

---

(۱) اذا خربت القبور' فلا باس بتطينها (هنديه : باب الجنائز' فصل في القبر والدفن ۱/۱٦٦ ط ماجديه)
(۲) بلکہ احادیث میں بعض عبادات مختصہ کو بھی کسی دن کے ساتھ خاص کرنے کی ممانعت آئی ہے چہ جائیکہ ایک مباح کام کے لئے دن کی تخصیص کی جائے عن ابی هريرة : عن النبي ﷺ قال : لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي' و لا تختصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الخ (مسلم شريف' كتاب الصوم' باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم الخ ۱/۳٦۱ قديمى)
(۳) و يحفر قبرا لنفسه' و قيل يكره والذى ينبغى ان لا يكره تهيئة نحوا لكفن' بخلاف القبر' قوله والذى ينبغى الخ كذا قاله فى شرح المنية' وقال : لان الحاجة اليه متحققة غالباً' بخلاف القبر' بقوله تعالىٰ' وما تدرى نفس باى ارض تموت' وقال الرافعى' قوله بخلاف القبر لقوله تعالىٰ الخ حفره لا ينا فى الآية لنفعه فى الجملة ولو لغيره (رد المحتار' باب الجنائز ۲/۲٤٤ ط سعيد)
(٤) ويكره الآجر فى اللحد اذا كان يلى الميت' اما فيما وراء ذالك لا باس به (خانيه على هامش الهندية' باب فى غسل الميت وما يتعلق به ۱/۱۹٤ ط ماجديه كوئٹه)

حدیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟
(۲) مردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں یا کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۸ عبدالعزیز صاحب مشین والا (ضلع سیالکوٹ) ۷ ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۲) (۱) قبروں کا پختہ بنانا ناجائز ہے (۱) حفاظت کے لئے قبرستان کی چار دیواری بنانا قبر کے سرہانے کتبہ لگانا مباح ہے (۲) قبر پر لکھنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ (۳)
(۲) مردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

"ادفنوا موتاکم" الحدیث کی تخریج اور اس کا مطلب

(سوال) ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین الخ یہ روایت کس کتاب میں ہے صحیح ہے یا ضعیف اور صیغہ ادفنوا استحباب کے لئے ہے یا وجوب کے لئے؟ المستفتی نمبر ۱۲۶۶ مولوی محمد ابراہیم صاحب (بیو سلم) ۱۱ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۷ دسمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۳) ادفنوا موتاکم وسط قوم صالحین الحدیث یہ روایت جامع الصغیر میں حلیہ ابو نعیم سے مروی ہے یہ روایت ابو ہریرہ مگر جامع صغیر (۵) میں اس کو ضعیف بتایا گیا ہے اور ادفنوا صیغہ امر استحباب کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غلاف کعبہ کا ٹکڑا کفن میں رکھنا

(سوال) خانہ کعبہ کے غلاف کا ٹکڑا اگر میت کے ساتھ کفن میں رکھ کر میت کو دفن کر دیا جائے تو باعث نجات ہو سکتا ہے یا نہیں یا میت کو اس ٹکڑے کی وجہ سے کچھ اور نقصان و نفع ہو سکتا ہے؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب
(جواب) (از نائب مفتی صاحب) اگر غلاف کعبہ معظمہ کا ٹکڑا لکھا ہوا ہو تو اس کو میت کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفنانا ناجائز ہوگا (۶) اور اگر لکھا ہوا نہ ہو تو اس کو میت کے کفن میں رکھ کر دفنانا بھی ثابت نہیں اور اس

(۱) ولا یجصص للنهی ولا یطین (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۷ ط سعید)
(۲) وان کتب علیه شیئا او وضع الاحجار' لا باس بذالك عند البعض (خانیة' علی هامش الهندیة' باب فی غسل المیت وما یتعلق به ۱/۱۹۴ ط سعید)
(۳) عن جابر قال : نهی رسول الله ﷺ ان تجصص القبو روان یکتب علیها (ترمذی : ابواب الجنائز' باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور' والکتابة علیها ۱/۲۰۳ ط سعید)
(۴) رد المحتار' کتاب الایمان' باب الیمین فی الضرب' والقتل' وغیر ذالك' مطلب فی سماع المیت الکلام ۳/۸۳۶ ط سعید — یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اہل حق کی دو جماعتیں ہیں' بعض سماع کے قائل ہیں اور بعض عدم سماع کے' مسئلہ چونکہ عقائد کا نہیں اس لئے اس میں غلو بالکل درست نہیں۔ (۵) حرف الهمزة' الجزء الاول ص ۱۴ ط مکتبه اسلامیه لائل پور
(۶) وقد افتی ابن الصلاح بانه لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس' والکهف' ونحو هما خوفا من صدید المیت (رد المحتار: باب صلاة الجنائز ۲/۲۴۶ ط سعید)

کے فائدہ پہنچانے کے بارے میں میت کو کوئی روایت ثابت نہیں۔ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۳۴) (از حضرت مفتی اعظمؒ) غلاف کعبہ پر حروف منقش ہوتے ہیں اس لئے اس کو قبر میں میت کے ساتھ رکھنا درست نہیں(۱) اور اگر حروف سے خالی بھی ہو جب بھی ایک محترم چیز کو قبر میں دفن کر کے میت کی بدنی رطوبات میں ملوث ہونے کی صورت بہم پہنچانا اس کے احترام کے خلاف ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

دفن کے بعد ہاتھ دھونا جائز ہے

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد مٹی دیکر کچھ لوگ وہیں ہاتھ دھو لیتے ہیں اور کچھ نہیں دھوتے دونوں میں کون سی صورت بہتر ہے ہاتھ دھوئے جائیں یا نہیں ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۵) ہاتھ دھونا صفائی کے لئے ہے اگر مٹی سوکھی ہو اور ہاتھ ملوث نہ ہوں تو دھونا ضروری نہیں اور گیلی مٹی سے ہاتھ ملوث ہو گئے ہوں اور وہاں پر پانی مل سکے تو دھولے ورنہ واپس آکر دھولے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

موت کے وقت اور قبر میں میت کو قبلہ رو لٹانا سنت ہے

(سوال) بعد انتقال کے قبر میں مردے کو کس طرح رکھنا سنت ہے اور جو شخص قریب المرگ ہو تو اسے کس طرح لٹانا سنت ہے۔ المستفتی نمبر ۱۹۶۴ محمد حقیق صاحب مدرس مدرسہ عزیزیہ (رام پور) ۲۶ شعبان ۱۳۵۶ھ یکم نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب) (از مولوی محمد حقیق صاحب) میت کو قبر میں یا لحد میں سیدھی کروٹ پر روبقبلہ کر کے رکھنا سنت ہے یہی طریقہ اہل اسلام ہے اور زمانہ نبی کریم ﷺ سے مقبول اور زمانہ خلف و سلف میں معمول و متوارث ہے ہمارے ائمہ کرام و فقہاء عظام کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی و احمد بن حنبل اور امام مالک صاحبان کا بھی یہی مسلک ہے علامہ حلبی صغیری و کبیری شرح منیہ میں اور امام شافعی صاحب نے اپنی کتاب الام میں مردے کو رو بقبلہ رکھنے کی کیفیت میں یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ مردے کی پیٹھ کی طرف ڈھیلہ یا مٹی کی روک کر دے تاکہ مردہ اوندھا یا چت نہ ہو جائے امام شافعیؒ صاحب نے سر کے نیچے پکی اینٹ رکھنے کی بھی تصریح فرمائی۔ یہ اگرچہ بعض فقہا نے ان پر دو قیود کو صراحۃً بیان نہیں فرمایا ہے لیکن ہر سمجھدار مردے کو داہنی طرف لٹانے کے حکم سے سمجھ سکتا ہے نیز میت کے اکثر احوال ممکنہ میں زندوں کی موافقت شرعاً مطلوب و ملحوظ ہے جو کہ باب الجنائز کے مسائل دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ میت کے وضو اور غسل اور کفن وغیرہ

(۱) وقد افتی ابن الصلاح بانہ لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس، والکہف، ونحو ہما خوفا من صدید المیت (رد المحتار: باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۴۶ ط سعید)

(۲) لعل ہذا من مسامحات الشیخ والا فقد افتی بجوازہ، کما مر فی صفحہ ۴۳ فلیراجع، سیف

میں تیامن (یعنی داہنی جانب کی رعایت) مطلوب ہے بایں وجہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں تیامن کو محبوب رکھتا ہے یہاں تک کہ طہارۃ (وضوء و غسل) اور جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی اس کے علاوہ اور احوال میں بھی تو کیا میت کی حالت جوتا پہننے اور کنگھی کرنے سے بھی ادنیٰ ہوگی کہ یہاں یہ تیامن مطلوب اور معمول نہ ہو لہذا یہ حالت بہ طریقہ اولیٰ متحقق ہے تیامن کی لہذا استقبال قبلہ مردے کے حق میں قبر کے اندر سیدھی کروٹ پر روبقبلہ لٹانا مسنون و طریقہ اہل اسلام ہوا نیز حدیث شریف میں ثابت ہے کہ تمہارے مردوں اور زندوں کے لئے بیت اللہ الحرام قبلہ ہے قبلہ کا حق استقبال ہے زندہ شخص حالت نماز میں اس حق کو ادا کرتا ہے اور استقبال سینہ اور چہرے کے مقابل قبلہ ہونے سے ہوتا ہے سینہ اس میں اصل اور ضروری ہے فقط چہرے کو مقابل قبلہ کر دینے کو استقبال قبلہ شرعاً نہیں کہا جا سکتا اس کو شرعاً التفات اور توجہ کہتے ہیں اسی طرح میت سے بھی اس حق کا ادا ہونا اس وقت ہوگا جب قبر میں سیدھی کروٹ پر روبقبلہ لٹایا جائے فقط چہرے کو قبلہ کی طرف موڑنے سے جیسا کہ آج کل عوام کرتے ہیں اس سے حق قبلہ جو استقبال ہے ادا نہیں ہوتا ہے جس کی وجہ ابھی مذکور ہوئی ہے۔

اور جو شخص قریب المرگ ہو تو سیدھی کروٹ پر لٹانا سنت ہے اور اگر چت لٹایا گیا تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں اور سر قدرے اونچا رکھا جائے تاکہ چہرہ آسمان کی طرف نہ ہو یہ دونوں صورتیں اس وقت ہیں جب یہ طریقہ مذکورہ دشوار نہ ہو وگرنہ پھر جو طریقہ اس قریب المرگ پر آسان ہو اسی طریقہ پر چھوڑ دیا جائے صغیری و کبیری شرح منیۃ المصلی میں ہے ویوجہ المیت فی القبر علی جنبہ الایمن ولا یلقی علی ظہرہ لیسند المیت من وراء بتراب او نحوہ لئلا ینقلب (۱) نور الایضاح میں ہے ویوجہ الی القبلۃ علی الایمن (۲) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تحت قول الماتن ویوجہ الی القبلۃ علی ایمن یہ عبارت ہے بذلک امر النبی ﷺ و حدیث ابی داؤد البیت الحرام قبلتکم احیاءً وامواتا انتہیٰ (۳) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے بذلک امر النبی ﷺ علیاً لمامات رجل من بنی عبدالمطلب فقال یا علی استقبل بہ القبلۃ استقبالا وقولوا جمیعاً باسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ ﷺ وضع لجنبہ ولا تکبوہ علی وجہہ ولا تلقوہ علی ظہرہ کذافی الجوہرۃ وفی الحلبی و یسند المیت من ورائہ بنحو تراب لئلا ینقلب (۴) فتاویٰ قاضی خان جلد اول صفحہ ۹۳ میں ہے ویدخل المیت القبر من القبلۃ و یوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ (۵) عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۳۳ میں ہے ویوضع علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ کذافی الخلاصۃ (۶) مجمع الانہر میں ہے ویوجہ الی القبلۃ اذبہ امر النبی ﷺ (۷)

....

(۱) الفصل السادس فی اللحد والدفن ص ۵۹۸ ط سہیل اکیڈمی

(۲-۳-۴) باب الجنائز ص ۳۶۸-۳۶۹ مصطفی حلبی مصر

(۵) باب الجنائز ۱/۱۹۴ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۶) احکام الجنائز ۱/۱۶۶ ط کوئٹہ (۷) باب الجنائز' فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱۸۶ ط بیروت

شرح الیاس میں ہے الی القبلة ای یوضع فی المقبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة (۱) بحر الرائق میں ہے واذا یوجه الی القبلة علی یمینه لانه السنة المنقولة (۲) هکذا ذکر فی المتون والشروح والفتاوی ولم یخالف احد من السلف والخلف شرح کنز لملا مسکین علامہ ہروی میں ہے ویؤخذ الی القبلة ای یوضع فی القبر علی جنبه الایمن مستقبل القبلة (۳) کشف الحقائق شرح ویوجه الی القبلة مضطجعاً علی شقه الایمن (۴) اور بھی اسی شرح میں ہے وسن للمحتضر ان یوجه الی القبلة مضطجعا علی یمینه وهذا اذا لم یشق علیه والا ترك علی حاله و جعل رجلاه الی القبلة واختیر فی بلادنا الا ستلقاء علی قفاه لانه ایسر لخروج الروح الا ان الاول هو السنة انتهی (۵) عینی شرح کنز میں ہے ولی المحتضر القبلة علی یمینه لان ما قرب الی الشئ له حکمه و فی القبر یوجه علی شقه الایمن وکذا اذا اقرب الیه واختار المتاخرون الاستلقاء لانه ایسر لخروج الروح ثم اذاالقی علی قفاه یرفع راسه قلیلا لیصیر وجهه الی القبلة (۶) مستخلص شرح کنز میں ہے قوله ویوجه الی القبلة یوضع علی شقه الایمن متوجها الی القبلة لقوله علیه السلام لعلی حین و ضع جنازة یا علی استقبل به استقبالا (۷) ہدایہ میں ہے اذا احتضر الرجل وجه الی القبلة علی شقه الایمن اعتبارا بحال الوضع فی القبر لانه اشرف علیه والمختار فی بلادنا الاستلقاء لانه ایسرلخروج الروح والاول هو السنة (۸) نیز ہدایہ میں ہے یوجه الی القبلة بذلك امر النبی ﷺ انتهی (۹) فتح القدیر میں ہے عن ابراهیم النخعی قال یستقبل بالمیت القبلة و عن عطاء بن ابی رباح نحوه بزیادة علی شقه الایمن ما علمت احدا ترکه من میت ولانه قریب من الوضع فی القبر ومن اضطجاعه فی مرضه والسنة فیهما ذلك فکذا فیما قرب منهما (۱۰) ص ۲۳۵ در مختار میں ہے ویوجه الیها وجوبا و ینبغی کونه علی شقه الایمن (۱۱) شامی میں ہے ذیل قول مصنف کے (وجوبا) اخذه من قول الهدایة بذلك امر النبی ﷺ لکن لم یجده المخرجون و فی الفتح انه غریب واستونس له بحدیث ابی داؤد والنسائی ان رجلا قال یا رسول اللہ ما الکبائر

---

(۱) ۱۰۴/۱ ط مرتضی محمد عزیز الدین
(۲) باب الجنائز ۱۸۴/۲ ط بیروت
(۳) باب الجنائز فصل فی الصلاة علی المیت ۳۶۲/۱ ط سعید
(۴-۵) یہ دونوں عبارتیں کشف الحقائق میں نہیں ملی، ہاں یہ عبارت ملی ولی المحتضر القبلة علی یمینه اعتبارا بحال الوضع فی القبر (کشف الحقائق باب الجنائز ۸۸/۱ ط ادارۃ القرآن کراچی)
(۶) باب الجنائز ۶۳/۱ ط ادارۃ القرآن
(۷) باب الجنائز فصل فی الصلاة علی المیت ۳۲۴/۱ ط نولکشوری لاہور
(۸) باب الجنائز ۱۷۸/۱ ط شرکت علمیہ ملتان
(۹) باب الجنائز فصل فی الدفن ۱۸۲/۱ ط شرکۃ علمیہ ملتان
(۱۰) باب الجنائز ۱۰۴/۲ ط مصطفی الحلبی مصر
(۱۱) باب صلاۃ الجنائز ۲۳۶/۲ ط سعید

قال هی تسع فذكر منها استحلال البيت الحرام قبلتكم احياء واموانا اه قلت وجهه ان ظاهره التسوية بين الحياة والموت فی وجوب استقباله لكن صرح فی التحفة بانه سنة اه (١) طحطاوی حاشیہ درمختار ذیل میں قول ماتن وجوباً کے تحریر فرماتے ہیں اخذ من قول المصنف وغيره بذلك امر رسول الله ﷺ لان الاصل فی الامر الوجوب (٢) کتاب الام فقہ شافعی ص ٢٤٥ میں ہے قال الامام الشافعی رحمة الله عليه و توضع فی قبورهم على جنوبهم الميمنة و ترفع رؤسهم بحجر او لبنة و ليسندون لئلا ينحنوا تلقوا وان بارض شديدة لحد لهم ثم نصب على قبورهم اللبن نصبا (٣) نهاية المحتاج شرح منہاج میں ہے و يوضع فی اللحد وغيره على يمينه ندبا كما فی المجموع والروضة وصوب الاسنوی قول الامام بوجوبه اتباعا للسلف والخلف وكالا ضطجاع عند النوم و يوجه للقبلة وجوبا تنزيلا له منزلة المصلی فان دفن مستدبرا او مستلقيا ينبش حتما ان لم يتغير والا فلا ولئلا يتوهم انه غير مسلم و يسند ظهره بلبنة طاهرة او نحو ها ليمنعه عن الا ستلقاء على قفاه و تجعل تحت راسه لبنة او حجر و يفضی لحده الايمن اليه او الی تراب (٤) عینی فقہ مالکی مقدمہ ابن رشد صفحہ ١٦٦ میں ہے ويستحب ان يلقن الميت عند الموت وان يوجه القبلة على شقه الايمن كما يجعل فی لحده وكما يصلی المريض الذی لا يقدر على الجلوس انتهى (٥)

(جواب ٣٦) (از حضرت مفتی اعظمؒ) یہ صحیح ہے کہ قبر میں میت کو دائیں کروٹ پر لٹانا مسنون ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

پیرو مرشد کا شجرہ قبر میں رکھنا جائز نہیں

(سوال) پیرو مرشد کا شجرہ مرنے کے بعد قبر میں رکھنا کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ٢٣١٨ اے سی منصوری (سمی) ١٥ ربیع الثانی ۷ ۱۳۵ھ م ١٥ جون ١٩٣٨ء

(جواب ٣٧) قبر میں شجرہ رکھنا ناجائز ہے۔ (٦) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(١) باب صلاة الجنائز ٢/٢٣٦ ط سعيد
(٢) باب الجنائز ١/٣٨١ ط بيروت
(٣) ١/٢٧٦ ط بيروت
(٤) كتاب الجنائز ٣/٦' ط بيروت
(٥) كتاب الجنائز' فصل فيما يستحب عند الاحتضار ١/٢٣١ ط دار العرب الاسلامی
(٦) قال فی الحلية: و يكره ان يوضع تحت الميت فی القبر مضربة (ردالمحتار' باب صلاة الجنائز ٢/٢٣٤ ط سعيد) ترجمہ: اس میں فساد عقیدہ کا بھی قوی اندیشہ ہے اور اسماء معظمہ کی بے حرمتی ہے اس لئے درست نہیں لا يجوز ان يكتب على الكفن يس' والكهف' او نحوهما خوفا من صديد الميت . فالا سمآء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة' (رد المحتار: باب صلاة الجنائز ٢/٢٣٤' ٢/٢٤٦ ط سعيد)

مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا

(سوال) مردے کو قبر میں لٹا کر اس کا منہ دیکھنا جائز ہے کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۶۰ نبی احمد خاں (آگرہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۸) جائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حضور اکرم ﷺ اور بزرگوں کی قبور کا پختہ ہونے پر اشکال

(سوال) زید جو علم دین سے ناواقف مگر راسخ العقیدہ مسلمان ہے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ "اسلام پختہ مقابر بنانے کی اجازت نہیں دیتا" مگر بکر جو ایک تعلیم یافتہ اور امور دینی کے مسائل بھی طے کرتا ہے اس کی تردید ان الفاظ کے ساتھ کرتا ہے کہ "شارع اسلام یعنی آنحضرت ﷺ کا روضہ مبارک پختہ ہے" خلفائے کرام کے مقابر پختہ ہیں شہداء عظام کی قبریں پختہ ہیں اور یہ وہ مبارک و مقدس ہستیاں ہیں جن کے عمل اور زندگی سے شعائر اسلام کی بنیاد پڑی ہے ساری دنیائے اسلام ان مقابر کو عظمت و احترام کے ساتھ دیکھتی ہے نذر عقیدت پیش کرتی ہے اور اس خاک قبر کو اپنے لئے کیمیائے سعادت سمجھتی ہے اور آج تک ایک متنفس نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ ان بانیان ملت کے مقابر کیوں پختہ ہیں اگر اسلام پختہ مقابر پر معترض ہوتا تو خود بانی اسلام روحی فداہ کا مقبرہ ہمیں کبھی پختہ نہیں دکھائی دیتا اس مسئلہ میں شرعاً زید کا دعویٰ صحیح ہے یا بکر کا؟ المستفتی نمبر ۲۶۶۵ جناب سید طاہر حسین صاحب (بھوپال) ۱۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ ۸ اپریل ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۹) زید کا قول صحیح ہے آنحضرت ﷺ نے پختہ قبریں اور اونچی اونچی قبریں بنانے سے منع فرمایا ہے۔(۲)

حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پختہ ہونے کا ثبوت نہیں روضہ مطہر پختہ ہے تو وہ بھی حضور اکرم ﷺ کے حکم یا صحابہ کرامؓ کے فعل سے نہیں اور حضور ﷺ کا روضہ دوسرے بزرگوں کے قبوں سے جداگانہ حکم رکھتا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا دفن ہی حجرہ عائشہ میں ہوا اور حجرے یا کوٹھری یا مکان میں دفن ہونا حضور کے ساتھ مخصوص ہے(۳) قبروں پر قبے بنانا بھی منع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بزرگوں کی قبریں بھی پختہ بنی ہیں اور قبے بھی بنے ہیں مگر نصوص کے مقابلے میں کسی کا عمل حجت نہیں ہو سکتا یہ غلط ہے کہ ساری دنیائے اسلام پختہ قبروں کو اور قبوں کو پختہ ہونے کی حیثیت سے بنظر احترام دیکھتی ہے نظر احترام سے دیکھنے کا معاملہ صاحب قبر کی بزرگی کے ساتھ متعلق ہے پختہ قبر کی

---

(۱) شرطیکہ تدفین میں تاخیر نہ ہو اور اس کو ثواب نہ سمجھتے ہوں اور اس کو رواج نہ دیا جائے اس زمانے میں اس سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

(۲) عن جابرؓ قال : نهى رسول الله ﷺ ان تجصص القبور ' وان يكتب عليها ' وان يبنى عليها وان توطا (ترمذی ' ابواب الجنائز ' باب ماجاء في كراهية تجصيص القبور ' والكتابة عليها ۱ /۲۰۳ ط سعيد)

(۳) ولا ينبغي ان يدفن الميت في الدار ' و لو كان صغيراً لا ختصاص هذه السنة بالانبياء (الدر المختار ' باب صلاة الجنائز ۲ /۲۳۵ ط سعيد)

پختگی کو اہل حق نے ہمیشہ بنظر انکار دیکھا ہے اور بعض بزرگوں نے وصیت کی ہے کہ ہماری قبر پختہ نہ بنائی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حدیث کی تحقیق

(سوال) بندہ ایک حدیث کے متعلق تحقیق کرانا چاہتا ہے تحریر فرمایئے نہایت عنایت ہوگی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۱) حدیث ابی داؤد ص ۱۰۱ ج ۲ فی باب جمع الموتٰی فی قبر والقبر فلم حدثنا عبدالوهاب الی ان قال لمامات عثمان بن مظعون الحدیث اس حدیث سے قبر پر علم لگانا ثابت ہوتا ہے اب یہ ہے کہ ایک حجر لگانا سرہانے کو موافق سنت ہے یا دو یا ایک سر کو دوسرا پاؤں کی جانب یا تین حجر ایک سر کو دوسرا پاؤں کو تیسرا درمیان قبر میں یہاں پر مرد کے لئے دو پتھر لگانے جاتے ہیں اور عورت کے لئے تین جیسا کہ ہم نے ذکر کیا پس ثبوت دو کا اس حدیث سے ثابت ہونا جیسا کہ ملا علی قاری شرح مرقاۃ میں ذکر فرماتے ہیں قال بعض متقدمی ائمتنا الخ جلد دوم ص ۳۷۹ اگر یہ ہمارے ائمہ احناف ہیں تو امام محمد کا قول جو کتاب الآثار میں ہے ص ۴۲ ویکرہ ان یجصص الی ان قال او یجعل عنده علما الخ وهو قول ابی حنیفة نقله اعلاء السنن جلد ثامن ص ۱۹۶ اور امام زیلعی نے تبیین الحقائق (۲) میں کراہت کو اختیار کیا ہے جناب والا سنت کو بدعت سے مشرح فرمائیں نہایت عنایت ہوگی کیونکہ یہاں پر ان علامات کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور عمل کے لئے جو بہتر ہو اس کو بیان فرمایئے۔

المستفتی نمبر ۲۷۰۹ مولوی غلام محمد صاحب (کوہاٹ) ۲۵ صفر ۱۳۶۱ھ ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء

(جواب ۴۰) قبر کے سرہانے ایک پتھر علامت کے لئے لگانا جائز ہے یہ ابو داؤد کی حدیث سے ثابت ہے (۳) ملا علی قاری نے ابن حجر شافعی سے مرقاۃ میں نقل کیا ہے کہ بعض متقدمین ائمہ شافعیہ دو پتھروں کو رکھنے کے مسنون ہونے کے قائل ہیں (۴) مگر دو پتھر رکھنے کی روایت کی سند بیان نہیں کی اس لئے ایک پتھر رکھنا بلاشبہ درست اور ثابت ہے اور دو پتھروں کی گنجائش ہے ایک سر اور ایک قدموں کی طرف (۵) تیسرا پتھر درمیان میں لگانا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

اور اعلاء السنن میں کتاب الآثار سے جو یہ نقل کیا ہے کہ قبر پر علم مکروہ ہے اس علم سے رکھنے کے

---

(۱) الانبیاء : ۷۔

(۲) و یکرہ او یعلم بعلامة من کتابة و نحوہ ..... وقیل لا باس بالکتابة او وضع الحجر لیکون علامة (تبیین الحقائق' باب الجنائز ۱/۲۴۶ ط امدادیه ملتان)

(۳) لمامات عثمان بن مظعون فدفن فامر النبی ﷺ رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطع' ثم حملها فوضعها عند راسه وقال اتعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی' (ابو داؤد' باب فی جمع الموتی فی قبر' والقبر یعلم ۲/۱۰۱ ط امدادیه ملتان)

(۴) قال بعض متقدمی ائمتنا : و یسن وضع اخری عند رجله لانه علیه السلام وضع حجرین علی قبر عثمان بن مظعون الخ (مرقاۃ شرح مشکوۃ' کتاب الجنائز ۴/۷۸ امدادیه ملتان)

(۵) اس لئے کہ یہ پتھر بطور نشانی کے رکھے جاتے ہیں ایک سرہانے کی انتہا پر دلالت کرتا ہے اور ایک پاؤں کی طرف

سوا کوئی اور نشان) قائم کرنا مراد لیا جائے تو بہتر ہے تاکہ یہ جزئیہ حدیث کے خلاف نہ ہو فقہاء متاخرین حنفیہ نے پتھر والی روایت کو علامت یا پتھر کے بارے میں دلیل قرار دے کر اسے قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے اعلاء السنن میں بھی ذرا آگے یہ مذکور ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) قبر پر مٹی ڈالتے وقت کی مستحب دعا
(۲) جنازہ کو دس دس قدم اٹھانا مستحب ہے واجب نہیں.
(۳) دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورہ بقرۃ کا آخری رکوع اور پائنتی کی طرف آخری رکوع پڑھنا مستحب ہے

(سوال) (۱) قبر پر مٹی ڈالنے کے وقت مٹی پر پڑھنا (منہا) جائز ہے یا نہیں؟
(۲) جنازے کو چار آدمیوں کا پکڑنا اور دس دس قدم کا چلنا یعنی چالیس قدم جائز ہیں.
(۳) سورہ بقر کا رکوع اول میت کے دفن کرنے کے وقت اس کے سرہانے پر پڑھنا آخری رکوع سورہ بقر کا پاؤں کی طرف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۸۷۲ راجہ فیوز خان

(جواب ۴۱) (۱) مٹی دیتے وقت تین مرتبہ مٹی دینا مستحب ہے پہلی بار منها خلقنکم دوسری بار و فیها نعیدکم تیسری بار ومنها نخرجکم تارۃً اخریٰ پڑھنا بھی مستحب ہے۔(۲)
(۲) ہر مسلمان پر مسلمان میت کا یہ حق ہے کہ اس کے جنازے کو کندھا دے اور ہر پایہ کو دس دس قدم تک لے چلے اس حق میں امام کی یا کسی کی کوئی تخصیص نہیں نہ اس کا کوئی وقت اور موقع متعین ہے نہ ضروری ہے کہ لگاتار چاروں پائے اٹھائے اگر ایک پایہ کو دس قدم لے جا کر چھوڑنے کے بعد فوراً دوسرا پایہ پکڑنے کا موقع نہ ملے تو کچھ توقف کے بعد دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا پایہ پکڑ سکتا ہے اور پھر یہ سب مستحب کے درجے میں ہے فرض یا واجب علی العین نہیں ہے۔(۳)
(۳) ہاں یہ مستحب ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فقال صاحب رد المحتار فان الكتابة طريق الى تعرف القبر وهو ما فى سنن ابى داؤد : وقال اتعلم بها قبر اخى وادفن اليه من مات من اهلى (اعلاء السنن: باب النهى عن تجصيص القبور' والقعود' والبناء' والكتابة' والزيادة عليها ۸ /۲۶۷ ط ادارة القرآن

(۲) قوله و يستحب اى لمن شهد دفن الميت ان يحثى فى قبره ثلاث حثيات بيديه جميعا من قبل راسه' و يقول فى الاولى منها خلقناكم' وفى الثانية و فيها نعيدكم' وفى الثالثة ومنها نخرجكم تارةً اخرىٰ (طحطاوى على مراقى الفلاح' باب احكام الجنائز' فصل فى حملها و دفنها ص ۳۶۹ ط مصطفى حلبى مصر)

(۳) واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدمها و كذا المؤخر على يمينه عشر خطوات لحديث." من حمل على جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۲ ط سعيد)

(۴) وكان ابن عمر يستحب ان يقرا على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة' وخاتمها (ثم بعد صفحات) فقد ثبت انه عليه السلام قرا اول سورة البقرة عند راس الميت' وآخرها عند رجليه (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' ۲/۲۳۷' ۲۴۲ ط سعيد)

(۱) قبر کے ارد گرد پکا کرنا مباح ہے
(۲) قبرستان میں تکیہ پر قرآن رکھ کر تلاوت کرنا جائز ہے
(۳) بزرگ کی قبر کے پاس چبوترہ بنانے کے لئے دوسری قبروں کو ختم کرنا جائز نہیں

(سوال) (۱) قبرستان میں اکثر بعض قبر کا چاروں طرف سے پکا احاطہ چونے پتھر کا بنوا دیتے ہیں اور بیچ میں اصلی کچی قبر رہتی ہے تو یہ فعل جائز ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ حکم یہ ہے کہ مر جائے تو اس کا نشان قائم نہیں رکھنا چاہئے جس کو خدا نے نہیں رکھا اور اگر کوئی حرج نہیں تو یہ طریقہ سلف صالحین کا ہے یا قرآن و حدیث سے بھی ثابت ہے یا یہ دستور ہی دنیوی ہے۔
(۲) قبرستان میں قرآن شریف تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اکثر قبریں ختم ہو کر زمین ہو گئی ہیں اس پر تکیہ رکھ کر پڑھنا کیسا ہے یا ہاتھ میں رکھ کر پڑھنا چاہئے۔
(۳) ایک شخص نے قبرستان میں کسی بزرگ کی قبر میں کھونچہ (کٹہرا جو قبر کے چاروں طرف لکڑی گاڑ کر بناتے ہیں) پچھوا کر چاروں طرف تین تین گز کے فاصلے پر کھونچہ پچھوا کر کٹوایا ہے اکثر پرانی قبریں یا بعض کے پتھر وغیرہ چھپ گئے اور ایک نئی قبر ایک ماہ کی وہ بھی اس میں آگئی اور اس کا نشان بھی ختم ہو گیا تو یہ فعل کیسا ہے ایسا کرنے والا گناہ گار ہے یا نہیں؟ المستفتی عبدالعزیز ٹونکی

(جواب ۴۲) (۱) قبر کے گرد پختہ چوکا (احاطہ) بنوا دینا کہ قبر درمیان میں کچی رہے مباح ہے(۱)
(۲) قبرستان میں تکیہ پر کلام مجید رکھ کر پڑھنا جائز ہے۔(۲)
(۳) قبر کے آس پاس اگر اور قبریں ہیں تو ان قبروں کو کھود کر یا مٹا کر چبوترا بنوانا درست نہیں ہے۔(۳) خالی جگہ ہو تو اس میں آس پاس چبوترا بنوانا مباح ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا

(سوال) میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نظیر الدین امیر الدین (امليز ہ ضلع خاندیس)

(جواب ۴۳) میت کی پیشانی پر صرف انگلی کے اشارے سے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا جائز ہے کسی

---

(۱) اگر بغرض زینت ہو تو جائز نہیں ویکرہ الآجر فی اللحد اذا کان یلی المیت اما فیما وراء ذالک فلا باس به (حاشیہ علی هامش الهندية باب فی غسل المیت وما یتعلق به ۱/۱۹۴ ط ماجدیه کوئٹه)
(۲) قراۃ القرآن عند القبور عند محمد لا یکرہ و مشائخنا اخذوا بقوله (هندیه باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱/۱۶۶ ط کوئٹه) جب قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے تو چاہے قرآن تکیے پر رکھ کر پڑھے یا ہاتھ میں لیکر اور یا زبانی پڑھے سب درست ہے۔
(۳) کیونکہ اس میں دوسرے اہل قبور کی توہین ہے اور کسی کے قبر کو برابر کر کے اس پر تعمیر کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک میت بالکل مٹی نہ ہو جائے ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعه والبناء علیه (هندیة باب صلاۃ الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱/۱۶۷ کوئٹه)

ایسی چیز سے نہ لکھی جائے جس سے پیشانی پر نقش بنے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ٤٤) قبر میں عہد نامہ رکھ کر میت کو دفن کرنا مکروہ ہے(۲) اس سے عہد نامہ کی بے ادبی ہوتی ہے دفن کے بعد قبر پر آذان دینا بھی بے ثبوت ہے اسے بھی ترک کرنا چاہئیے(۳) میت کی خبر سن کر دو رکعت نفل ادا کرنا بھی ثابت نہیں اس کے لئے دعا کرنا ثابت ہے بس یہی کرنا چاہئیے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

کفن' دفن اور فاتحہ خوانی کے متعلق چند سوالات

(سوال)(۱) مرنے کے بعد کفن پر کلمہ شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں ؟(۲) دفن کے بعد قبر پر آذان دینی جائز ہے یا نہیں(۳) دفن کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت ہاتھ اٹھا کر پڑھنی چاہئیے یا نہیں (۴) دفن کے بعد میت کے گھر واپس آکر شرکائے جنازہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت ہاتھ اٹھا کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟(۵) مرحوم کے مکان پر چند اشخاص موجود ہوں اور کچھ ایسے اشخاص اور آویں جو اتفاق سے جنازے میں شریک نہ ہو سکے ہوں ان کے آنے پر سب حاضرین دست بدعا ہو کر فاتحہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں(۶) چنے اور املی کی گٹھلی یا دانوں پر قل خوانی ہونی چاہئیے کب کتنے عرصے کے بعد اور کس طریقے سے(۷)اگر کوئی شخص کلام مجید پڑھا ہوا نہ ہو تو وہ کسی حافظ کو یومیہ مقرر کر کے قبر پر کلام مجید پڑھوا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤٥) (۱)کفن پر کسی ایسی چیز سے کلمہ شریف لکھنا جس سے نقش ظاہر ہو جائیں جائز نہیں صرف انگلی سے لکھ دینا مباح ہے کہ نقش ظاہر نہ ہوں(۵)(۲) دفن کے بعد قبر پر اذان کہنی ثابت نہیں اس لئے اسے چھوڑنا لازم ہے(۶)(۳) دفن کے بعد میت کے لئے دعائے مغفرت کرنی جائز ہے مگر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی لازم نہیں خواہ ہاتھ اٹھائے یا نہ اٹھائے دونوں جائز ہیں(۷)(۴) یہ رسم کہ قبرستان سے میت کے گھر واپس

---

(۱) نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالا صبع المسبحة بسم اللہ الرحمن الرحیم' و علی الصدر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' وذالك بعد الغسل قبل التكفين (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فيما يكتب على كفن الميت ٢/٢٤٧ ط سعيد)

(۲) لا يجوز ان يكتب على الكفن يٰسٓ' والكهف' ونحوهما خوفاً من صديدالميت' فالا سماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فيما يكتب على كفن الميت ٢/٢٤٦ ط سعيد)

(۳) لا يسن الأذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن - وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ٢/٢٣٥ ط سعيد)

(٤) لعل هذا من مسامحات الشيخ والا فقد ورد في الحديث ' عن ابن عباسؓ انه كان في مسيرله فنعى اليه ابن له' فنزل' فصلى ركعتين' ثم استرجع' وقال فعلنا كما امرنا اللہ' فقال واستعينوا بالصبر والصلاة' عن ابن عباسؓ انه نعي اليه اخوه ثم تنحى عن الطريق فصلى ركعتين الخ عن عبادة بن محمد ابن عبادة بن الصامت قال : لما حضرت العبادة الوفاة قال : احرج على انسان منكم يبكي' فاذا خرجت نفسي فتوضوا' واحسنوا الوضؤ ثم ليدخل كل انسان منكم مسجدا فيصلى ثم يستغفر لعبادة' ولنفسه (الدر المنثور ١/٦٧'٦٨ ط بيروت)

(۵)حاشیہ نمبر ۱ دیکھیں

(۶)حاشیہ نمبر ۳ دیکھیں

(۷)البتہ ہاتھ اٹھانا مستحب ہے' وفي حديث ابن مسعود رأيت رسول اللہ ﷺ في قبر ذي النجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا يديه (فتح الباري' شرح بخاري' باب الدعا مستقبل القبلة ١١/١٢٢ ط مصر)

آ کر دعا کو لازم سمجھا جاتا ہے صحیح نہیں دفن کے بعد غیر لوگوں کو اپنے گھر اور اپنے کام کو جانا جائز ہے میت کے گھر والے اور اعزا میت کے گھر واپس آجائیں اور لوگ چلے جائیں (۱)(۵) ہاں جو لوگ کہ جنازے میں شریک نہ ہوں وہ میت کے مکان پر تعزیت کے لئے آئیں تو جائز ہے اور تعزیت کے الفاظ مسنونہ میں غفر اللہ لمیتکم (۲) دعا کے الفاظ بھی شامل ہیں اور اگر ان کے ساتھ دوسرے حاضرین بھی دعا میں شریک ہو جائیں تو اس میں بھی مضائقہ نہیں لیکن ان میں سے کسی کو لازم قرار دینا درست نہیں (۶) یہ رسم قابل ترک ہے کیونکہ اس نے ایک مستقل صورت اختیار کر لی ہے اور التزام مالا یلزم ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے (۳) (۷) حافظ کو اجرت دیکر قبر پر قرآن مجید پڑھوانا ناجائز ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عذر کے بغیر میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۲۸ء)

(سوال) جزیرہ ٹرینی داد میں اہل اسلام ہندوستان سے آئے جب کوئی اہل اسلام برادر فوت ہوا تو سرکار کے حکم کے بموجب لکڑی کے صندوق میں رکھ کر دفن کیا گیا صندوق تقریباً چھ فٹ لمبا اور تقریباً ڈھائی فٹ چوڑا اور اتنی ہی گہرائی رکھتا ہے اور صندوق کے اوپر ڈھکنا بھی ہوتا ہے اور صندوق کے پہلو میں چار یا چھ کڑے پیتل وغیرہ کے ہوتے ہیں کڑوں میں ہاتھ ڈال کر پیدل لے جاتے ہیں یا صندوق کو بگھی میں رکھ کر آگے آگے بگھی (جو اسی کام کے لئے بنائی جاتی ہے) اور پیچھے پیچھے دو قطار باندھ کر لوگ چلتے ہیں۔

جب ہندوستان سے آنے والوں میں دو چار اہل علم ٹرینی داد میں آئے اور میت کو اس طور سے دفن کرتے دیکھا تو سب نے مشورہ کیا کہ میت کو اس طریقے پر دفن کرنا جائز نہیں اور ہندوستان کے طور پر قبر کو کھود کر بغیر صندوق کے میت کو مٹی میں اتارا اور چار فٹ اوپر تختے رکھ کر مٹی ڈال دی پولیس کو خبر ہوئی افسر پولیس میت کو نکالنے کے لئے آیا چاہتا تھا مسلمان مرنے مارنے پر تیار ہو گئے افسر نے جب دیکھا کہ فساد ہوا چاہتا ہے گورنر صاحب کے پاس رپورٹ کی گورنر صاحب بہادر نے فرمایا کہ ہندوستان اور دیگر اسلامی ملکوں میں مسلمان لوگ میت کو اسی طور پر دفن کرتے ہیں اب ایسے ہی دفن کرنے دو تقریباً چالیس سال سے اہل اسلام میت کو اسی طور پر دفن کرتے آئے ہیں آج کل اپنی خوشی سے پھر دوبارہ صندوق میں رکھ کر دفن کرنا شروع کئے ہیں جس پر مسلمانوں میں نااتفاقی ہو رہی ہے جو جائز کہتے ہیں وہ در مختار کا حوالہ دیتے ہیں۔

---

(۱) دیکھیں صفحہ ۵۹ حاشیہ نمبر ۲

(۲) یقول اعظم اللہ اجرك واحسن جزاءك و غفر لمیتك (الدر المختار' باب الجنائز ۲/۲۴۱ ط سعید)

(۳) اور خیر القرون میں اس کا ثبوت نہیں من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (بخاری شریف' کتاب الصلح' باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فھو مردود ۱/۳۷۱ ط قدیمی)

(۴) واخذ الاجرۃ علی الذکر' وقرأۃ القرآن' وغیر ذالك ---- فلا شك فی حرمتہ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' ۲/۲۴۱ ط سعید' وکذا وقد صرح ائمتنا وغیر ھم بان القاری للدنیا لا ثواب لہ' والآخذ' والمعطی آثمان (رسائل ابن عابدین' رسالہ شفاء العلیل' و بل الغلیل الخ ۱/۱۷۱ سھیل اکیڈمی لاھور)

(جواب ٤٦) مسلمانوں کے لئے میت کو دفن کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو کفن دے کر قبر میں زمین پر لٹادیں اور تختے دے کر مٹی ڈال دیں (۱) بلاد اسلامیہ میں ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے اور صندوق میں بند کر کے دفن کرنا مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے نصاریٰ کا شعار ہے ہاں اگر کوئی خاص ضرورت اور سخت حاجت پیش آجائے تو اس وقت ایسا کرنا مباح ہوتا ہے لیکن بلا ضرورت اپنے اسلامی شعار کو چھوڑنا اور خواہ مخواہ صندوق پر رقم کثیر خرچ کرنا نہیں چاہئے (۲) در مختار میں صندوق میں رکھ کر دفن کرنے کا مسئلہ حاجت کے وقت کا ہی ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(۱) میت کو دوسرے شہر منتقل کرنا
(۲) جنازے کے بعد میت کا منہ دکھانا
(۳) عورتوں کو اجنبی مرد کی میت دیکھنا جائز نہیں.

(الجمعیتہ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) زید ایک سید اور مرشد تھے اپنی زندگی میں اپنے لئے ایک قریہ میں مقبرہ تیار کروا کر اپنے مریدوں کو وصیت کردی تھی کہ ان کی وفات کے بعد مقبرہ مذکور میں ان کو دفنا دیا جائے اتفاقاً ان کی وفات مقبرے سے آٹھ میل کے فاصلے پر دوسرے قریہ میں ہوئی اور غسل و تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ ادا کر کے حسب وصیت مقبرہ مذکور پر لے گئے اثنائے راہ میں دیگر دو قریوں کے مسلمانوں نے بھی نماز جنازہ ادا کی مدفن کے قریب پہنچنے پر وہاں کے مریدوں نے ان کا آخری دیدار دیکھنے کی خواہش کی انہیں دیدار سے مشرف کیا گیا جن میں چند مستورات بھی تھیں بعدہ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا سوال یہ ہے کہ (۱) میت کو ایک قریہ سے دوسرے قریہ میں بنابر وصیت یا بلا وصیت لے جانا جائز ہے یا نہیں (۲) ایک بار غسل و کفن و نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دوبارہ میت کو بے نقاب کرنا جائز ہے یا نہیں (۳) مستورات کے لئے اجنبی مرد کی میت پر مہر (آخری دیدار) کرنے کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ٤٧) (۱) میت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنا بہتر نہیں ہے الا اس صورت میں کہ یہ دوسرا مقام اس میت کے خاندان کا مدفن ہو (۴) تاہم منتقل کر دیا گیا تو اب اس کی بھی کوئی صورت نہیں (۲) دفن سے پہلے منہ کھول کر دکھانا مباح ہے (۵) (۳) مستورات کو اجنبی میت کو دیکھنا جائز ہے اپنے محرم کو

(۱-۲-۳) ولا باس باتخاذ تابوت ولو من حجرا و حديد له عند الحاجة كرخاوة الارض' ويسن ان يفرش فيه التراب (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ٢/ ٢٣٤' ٢٣٥ ط سعيد)

(٤) وكذا لومات في غير بلده يستحب تركه' فان نقل الى مصر آخر لا باس به (هندية' باب الجنائز' فصل في الكفن والدفن' والنقل من مكان الى آخر ١/ ١٦٧ ط كوئٹہ)

(۵) اس زمانے میں چونکہ اس میں کئی مفاسد پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا ترک کرنا ہی بہتر ہے مثلاً اس کو باعث ثواب سمجھنا تصویر کشی کرنا تدفین میں تاخیر کرنا وغیرہ

دیکھ سکتی ہیں(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

میت کو جلانا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۱ء)

(سوال) میں نے اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۱ء میں یہ خبر پڑھی کہ ٹرکی میں مردے جلائے جایا کریں گے اور قانون پاس ہو گیا ہے کیا یہ خبر سچی ہے ؟ اور کیا مذہب اسلام کی رو سے یہ قانون درست ہے ؟

(جواب ۴۸) یہ خبر ابھی تصدیق طلب ہے مسلمان کے لئے میت کو دفن کرنے کے بجائے جلانا حرام ہے خواہ مرض وبائی کے عذر سے ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

قبر میں میت کا منہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال) امریکہ میں جو امریکن لوگ ہیں ان میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو دفن کے وقت وہ لوگ بعض میت کا چہرہ قطب کی طرف کر دیتے ہیں اور بعض کا جنوب کی طرف بعض کا شمال کی طرف ان کے خیال میں کوئی تفریق نہیں ہے کمترین یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو تو اس کا چہرہ کس طرف کرانا چاہئے ؟

(جواب ۴۹) مسلمان میت کا منہ قبر میں قبلے کی طرف رکھنا چاہئے جن ملکوں میں قبلہ مشرق کی طرف ہے وہاں میت کا سر جنوب کی طرف اور پاؤں شمال کی طرف کر کے قبلہ رخ لٹا کر دفن کیا جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اجرت لیکر کفار کی پختہ قبریں اور مندر بنانا

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۵ء)

(سوال) یہاں پر بعض مسلمان اجرت یا ٹھیکے پر بت پرستوں مشرک میت کی قبر پختہ پتھروں یا اینٹوں کی

---

(۱) کیونکہ حدیث شریف میں اجنبی شخص کو دیکھنے سے منع فرمایا گیا ہے. عن ام سلمۃؓ قالت : کنت عند النبی ﷺ و عندہ میمونۃؓ فاقبل ابن ام مکتوم' وذالك بعد ان امرنا بالحجاب' فقال : احتجبا منہ' فقلنا ' یا رسول اللہ ﷺ الیس اعمی لا یبصرنا' ولا یعرفنا' فقال النبی ﷺ افعمیا وان انتما' الستما تبصرانہ (ابوداؤد' کتاب اللباس' باب فی قولہ تعالیٰ' وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ۲/۲۱۲ ط سعید)

(۲) آگ جہنم کا عذاب ہے' دنیا میں کسی کو بھی آگ میں جلانا جائز نہیں ہے وہ کافر ہوں یا جانور وغیرہ چہ جائیکہ مسلمان کی میت کو جلایا جائے حدیث شریف میں ہے' ان وجدتم فلانا فاقتلوہ' ولا تحرقوہ فانہ لا یعذب بالنار الا رب النار (ابوداؤد' کتاب الجہاد' باب فی کراھیۃ حرق العدو ۲/۷ ط مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) ویوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ (ھندیہ' باب الجنائز فصل فی القبر والدفن ۱/۱۶۶ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

بناتے ہیں تو آیا ایسے پیشے مسلم کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟ اور بعض مندر بھی بر مالوگوں کے بناتے ہیں ؟

(جواب ۵۰) یہ مزدوری حرام تو نہیں مگر اس میں کراہت ہے اس لئے احتیاط کریں تو اچھا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دفن کے متعلق دوغلط رسمیں

(سوال) (۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ قبر میں مٹی ڈال کر ہاتھوں کو نہ تو پونچھنا چاہئیے نہ دھونا چاہئیے (۲) یہ بھی کہتے ہیں کہ جس جنازے کے ساتھ جانا ہو جب تک اس کو دفن کر کے فارغ نہ ہو جائیں اس وقت تک کسی دوسری جگہ جا کر فاتحہ نہیں پڑھنی چاہئیے چاہے قبر کے تیار ہونے اور جنازہ کے دفن ہونے میں کتنی ہی دیر ہو

(جواب ۵۱) (۱) مٹی دیکر ہاتھ کو پونچھنے یا دھونے میں شرعی ممانعت نہیں ہے(۲)(۲) یہ بھی غلط ہے کہ ایک جنازے کے ساتھ جانے کے بعد اس کے دفن سے پہلے کسی دوسرے شخص کے لئے دعایا فاتحہ نہ پڑھے اگر قبر میں دیر ہو تو دوسری میت کے لئے فاتحہ پڑھنے یا اس کے دفن میں شریک ہو جانے یا اپنے کام میں مشغول ہو جانے میں کوئی گناہ نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کفن دفن کے متعلق چند سوالات

(سوال) بعض لوگ کہتے ہیں کہ (الف) دفن کرنے کے بعد قبر کے سرہانے اور پاؤں کی جانب کلمہ کی انگلی رکھ کر اول و آخر سورہ بقرہ پڑھنی چاہئیے اور جو انگلی رکھ کر نہ پڑھے اس کو برا سمجھتے ہیں (ب) جب میت کو دفن کر چکیں تو میت کے گھر والوں کو چاہئیے کہ واپسی میں جب گھر آنے لگیں تو تھوڑے سے پان ضرور خرید لیں (ج) جنازے کی نماز پڑھا کر دعا مانگنی چاہئیے ورنہ بے دعا کی نماز ہو گی اور ثواب کم ہو گا (د) جنازے کی نماز کے واسطے کفن کے ساتھ جانماز بھی خریدنی ضروری ہے ورنہ بغیر جانماز کے ثواب کم ہو گا اگرچہ نماز پڑھانے کی جگہ پاک ہو (ہ) مردے کو کفنا کر اس کے کفن میں عہد نامہ رکھنا ضروری ہے اگر کفن میں نہ رکھیں تو قبر میں رکھنا ضروری ہے ؟

(جواب ۵۲) (الف) سورہ بقرہ کا اول و آخر تو پڑھنا ثابت ہے(۴) مگر انگلی رکھ کر پڑھنے کا ثبوت کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا البتہ معمول بزرگوں کا انگلی رکھنا ہے جو نہ کرے اس پر صرف معمول بزرگان

---

(۱) قولی وجاز تعمیر کنیسۃ: قال فی الخانیۃ' ولو آجر نفسہ لیعمل فی الکنیسۃ و یعمرھا' لا باس بہ لانہ لا معصیۃ فی عین العمل (رد المحتار' کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع ٦/٣٩١ ط سعید

(۲) کیونکہ قبر اور میت سے اس کا کوئی تعلق نہیں

(۳) عن ابی ہریرۃ' قال: قال رسول اللہ ﷺ من شھد الجنازۃ حتی یصلی علیہ فلہ قیراط' ومن شھد حتی یدفن' کان لہ قیراطان (بخاری کتاب الجنائز' باب من انتظر حتی یدفن ١/١٧٧ ط سعید)

(٤) وکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعد الدفن اول سورۃ البقرۃ و خاتمھا (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ٢/٢٣٧ ط سعید)

ہونے سے الزام قائم نہیں ہو سکتا (ب) پان خریدنے کو لازم سمجھنا غلط اور بدعت ہے(۱)(ج) نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد کسی مزید دعا کی ضرورت نہیں ہے(۲)(د) جانماز کفن میں شامل نہیں ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے (ہ) عہد نامہ یا کوئی اور لکھی ہوئی چیز مردے کے کفن یا قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل پنجم۔رسوم مروجہ بعد الدفن

قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) اذان قبر پر مسنون ہے یا بدعت سیئہ محرمہ ؟ ایک جماعت اس کو مسنون اور باعث ثواب بتاتی ہے اور اپنے استدلال میں یہ وجوہات پیش کرتے ہیں کہ اذان ذکر اللہ ہے ذکر رسول اللہ تلقین بعد الدفن ہے وقت سوال نکیرین نافع ہے تکبیر ہے جو سعد بن معاذ کی قبر پر ہوئی اور کچھ زیادتی مضر نہیں اور حدیث اذا رایتم الحریق الخ سے ثابت ہے اور دعا ہے عمل صالح ہے سبب اجابت دعا ہے وحشت میت کو دافع ہے غم وہم کو دافع ہے سبب نزول رحمت ہے لہذا گزارش ہے کہ اذان قبر مسنون ہو تو اس سے ورنہ ان لوگوں کے استدلالات کے جواب سے مع جواب اصل مسئلہ مشرف فرمائیں۔بینوا توجروا

(جواب ۵۳) قبر پر اذان دینا بدعت سیئہ محرمہ ہے اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا ہم احناف کے یہاں کوئی روایت ایسی نہیں جو اس کے مسنون ہونے پر دلالت کرے شوافع کے ہاں ایک روایت ہے لیکن اس کو بھی ابن حجر نے رد کر دیا ہے تو گویا قبر پر اذان دینا باتفاق حنفیہ و محققین شوافع بدعت ہے(۴) کسی کا یہ کہنا کہ اذان ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ ہے اس میں کلام نہیں لیکن ذکر اللہ اور ذکر رسول اللہ بھی کسی ایسی جگہ استعمال کرنا جہاں شریعت سے ثبوت نہیں بدعت ہے(۵) اخبر عبداللہ بن مسعودؓ بالجماعۃ الذین کانوا یجلسون بعد المغرب و فیھم رجل یقول کبروا اللہ کذا و کذا و سبحوا اللہ کذا و کذا واحمدوا اللہ

(۱) اس لئے کہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور غیر ثابت شئی کو لازم سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا بدعت ہے

(۲) لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ لان اکثر ھادعاء (بزازیہ علی ھامش الھندیہ ٤/ ٨٠ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

(۳) سئل عن کتابۃ العھد علی الکفن ..... وقد افتی ابن الصلاح ---------- بان لا یجوز ان یکتب علی الکفن یٰس ...... فالا سمآء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلا یجوز تعریضھا للنجاسۃ (رد المحتار' باب الجنائز' مطلب فیما یکتب علی الکفن ٢/ ٢٤٦ ط سعید)

(٤) لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ بانہ بدعۃ الخ(رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ٢/ ٢٣٥ ط سعید)

(٥) ویکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ' والمعھود لیس الا زیارتہ' والدعاء عندہ قائماً (ھندیہ' باب الجنائز ١/ ١٦٦ مکتبہ ماجدیہ)

كذا و كذا فيفعلون فحضر هم فلما سمع ما يقولون قام فقال انا عبدالله بن مسعود فو الذى لا اله غيره لقد جئتم ببدعة ظلماء او لقد فقتم اصحاب محمد ﷺ علماً (مجالس الابرار)(۱)
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ان ذاکرین کو منع کرنا صرف اس وجہ سے تھا کہ اس وقت اور اس طرح جب کہ ذکر اللہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں تو ان ذاکرین کو اس کا کیا حق تھا تلقین بعد الدفن اس میں شک نہیں کہ ایک طریقہ مسنونہ ہے لیکن اس کی صورت وہی ہے جو شریعت نے بتائی ہے اذان اس میں داخل نہیں صرف تلقین بعد الدفن کے ثبوت اور اذان کے ذکر اللہ وذکر رسول اللہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ اذان تلقین کے لئے کہہ سکتے ہیں اس کے لئے مدعی کو نقل صریح پیش کرنے کی ضرورت ہے یہ کہنا کہ قبر پر اذان دینا سوال نکیرین کے وقت نافع ہے اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ شریعت سے اس نفع پہنچنے کا کچھ ثبوت ہو اذان ایک خاص ذکر شرعی ہے صرف تکبیر کے ثبوت سے اذان کو ثابت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سعد بن معاذؓ کی قبر کی تکبیر کے ثبوت سے کوئی استدلال کر کے دو رکعت نماز متصل قبر بعد الدفن مقرر کر دے یا نہیں وجوہ سے جو مستدل نے اذان قبر کے لئے تراشی ہیں کوئی نماز عیدین کے لئے اذان مقرر کرے یا اذان میں آخر کلمہ لا اله الا الله کے بعد محمد رسول الله کہنا مقرر کر لے وغیرہ حدیث اذا رایتم الحریق فکبروا (۲) سے اگر کچھ ثابت ہے تو صرف اس قدر کہ جس وقت آگ لگے تو تکبیر کہو اور تکبیر سے اذان بھی مراد لے لی جائے تاکہ اذان قبر کے لئے یہ حدیث کیونکر دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ وہاں کوئی شخص ظاہر آگ نہیں دیکھتا اور اگر عذاب قبر کو حکماً حریق مان بھی لیں تاہم میت مسلم کے ساتھ ایسا خیال ظنوا المسلمين خيرا (۳) کے منافی ہے اذان دعا ہے عمل صالح ہے سبب اجابت دعا ہے وحشت میت کو دافع ہے، غم وہم کو دافع ہے، سبب نزول رحمت ہے یہ سب کچھ سہی لیکن قبر پر جائز ہونے کے لئے ثبوت ضروری ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اذان عیدین ناجائز ہو آخر عیدین کی اذان میں بھی تو سب نہ سہی بعض باتیں پائی جاتی ہیں پھر اس کو ناجائز کہنے کی کیا وجہ اور اس ترجیح بلا مرجح اور کا کیا سبب ہو سکتا ہے واللہ اعلم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ شاہجہانپوری مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر بانگ دینی جائز ہے یا ناجائز ؟ المستفتی نمبر ۱۲۲۰ پنشنر مہدی خاں صاحب (ضلع کاملپور) ۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء
(جواب ٥٤) قبر پر اذان کہنا بدعت ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) مجلس نمبر ۱۸ ص ١٥٦ طبع دار الاشاعت کراچی
(۲) المطالب العاليه بزوائد المسانيد العثمانيه، باب التكبير ۳ ' حديث نمبر ٣٤٢٤ ط مكه مكرمه كتاب الضعفاء الكبير للعقيلي ۲/ ۲۹٦ ط دار الكتاب بيروت (۳) یہ حدیث نہیں کسی کا مقولہ ہو سکتا ہے تلاش بسیار کے باوجود اس کی کچھ اصل نہیں ملی
(٤) دیکھیں صفحہ نمبر ٦٥ حاشیہ نمبر ۴

(جواب دیگر ۵۵) دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ صحابہ کرام سے نہ اماموں سے اس لئے یہ فعل بدعت ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

قبر پر اذان بدعت ہے

(سوال) میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا سنت متواترہ میں سے ہے یا امور محدثہ میں سے اور کیا تارک اس کا قابل ملامت ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۷ فیروز خاں (ضلع جہلم) کیم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ م ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۵۶) میت کے دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدینؒ کے زمانے میں مروج اور معروف نہ تھا نہ آقائے دو جہاں نے اس کا حکم دیا' نہ کسی صحابی یا تابعی یا امام مجتہد نے اس کی ترغیب دی نہ حنفی فقہ میں اس کی کوئی تائید ملتی ہے ہاں بعض شافعیوں نے یہ فرمایا ہے کہ نماز کے سوا جن مقامات میں اذان جائز ہے ان میں میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان بھی شامل ہے بہر حال اذان بعد الدفن کا ثبوت اتنا قوی نہیں کہ اس کو سنت قرار دیا جائے اس کے تارک کو ملامت کرنا جہالت اور سخت گناہ ہے بلکہ اس کو ترک کرنا سنت ماثورہ سے زیادہ قریب ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(جواب دیگر ۵۷) دفن کے بعد قبر پر اذان دینا حنفی مذہب میں کہیں مذکور نہیں بعض شافعیوں نے اپنی کتابوں میں ایک قول ضعیف کے طور پر اس کو ذکر کیا ہے اور یہ یقینی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اذان علی القبر مروج و معمول نہ تھی پس اذان نہ دینا اقرب بالسنۃ ہے اور اس کو ایک ضروری امر قرار دینا بدعت ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

دفن کے بعد کی چند رسومات

(سوال) میت سے فراغت ہونے کے بعد جو رسوم حاضری لگانے کی ہے اور سوئم پھول کرنے کی ہے ان رسوم میں تمام برادری اور کنبہ والوں کو جمع کر کے کھانا وغیرہ دیا جاتا ہے اور جو قومی نمائندے ہیں وہ سرداری کا کھانا اپنے گھر تک لے جاتے ہیں اس میں یتیم اور بیوہ کی حق تلفی ہوتی ہے اور اگر متوفی غریب ہے تو بھی قرض لے کر صرف کیا جاتا ہے جس کا بار یتیم بچوں پر پڑتا ہے اور طباق کھانے کا بھر کر قبر پر بھیجا جاتا ہے اور چالیس روز تک اس کے عزیز بطریق سوگوار ہونے کے کسی کی شادی میں شریک نہیں ہوتے یہ جملہ رسوم بروئے شرع جائز ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۵۸) میت سے فراغت کے بعد بہت سی رسمیں مروج ہیں اور ان میں سے اکثر رسمیں خلاف شرع ہیں مثلاً حاضری لگانا' دن معین کر کے پھول کرنا برادری کو جن میں امیر غریب ہر طرح کے لوگ

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۶۵ حاشیہ نمبر ۴
(۲-۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۶۵ حاشیہ نمبر ۴

شامل ہوتے ہیں کھانا دینا اور قومی نمائندوں کو سرداری کا حصہ دینا مشترکہ ترکے میں سے یہ تمام اخراجات کرنا موت کے بعد میت کے عزیزوں کا چالیس روز تک کسی شادی میں شریک نہ ہونا یہ تمام رسوم ناجائز اور بدعت ہیں ترکہ کے مستحق وارثوں میں اگر کوئی نابالغ ہو یا کوئی موجود نہ ہو یا تمام بالغ وارثوں کی رضامندی نہ ہو تو اس میں سے یہ فضول اخراجات و خیرات وغیرہ کرنے کا بھی کسی کو اختیار نہیں ہے (۱) حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں (۲) ایصال ثواب کے لئے صدقہ خیرات کرنا اچھی بات ہے (۳) مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ نہ تو مال یتیموں اور نابالغوں کا ہو اور نہ خلاف شریعت رسوم کی پابندی کے ساتھ کیا جائے غریب آدمیوں کو مجبور کرنا کہ وہ قرض ادھار لیکر برادری کو کھلائیں ورنہ ان کو طعن تشنیع کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ دہلی احقر مظہر الدین غفرلہ

دفن کے بعد قبر پر اذان بدعت ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۹) قبر پر میت کے دفن کے بعد اذان کہنا آنحضرت ﷺ نے تعلیم نہیں فرمایا نہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ نے اس کے متعلق کوئی ہدایت کی نہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام کے زمانے میں اس کا رواج ہوا اس لئے یہ فعل مسنون اور مستحب نہیں ہے اور اس کا رواج ڈالنا بدعت ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

میت کے ساتھ غلہ قبرستان لے جانا اچھا نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) کیا میت کے ساتھ قبرستان کو اناج وغیرہ لے جاکر غربا کو تقسیم کرنا لازمات سے ہے؟ مکان پر ہی تقسیم کرنا جائز نہیں؟ (۲) کیا موئے (مرے ہوئے) ہوئے کے نام سے دہم بسم و چہلم کی فاتحہ کرنا

(۱) و یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور' و هی بدعة مستقبحة' وروی الامام احمد' و ابن ماجه باسناد صحیح عن جابر بن عبداللہؓ قال : کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت' و صنعهم الطعام من النیاحة' ففی البزازیة' و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث ... ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار' او غائب وما کان ذالک فلا شک فی حرمته' و بطلان و صیته (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲٤٠ ط سعید)

(۲) ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلماً انما یا کلون فی بطونهم ناراً : النسآء : ۱۰

(۳) وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسنا' (رد المحتار باب صلاة الجنائز' مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲٤٠ ط سعید)

(۴) دیکھیں صفحہ ۶۵ حاشیہ نمبر ۲

ضروری ہے؟

(جواب ۶۰) قبرستان میں غلہ وغیرہ لے جانا لازم نہیں بلکہ لے جانا اچھا نہیں گھر پر ہی فقراء و مساکین کو تقسیم کر دینا بہتر ہے کہ یہ صورت ریاء و نمائش سے دور ہے ایصال ثواب تو مستحسن ہے لیکن دہم بستم چہلم وغیرہ لازمی نہیں حسب وسعت جب ہو سکے صدقہ کر کے میت کو ثواب بخش دیا جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل ششم۔ تلقین وطلب مغفرت

حدیث اذا ......فقولوا خیراً سے میت کے لئے اجتماعی پر استدلال درست نہیں

(سوال) قال رسول اللہ ﷺ اذا حضرتم المریض اوالمیت فقولوا خیرا فان الملئکۃ یؤمنون علی ما تقولون (۲) مرقومہ حدیث سے میت پر دعا کرنا قبل دفن جمعاً ثابت ہوتا ہے یا فرداً فرداً؟

(جواب ۶۱) جمع کے صیغے میں اگر مخاطب عام مومنین ہوں کوئی معین جماعت نہ ہو تو اس میں فعل کے اجتماعی یا انفرادی کیفیت پر ادا کئے جانے سے کوئی تعرض نہیں ہوتا اور اگر مخاطب کوئی خاص جماعت ہو اور کوئی قرینہ موجود ہو کہ سب سے ایک ہی وقت میں ایقاع فعل مقصود ہے جب تو اجتماع پر دلالت ہوتی ہے ورنہ نہیں حدیث مذکورہ فی السوال میں خطاب عام مؤمنین کو ہے لہذا اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہر مسلمان جب کسی مریض کی عیادت یا کسی میت کی تجہیز و تکفین میں جائے تو اسے چاہئیے کہ کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے جو کچھ کہے وہ مریض کی بھلائی' عافیت 'تسکین یا میت کی مغفرت یا ذکر خیر کے الفاظ ہوں' تاکہ فرشتے جو ایسے وقت مریض و میت کے لئے دعا مانگنے والوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں تمہاری اچھی دعاؤں پر آمین کہیں جانے والا ایک ہو یا دو یا زیادہ بھی ہوں تاہم ان کے لئے قصد اجتماع کا حکم حدیث میں نہیں یہ دوسری بات ہے کہ اتفاقاً اجتماع فی الدعا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں حدیث مذکورہ فی السوال میں جو حکم ہے ایسا ہی ہے جیسا ان احادیث میں ہے لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (۳) یعنی قریب الموت اشخاص کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر شخص کو بجائے خود یہ حکم ہے کہ وہ ایسا کرے لیکن جب مقصود حاصل ہو یعنی ایک شخص میت کے سامنے کلمہ پڑھ رہا ہو تو محض اس وجہ سے کہ لقنوا جمع کا صیغہ ہے تمام حاضرین سے تلقین کرانا اور قریب الموت شخص کے دماغ کو پریشان کرنا محض نادانی اور جہالت ہوگی

(۱) وقال ایضا: و یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اھل المیت لانہ شرع فی السرور ...... وفی البزازیہ یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول' والثالث' و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم ...... وفیھا من کتاب الاستحسان' وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اہ واطال فی ذالک فی المعراج وقال ھذہ الافعال کلھا للسمعۃ' والریا' فیحترز عنھا (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ' مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ من اھل المیت ۲/ ۲٤٠ ط سعید)

(۲) مسلم شریف : کتاب الجنائز' فصل فی تلقین المحتضر بلا الہ الا اللہ ۲/ ۳٠٠ ط سعید

(۳) مسلم شریف : کتاب الجنائز' فصل فی تلقین المحتضر بلا الہ الا اللہ ۲/ ۳٠٠ ط سعید

کیونکہ اس صیغہ جمع سے اجتماع تو علیحدہ اشتراک فی فعل التلقین بھی مقصود نہیں ہے بلکہ محض وجود تلقین مطلوب ہے اسی طرح حدیث اقرؤوا سورۃ یٰسٓ علی موتاکم (رواہ احمد) (۱) میں اقرؤوا صیغہ جمع ہے لیکن یہ مقصود نہیں کہ تمام مسلمانوں یا تمام حاضرین کو یہ حکم ہے کہ وہ جمع ہو کر سب کے سب یٰسٓ پڑھیں اور قریب الموت کو تکلیف دیں اسی طرح حدیث اغسلوا بماءٍ وسدر (۲) (متفق علیہ) میں یہ مقصود نہیں کہ تمام حاضرین جمع ہو کر غسل دیں اسی طرح حدیث اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم (۳) (رواہ الترمذی) میں یہ مقصود نہیں کہ میت کے محاسن بیان کرنے کے لئے اجتماع کرو اور سب مل کر اس کے فضائل بیان کرو باوجودیکہ ان سب احادیث میں جمع کے صیغے ہیں مگر چونکہ مخاطب عام مومنین ہیں اس لئے ہر واحد بجائے خود مامور ہے اور کہیں نفس وجود فعل مقصود ہے تو وہاں صرف ایک شخص کا فعل بھی کافی ہے اور کہیں استحباب فعل بتانا اور ہر شخص سے اس کی طلب مطلوب ہے اس میں بھی اجتماع کا قصد و اہتمام مراد نہیں جیسے اذکروا محاسن موتاکم میں ہاں جب مخاطب کوئی جماعت معینہ ہو اور ہر شخص سے ایقاع فعل ایک خاص زمانے میں مقصد ہو تو وہاں اجتماع کا ثبوت ہو سکتا ہے جیسے بعد دفن تھوڑی دیر ٹھہر کر آنحضرت ﷺ کا حاضرین سے فرمانا کہ استغفروا لاخیکم واسالوا لہ التثبیت فانہ الاٰن یسئل (۴) یعنی اپنے بھائی کے لئے تم استغفار اور سوال تثبیت کرو کیونکہ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ یہاں مخاطب حاضرین کی ایک معینہ جماعت ہے اور سب سے فعل استغفار اسی خاص وقت میں جو وقت سوال نکیرین کا ہے مطلوب ہے اس لئے اس میں تو اجتماع کا ثبوت ہے کہ سب نے مل کر ایک وقت میں دعا مانگی اگرچہ یہ اجتماع بھی قصداً اجتماع للدعا نہیں ہے مگر نفس دعا اجتماعی ثابت ہے اور یہی معمول و متوارث ہے لیکن حدیث مذکور فی السوال کو اجتماع سے کوئی تعلق نہیں۔ واللہ اعلم

حدیث استعیذ واباللہ سے میت کے لئے دفن سے پہلے اور اجتماعی دعا پر استدلال درست نہیں

(سوال) مشکوٰۃ شریف (۵) (باب مایقال عند من حضرہ الموت) عن البراء بن عازب قال خرجنا مع رسول اللہ ﷺ فی جنازۃ رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللہ ﷺ فجلسنا حولہ کان عن رؤسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت بہ الارض فرفع فقال استعیذ واباللہ

(۱) مسند احمد : حدیث معقل ابن یسار ۵/۲۶ ط بیروت' بلفظ " اقرؤھا علی موتاکم یعنی یٰسٓ "
(۲) بخاری : کتاب الجنائز ' باب الحنوط للمیت ۱/۱۶۹ قدیمی) و مسلم' کتاب الجنائز' فصل فی غسل المیت و ترا ۱/۳۰۴ ط قدیمی
(۳) ترمذی شریف' کتاب الجنائز ۱/۱۹۸ ط سعید
(۴) ابوداؤد شریف' کتاب الجنائز' باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/۱۰۳ امدادیہ ملتان
(۵) مشکوۃ' کتاب الجنائز' باب مایقال عند من حضرہ الموت' ۱/۱۴۲ ط سعید و مسند احمد' حدیث براء ابن عازب ۴/۲۸۷ ط المکتب الاسلامی بیروت

من عذاب القبر مرتین او ثلثا الخ اس حدیث سے پناہ مانگنا جمعاً ثابت ہوتا ہے یا فرداً فرداً اور اس حدیث سے قبل دفن پناہ مانگنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۶۲) ھو الموفق حدیث مذکور ایک طویل حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بندہ مومن اور کافر کے نزع روح کے حالات مفصل بیان فرمائے ہیں اور بعد مفارقت عن البدن کے جو حالات کہ مومن اور کافر کے ساتھ پیش آتے ہیں انہیں بیان فرمایا ہے اور عذاب قبر اور اس کی کیفیت بیان فرمائی ہے اور چونکہ دفن میت میں دیر تھی (جو اشارہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے) اور لوگ مجتمع تھے اس لئے اس وقت کے مناسب حضور اکرم ﷺ نے انہیں نصیحت کرنا مناسب خیال فرمایا اور چونکہ عذاب قبر ایک خوفناک چیز ہے اور ہر شخص کو اس کا خوف ہونا چاہئیے اور اس سے بچنے کی دعا کرنی چاہئیے اس لئے حضور ﷺ نے تمام حاضرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ استعیذوا باللہ من عذاب القبر ـ یعنی عذاب قبر سے خدا کی پناہ مانگتے رہا کرو یہ مقصود نہیں کہ تم سب اس وقت مل کر عذاب قبر سے پناہ مانگو اور نہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ موجود ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس مردے کے لئے عذاب قبر سے بچنے کی دعا منگوانی مقصود ہے جس کے دفن میں سب حاضر ہوئے تھے کیونکہ خاص اس کے لئے تو عذاب قبر سے بچنے اور تثبیت کی دعا بعد الفراغ من الدفن آپ کرنے والے ہی تھے نیز اگر اس کے لئے دعا کرانی مقصود ہوتی تو لا خیکم یا اسی قسم کے اور کوئی الفاظ فرماتے پس حدیث مذکورہ فی السوال کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ عذاب قبر ایک ہولناک اور سخت چیز ہے اس سے تم سب پناہ مانگا کرو دوسرے یہ کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ خاص اس مردے کے لئے عذاب قبر سے بچنے کی دعا کرانا مقصود تھا (اگرچہ یہ مطلب سیاق حدیث اور آنحضرت ﷺ کے عمل کے موافق نہیں) تاہم ظاہر ہے کہ ان کا یہ اجتماع بغرض دعا نہ تھا دفن کے لئے حاضر ہوئے تھے دفن میں دیر تھی اس لئے آنحضرت ﷺ اور سب لوگ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا کہ تم سب عذاب قبر سے بچنے کی دعا کرو اس سے یہ بھی لازم نہیں کہ سب ایک ہی ساتھ دعا کریں اور ایک ہی مرتبہ دعا کریں بلکہ جب تک بیٹھے رہیں بطور خود دعا استغفار کرتے رہیں پس اس حدیث سے دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرنے کے جواز پر استدلال کرنے کی کوشش فضول ہے و التفصیل فی رسالتنا دلیل الخیرات و خیر الصلات ـ واللہ اعلم بالصواب ـ

میت کے لئے اجتماعی دعا ثابت نہیں بلا قصد اجتماعی صورت بن جائے تو مضائقہ نہیں

(سوال) فی سنن ابی داؤد کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ وقال استغفروا لاخیکم واسألوا اللہ لہ التثبیت الخ (۱) مرقومہ بالا حدیث سے مغفرت مانگنا جمعاً ثابت ہوتا ہے یا فرداً فرداً بینوا توجروا۔

(۱) کتاب الجنائز' باب الاستغفار عند القبر للمیت' ۲/۱۰۳ مکتبہ امدادیہ' ملتان

(جواب ۶۳) ہاں اس حدیث کے سیاق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام حاضرین ایک ساتھ دعا کرتے تھے کیونکہ دفن سے فارغ ہونے کے بعد واپس آنے کا موقع تھا لیکن اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ واپسی میں کچھ تاخیر و توقف فرماتے تھے اور میت کی تثبیت و مغفرت کی خود بھی دعا فرماتے تھے اور حاضرین کو بھی اسی وقت دعا کرنے کا حکم کرتے تھے کیونکہ فانہ الان یسئل (۱) اس کا قرینہ ہے پس تھوڑی دیر سب کا توقف کرنا اور حاضرین کو اسی وقت دعا واستغفار کا حکم فرمانا اور سب کا موجود ہونا اور اس وقت کا وقت قرب سوال نکیرین ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سب حاضرین کی دعا ایک وقت میں اجتماعاً ہوتی تھی اور یہی معمول و متوارث ہے لیکن واضح رہے کہ یہ اجتماع جو اس حدیث سے ثابت ہے اجتماع قصداً للدعا یہ بھی نہیں ہے بلکہ اجتماع قصدی دفن کے لئے ہے اگرچہ بہ سبب امور متذکرہ بالا اس وقت دعا بھی اجتماعی طور پر ہو گئی۔ واللہ اعلم

موت کے بعد تلقین کو بدعت کہنا درست نہیں

(سوال) دوبارہ مسئلہ تلقین موتی بعد الدفن - تحریر بنام مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ از حضرت مفتی اعظم مورخہ ۷ رجب ۱۳۵۰ھ م ۲۸ نومبر ۱۹۳۱ء

مکرمی جناب مولوی عبدالکریم صاحب دام مجدہم۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' عنایت نامہ موصول ہوا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ مدرسہ امینیہ کے نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین صاحب کا تحریر کردہ فتویٰ پہنچا جس میں مولوی صاحب موصوف نے تلقین بعد الدفن کو مشروع و مستحب لکھا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ نائب مفتی صاحب بدعتی ہیں کیونکہ ظاہر الروایۃ میں لا یلقن بعد الدفن موجود ہے۔

(جواب ۶۴) جواباً عرض ہے کہ میں نے نائب مفتی صاحب سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے یہ فتویٰ لکھا ہے آپ کا عنایت نامہ موصول ہونے پر میں نے مسئلے پر غور کیا تو میرے خیال میں تلقین کو مشروع و مستحب لکھنا بدعتی ہونے کی دلیل بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تلقین بعد الدفن کو بدعت نہیں کہا جا سکتا آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں لا یلقن بعد الدفن لکھا ہے اول تو یہ الفاظ ظاہر الروایۃ کے کس جگہ سے آپ نے نقل فرمائے ہیں مجھے معلوم نہیں دوسرے بصورت تسلیم یہ بھی لازم نہیں کہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہمیشہ بدعت ہی ہوا کرے۔

(۱) شامی نے درمختار کے اس قول پر و لا یلقن بعد تلحیدہ یہ لکھا ہے ذکر فی المعراج انہ ظاہر الروایۃ (۲) اور اس کے بعد خبازیہ اور کافی سے یہ بھی نقل کرنا لکھا ہے کہ ان ھذا علی قول المعرب اما عند اھل السنۃ والجماعۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللّٰہ محمول علی

(۱) کتاب الجنائز' باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/۱۰۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

(۲) باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی تلقین بعد الموت' ۲/۱۹۱ ط سعید

حقیقتہ — (۱)

(۲) فتح القدیر میں ہے واما التلقین بعد الموت وهو فی القبر فقیل یفعل لحقیقة ماروینا و نسب الی اهل السنة والجماعة و خلافه الی المعتزلة و قیل لا یؤمر به و لا ینهیٰ عنه —(۲) (۳) کبیری میں ہے واما التلقین بعد الدفن فقیل یفعل لحقیقة ماروینا و قیل لا یؤمر به و لا ینهیٰ عنه — اور ذرا آگے لکھا ہے وانما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن لا نه لا ضرر فیه بل فیه نفع فان المیت یستانس بالذکر علی ماورد فی الاثار (۳)

(۴) بحر الرائق میں ہے وحینئذ فلاحاجة الی الاستدلال بالحدیث الاخر لقنوا موتاکم قول لا اله الا الله فان حقیقة التلقین بعد الموت وقد اختلفوا فیه وقولهم انه مجاز قول لا دلیل علیه لان الاصل الحقیقة (۴) ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت تلقین کا حکم ظاہر روایت نہیں ہے معراج الدرایت کا اس کو ظاہر روایت کو دینا بظاہر محل تامل ہے ورنہ اس کو معتزلہ کی رائے بتانا اور جواز کے قول کو اہل سنت کا مذہب قرار دینا اور حافظ ابن ہمام وصاحب بحر وعلامہ حلبی کا اس پر کچھ تعرض نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف جواز کے قول کو ترجیح دینا گویا ظاہر روایت کو معتزلہ کا مذہب قرار دے کر چھوڑ دینا اور اس کے خلاف کو اہل سنت والجماعتہ کا مذہب قرار دے کر اس کو ترجیح دینا اور اوفق بالروایات بتانا لازم آئے گا دوسرے یہ کہ اس کو بدعت قرار دینا اور مشروع ومستحب کہنے والے کو بدعتی سمجھ لینا درست نہیں۔

حافظ ابن ہمام نے اس پر طویل بحث کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہائے حنفیہ نے تلقین بعد الدفن سے منع کیا ہے ان کی ممانعت کا منشا عدم سماع موتی کا مسئلہ ہوا ہے اور عدم سماع موتی کا مسئلہ انہوں نے مسئلہ یمین لو حلف لا یکلم فلانا فکلمه بعد موته لا یحنث (۵) سے اخذ کیا ہے اس سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے کہ تلقین بعد الدفن کا مسئلہ ظاہر روایت میں نہیں ہے میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اگر جناب کی رائے میں صحیح نہ ہو تو حضرت مخدوم الامتہ مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش فرما کر حضرت کی رائے عالی سے مطلع فرمائیں والسلام حضرت کی خدمت میں سلام نیاز مندانہ عرض ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

(۱) دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے

(سوال) مردے کو دفن کے بعد تلقین جائز ہے کہ نہیں اور اہل سنت والجماعت کا کیا مسلک ہے اور معتزلہ

---

(۱) باب صلاة الجنائز' مطلب فی التلقین بعد الموت ۲/۱۹۱ ط سعید
(۲) باب الجنائز' ۲/۱۰٤ ط مکتبه مصطفی البابی مصر
(۳) فصل فی الجنائز ص ٥٧٦ ط سهیل اکیڈمی
(٤) کتاب الجنائز ۲/۱۸٤ ط بیروت
(٥) اصول الشاشی: فصل فی متعلقات النصوص ص ۳۱ ط قدیمی

کا کیا؟

(جواب ٦٥) حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں(۱) کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں خواہ مردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی' مہر دار الافتا مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

دفن کے بعد فاتحہ خوانی کی چند رسوم

(سوال) یہاں مدت سے یہ رسم ورواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر علاوہ اس دعا کے جو بعد فراغ دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی کو روک کر فاتحہ ہوتی ہے جب واپسی میں قبرستان کے دروازے پر پہنچتے ہیں بعض جگہ ایسا بھی ہوتا کہ جب غسل کے لئے میت کو رکھتے ہیں تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مکان پر بھی رسم فاتحہ بجالاتے ہیں یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے اور پچھلے موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں ہے لیکن اب ایک عالم یہاں تشریف لائے ہیں ان سے دریافت کیا گیا تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف اوقات میں اس کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے بالخصوص جب کہ تارک کو قابل ملامت بھی سمجھتے ہیں اور وہ بتلاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوٰۃ جنازہ خود دعا ہے چنانچہ رد المختار جلد اول ص ۱۴۱ ہے فقد صرحوا عن اخرهم بان صلوٰة الجنازة هي الدعاء للميت اذهو المقصود منهم (۳) اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری مکی حنفی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب الجنائز میں تحت قول ابن ہیرہ تحریر فرماتے ہیں و لا يدعى للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة (۴) اور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے لا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة (۵) اور کبیری میں منقول ہے في السراجية اذا فرغ من الصلوٰة لا يقوم

---

(۱) واختلفوا في تلقينه بعد الموت ' قيل يلقن ...... و قيل لا يلقن وهو ظاهر الرواية اذا لمراد بموتاكم في الحديث من قرب من الموت (طحطاوى على الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۱/۳٦۳ ط دار المعرفه بيروت)

(۲) وانما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن' لانه لا ضرر فيه' بل فيه نفع (حلبي كبير فصل في الجنائز ص ۵۷٦ ط سہیل اکیدمی) لیکن اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے عقائد خراب ہو چکے ہیں اور یہ روافض کا شعار بن چکا ہے اس لئے ترک کرنا چاہئے) و لكن الآن صار شعاراً الروافض و تركه اهل السنة ففيه خوف التهمة' فلا يلقن (اعلاء السنن ابواب الجنائز' باب ما يلقن المحتضر ۸/ ۷٤ ادارة القرآن)

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعيد)

(٤) باب المشي بالجنازة والصلاة عليها' الفصل الثالث ٤/ ٦٤ ط امداديه ملتان

(۵) لم اطلع على هذه العبارة

بالدعاء (۱) اور یوں کہتے ہیں کہ متصل قبر پر دعا مانگنا کتب احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور مروجہ کا ثبوت کتب احادیث و فقہ و اقوال علماء سے ثابت نہیں پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا یہ فرمانا صحیح ہے یا نہیں ؟ المستفتی حاجی داؤد ہاشم یوسف 'مرچنٹ اسٹریٹ نمبر ۴۸ شہر رنگون (برما)

(جواب ٦٦) میت کے لئے دعائے مغفرت جائز اور مستحسن ہے کیونکہ اموات کو دعائے مغفرت کی سخت حاجت ہے لیکن دعا وہی مفید ہو سکتی ہے جس کے ساتھ کوئی امر مذموم شامل نہ ہو مواقع مذکورہ فی السوال میں دعا کا اہتمام کرنا اور بہ ہیئت اجتماعیہ دعا مانگنا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام وائمہ اسلام سے ثابت نہیں اور یہ عدم ثبوت کم از کم اتنا تو بتاتا ہے کہ ان مواقع میں اس ہیئت و اہتمام کے ساتھ اگر محبوب و مستحسن ہوتی تو حضرات موصوفین سے ضرور منقول ہوتی لکونهم احرص شئ علی الخیر پس حضرات سلف صالحین سے منقول نہ ہونا اس کے استحسان و استحباب کی نفی کے لئے کافی ہے۔

رہی اباحت تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ فقہائے کرام سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے میں دو قول منقول ہیں ایک تو یہ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ نہ کرنی چاہئے (۳) ان دونوں قولوں میں تطبیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ منع کرنے والوں کا مقصود یہ ہو کہ دعا کا کوئی خاص اہتمام کرنا یا ہیئت اجتماعیہ بنانا یا دعا میں مشغول ہو کر تجہیز و تدفین میں تاخیر کرنا مکروہ ہے نیز چونکہ شریعت میں میت کے لئے دعائے مغفرت کا ایک طریقہ مقرر اور معہود ہے اور وہ صلوۃ جنازہ ہے' اس لئے اب کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا اور اسے مستحسن سمجھنا گویا حضرت شارع علیہ السلام یا صحابہ کرام یا ائمہ عظام کی جانب تقصیر کی نسبت کرنا ہے وحاشاهم عن ذلك — اور اجازت دینے والوں کا مطمح نظر صرف یہ ہے کہ نفس دعا اصل سے مباح ہے یعنی انہوں نے فی نفسہ دعا کا حکم بتادیا ہے عروض عوارض سے قطع نظر کی ہے لیکن واقفین حدیث و فقہ پر مخفی نہیں کہ مباح تو مباح مستحب و مسنون چیز بھی عروض عوارض غیر مشروعہ سے ناجائز ہو جاتی ہے اور کسی مباح یا مستحب کا اتنا اہتمام کرنا کہ وہ فرض یا واجب کی طرح ہو جائے اور اس کے تارک کو لعن طعن کرنا یہ ایسی بات ہے کہ امور مباحہ و مستحبہ کو مکروہ بنا دیتا ہے (۴) پس واضح ہو گیا کہ مواضع مذکورہ فی السوال میں فاتحہ کو مستحب سمجھنا یا اس کے تارک کو لعن طعن کرنا بدعت اور ناجائز ہے اور ان دعاؤں کا بایں ہیئت آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ اسلام سے کوئی ثبوت نہیں۔

ہاں دفن سے فارغ ہونے کے بعد متصل دعائے مغفرت کرنا ایک حدیث شریف میں مذکور ہے جو

---

(۱) کبیری میں یہ عبارت نہیں ملی البتہ سراجیہ میں یہ موجود ہے دیکھئے (سراجیه علی هامش قاضی خان' کتاب الجنائز' باب الصلاة علی الجنازة ۱/۱۴۵ ط نول کشور لکھنو)

(۲) وعن الفضلي : لاباس به (البحر الرائق ' کتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاته ۲/۱۹۷ ط بیروت)

(۳) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعا مرة (بزازيه على هامش الهنديه' فصل في الجنائز ۴/۸۰ مكتبه ماجديه)

(۴) من اصر على امر مندوب' و جعله عزماً ولم يعمل بالرخصة' فقد اصاب منه الشيطان عن الاضلال' فكيف من اصر على بدعة او مكفر (مرقات المفاتيح' باب الدعاء في التشهد ۳/۳۱ ط مكتبه الحبيبه كوئٹه)

سنن ابو داؤد میں مروی ہے۔(۱) لہذا یہ جائز اور مستحب ہے۔ واللہ اعلم
کتبہ الاحقر الاواہ محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرس مدرسہ امینیہ عربیہ، دہلی (الجواب صواب ماجد علی عفی عنہ)

دفن کے بعد تلقین نہ کرنا بہتر ہے

(سوال) مولانا مولوی حکیم ابو العلا امجد علی صاحب صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر اپنی تصانیف شریعت حصہ چہارم میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ۔ دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے (جوہرہ) یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے انہوں نے سب کتابوں میں یہ اضافہ کردیا (رد المحتار) حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں " جو تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی مٹی دے چکو تو تم میں سے ایک شخص قبر کے سامنے کھڑا ہو کر یا فلاں بن فلانہ وہ کہے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہے اذکر ما خرجت من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ و رسولہ ﷺ وانک رضیت باللہ رباً وبالا سلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا وبالقران اماما (۲) نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا رہے ہیں اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو فرمایا حوا کی نسبت کرے فی الکبیر والضیاء فی الاحکام و غیر ھما بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں کہ جب قبر پر مٹی ڈال دیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر یہ کہا جائے یافلان قل لا الہ الا اللہ تین بار پھر کہا جائے قل ربی اللہ و دینی الاسلام و نبیی محمد ﷺ (۳) لہذا عرض ہے کہ مضمون بالا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۴۳ عبدالعزیز صاحب ظروف ساز دہلی، ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ ۲۹ / جولائی

(جواب) (از مولوی حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی) حدیث تلقین اموات صحیح ہے جس کو رد المحتار نے بھی نقل کیا ہے کیونکہ اہل سنت والجماعت لقنوا موتاکم سے حقیقی تلقین نقل کرتے ہیں اور شیخ کمال الدین بن الہمام بھی اپنی کتاب فتح القدیر میں تائید کرتے ہیں کہ یہ مراد حقیقی معنی ہے (۴) در مختار میں ہے : وفی الجوھرۃ انہ مشروع عند اھل السنۃ الخ اور رد المحتار میں ہے اما عندالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ محمول علی الحقیقۃ لان اللہ یحییہ علی ماجاء ت بہ الا ثار وقدروی عنہ علیہ السلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن یا فلان بن فلان اذکر دینا فی الذی

---

(۱) استغفروا لا خیکم واسئلوا لہ التثبت فانہ الآن یسئل ابوداؤد شریف کتاب الجنائز باب الاستغفار عند القبر للمیت ۲/۱۰۳ ط مکتبہ امدادیہ ملتان
(۲) رد المُحتار : باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی التلقین بعد الدفن ۲/۱۹۱ ط سعید
(۳) مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی، باب احکام الجنائز ص ۳۳۹ مصطفی حلبی مصر
(٤) واما التلقین بعد الموت، وھو فی القبر، فقیل یفعل لحقیقۃ مارویناہ و نسب الی اھل السنۃ والجماعۃ و خلافہ الی المعتزلۃ و قیل لا یؤمر بہ، ولا ینھی عنہ (فتح القدیر، باب الجنائز ۲/۱۰٤ ط مصطفی حلبی مصر)

كنت عليه من شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله وان الجنة حق والنار حق وان البعث حق وان الساعة اتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور وانك رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا وبمحمد ﷺ نبيا و بالقرآن اماما و بالكعبة قبلة و بالمومنين اخوانا اه

وقد اطال في الفتح في تائيد حمل موتاكم في الحديث على الحقيقة مع التوفيق بين الادلة على ان الميت يسمع اولا يسمع كما سيأتي في باب اليمين الخ (۱) اگرچہ تلقین بعد تدفین غیر مروج ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب ہے۔ فقط اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

(جواب) (از مولوی عبدالکریم صاحب) اقول و بالله التوفيق ۔ جب ظاہر روایت میں ممانعت موجود ہے تو اس کو مشروع و مستحب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں ہے اور ممانعت تلقین کی بنا استحالہ حیات بعد الموت قرار دیکر اس کو معتزلہ کا مذہب اور تلقین کو اہل سنت کا مذہب کہنا بھی تعجب انگیز ہے کیا علاوہ اس کے اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی ایک وجہ تو خود فتح القدیر نے کافی سے نقل کی ہے وہ یہ کہ اگر وہ ایمان کے ساتھ مرا ہے تو اس کی حاجت نہیں اور اگر (نعوذباللہ) کفر پر خاتمہ ہوا تو تلقین مفید نہیں (۲) اور کفایہ شرح ہدایہ میں بھی یہی وجہ لکھی ہے اس کی عبارت یہ ہے وقد روى انه عليه السلام امر بتلقين الميت بعد دفنه وزعموا انه مذهب اهل السنة والاول مذهب المعتزله الا انا نقول لا فائدة في التلقين بعد الموت لانه ان مات مؤمنا فلا حاجة اليه وان مات كافرا فلا يفيده التلقين اه (۳) باقی رہی یہ بات کہ لقنوا موتاكم میں معنی حقیقی مراد کیوں نہیں لئے ؟ سو اس کی وجہ احقر کے فہم ناقص میں یہ آتی ہے کہ لفظ موتی سے جس طرح حقیقی معنی مفہوم ہوتے ہیں اسی طرح مجازی بھی مفہوم ہوتے ہیں اور مجازی معنی لینے سے زیادہ نفع ہے کیونکہ اس وقت بوجہ تکلیف کے محتضر (قریب المرگ) کو از خود التفات ہونا دشوار ہے اور تلقین سے اس کو توجہ ہو جاتی ہے اور کلمہ شہادت پڑھ کر من كان اخر كلامه لا اله الا الله دخل الجنة (۴) کا مصداق بن جاتا ہے بخلاف تلقین بعد الدفن کے کہ اس میں بعض نے تو کوئی نفع تسلیم ہی نہیں کیا جیسا کہ کافی سے اور کفایہ سے نقل کر چکا ہوں اور اگر وہ نفع بھی تسلیم کیا جائے جو صاحب فتح القدیر نے بیان کیا ہے یعنی استیناس بالذکر تب بھی وہ نفع بہت کم ہے اس نفع سے جو محتضر کو ہوتا ہے کیونکہ حالت احتضار میں تلقین کرنا عمل کی ترغیب دلانا ہے اور عمل جس درجہ مفید ہے ظاہر ہے اور محض استیناس، عمل کے مقابلے میں کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ جواب اشکال کا یہ ہوا کہ موتی کے مجازی معنی لینا راجح ہیں لہذا حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ

---

(۱) باب صلاة الجنائز مطلب في التلقين بعد الموت ۲/۱۹۱ ط سعيد

(۲) وما في الكافي من انه ان كان مات مسلماً لم يحتج اليه بعد الموت والا فلم يفد يمكن جعله الصارف الخ (فتح القدير باب الجنائز ۲/۱۰٤ ط مصطفى البابي مصر)

(۳) باب الجنائز ۲/٦٨ ط رشيديه كوئٹه)

(٤) ابو داؤد، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند الميت من الكلام ۲/۸۸ ط امداديه ملتان

تأمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ حقیقت مہجور ہے اور مجاز متعارف اور حقیقت مہجورہ سے مجاز متعارف مقدم ہوتا ہے(۱) کما علم من الاصول اور حقیقت کا مہجور اور مجاز کا متعارف ہونا ظاہر ہے کیونکہ تلقین محتضر پر امت کا تعامل ہے حالانکہ اس کی دلیل سوائے لقنوا موتاکم کے اور کوئی نہیں ہے اگر مجاز متعارف نہ مانا جائے تو تلقین محتضر کے لئے کوئی دلیل بھی نہ رہے حالانکہ شامی نے درایہ سے نقل کیا ہے انه مستحب بالا جماع اه (۲) اور اگر کوئی شخص حقیقت کا مہجور ہونا تسلیم نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ مجاز متعارف ہے لیکن ساتھ ہی حقیقت بھی مستعمل ہو اور مجاز متعارف بھی تب بھی صاحبین کے نزدیک تو مجاز ہی مقدم ہوتا ہے البتہ امام اعظم کے نزدیک حقیقت اولیٰ ہے (۳) سو ان کی طرف سے وہی جواب ہو سکتا ہے کہ تلقین محتضر مفید ہے اور تلقین میت مفید نہیں اور محض استیناس کا فائدہ عمل کے مقابلے میں معتدبہ نہیں جیسا کہ پیشتر گزر چکا نیز استیناس تلقین پر موقوف نہیں بلکہ تلاوت قرآن اور ذکر ان سے بدون تلقین بھی استیناس ہوتا ہے بلکہ مع شئی زائد۔ ای وصول الثواب فلا حاجة الی التلقین الذی هو ادون من ایصال الثواب علاوہ ازیں اور جو اہل علم سماع موتی کا انکار کرتے ہیں ان کے نزدیک تو تعذر ظاہر ہے اور جو اہل علم سماع موتی کے قائل ہیں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقیقت کو تلقین موتی میں متعذر نہ مانیں گے مگر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی متعذر ہے کیونکہ وہ مطلق سماع کے قائل ہیں سماع مفید کا کوئی قائل نہیں ہے اور مقصود سماع مفید ہے پس جب سماع مفید کا کوئی قائل نہیں تو تلقین موتی میں حقیقی میت مراد لینا بالاتفاق متعذر ہے فافهم حتی یستانس بکم الحدیث وهو الموقوف في حکم المرفوع اور اگر اس روایت کو بطور اشکال لایا جائے جس میں بعد الدفن کی تصریح ہے تو وہ اگر صحیح ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ روایت بالمعنی ہو اور یہ سب درجہ توجیہ میں ہے ورنہ اصل مدار اس پر ہے کہ جب ظاہر روایت میں تلقین بعد الدفن کی نفی کی ہے جس کا مقتضی غیر مشروع یا کم از کم غیر مسنون ہونا معلوم ہوتا ہے اس کے بعد ہم مقلدین کو اس سے احتراز کی گنجائش نہیں خصوصاً جب کہ اس کے خلاف کوئی روایت نہیں اور جس کو خلاف سمجھا گیا اس کا جواب موجود ہے حاصل یہ کہ ہمارے اکابر کے نزدیک تلقین بعد الموت مشروع نہیں ہے ان کا ظاہر روایت پر عمل ہے اور وہی قوی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ تطبیق کے لئے دونوں وقتوں میں تلقین کو تجویز کیا جائے تو بہتر ہے کہ مزید نفع ہو تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجاز و حقیقت کا جمع کرنا جائز نہیں (۴) کما تقرر فی الاصول اور عموم مجاز کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے چنانچہ علامہ ابن

---

(۱) ثم الحقیقة انواع ثلاثة' متعذرة و مهجورة' و مستعملة' وفی القسمین الاولین یصار الی المجاز بالاتفاق (اصول الشاشی' بحث الحقیقة و المجاز ص ۱۳ ط امدادیه' ملتان)

(۲) باب صلاة الجنائز' مطلب فی تلقین المحتضر ۲/ ۱۹۰ ط سعید)

(۳) لو کانت الحقیقة مستعملة ...... وان کان لها مجاز متعارف' فالحقیقة اولیٰ عند ابی حنیفة' و عندهما العمل بعموم المجاز اولیٰ (اصول الشاشی' بحث الحقیقة والمجاز ص ۱۳'۱۴ ط امدادیه' ملتان)

(۴) ثم الحقیقة مع المجاز لا یجتمعان ارادة من لفظ واحد فی حالة واحدة (اصول الشاشی' بحث الحقیقة' والمجاز' ص ۱۱ طبع مکتبه امدادیه' ملتان)

الہمام تحریر فرماتے ہیں ولیس بظھر معنی یعم الحقیقی والمجازی الخ (۱) اب ایک امر قابل غور اور رہا وہ یہ کہ اگر ظاہر الروایۃ کا محمل یہ قرار دیا جائے کہ تلقین بعد الموت مسنون نہیں اور طبرانی وغیرہ نے جو حدیث روایت کی ہے اس کو اباحت پر محمول کیا جائے اور عجب نہیں کہ زیلعی سے شامی نے جو تین قول نقل کئے ہیں ان میں سے قول ثالث یعنی لا یؤمر به ولا ینھی عنه (۲) کا یہی منشا ہو سو بظاہر اس سے کوئی مانع نہیں لیکن اس زمانے میں تلقین بعد الدفن روافض کا شعار ہے (۳) اس واسطے اس کی اجازت نہ دی جائے گی اور اس کی نظیر فقہ میں موجود ہے کہ باوجود وارد فی الشرع ہونے کے منع کی علت شعار فرق ضالہ قرار دی ہے چنانچہ در مختار کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے ویجعله (ای الخاتم) لبطن کفه فی یده الیسریٰ و قیل الیمنی الا انه شعار الروافض فیجب التحرز عنه قھستانی وغیرہ ۔(۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ از تھانہ بھون ضلع مظفر نگر' مورخہ ۵ رجب المرجب ۱۳۵۰ھ

(جواب ٦٧) (از حضرت مفتی اعظمؒ) تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت بھی نہیں ہے اس لئے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے راجح ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں

(سوال) کیا تلقین میت کرانی جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ٢١٨٧ راجہ فیروز خاں صاحب (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳٦۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ٦٨) میت کو تلقین کرنا شافعیوں کا قول ہے حنفیہ تلقین بعد الدفن کے قائل نہیں ہیں در مختار میں ہے ولا یلقن بعد تلحیدہ (٦) لیکن بعض مشائخ نے تلقین بعد الدفن کو جائز فرمایا ہے تاہم اگر کوئی نہ کرے تو حنفی مذہب کی ظاہر روایت کے موافق اس کا یہ خیال صحیح اور درست ہے (۷) اور اس پر کوئی الزام و اعتراض نہیں ہو سکتا ۔(۸) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) باب الجنائز ۲/۱۰۵ مطبع مصطفی البابی مصر)
(۲) باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی التلقین بعد الموت ۲/۱۹۱ ط سعید
(۳) ولکن الآن صار شعاراً لروافض' وترکه اهل السنة' (اعلاء السنن' ابواب الجنائز' باب ما یلقن المحتضر ۸/۱۷٤ ط ادارۃ دار القرآن
(٤) فصل فی اللبس ٦/۳٦۱ طبع سعید
(٥) قیل لا یؤمر ولا ینھی عنه (فتح القدیر' باب الجنائز' ۲/۱۰٤ مطبع مصطفی البابی مصر
(٦) باب الجنائز ۲/۱۹۱ طبع سعید (۷) قوله' ظاهر روایت الخ لعل العلامة الشیخ قدنسی ماقاله سابقا' والا فقد انکر کونها ظاهر الروایة فلیراجع' وایضا قال المحقق الشامی تحت قول الدر " ولا یلقن بعد تلحیدہ" ذکر فی المعراج' انه ظاهر الروایة' فافهم (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز مطلب التلقین بعد الموت ۲/۱۹۱ ط سعید)
(۸) وقیل لا یؤمر' ولا ینھی عنه (فتح القدیر' باب الجنائز ۲/۱۰٤ ط مصطفی البابی الحلبی' مصر)

دفن کے بعد تلقین بہتر نہیں

(سوال) متعلقہ تلقین بعد دفن

(جواب ۶۹) یہ عبارت اذکر ما خرجت علیه من الدنیا الخ پڑھنا جائز ہے(۱) اس سے میت کو فائدہ پہنچے یہ ممکن ہے(۲) اس کا نام لیکر پکارنا ضروری نہیں ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل بناء علی القبور

بزرگوں کی قبروں پر بھی قبہ بنانا جائز نہیں

(سوال) اکثر کتب فقہ میں قبروں پر بناء از قسم قبہ وغیرہ کو مکروہ لکھا ہے لیکن شامی کی جلد اول ص ۶۲۷ میں مشہور اور علماء و سادات کی قبروں پر بنا کرنے کو مکروہ نہیں لکھا نیز اسی صفحے پر باتباع روایت حضرت جابرؓ (۴) جو مسلم شریف میں ہے قبہ وغیرہ بنانے کو مکروہ لکھا ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ بڑے بڑے اولیاء کے مزار پر قبے بنے ہوئے ہیں۔ المستفتی نمبر ۲۴۰۱ غلام مرتضی' احمد پور شرقی مورخہ ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۵ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۷۰) شامی میں مشائخ اور سادات کی قبور پر قبہ کی بناء کا جواز صرف جامع الفتویٰ (۵) سے قیل لفظ سے ذکر کیا ہے اور حرمت یا کراہت کا قول مسلم کی حدیث صحیح پر مبنی ہے اور شامی نے خود اقرار کیا ہے واما البناء علیه فلم ار من اختار جوازہ (۶) لہذا قول بالمنع اقوی اور احوط اور واجب العمل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بناء القبب علی القبور

اقوال حنفیہ

قبر پر قبے بنانا جائز نہیں

(جواب ۷۱) ویحرم البناء علیه للزینة لماروینا و یکره للاحکام بعد الدفن لان البناء للبناء

(۱) یا ابن فلان' اذکر ما کنت علیه الخ (الدر المختار ' باب صلاۃ الجنائز ۲/۱۹۱ ط سعید)

(۲) انما لا ینهی عن التلقین بعد الدفن' فانه لا ضرر فیه' بل فیه نفع (حلبی کبیر ' فصل فی الجنائز ص ۵۷۶ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) قیل : یا رسول اللہ ﷺ! فان لم یعرف اسمه' قال : ینسب الی آدم و حواء (الدر المختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۱۹۱ ط سعید) لوگوں کے فساد اور اعتقاد اور روافض کے شعار کی وجہ سے اس زمانے میں ترک کرنا ہی بہتر ہے لکن الآن صار شعار الروافض' و ترکه اهل السنة فنیه خوف التهمة فلا یلقن (اعلاء السنن' ابواب الجنائز' باب ما یلقن المحتضر ۸/۱۷۴ ط ادارۃ القرآن کراچی) (۴) عن جابر : قال نهی رسول اللہ ﷺ ان یجص القبر' وان یقعد علیه' وان یبنی علیه (مسلم شریف' کتاب الجنائز' فصل فی النهی عن تجصیص القبور' والقعود' والبناء علیه ۱/۳۱۲ ط قدیمی)

(۵) وفی الاحکام عن جامع الفتاوی' و قیل لا یکره البناء اذا کان المیت من المشائخ ' والعلماء' والسادات (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۷ ط سعید) (۶) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۷ ط سعید)

والقبر موضع الفناء (البرهان شرح مواهب الرحمن) ویکره الاجر والخشب لا نهما للزینة والاحکام والقبر موضع البلی والفناء (البرهان) وانما بعث النبیﷺعلیاً لایدع تمثالا(۱) الا طمثه ولا قبرامشرفا الا سواه و نهی ان یجصص القبر وان یبنی علیه وان یقعد علیه وقال لا تصلوا الیها لان ذلك ذریعة ان یتخذ ها الناس معبودا وان یفر طوافی تعظیمها بما لیس بحق فیحر فوا دینهم کما فعل اهل الکتاب وهو قوله ﷺ لعن الله الیهود(۲) والنصاریٰ اتخذ وا قبور انبیائهم مساجد— و معنی ان یقعد علیه قیل ان یلازمه المزدوررون و قیل ان یطئو االقبور و علی هذا فالمعنی اکرام المیت فالحق التوسط بین التعظیم الذی یقارب الشرك و بین الاهانته و ترك الموالاة به (حجة الله البالغه ص ۲۸ ج ۲) (۳) ویکره بناء ه بالجص والا جروالخشب (ملتقی الا بحرص ۴۸)(۴) وعن ابی حنیفة لا یوطأ القبر الا لضرورة ویزار من بعید ولا یقعد وان فعل یکره(۵) (کذافی حاشیة ملتقی الابحر نقلاً عن الخزانة) نهی ان یقعد علی القبر وان یجصص او یبنی علیه (رواه احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی' کذافی الجامع الصغیر للسیوطی)(۶) نهی ان یقعد علی القبر او یجصص او یبنی علیه(۷) (رواه احمد' کذافی کنوز الحقائق للمناوی) فی الخزانة یکره ان یزید واعلی تراب القبر الخارج منه(۸) (برجندی شرح مختصر الوقایه) و یکره تطیین القبور و تجصیصها والبناء علیها والکتب علیها(۹) (جوهره نیره) و فی النتف کره ان یکتب علیه اسم صاحبه وان یبنی علیه بناء و ینقش و یصبغ و یرفع و یجصص و فی المضمرات عن النبی ﷺانه قال صفق الریاح و قطر الا مطار علی قبر المؤمن کفارة لذنوبه و نهی عن الا کلیل والتجصیص (جامع الرموز)(۱۰)

---

(۱) عن ابی الهیاج الاسدی قال' قال لی علی' الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله ﷺ لا تدع تمثالا الا طمثته ولا قبرا مشرفا الا سویته (مسلم شریف ' کتاب الجنائز' فصل فی النهی عن تجصیص القبور و القعود والبناء علیها ۱/۳۱۲ ط قدیمی)

(۲) بخاری شریف : کتاب الجنائز' باب ما یکره من اتخاذ المسجد علی القبور ۱/۱۷۷ قدیمی

(۳) الجنائز ۲/۴۹۴ قاهره' بغداد

(۴) باب الجنائز ' فصل فی الصلاة علی المیت ۱/۱۸۶ ط بیروت

(۵) باب الجنائز' فصل فی الصلاة علی المیت ۱/۱۸۷ ط بیروت

(۶) الجزء الثالث' حرف النون باب المناهی ص ۱۹۳ مکتبه اسلامیه لائل پور پاکستان' و مسند احمد ۶/۲۹۹ ط المکتب الاسلامی دار صادر بیروت و مسلم شریف کتاب الجنائز' فصل فی النهی عن تجصیص القبور و القعود' والبناء علیها ۱/۳۱۲ ط قدیمی و ابوداؤد' کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر' ۲/۱۰۴ ' امدادیه' ملتان' و نسائی شریف ' کتاب الجنائز ' الزیادة علی القبر ۱/۲۲۱ ط سعید)

(۷) مسند احمد : ۶/۲۹۹ المکتب الاسلامی دار صادر بیروت و کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ' الجزء الثانی حرف النون' فصل فی المناهی ص ۱۳۸ ط مکتبه اسلامیه' لائل پور

(۸) ۱/۱۸۳ ط العالی لکشوری)

(۹) باب الجنائز ۱/۱۴۱ ط میر محمد کتب خانه کراچی

(۱۰) فصل فی الجنائز ۱/۲۸۹ ط المطبعه الکریمیه ببلدة قزان

قبروں کو پختہ بنانا' اونچی بنانا' ان پر قبے تعمیر کرنا اور ان کا طواف کرنا جائز نہیں

(ازاخبار الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) آج کل سلطان عبدالعزیز ابن سعود سلمہ اللہ نے مکہ مکرمہ کے قبے وغیرہ گرادیئے ہیں کیا یہ درست ہے ؟ اور حدیث میں جو آیا ہے کہ نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں قرن الشیطان ہو گا وہ کونسا نجد ہے ؟

(جواب ۷۲) ھو الموفق اونچی اونچی قبریں بنانا' قبروں کو پختہ بنانا' قبروں پر گنبد اور قبے اور عمارتیں بنانا' غلاف ڈالنا' چادریں چڑھانا' نذریں ماننا' طواف کرنا' سجدہ کرنا' یہ تمام امور منکرات شرعیہ میں داخل ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ان امور سے صراحتہً منع فرمایا ہے احادیث صحیحہ میں اس قسم کے امور کی ممانعت وارد ہے جو شرک یا مفضی الی الشرک ہیں حضور ﷺ ارواحنا فداہ نے مرض وفات میں آخری وصایا میں نہایت اہتمام سے یہ ارشاد فرمایا لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد (۱) یعنی خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا اور کتب حدیث میں وہ حدیثیں جن میں حضور اکرم ﷺ نے قبروں پر عمارت (گنبد و قبہ) بنانے اور چراغ جلانے سے منع فرمایا بکثرت موجود ہیں فقہ حنفی میں صراحتہً یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قبر کو پختہ نہ بنایا جائے نہ اس پر کوئی عمارت بنائی جائے (۲) اور صحابہ کرامؓ ائمہ مجتہدینؒ سلف صالحین کا طرز عمل اسی کے موافق قرون اولیٰ میں اس کی کوئی سند موجود نہیں کہ قبروں پر قبے بنائے جاتے تھے یا قبروں کی کوئی ایسی تعظیم کی جاتی تھی جو اب کچھ زمانے سے مروج ہے نذر اور طواف اور سجدہ تو عبادات ہیں اور غیر اللہ کے لئے عبادت کی نیت سے ان افعال کو کرنا تو یقیناً شرک ہے اور نیت عبادت نہ بھی ہو تا ہم حرام ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

سلطان ابن سعود نے قبے ڈھادیئے تو ان کے نزدیک چونکہ قبے بنانا ناجائز اور منکر شرعی تھا اس لئے انہوں نے بموجب ارشاد نبی ﷺ من رای منکم منکرا (الحدیث) (۳) اس کا ازالہ کیا معترضین اگر زیادہ سے زیادہ زور لگا کر بعض متاخرین کے قول سے اس کی اباحت پیش کر دیں تاہم حدیث صریح اور تصریحات سلف کے مقابلے میں اول تو یہ اقوال قابل التفات نہ ہوں گے دوسرے کہ پھر بھی ابن سعود کو سب و شتم کرنا اور ہدف ملامت بنانا جائز نہیں ہو گا حضور اکرم ﷺ کا صریح فرمان ہے سباب المسلم فسوق (۴) (بخاری)

نجد یا اس کا کوئی حصہ اگر موضع زلازل و فتن ہو اور حضور اکرم ﷺ نے اس میں سے قرن الشیطان

---

(۱) بخاری شریف' کتاب الجنائز' باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور ۱/۱۷۷ ط قدیمی

(۲) ولا یجصص للنھی عنہ ولا یطین ولا یرفع علیہ البناء (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۷ طبع محمد سعید)

(۳) من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ' فان لم یستطع' فبلسانہ' فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان (مسلم شریف' کتاب الایمان' باب کون النھی عن المنکر من الایمان الخ ۱/۵۱ ط سعید)

(۴) سباب المسلم فسوق' و قتالہ' کفر (بخاری : باب ما ینھی عن السباب' واللعن ۲/۸۹۳ طبع قدیمی کتب خانہ آرام باغ

کے نکلنے کی خبر بھی دی تھی تاہم اس سے یہ استدلال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ تمام نجدی اس کے مصداق ہیں تو کیا نجد میں آج تک کوئی صالح دیندار نہیں ہوا سب اسی حدیث کے موافق قرن الشیطان میں داخل ہیں ؟ معاذ اللہ ! جب کہ ایسا نہیں تو لا محالہ اہل نجد کے اعمال و اقوال ہی اس امر کے لئے معیار ہوں گے کہ وہ اس حدیث کے اندر داخل ہیں یا نہیں لہذا ہمیں یہ دیکھنا نہیں چاہئیے کہ ابن سعود نجدی ہیں یا یمنی حجازی ہیں یا شامی بلکہ ان کے اعمال و اقوال و عقائد کو دیکھنا چاہئیے اور اس کے موافق ان کے بارے میں رائے قائم کرنی چاہئیے۔

ہمیں جہاں تک معلوم ہوا ہے ابن سعود کے عقائد و اعمال میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان کو قابل مذمت قرار دے صرف نجدی ہونے سے ان پر ملامت کی بوچھاڑ کرنا اہل دین کا کام نہیں ۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی (الجواب صحیح بندہ احمد سعید واعظ دہلوی' محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی' شفاعت اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی)

تیسرا باب
نماز جنازہ

بے نمازی کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) چہ فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ گزاردن نماز جنازہ بے نمازی جائز است یا نہ ؟بینوا توجروا

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟بینوا توجروا

(جواب ۷۳) بر جنازہ بے نماز نماز گزاردن جائز بلکہ واجب است چہ جنازہ مسلم بغیر از گزاردن نماز دفن کردن روانیست ۔ اما علماؤ بزرگ قوم اگر زجراً شریک نمازنہ شوند مضائقہ ندارد کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

(ترجمہ)بے نمازی آدمی کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز بلکہ واجب ہے(۱) کیونکہ مسلمان میت کو بغیر نماز جنازہ کے دفن کرنا جائز نہیں لیکن علماءاور سردار قوم اگر زجراً نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی ہرج نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

(۱) وھو فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة' و قطاع الطریق ' فلا یغسلوا' ولا یصلی علیھم' وکذا اھل عصبة و مکابر فی مصر لیلاً بسلاح و خناق ' خنق غیر مرة حکمھم کالبغاة (درمختار ' باب الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعید

(۲) جیسا کہ خود کشی کرنے والے اور مقروض کی نماز جنازہ کا حکم ہے .فالظاھر انه امتنع زجراً لغیرہ عن مثل ھذا الفعل کما امتنع عن الصلاة علی المدیون (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/۲۱۱ ط سعید)

کافر کے بچے کا جنازہ جو مسلمان کے زیر پرورش مر جائے

(سوال)ماقولکم ایها العلماء الکرام نفعنا اللہ بعلومکم فی رجل کافر وھب ولده الصغیر لمسلم فکان فی یده ولبث ایاما ثم مات فهل للمسلمین ان یصلوا علی هذا الصبی ام لا؟ افتونا اجر کم اللہ تعالیٰ

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافر شخص نے اپنا ایک چھوٹا بچہ ایک مسلمان کو دے دیا تھا وہ مسلمان اس کی پرورش اور نگرانی کر رہا تھا کچھ عرصے کے بعد بچہ مر گیا تو کیا مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ واجب ہے یا نہیں ؟

(جواب ٤ ٧)اعلموا رحمکم اللہ تعالیٰ ان من شروط صحة الصلوٰة علی المیت ان یکون مسلماً باسلام مستقل کالبالغین المسلمین او غیر مستقل بتبعیة احد الا بوین کصبی اسلم ابوه وامه او بتبعیة احد الا بوین کصبی اسلم ابوه اوامه او بتبعیة السابی کصبی اخذه المسلم عنوة فی دار الحرب فکان عنده هناك فمات او بتبعیة الدار کصبی اسره مسلم او ذمی فاخرجه من دار الحرب الی دار الاسلام فمات یصلی علیه فی جمیع تیك الصور فهذه اربع صور نورد دلا ئلها اما الاول فظاهر (۱) واما الثانی فلما فی ردالمحتار (۲) اواسلم احدابویه یجعل مسلما تبعا سواء کان الصغیر عاقلا او لم یکن لان الولد یتبع خیرا لا بوین دینا انتهی

وفی ایضاً واذاسبی المسلمون صبیان اهل الحرب و هم بعد فی دار الحرب فدخل ابائهم دار الاسلام واسلموا فابناؤهم صاروا مسلمین باسلام ابائهم وان لم یخرجوا الی دارالاسلام انتهیٰ (۳)

واما الثالث فلما فی الفتاویٰ العالمگیریة (٤) والصبی اذا وقع فی ید المسلم من الجند فی دار الحرب وحده ومات هناك صلی علیه تبعا لصاحب الید کذافی المحیط انتهیٰ

وفی رد المحتار نقلا عن البحر لان فائدة تبعیة السابی انما تظهر فی دار الحرب بان وقع صبی فی سهم رجل ومات الصبی یصلی علیه تبعا للسابی انتهی (٥)

قلت ولا یذهب علیك ان الحکم باسلام الصبی فی هذه الصورة مقید بما اذا ملکه السابی بقسمة او بیع من الامام ولم یتفق اخراجه الی دار الاسلام بعد کما ذکره العلامة الشامی (٦) عن شرح السیر الکبیر

---

(۱) وهی فرض علی کل مسلم خلا بغاة (تنویر الابصار باب صلاة الجنائز ۲/۲۱۰ ط سعید

(۲-۳) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۹ طبع سعید

(٤) باب الجنائز الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت نمبر ۱٦۳ ط مکتبه ماجدیه کوئٹه

(٥) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۹ طبع سعید

(٦) فانه قال : لو سبی وحده لا یحکم باسلامه مالم یخرج الی دار الاسلام فیصیر مسلما تبعا للدار او یقسم الامام الخ (رد المحتار باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۹ ط سعید)

واما الرابع فلما في الدر المختار ولو سبى بدونه (اى بدون احد ابويه) فهو مسلم تبعا للدار اوللسبى (۱) انتهىٰ وفى كنز الدقائق و شرحه للعينى اولم يسب احدهما معه اى احد الابوين معه ففى هذه الصور يصلى عليه تبعا لاسلام احد ابويه او تبعا للدار —(۲)انتهىٰ

بقى ان الصبى اذا تكلم بالشهادتين بنفسه فما حكمه ؟ قلت ان كان الصبى مميز ا بان يكون ابن سبع سنين يعتبر اسلامه ولو مات يصلى عليه —

قال فى رد المحتار (۳)بل هو تابع لاحد ابويه الى البلوغ مالم يحدث احتلاما وهو مميز كما صرح به فى البحر انتهى وفى الدر المختار او اسلم الصبى وهو عاقل اى ابن سبع سنين صلى عليه لصيرورته مسلماً انتهى—(۴)

واذا تمهد هذا فاعلم ان الكافر الذى وهب ولده لمسلم او باع منه فى هذه الدار لا تصح بيعه ولا هبته ولا يملكه الموهوب له ولا المشترى منه ولا تكون يده عليه يد الملك بل يكون الصبى عنده حر كما كان قبل البيع والهبة تابعا فى دينه لا بويه الكافرين —

نعم لو اسلم احد ابويه اواسلم الصبى بنفسه وهو مميز حكم باسلامه وصلى عليه ولم يقع التصريح فى السوال بعدم اسلام احد ابويه او بعدم تكلمه بكلمة الاسلام فلذا لم نصرح فى الجواب لكن لا يشكل على المتفقه تخريج الجواب —

وهذا الذى ذكر نا لا نعلم فيه خلافا بين الامام ابى حنيفة والا مام الشافعىؒ من الحكم بعدم الصلوٰة على صبى كافرا بواه كافران ولم يسلم هو بنفسه ولم يسب —

والله تعالىٰ اعلم و علمه واتم واحكم　كتبه الراجى رحمة مولاه محمد كفاية الله غفرله ربه وارضاه —

(ترجمہ) میت پر نماز جنازہ پڑھنے کی شرطیں یہ ہیں کہ میت بذات خود مستقل مسلمان ہو جیسے کہ بالغ مسلمان مرد و عورت یابذات خود مکلّف نہ ہو تو اس کے ماں باپ میں سے ایک مسلمان ہو جیسے وہ بچہ جس کا باپ یاماں مسلمان ہو گئی ہو یا قید کرنے والے کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کسی مسلمان نے دارالحرب میں قوت کے ساتھ چھین لیا ہو اور وہیں وہ بچہ مرجائے یا دار کی تبعیت سے جیسے وہ بچہ جس کو کوئی مسلمان یا ذمی قید کر کے دار الاسلام میں لے آئے اور یہاں آکر وہ بچہ مرجائے ان تمام صورتوں میں نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان چاروں صورتوں کے دلائل ہم بیان کرتے ہیں۔ پہلی صورت تو ظاہر ہے اس کی دلیل کی ضرورت نہیں

(۱) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲۹ ط سعيد
(۲) کتاب میں عبارت یوں ہے اولم يسب احدهما اى احد الابوين (معه) اى مع الصبى ففى هذه الصور الخ باب الجنائز فصل فى بيان احكام الصلاة على الميت ۱/ ۶۶ طبع ادارة القرآن
(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲۹ طبع سعيد
(۴) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۳۰ طبع سعيد

دوسری صورت کی دلیل جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ جس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو وہ بچہ مسلمان سمجھا جائے گا خواہ وہ بچہ عاقل ہو یا نادان ہو کیونکہ بچہ اپنے ماں باپ میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو اور ردالمحتار میں یہ بھی ہے کہ اگر مسلمانوں نے اہل حرب کے بچوں کو قید کر لیا اور پھر وہ دارالحرب میں ہی رہے اور ان بچوں کے ماں باپ دارالاسلام میں داخل ہو کر اسلام لے آئے تو وہ بچے اگرچہ دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اپنے ماں باپ کے اسلام لانے کی وجہ سے مسلمان قرار دیئے جائیں گے۔

تیسری صورت کی دلیل جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جو بچہ دارالحرب میں فوج کے ذریعہ تنہا قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے اور دارالحرب میں ہی مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ وہ اس کے مالک یا قابض کے تابع ہونے کی وجہ سے مسلمان سمجھا جائے گا کذافی المحیط۔

اور ردالمحتار میں بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قید کرنے والے کی تبعیت کا فائدہ دارالحرب میں حاصل ہو سکتا ہے اس طریقے پر کہ کوئی قیدی بچہ کسی شخص کے حصہ میں آگیا اور وہ بچہ مر گیا تو اس پر نماز جنازہ ہو گی کیونکہ وہ اپنے قابض کا تابع ہے انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ تم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس صورت میں بچہ کو مسلمان قرار دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قابض تقسیم سے یا امام سے خرید کر اس کا مالک بنا ہو اور ابھی تک اخراج الی دارالاسلام نہ ہوا ہو۔

چوتھی صورت کی دلیل در مختار میں ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنے ماں یا باپ کے بغیر قید ہوا ہو تو وہ مسلمان قرار دیا جائے گا کیونکہ وہ دارالاسلام یا گرفتار کرنے والے کے تابع سمجھا جائے گا اور کنزالدقائق اور اس کی شرح عینی میں ہے کہ یا بچہ کا باپ یا ماں دونوں میں سے ایک اس بچہ کے ساتھ گرفتار نہ ہوا ہو تو ان صورتوں میں بچہ احدالابوین کے اسلام لانے کی وجہ سے یا دارالاسلام کی تبعیت سے مسلمان قرار دیا جائے گا رہی یہ بات کہ اگر بچہ بذات خود کلمہ شہادت پڑھے تو اس کا حکم کیا ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ اگر بچہ باعث شعور ہو مثلاً سات برس کا ہو تو اس کا اسلام معتبر ہو گا اور اگر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی ردالمحتار میں ہے کہ بچہ ذی شعور ہو اور اسلام نہ لائے تو بلوغ تک اپنے ماں باپ میں سے ایک کا تابع سمجھا جائے گا جیسے کہ بحر میں اس کی تصریح ہے اور در مختار میں ہے کہ سمجھدار بچہ یعنی سات برس کا بچہ اگر اسلام لے آئے اور پھر مر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

تمہید مذکورہ کے بعد جاننا چاہئے کہ (برطانوی) ہندوستان میں اگر کسی کافر نے اپنا بچہ کسی مسلمان کو بخش دیا یا اس کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اس کا یہ ہبہ اور فروخت صحیح نہ ہو گی اور وہ مسلمان نہ ہبہ کی صورت میں اس بچے کا مالک ہو گا نہ خرید کی صورت میں اور اس کا قبضہ مالکانہ نہیں ہو گا بلکہ وہ بچہ اس کی تحویل میں آزاد کی حیثیت سے رہے گا جیسا کہ بیع و ہبہ سے قبل تھا اور اپنے کافر والدین کے دین کا تابع ہو گا۔

ہاں اگر اس کے ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے یا خود وہ بچہ اسلام لے آئے بشرطیکہ باشعور ہو تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور سوال مذکورہ میں اس کے ماں باپ

میں سے کسی کے اسلام نہ لانے یا خود اس بچے کے کلمہ نہ پڑھنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس لئے جواب میں بھی صاف حکم نہیں دیا جا سکتا لیکن سمجھ دار آدمی کے لئے جواب کا معلوم کرنا مشکل نہیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس میں امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے یعنی وہ بچہ جس کے ماں باپ کافر ہوں اور خود بھی اس نے کلمہ نہ پڑھا ہو اور نہ قید ہو کر آیا ہو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔ کتبہ الراجی رحمتہ مولاہ محمد کفایت اللہ غفر لہ ربہ وارضاہ

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا

(سوال) نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷۵) حنفیوں کے نزدیک سورہ فاتحہ قراۃ کی نیت سے نماز جناہ میں پڑھنا جائز نہیں ہاں اگر بہ نیت دعا پڑھی جائے تو درست ہے۔ فی العالمگیریۃ ص ۱٤۷ ج ۱ ولا یقرأ فیھا القرآن ولو قرأ الفاتحۃ بنیۃ الدعاء فلا باس بہ وان قرأھا بنیۃ القراءۃ لا یجوز لانھا محل الدعاء دون القراءۃ کذافی محیط السرخسی (۱)

کئی میتوں کی ایک ساتھ نماز جائز ہے

(سوال) دو تین میت کی نماز ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۷٦) دو تین میت کی نماز ایک ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ ولو اجتمعت الجنائز یخیر الامام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدۃ وان شاء صلی علی الکل دفعۃ بالنیۃ علی الجمیع کذافی معراج الدرایۃ (۲) (عالمگیری ص ۵۷ اج ا)

بت خانہ میں جا کر مذہبی رسوم ادا کرنا کفر ہے اس کی جنازہ نہ پڑھی جائے

(سوال) ایک مسلمان عورت کسی کافر کے ساتھ کفر کے رسم ورواج کے موافق نکاح کر کے رہی اور اس کافر کے ساتھ ان کے بت خانے میں جا جا کر مذہبی رسوم پوجا پاٹ ادا کرتی رہی ایسی عورت کے مرنے پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۷۷) بت خانے میں جانا اور بت پرستی کے رسوم ادا کرنا بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے اور چونکہ یہ کام اس نے اپنی خوشی اور رضامندی سے کئے ہیں اور رضا بالکفر بھی کفر ہے اس لئے وہ عورت کافرہ ہے لہذا اس کے جنازے پر نماز پڑھنا اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا جائز نہیں۔ وکما لو سجد لصنم او وضع مصحفا

---

(۱) الفصل الخامس فی الصلوۃ علی المیت ۱/ ۱٦٤ ط مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

(۲) فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱/ ۱٦۵ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

في قاذورة فانه يكفر وان كان مصدقا لان ذلك في حكم التكذيب .كما افاده في شرح العقائد الخ (ردالمحتار) (۱)اور چونکہ یہ مرتد ہے اس لئے اسے غسل دینا بھی جائز نہیں۔ ويغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه كخاله الكافر الا صلي اما المرتد فيلقي في حفرة كالكلب انتهى (درمختار)(۲) ولا يغسل ولا يكفن ولا يدفع الي من انتقل الي دينهم بحر عن الفتح (۳)(ردالمحتار)

(۱) چند میتیں جمع ہوں تو ہر ایک کی علیحدہ نماز اولیٰ ہے
(۲) فاسق کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے
(۳) حالت نزع میں کلمہ کا انکار کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) (۱) دو میتوں کا جنازہ ایک بار پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟(۲) نیز یہ کہ ایک شخص نے تمام عمر کبھی نماز نہیں پڑھی لیکن توحید و رسالت کا قائل ہے اذان سن کر کلمہ شریف یا اللہ اللہ پڑھتا ہے اس شخص کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں (۳) ایک شخص نے بلوغ سے لے کر تادم مرگ نماز کبھی نہیں پڑھی بعض موقع پر اس سے کلمہ شریف سنا گیا نزع کے وقت اس نے کلمہ سے انکار کیا اس شخص کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۷۸) چند میت جمع ہو جانے کی صورت میں اولیٰ تو یہی ہے کہ ہر ایک کی نماز جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے لیکن اگر ایک ساتھ پڑھ لی جائے تب بھی جائز ہے اور ان میں سے افضل کو امام کے قریب رکھا جائے واذا اجتمعت الجنائز فالا فراد بالصلوة لكل منها اولي وهو ظاهر و يقدم الا فضل فالا فضل ان لم يكن سبق وان اجتمعن ولو مع السبق وصلي مرة واحدة صح (مراقي الفلاح) (۴) روي الحسن عن ابي حنيفة يوضع افضلهم واسنهم مما يلي الامام وهو قول ابي يوسف (مراقي الفلاح) (۵)(۲) وجوب نماز جنازہ کے لئے میت کا صرف مسلمان ہونا شرط ہے اور جب کہ یہ شخص مسلمان تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے اس کا کبھی نماز نہ پڑھنا موجب فسق ہے لیکن نماز جنازہ فاسق کی بھی پڑھنی لازم ہے ہاں مقتدا اور بزرگ اشخاص زجراً اس کے جنازے کی شرکت نہ کریں تو بہتر ہے وشرطها ستة اسلام الميت وطهارته (درمختار)(۶) و يصلي علي كل ميت مات بعد الولادة صغير اكان او كبيرا ذكر اكان او انثى حرا كان او عبدا الخ(هنديه) (۷) واما بيان من يصلي عليه فكل مسلم مات بعد الولادة يصلي عليه صغير اكان او كبيرا ذكرا كان اوانثى حرا كان

(۱) باب المرتد ۴/۲۲۲ ط محمد سعید
(۲) باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۰ طبع محمد سعید
(۳) باب صلاة الجنائز ۲/۲۳۰ ط محمد سعید
(۴ - ۵) باب احكام الجنائز ص ۳۵۸ ط مصطفى البابي الحلبي مصر
(۶) باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۷ ط محمد سعید
(۷) باب الجنائز' الفصل الخامس في الصلاة على الميت ۱/۱۶۳ ط مكتبه ماجديه كوئٹه

او عبداً الا البغاة وقطاع الطريق و من بمثل حالهم لقول النبی ﷺ صلوا علی کل بروفاجر وقوله علیه السلام للمسلم علی المسلم ست حقوق وذكر من جملتها ان يصلی علی جنازته من غير فصل الا ما خص بدليل والبغاة ومن يمثل حالهم مخصوصون لما ذكرنا (بدائع) (۱)(۳) ایسے شخص کے ساتھ تمام معاملات مسلمانوں جیسے کئے جائیں گے اور اس کے لئے استغفار کیا جائے گا اور حالت نزع کا انکار مضر نہیں کیونکہ وہ وقت نہایت سختی و شدت کا وقت ہے اور اس وقت ہوش و حواس کا قائم نہ رہنا ممکن ہے وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر فی حقه و يعامل معاملة موتی المسلمين حملا علی انه فی حال زوال عقله ولذااختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال (در مختار) (۲) واللہ اعلم

(۱) غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں
(۲) نماز پڑھنے کے لئے عورت کے جنازے پر پردہ ثابت نہیں

(سوال) (۱) مردہ غائب پر نماز جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو جس مردے پر نماز جنازہ بالکل نہیں پڑھی ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھو تو کیا قبر میں مردہ غائب نہیں ہے ؟
(۲) اگر عورت کا جنازہ ہو تو دونوں طرف لکڑی گاڑ کر پردہ کر کے جنازہ پڑھا جائے یہ درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۷۔۷ ۲ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۹) جنازہ غائب پر حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ نہیں ہے (۳) جس میت کو جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا ہو اس کی قبر پر حنفیہ کے نزدیک بھی نماز جنازہ جائز ہے (۴) یہاں قبر قائم مقام جنازہ کے ہے کیونکہ نعش قبر کے اندر موجود ہے اور آنحضرت ﷺ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی ہے۔ (۵)
(۲) عورت کے جنازے پر نماز پڑھنے کے لئے سرہانے اور پائنتی لکڑیاں کھڑی کر کے چادر تان دینا نہ ضروری ہے نہ ثابت اس کے جنازے پر جو نعش قائم کی جاتی ہے پردے کے لئے وہی کافی ہے یہ پردے کی جدید صورت خلاف متوارث ہے۔ (۶)

....

(۱) فصل فی الجنازة ۱/ ۳۱۱ مكتبه رشيديه كوئٹه
(۲) باب صلاة الجنائز ۲/ ۱۹۲ ط محمد سعيد
(۳) فلا تصح علی غائب　　وصلاة النبی ﷺ علی النجاشی لغوية او خصوصية الخ(الدر المختار باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۰۹ ط سعيد
(٤) ولو دفن الميت قبل الصلاة او قبل الغسل فانه يصلی علی قبره الی ثلاثة ايام (هنديه باب الجنائز فصل فی الصلاة علی الميت ۱/ ۱٦٥ ط ماجديه كوئٹه
(٥) عن ابی هريرةؓ ان اسود رجلا او امراة كان يكون فی المسجد　قال: فدلونی علی قبره قال فاتی قبره فصلی عليه (بخاری كتاب الجنائز باب الصلاة علی القبر بعد ما يدفن ۱/ ۱۷۸ ط قديمی)
(٦) يقوم للرجل والمراة بحذاء الصدر الخ (هنديه باب الجنائز فصل فی الصلاة علی الجنازة ۱/ ۱٦٤ ط كوئٹه) اس میں مرد اور عورت کا فرق نہیں کیونکہ کفن سے پردہ ہو جاتا ہے

(۱) جنازہ کی دعا میں فلاں ابن فلاں کی جگہ میت کا نام لینا
(۲) نماز جنازہ میں جہر نہیں
(۳) جہر سے پڑھنے والے کے پیچھے حنفیوں کی نماز درست ہے

(سوال) جنازے کی نماز میں میت کے لئے دعا اللّٰھم ان فلان بن فلان فی ذمتك و حبل جوارك الخ فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے تو جائز ہے یا نہیں ؟(۲) جنازے کی نماز جہر سے پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟(۳) اگر کسی نے جہر سے جنازہ پڑھا اور اس کے پیچھے متبعین امام صاحبؒ بھی شریک ہوں تو ان حنفیوں کی نماز جنازہ ہو گی یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۶ محمد عبدالجلیل سامرودی ۵ رجب ۱۳۵۲ھ م ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۸۰) جب دعائے مذکور پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے (۱) (۲) حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے(۲) تاہم اگر امام نے جہر کیا تو حنفیوں کا کوئی حرج نہیں (۳) حنفی بھی اس امام کے پیچھے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

جنازہ کی دعا میں میت کا نام لینے پر اشکال

(سوال) آپ کے نام سے ایک استفتا شائع ہوا ہے وہ ارسال خدمت ہے یہی جواب آپ نے دیا ہے یا کچھ تغیر و تبدل ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۴ عبدالقادر احمد نزاوا' سورت ۸ شوال ۱۳۵۲ھ م ۲۴ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۱) میرے یہاں اس سوال وجواب کی نقل موجود ہے یہ سوال مولوی محمد عبدالجلیل صاحب سامرودی نے بھیجا تھا مجھے معلوم تھا کہ وہ فرقہ اہل حدیث کے عالم ہیں اور وہ نماز جنازہ میں دعا اللّٰھم ان فلان بن فلان الخ. پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اس لئے میں نے ان کو یہ جواب دے دیا کہ جب یہ دعا پڑھی جائے تو فلاں بن فلاں کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیا جائے میرا مطلب یہ تھا کہ حنفیہ کے نزدیک تو نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھی ہی نہیں جاتی تو میت کے نام لینے یا نہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب میں میں نے جو لکھا ہے کہ اگر امام اہل حدیث ہو اور وہ جہر سے نماز پڑھائے تو حنفی مقتدیوں کا اس میں کوئی حرج نہیں اور خود حنفیوں کے نزدیک نماز جنازہ میں جہر نہیں ہے(۴) یہ جواب صحیح ہے یہ تمام تحریر ان سوالات وجوابات کے متعلق ہے جو رسالہ مطبوعہ کے صفحہ ۸ پر درج ہیں اور شروع رسالہ میں جو

(۱) اس پر اس اشکال کا جواب کہ "احناف کے ہاں مذکورہ دعا نہیں پڑھی جاتی "صفحہ نمبر ۸ کے حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں
(۲) و یخافت فی الکل الا فی التکبیر (ھندیہ' باب الجنائز' فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱/ ۱۶۴ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)
(۳) وفی حاشیہ للرملی' ربما یستفاد منہ ان الحنفی اذا اقتدی بالشافعی فالا ولی متابعۃ فی الرفع (رد المحتار ' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۱۲ ط سعید)
(٤) و یخافت فی الکل الا فی التکبیر (ھندیہ : باب الجنائز فصل فی الصلاۃ الجنازۃ ۱/ ۱۶٤ ط ماجدیہ ' کوئٹہ)

سوال وجواب ہیں ان سے میری اس تحریر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز جنازہ عید کی نماز اور خطبہ کے بعد پڑھنا جائز ہے

(سوال) اگر جامع مسجد میں عید کے روز نماز عید سے قبل جنازہ داخل ہوا ہو تو نماز جنازہ خطبے کے بعد پڑھنی چاہئیے یا قبل ؟ ہمارے یہاں کے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ پہلے خطبہ عید پڑھ کر بعد میں نماز جنازہ پڑھنی چاہئیے ؟
المستفتی نمبر ۱۹۲ سیٹھ محمد جمال عبدالرحمن ہمت نگر ۱۲ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء
(جواب)(از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) نماز جنازہ عید کی نماز کے بعد اور خطبہ عید سے پہلے پڑھنی چاہئیے تنویر الابصار میں ہے وتقدم صلوٰتھا علی صلوٰۃ الجنازۃ اذااجتمعا و تقدم صلوٰۃ الجنازۃ علی الخطبۃ فتاویٰ شامی میں اس کے متعلق لکھا ہے قولہ علی الخطبۃ ای خطبۃ العید و ذلک لفرضیتھا و سنیۃ الخطبۃ و کذا یقال فی سنۃ المغرب(۱) (جلد اول ص ۶۱۰) حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی
(جواب ۸۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) تقدیم نماز عید اس وجہ سے مستحسن ہے کہ عید کی نماز میں تشویش اور گڑبڑنہ ہو ورنہ نماز جنازہ پہلے ہونی بہتر تھی تو یہی وجہ نماز عید کے بعد خطبہ سے پہلے نماز جنازہ ادا کرنے میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے اگر نماز عید اور خطبہ دونوں سے فارغ ہو کر نماز جنازہ پڑھی جائے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر آدمی کم ہوں اور کسی گڑبڑ کا اندیشہ نہ ہو تو خطبہ سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز جنازہ کی وصیت باطل ہے 'اگر دوسرے نے نماز پڑھائی تو مذکورہ شخص دوبارہ جنازہ نہیں پڑھا سکتا

(سوال) اگر کوئی آدمی اپنی زندگی میں یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد فلاں آدمی میرا جنازہ پڑھے اب جس وقت وہ مر گیا تو موصی لہ' کے سوا کسی دوسرے آدمی نے زبردستی جنازہ پڑھا بعدہ موصی لہ' آیا اور اس نے اس کی نماز جنازہ کو دوبارہ پڑھا اب جس نے اول نماز پڑھائی اس نے موصی لہ' اور اس کے مقتدیوں کو جو کہ اس نماز جنازہ میں موجود تھے حکم کفر اور سہ طلاق شرعی کا دیا یہ کفر کے حکم دینے والے کے لئے کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۹۳ محمد سلیمان کشمیری۔ ۱۵ شوال ۱۳۵۲ھ ۳۱ جنوری ۱۹۳۴ء
(جواب ۸۳) اگرچہ موصی لہ' کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا نہیں چاہئیے تھا لیکن اگر اس نے بخیال وصیت نماز

---

(۱) باب العیدین ۲/۱۶۷ ط سعید
(۲) بہتر تو یہ ہے کہ نماز جنازہ سنتوں اور خطبے سے قبل ہو کیونکہ نماز جنازہ فرض ہے اور فرض مقدم ہوتا ہے لیکن چونکہ اس زمانے میں دین سے بے رغبتی زیادہ ہے اس لئے اگر جنازہ مقدم کریں تو پھر لوگ خطبہ اور سنتیں بالکل ہی چھوڑ دیں گے اس لئے اگر خطبہ وغیرہ کے بعد جنازہ ادا کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

پڑھادی تو کوئی حرام یا گناہ کبیرہ کا کام نہیں کیا صرف حنفیہ کے نزدیک اس نے بلاعذر کراہت تکرار نماز جنازہ کا ارتکاب کیا (۱) اس سے زیادہ نہیں پس جس نے اس پر اور اس کے مقتدیوں پر کفر کا یا طلاق پڑنے کا حکم لگایا اس نے غلط حکم لگایا اور جہالت کا کام کیا اسے چاہئے کہ توبہ کرے ورنہ زوال ایمان کا اس حکم لگانے والے کے لئے خطرہ ہے۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک مسئلے پر تنقیح

(سوال) ایک امام صاحب جنازے کی نماز میں شریک نہیں ہوتے اگر ہوں بھی تو موتٰی کے حق میں دعا نہیں مانگتے

(جواب ۸۴) موتٰی کے حق میں دعا نہ مانگنے کا کیا مطلب ہے نماز جنازہ میں تو موتٰی کے لئے دعا اللّٰہم اغفر لحینا و میتنا الخ (۳) موجود ہے کیا یہ دعا وہ نہیں پڑھتے ؟

ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) ولد الزنا یقینی کسی عورت کا ہو یا اور کسی عورت کا اس کے حق میں نماز جنازہ پڑھنی چاہئے یا نہیں ؟ جو علماء کسی کے ولد الزنا کی نماز جنازہ سے منع فرماتے ہیں ان کی دلیل کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۴۰۸ مولوی محمد عالم امام جامع مسجد جام نیر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۵) ولد الزنا جس کے ماں باپ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو وہ مسلمان بچہ ہے (۴) اور اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے ظاہر ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں قصور اگر والدین کا ہو تو بچہ اس کا مواخذہ دار نہیں ہو سکتا وہ تو معصوم بے گناہ ہے تعزیر تنبیہ اور زجر کا نہ محل ہے کیونکہ نابالغ تھا اور نہ مستحق ہے کیونکہ ولد الزنا ہونا اس کا اختیاری فعل نہیں ہے (۵) تنبیہ یا زجر زانی اور زانیہ کو ہو تو مضائقہ نہیں ہے وہ بھی اس صورت سے کہ زانی اور زانیہ کے جنازے کی نماز سب لوگ اور اچھے لوگ نہ پڑھیں ایک دو آدمی پڑھ کر دفن کر دیں۔ (۶) محمد کفایت اللہ

---

(۱) فیؤدی الی تکرار الصلوۃ علی میت واحد وذالک مکروہ عندنا (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط وجوبہ ۱/ ۳۰ ط سعید)

(۲) قال النبی : ایما امرء قال لاخیہ' کافر فقد باء بہا احد ہما' ان کان کما قال والا رجعت الیہ (مسلم شریف' باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ' یا کافر ۱/ ۵۷ ط قدیمی)

(۳) ویدعو بعد الثالثۃ بامور الآخرۃ' والماثورۃ اولی' قولہ : والماثورۃ اولی' ومن الماثور' اللّٰہم اغفر لحینا الخ (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۱۲ ط سعید)

(۴) اس مسئلے کی تفصیل صفحہ ۹۵ پر ملاحظہ فرمائیں

(۵) کیونکہ اس سے بچنا اس بچے کی قدرت میں نہیں تھا اور ارشاد باری تعالٰی ہے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا البقرۃ ۲۸۶ اور دوسرے کا بدلہ اس بچے پر ڈالنا بھی صحیح نہیں ہے ارشاد باری تعالٰی ہے الا تزر وازرۃ وزر اخری النجم ۳۸

(۶) عن جابر بن سمرۃ قال : اتی النبی ﷺ برجل قتل نفسہ بمشاقص' فلم یصل علیہ (مسلم شریف' کتاب الجنائز' فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین ۱/ ۳۱۴ ط قدیمی) اور شامی میں ہے اقول' قد یقال' لا دلالۃ فی الحدیث علی ذالک' لانہ لیس فیہ سوی انہ علیہ السلام لم یصل علیہ' فالظاہر انہ امتنع زجرا لغیرہ عن مثل ہذا الفعل کما امتنع عن الصلاۃ علی المدیون' ولا یلزم من ذالک عدم صلاۃ احد علیہ من الصحابۃ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۱۱ ط سعید)

مسلمان و کافر کے تعلقات سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم

(سوال) حنفیہ کے نزدیک ولد الزنا کا نسب تو زانی سے ثابت نہیں ہوتا اور وہ ماں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن شامی جلد ثانی باب نکاح الکافر میں الولد یتبع خیرا لابوین دنیا کے تحت میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر مسلم اور نصرانیہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو مذہب کے قواعد کی رو سے تو اس کے اسلام کا حکم نہ کیا جانا چاہئے لیکن بعد میں اس بات پر زور دیا ہے کہ احتیاطاً اس کو مسلمان کہنا چاہئے بناءً علیہ اگر اس قسم کا ولد الزنا مسلم زانی کی پرورش میں چند سال رہ کر قبل البلوغ گزر جاوے تو اس کی تجہیز و تکفین اسلامی طریقے پر کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاوے یا نہیں ؟ اگر مسلم اور کافرہ سے ولد الزنا پیدا ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟ اگر مسلم زانی کی پرورش میں نہ رہے بلکہ نصرانیہ یا کافرہ ماں کی پرورش میں رہ کر قبل البلوغ گزر جائے تو کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۴۱۳ ابراہیم سنجالوی، جوہانسبرگ (افریقہ) ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۵۳ھ م ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۸۶) ہاں یہی اولیٰ واحوط ہے کہ اس کو مسلمان قرار دیا جائے اور اگر اس قسم کا بچہ زانی مسلم کی تربیت میں ہونے کی صورت میں مرجائے تو مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے اور جنازے کی نماز پڑھی جائے اور یہی حکم مسلم اور کافرہ کے ولد الزنا کا بھی ہے اگر باپ موجود ہو تو نصرانیہ یا کافر کے قبضے میں ہونا اس حکم کو نہ بدلے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

مسلمان کے زیر پرورش کافر کے بچے کی جنازہ جائز نہیں

(سوال) شخصے مسلم کودکے مشرک پنج یومیہ را پرورش نمودہ بعمر یکماہ وہفدہ روز آن بچہ وفات یافت امام مسجد فرمود نماز جنازہ اش وتدفین وے جائز نیست بلکہ اورا حوالہ کفار کردہ شود تا بدستور شاں تدفین وے کنند المستفتی نمبر ۸۷۴ باسہ میاں (ضلع مولمین برما) ۱۱ صفر ۱۳۵۴ھ ۱۵ مئی ۱۹۳۵ء

(ترجمہ) ایک مسلمان نے مشرکین کے ایک پانچ دن کے بچے کو لے کر پالا وہ ایک ماہ سترہ روز کا ہو کر مر گیا امام مسجد نے فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ اور تدفین جائز نہیں ہے بلکہ اس کو کفار کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے دستور کے مطابق اس کی رسوم ادا کریں ؟

(جواب ۸۷) اولاد کفار تابع والدین خود باشد تاوقتیکہ بسن تمیز رسیدہ اسلام را قبول نہ کند سن تمیز از سال پنجم تا سال ہفتم گفتہ شدہ پس اقل مدت برائے او سال پنجمین است پس در صورت مذکورہ این بچہ حکماً مسلمان نشد اما اگر والدین بچہ تعرض نکنند مسلمانان را جائز است کہ تکفین و تدفین بچہ مثل مسلماناں کنند اما نماز جنازہ بایں جہت کہ اسلام بچہ ثابت نشد نگزارند۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

(ترجمہ) کفار کی اولاد اپنے والدین کے تابع ہوتی ہے (۲) جب تک سن شعور کو پہنچ کر اسلام قبول نہ کر لے

---

(۱) اس مسئلے کی تفصیل صفحہ ۶۹ پر آرہی ہے

(۲) کصبی سبی مع احد ابویہ لا یصلی علیہ لانہ تبع لہ ' ای فی احکام الدنیا' لا العقبی' او اسلم الصبی وھو عاقل ای ابن سبع سنین صلی علیہ' لصیرورتہ مسلما (درمختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۳۰ ط سعید)

سن شعور پانچ برس(۱) سے لیکر نو برس کی عمر تک بتایا گیا ہے پس اس کی کم از کم مدت پانچ برس کی عمر ہے صورت مذکورہ میں یہ بچہ مسلمان کے حکم میں نہیں ہے(۲) لیکن اگر اس کے ماں باپ کو اعتراض نہ ہو تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اس بچہ کو مسلمان کی طرح کفن دے کر دفن کریں لیکن چونکہ اس کا اسلام ثابت نہیں ہوا اس لئے نماز جنازہ ادا نہ کریں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ولی اگر عالم ہو تو امام محلّہ سے مقدم ہے

(سوال) ولی میت اگر امام محلّہ سے اعلم و اتقی ہو تو بر تقدیر عدم موجودگی بادشاہ یا قاضی وغیرہ نماز جنازہ کی امامت کا مستحق کون ہے ؟ نماز جنازہ میں قرأت مشروع ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۷۵ عبدالرشید (ضلع سلہٹ) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۸) امام محلّہ کو ولی سے تقدم کا حق اس وقت ہے کہ وہ ولی سے افضل ہو لیکن اگر ولی امام محلّہ سے اعلم و اتقی ہو تو ولی کا حق تقدم مقدم ہے۔وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولیٰ (درمختار)(۴) نماز جنازہ میت کے لئے دعاو شفاعت ہے اس میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے۔(۵)

(۱) اگر جنازہ پڑھے بغیر دفن کیا ہو تو میت کے پھٹنے سے پہلے قبر پر جنازہ پڑھ سکتے ہیں
(۲) میت سامنے رکھ کر فرض نماز پڑھنا

(سوال) (۱) اگر کوئی میت بغیر نماز جنازہ دفن کی جائے تو کیا نماز جنازہ قبر پر پڑھ سکتے ہیں ؟
(۲) میت سامنے رکھی ہو تو فرض نماز رکوع و سجود والی باجماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اگر پڑھ سکتے ہیں تو نماز بکراہت ہوگی یا بلاکراہت ؟ المستفتی نمبر ۲۳۴ مولوی نور اللہ (ضلع لائل پور) ۲ رجب ۱۳۵۴ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۸۹) (۱) ہاں اگر بغیر نماز پڑھے دفن کر دیا گیا ہو تو قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جب تک میت کے پھول پھٹ جانے کا خیال نہ ہو اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں مختلف موسموں اور مختلف مقامات میں جسم سالم

---

(۱) و کلیا تختلف صغراً ای مع التمیز ' وقدروہ بخمس سنین (رد المحتار ' کتاب البیوع ' باب خیار العیب ۵/۸ ط سعید)
(۲) کیونکہ نہ والدین میں سے کوئی مسلمان ہے اور نہ قید ہو کر آیا ہے کہ دارالاسلام کا تابع ہو کر مسلمان قرار دیا جائے اور نہ خود سن شعور تک پہنچ کر اسلام قبول کیا ہے۔
(۳) مردہ پیدا ہونے والے بچے کی طرح اکراما لابن آدم کپڑے میں دفن کریں لیکن عدم اسلام کی وجہ سے نماز نہ پڑھیں والا یستہل غسل ' و سمی وادرج فی خرقۃ ' و دفن ولم یصل علیہ (تنویر الابصار ' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۸ ط سعید)
(۴) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۰ ط سعید
(۵) ولا قراۃ ولا تشہد فیہا (تنویر الابصار باب صلوۃ الجنائز ۲/۲۱۳ ط سعید)

رہنے کی مدت مختلف ہو گی۔(۱)

(۲) نماز میں کوئی کراہت نہ ہو گی ہاں بہتر یہ ہے کہ جنازہ کو علیحدہ رکھ کر رکوع و سجود والی نماز پڑھی جائے۔(۲) محمد کفایت اللہ

مسلم و کافرہ سے پیدا شدہ بچے کے اسلام کے بارے میں تحقیق

(سوال) زید کہتا ہے کہ ولد الزنا من مسلم و کافرۃ و نصرانیۃ (جو ماں کافرہ اور باپ مسلمان دونوں کی پرورش میں ہو یا صرف باپ مسلمان کی پرورش میں ہو) اگر بچپن میں مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی بالخصوص جب کہ اس بچے کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہو نیز سن تمیز سے پہلے کسی اسلامی مدرسے میں داخل کر دیا گیا ہو اور وہ وہیں فوت ہو جائے تو بھی اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی اور اس پر صرف دربارہ تجہیز و تکفین حکم بالاسلام کیا جائے گا اور اس پر علامہ ابن عابدین کی تقریر جو شامی جلد ثانی (۳) باب نکاح الکافر ص ۵۴۸ پر ہے اپنی حجت میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کے قول کو مستند قرار دیتے ہوئے وسعت کی گنجائش ہے بناء علیہ وہ ولد مسلمان قرار دیا جائے گا اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ مسلمانوں کی طرح کی جائے گی۔

عمرو کہتا ہے کہ جو کچھ علامہ شامی نے لکھا ہے وہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے اور تمام کتب فقہ بلکہ حدیث قطعی کے معارض ہے اس لئے وہ کسی طرح ہمارے لئے حجت نہیں بن سکتی اور ہم ان کے مقلد نہیں ان کی شخصی رائے پر حدیث قطعی کے مقابلے میں فتویٰ دینے کی اصلاً گنجائش نہیں اور حسب ذیل دلائل پیش کرتا ہے۔

(۱) حدیث الولد للفراش وللعاهر الحجر (۴) دلالت میں قطعی ہے۔ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں نہ کہ رائے محض' اگر کسی کو شبہ ہو کہ حدیث مذکور کے مقابلے میں دوسری حدیث ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ (کما قالہ العلامہ) اس کا جواب ظاہر ہے کہ خود فطرۃ کے معنی میں دو احتمال ہیں اسلام یا استعداد اسلام؟ والثانی اقرب لحدیث ابی داؤد (۵) کل مولود یولد علی الفطرۃ و فیہ قالوا یا رسول اللہ ﷺ افرایت من یموت وهو صغیر قال اللہ اعلم بما کانو اعاملین' ج ۲ باب فی ذراری المشرکین من کتاب السنۃ فلو کان معنی الفطرۃ الاسلام لما توقف صلی اللہ

---

(۱) ولو دفن المیت قبل الصلوۃ او قبل الغسل فانه یصلی علی قبره الی ثلاثة ایام' والصحیح ان هذا لیس بتقدیر لازم بل یصلی علیه مالم یعلم انه قد تمزق (هندیة' باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱۶۵ مکتبہ ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) تاکہ شرک کا شبہ نہ کیا جائے

(۳) ۳/۱۹۷ ط سعید

(۴) ابو داؤد شریف' کتاب الطلاق' باب الولد للفراش ۱/۳۱۷ ط مکتبہ امدادیہ ملتان

(۵) ابو داؤد شریف' کتاب الدیات' باب ذراری المشرکین ۲/۳۰۰ مکتبہ امدادیہ' ملتان

علیہ وسلم فی حکمھم لان الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ' ومن لوازم الاسلام الحکم بالجنۃ وفی مجمع البحار (۱) یرید انہ یولد علی نوع من الجبلۃ والطبع المھیئ بقبول الدین الخ اور اگر اقرب بھی نہ ہو تب بھی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو محتمل معارض نہیں ہو سکتا قطعی کا اور جو مصالح حکم بالاسلام کے لکھے ...... ہیں علامہ شامی نے اول تو وہ رائے محض ہے دوسرے اس حکم بالاسلام میں مفاسد بھی ہیں اس لئے کہ ایک مدعی اسلام غیر مسلمہ کے ساتھ ساری عمر بلا نکاح کے زنا کرتا رہے اور اس کے بچوں پر اسلام کا حکم لگا کر مسلمانوں کا سا معاملہ ہوتا رہے تو اس سے نہ تو زانی کو عبرت ہو اور نہ مزنیہ کو مسلمان بنا کر نکاح کرنے کی توفیق ہو اور زانی کو اپنے فعل شنیع کا خیال تک نہ گزرے یہ تو افتح القبح اور افحش الفواحش ہے اس میں تو اور بھی مزید احتیاط کی ضرورت ہے فاذا تعارضا ای المصالح والمفاسد تساقطا اب مدار حکم نص رہ گئی وقد مر تقریرھا۔

(۲) عامہ فقہاء رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ولد الزنا کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی اور بچہ اسلام و کفر میں اپنی ماں کے تابع ہو گا۔

(۳) حضرت مولانا عبدالحئی کا یہ فتویٰ مجموعۃ الفتاویٰ ج ا باب التجہیز والتکفین ص ۳۶۸ (۲) پر حسب ذیل ہے: سوال: مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے یا کافر مرد اور مسلمان عورت سے بذریعہ زنا لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر قبل بلوغ یا بعد بلوغ مر جائے تو انکی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟ جواب: بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح ان کی تجہیز و تکفین کی جائے گی ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں کے تابع ہیں کیونکہ ولد الزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ زانی سے اور بحر وغیرہ میں ہے ھو تابع لاحد ابویہ الی البلوغ مالم یحدث اسلاماً وھو ممیز (۳) وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع ہے یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچ کر اسلام ظاہر کرے پس جب تک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائے گا ماں کے تابع رہے گا۔ حررہ عبدالحئی

اب سوال یہ ہے کہ زید حق پر ہے یا عمرو۔ نیز اگر زید نے گنجائش تراشی کہ حکم بالاسلام کا فتویٰ دیا اور اس کی تجہیز و تکفین و تدفین کو مسلمانوں کی طرح مسلمانوں کے قبرستان میں کرادیا تو اس کا کیا حکم ہے اگر زید غلطی پر ہے تو آئندہ اسے کیا کرنا چاہئے نیز اگر عمرو نے مذکورہ بالا دلائل کی رو سے کفر کا فتویٰ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۷۶۴ مولانا احمد بزرگ صاحب مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ۱۸ فروری ۱۹۳۶ء

---

(۱) باب الفاء مع الطاء ۴/۱۵۴ ط مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ' حیدر آباد دکن ہند

(۲) ۳۴۴ ط سعید

(۳) رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۹ ط سعید اور بحر میں ہے کصبی لیس مع احد ابویہ ای لا یصلی علیہ' لانہ تبع لھما (البحر الرائق' کتاب الجنائز ۲/۲۰۳ ط دار المعرفہ بیروت)

(جواب ۹۰) عمرو کا قول راجح اور باعتبار دلیل اقویٰ ہے زید کا قول اور علامہ شامی کی رائے(۱) صرف اس قدر قابل لحاظ ہو سکتی ہے کہ اگر کسی نے ایسے بچے کی نماز پڑھ لی ہو اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا ہو تو اس سے تعرض نہ کیا جائے نہ یہ کہ یہ طرز عمل جاری رکھا جائے ۔لان فیہ من المفاسد العظیمۃ مالا یخفی و بہ یفتح باب الفواحش اعاذنا اللہ منہا – محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

علی الاعلان گناہ کرنے والی کی جنازہ اہل علم حضرات نہ پڑھیں

(سوال) ایک شخص منکوحہ غیر کو بھگائے پھرتا رہا علمائے دین نے اس سے قطع تعلق کا حکم دیا اب وہ اسی حالت میں مر گیا اس نے توبہ بھی نہ کی تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ اگر بعضوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو ان پر شرعاً زجر و توبیخ ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۵۵ محبت حسین شاہ (ضلع راولپنڈی ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۱) ہاں امام صاحب اور علماء اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں عام مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں (۲) کیونکہ بغیر نماز کے دفن کر دینا منع ہے جو لوگ نماز میں شریک نہ ہوئے وہ گناہ گار نہیں ہوئے اور جنہوں نے پڑھی وہ بھی گناہ گار نہیں ہوئے ۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنازہ کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے

(سوال) نماز جنازہ کے سلام کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شریعت میں کوئی اصل رکھتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۸۱ محمد یوسف گوجرانوالہ' ۲۶ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۲) نماز جنازہ کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور نماز جنازہ خود ہی دعا ہے ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے رہیں تو یہ جائز ہے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) قلت : یظہر لی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح' کل مولود یولد علی الفطرۃ" حتی یکون ابواہ ہما اللذان..... فاذا لم یتفقا بقی علی اصل الفطرۃ' او علی ما ہو اقرب الیہا (رد المحتار' باب نکاح الکافر ۱۹۷/۳ ط سعید)

(۲) عن جابر ابن سمرۃؓ قال : اتی النبی ﷺ برجل قتل نفسہ بمشاقص "فلم یصل علیہ (مسلم شریف' باب الجنائز' فصل فی جواز زیارۃ قبور المشرکین ۳۱۴/۱ قدیمی کتب خانہ) وفی الشامیہ' فالظاہر انہ امتنع زجراً لغیرہ عن مثل ہذا الفعل' ولا یلزم من ذالک عدم صلاۃ احد علیہ من الصحابۃ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲۱۱/۲ ط سعید)

(۳) والصلاۃ علی کل مسلم مات فرض' ای مفترض علی المتکلمین (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲۱۰/۲ ط محمد سعید)

(۴) لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ (خلاصۃ الفتاوی' کتاب الصلاۃ الجنس الاخر فی صلاۃ الجنائز ۲۲۵/۱ امجد اکیڈمی' لاہور)

بائیس درجے قبلہ سے انحراف ہو تو نماز درست ہے مگر بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے

(سوال) ہمارے یہاں قبرستان میں قدیمی جنازہ گاہیں بنی ہوئی ہیں اور ہمیشہ سے جنازے کی نماز لوگ اس میں پڑھتے چلے آتے ہیں اب بعنایت ایزدی ایک شخص کو توفیق ہوئی کہ ایک بڑی جنازہ گاہ تعمیر کرائی اور اہل شہر سب کے سب اس میں نماز پڑھنے لگے چنانچہ بذریعہ کمپاس آلہ پیمائش سے ناپ تول کر تعمیر شروع کرائی جب جدید بنیادیں قدرے بلند ہوئیں تو لوگوں کو محسوس ہوا کہ پرانی جنازہ گاہیں جہت قبلہ سے پھری ہوئی ہیں چنانچہ بذریعہ کمپاس دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ۲۷ ڈگری شمال کی جانب مائل ہیں علی ہذاالقیاس تمام پرانی جنازہ گاہیں کوئی بائیس ڈگری کوئی ستائیس ڈگری اور مابین ان دونوں کے سب کی سب پھری ہوئی ہیں اب جدید والوں نے ان سے کہا کہ قدیم جنازہ گاہوں کو ترک کر دیا جائے مگر وہ کہتے ہیں کہ جہت نہ چھوڑنے کی وجہ سے اس میں بھی نماز درست ہے۔ المستفتی نمبر ۹۳۱ شمس الدین مرگوئی' ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ ۱۸ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۳) اگرچہ جہت قبلہ کے اندر رہنے کی وجہ سے نماز قدیم جنازہ گاہوں میں بھی ہو جاتی ہے(۱) لیکن باوجود ان کی غلطی معلوم ہونے کے ان کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے (۲)' یا تو ان جنازہ گاہوں میں سیدھی جہت پر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں یا ان کو بالکل ترک کر دیں اور سب جدید جنازہ گاہ میں جو صحیح بنائی گئی ہے نماز ادا کریں ایک جگہ مختلف جہتوں میں نماز پڑھنا اور آپس میں اختلاف پیدا کرنا اور غلطی معلوم ہونے پر بھی اس پر اصرار کرنا درست نہیں ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنازے میں لوگ زیادہ ہوں تو مغفرت کی امید زیادہ کی جاسکتی ہے' یقین نہیں

(سوال) اکثر سنا جاتا ہے کہ جنازے کی نماز میں کثیر جماعت کی وجہ سے مردے پر عذاب نہیں ہوتا اور یہ علامت نیک ہونے کی ہے اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۰۰۷ عبدالستار (گیا) ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۹٤) کثرت جماعت میت کے لئے مفید تو ہوتی ہے مگر لازمی طور پر مانع عذاب ہونے میں تامل ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ

---

(۱) فیعلم منه لو عرف عن العین انحرافا لا تزول منه المقابلة بالکلیة' جاز' ویؤیده ما قال فی الظهیریة' اذا تیامن او تیاسر تجوز لان وجه الانسان مقوس ... ولا یخفی ان اقوی الا دلة النجوم' ... فینبغی وجوب اعتبار النجوم' ونحوها فی المفازة (رد المحتار' کتاب الصلاة' باب شروط الصلاة' بحث فی استقبال القبلة ۲/۴۲۸' ۴۳۱ ط سعید) سوال میں ستائیس درجے کا ذکر کیا ہے جب کہ جہت قبلہ میں پینتالیس درجے تک کی گنجائش ہے اور اگر ۴۵ درجے سے زیادہ انحراف ہے تو پھر نماز درست نہیں ہوگی۔

(۲) نماز اس لئے مکروہ ہے کہ شامیہ میں مذکور ہے' ان ما افسد کثیره کره قلیله' بلاضرورة' (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاة' وما یکره فیها' مطلب المشی فی الصلاة ۱/۶۲۸ ط محمد سعید) یہاں پر بھی ۴۵ درجے سے زیادہ انحراف مفسد ہے' بغیر عذر کے اس سے کم مکروہ ہے فقط

(۳) عن عائشة عن النبی ﷺ قال : ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه (رواه مسلم' کتاب الجنائز' فصل فی قبول شفاعة الاربعین الموحدین فیمن صلوا علیه ۱/۳۰۸ ط قدیمی) اور ایک دوسری روایت میں چالیس آدمیوں کا ذکر ہے مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ زیادہ ہوں گے تو شفاعت کی امید بھی زیادہ ہوگی۔

شوہر بیوی کا ولی نہیں

(سوال) میت کی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت کس سے لی جائے زوج کی اجازت معتبر ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۰۸۰ الطاف کریم صاحب (ہوڑہ) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء
(جواب ۹۵) میت کے جنازے کی نماز پڑھانے کا حق ولی کو ہوتا ہے اور جس کو یہ حق ہے اس سے ہی اجازت لینی چاہئیے زوج کی اجازت معتبر نہیں (ثم الولی) بترتیب عصوبة الانکاح درمختار(۱) فلا ولایة للنساء ولا للزوج (ردالمحتار ص ۶۱۶)(۲)

ولی کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا جنازہ پڑھائے تو ولی اعادہ کر سکتا ہے

(سوال) جنازے کی نماز میت کے ولی اور شہر کے قاضی کی موجودگی میں ایک دوسرا شخص قاضی اور ولی وغیرہ کی بلا اجازت اپنی مرضی سے پڑھانے کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۶۵ عبدالرحمٰن و محمد حسین صاحبان (ساورہ) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۹۶) قاضی سے مراد اگر حقیقی قاضی ہے تو وہ اور ولی مستحق امامت ہے(۳) یہ قاضی محض نکاح پڑھانے کے قاضی کہلاتے ہیں نماز جنازہ میں امامت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے ہاں ولی مستحق ہے اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے آدمی نے پڑھادی تو ولی کو اعادہ کا حق حاصل ہو گا۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

نماز 'روزہ اور دین سے بے خبر آدمی کی بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) ایک شخص جو مویشی مال وغیرہ باہر چراتا ہے اور شام کو گھر آتا ہے اور ہر وقت گالیاں دیتا رہتا ہے ایسی ہی مجنون حالت ہے اور کوئی نماز روزہ کی خبر اس کو نہیں ہے حتیٰ کہ کلمہ طیبہ تک سے ناواقف ہے تو اگر وہ مر جائے تو نماز جنازہ اس پر پڑھی جاوے گی کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۲۰ پنشنر مہدی خاں صاحب (ضلع کاملپور) ۲۲ رجب ۱۳۵۵ھ ۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۹۷) اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئیے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۰ ط محمد سعید
(۲) باب صلاة الجنائز ' مطلب تعظیم اولی الامر واجب ۲/۲۲۰ ط سعید
(۳) ویقدم فی الصلاة علیه السلطان ان حضرا و نائبه ' وهو امیر المصر ' ثم القاضی ' ثم امام الحی ' ثم الولی بترتیب عصوبة النکاح الا الاب (درمختار ' باب صلاة الجنائز ۲/۲۱۹ ط سعید)
(٤) فان صلی غیره ای غیر الولی ممن لیس له ' حق التقدم علی الولی ' و لم یتابعه الولی اعاد الولی ' ولو علی قبره (الدرالمختار ' باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۲ ' ط سعید) (۵) کیونکہ یہ شخص مسلمان ہے اور مسلمان چاہے کتنا ہی گناہ گار ہو اس کی جنازہ پڑھنا ضروری ہے واما بیان من یصلی علیه ' فکل مسلم مات بعد الولادة یصلی علیه ... لقول النبی ﷺ صلوا علی کل بر و فاجر ' وقوله ﷺ لمسلم علی المسلم ست حقوق ' و ذکر من جملتها ان یصلی علی جنازة من غیر فصل الخ (بدائع الصنائع ' فصل فی صلاة الجنازة ۱/۳۱۱ مکتبه رشیدیه ' کوئٹه)

عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی جنازہ پڑھ سکتے ہیں

(سوال) مسجد میں میت کو رکھنا اور جماعت خانے میں ممبر کے پاس میت کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھانا اس خیال سے کہ آدمی زیادہ ہیں مسجد کے باہر اتنے آدمی شامل نہیں ہو سکتے کہ باہر اتنی جگہ نہیں ہے مگر جگہ مسجد کے سامنے تھی کہ آدمی باہر کھڑے ہو کر نماز بخوبی آسانی سے پڑھ سکتے تھے تو ایسا نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۷۳ عبدالحیط خاں (سندھ) ۱۴ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۸) مسجد میں جنازے کو رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے (۱) مگر بارش وغیرہ کے عذر سے ہو تو مکروہ نہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز جنازہ میں رفع یدین سے نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی

(سوال) اگر کوئی شخص یا امام نماز جنازہ میں بھولے سے تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کر کے زیر ناف ہاتھ باندھ لے تو نماز جنازہ ادا ہو گی یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد کھوڑو خاں صاحب ضلع دھارواڑ ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۹۹) نماز جنازہ میں کسی تکبیر پر بھولے سے رفع یدین کرے تو نماز جنازہ فاسد نہیں ہوتی نماز ہو جائے گی (۳) اگر بغیر نماز جنازہ کے میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو اس کی قبر پر اس وقت تک نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جب تک گمان غالب ہو کہ میت کا جسم سڑنے گلنے سے محفوظ ہو گا۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) وکرهت تحريما' وقيل تنزيها في مسجد جماعة هواى الميت فيه وحده او مع القوم (درمختار' باب صلاة الجنائز ۲۲٤/۲ ط محمد سعيد)

(۲) (تنبيه) انما تكره في المسجد بلا عذر' فان كان فلا' ومن الاعذار المطر كما في الخانية' والاعتكاف' كما في المبسوط (رد المحتار' باب صلاة الجنائز مطلب مهم ۲۲٦/۲ ط محمد سعيد)
اگر لوگ زیادہ ہوں اور مسجد سے علیحدہ کوئی جگہ ایسی نہ ہو جہاں سب لوگ نماز میں شریک ہو سکیں تو ایسی صورت میں مسجد میں جنازہ پڑھ سکتے ہیں وانظر هل يقال ان من العذر ماجرت به العادة في بلا دنا من الصلاة عليها في المسجد لتعذر غيره' او تعسره بسبب اندراس المواضع التي كانت يصلي عليها فيها ..... واذا ضاق الامر اتسع ..... واذا كان ماذكرنا عذراً' فلا كراهة اصلاً (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب مهم اذا قال ان ستمت الخ ۲۲۷/۲ ط محمد سعيد)

(۳) یعنی تکبیر اولیٰ میں تو حنفیہ کے نزدیک بھی رفع یدین ہے اگر دوسری تکبیروں میں بھی جن میں حنفیہ کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے کوئی شخص بھولے سے رفع یدین کر لے تو نماز فاسد نہ ہو گی وهي اربع تكبيرات كل تكبيرة قائمة مقام ركعة يرفع يديه في الاولى فقط' وقال ائمة البلخ في كلها (درمختار' باب صلاة الجنائز ۲۱۲/۲ ط محمد سعيد) ربما يستفاد منه' ان الحنفي اذا اقتدى بالشافعي' فالا ولى متابعته في الرفع (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲۱۲/۲ ط سعيد)

(٤) وان دفن واهيل عليه التراب بغير صلاة' اوبها بلا غسل' او ممن لا ولاية له' صلى على قبره استحسانا مالم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الاصح (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲۲٤/۲ ط محمد سعيد)

ہر مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے 'چاہے وہ قاتل ہو

(سوال) مولوی سے سوال ہوتا ہے کہ ایک آدمی نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دین کی کچھ اور پرواکرتا ہے دوسرا نماز 'حج 'زکوۃ 'روزہ ہر دینی کام کا پابند ہے اور حتی الوسع خیر خواہ خلق ہے دونوں مر جائیں تو پہلے کس کا جنازہ پڑھیں گے مولانا فرماتے ہیں پہلے کا یعنی بے نمازی کا 'وجہ دریافت کرنے پر فرماتے ہیں ہمارے مذہب میں ایسا ہی ہے اور یہی ہمارا فتویٰ ہے کیا یہ درست ہے 'اور قاتل کے لئے کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۸ محمد اسمٰعیل صاحب (امر تسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ م ۷ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۰۰) ہر مسلمان کی میت کی نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے پہلے پیچھے کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

دو جڑواں بچوں میں ایک زندہ پیدا ہوا اور ایک مردہ تو جنازہ صرف زندہ پیدا ہونے والے کی پڑھی جائے گی

(سوال) چوں دو توأمین بایکدیگر باہم پیدا شوند یکے زندہ دیگر مردہ آیا جنازہ مردہ ہم لازم است واگر بالفرض جنازہ مردہ کردہ شود چہ گناہ لازم آید دیگر ایں کہ ہر دو تصویر کامل دارند۔ المستفتی نمبر ۱۳۴۵ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب (غازی آباد) ۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ م ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(ترجمہ) دو جڑواں بچوں میں سے اگر ایک زندہ پیدا ہوا اور دوسرا مردہ تو کیا نماز جنازہ مردہ بچے پر بھی پڑھی جائے گی ؟ اگر بالفرض مردہ بچے پر نماز جنازہ پڑھ لی گئی تو کیا گناہ ہوگا ؟ دونوں بچوں کی صورتیں اور جسم مکمل ہیں ؟

(جواب ۱۰۱) ایں توأمین اگر از یک دیگر منفصل و جداگانہ ہستند و یکے از ایشاں زندہ پیدا شد و دیگرے مردہ دریں صورت بر آنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ شود بر آنکہ مردہ پیدا شدہ بود نماز جنازہ گزاردہ نہ شود واگر جسم ہر دو باہم دگر چسپیدہ است کہ انفصال و علیحدگی ممکن نیست یا متعذر است دریں صورت نعش ہر دو پیش نہادہ بہ نیت نماز ہر آنکہ زندہ پیدا شدہ بود نماز گزاردہ شود و نیت نماز بر وکہ مردہ پیدا شدہ بود نہ کردہ شود۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی (الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ دہلی)

(ترجمہ) یہ جڑواں بچے اگر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں تو جو بچہ زندہ پیدا ہوا تھا اسپر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور جو مردہ پیدا ہوا اس پر نہیں پڑھی جائے گی (۲) اور اگر دونوں کے جسم اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ علیحدہ کرنا غیر ممکن یا دشوار ہے تو دونوں کی نعشوں کو سامنے رکھ کر زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز کی نیت

---

(۱) والصلوة علی کل مسلم مات فرض : ای مفترض علی المکلفین (رد المحتار' باب الجنائز ۲/۲۱۰ ط سعید)
قاتل پر بھی نماز پڑھی جائے گی کیونکہ وہ بھی مسلمان ہے

(۲) ومن ولد' فمات' یغسل' و یصلی علیه ان استهل والا ' غسل' و سمی' وادرج فی خرقة' و دفن' ولم یصل علیه (تنویر الابصار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۲۷ ط سعید)

کر لی جائے اور جو مردہ پیدا ہوا تھا اس کی نیت نہ کی جائے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(۱) ہیجڑے کی نماز جنازہ میں مقتدا لوگ شریک نہ ہوں
(۲) پیدائشی ہیجڑے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

(سوال) (۱) ہیجڑے مسلم کے جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) زنخا (ہیجڑا) ماں کے پیٹ کا قدرتی ہو تو اس کے جنازے کی نماز جائز ہے یا نہیں اور اس کو دفن کس طرح کیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم مالا جی صاحب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۲) (۱) مسلمان ہیجڑے کے جنازے کی نماز پڑھنا چاہئے مگر عالم اور مقتدا لوگ نہ پڑھیں معمولی مسلمان نماز پڑھ کر دفن کر دیں۔ (۲)
(۲) اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

مسجد میں جنازے کے متعلق چند سوالات

(سوال) اندرون مسجد کے علاوہ صحن یا کسی زاویہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ قبرستان میں کسی اور جگہ کوئی خاص مقام نماز جنازہ کے لئے نہیں بنایا گیا ہے نمبر ۱ حدیث کے الفاظ فلا صلوٰۃ له اور فلا اجرله کے کیا معنی ہیں ؟ نمبر ۲ ہدایہ کے الفاظ لانه یحتمل تلویث المسجد کا کیا مطلب ہے ؟ (۳) نبی کریم ﷺ کا سہیل کے دو لڑکوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا کسی عذر پر مبنی تھا یا بغیر عذر (۴) اگر عذر پر تھا تو حدیث میں کہیں اس کی تصریح ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۴۲۸ احقر عبدالرحمان عفی عنہ کرالا ممبئی محررہ ۱۱ صفر ۱۳۵۶ھ

(جواب ۱۰۳) (مطبوعہ) مسجد کے اس حصے میں جو نماز پنجگانہ پڑھنے کے لئے بنایا جاتا ہے نماز جنازہ مکروہ

---

(۱) مرا ہوا پیدا شدہ بچہ بوجہ مجبوری اس کے ساتھ ہوگا اور یہ ایسا ہوگا جیسا میت کے ساتھ میت کی چارپائی بھی پڑی رہتی ہے تو اس سے جنازے کی نیت نہیں کی جاتی ہے بلکہ صرف میت کی نیت کی جاتی ہے۔
(۲) وهی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة ومن قتل نفسه ولو عمداً یغسل ' و یصلی علیه ' به یفتی وان کان اعظم وزرا من قاتل غیره ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم ' انه علیه السلام اتی برجل قتل نفسه ' فلم یصل علیه رفی الشامیة اقول ' قد یقال ' لا دلالة فی الحدیث علی ذالك ' لانه لیس فیه سوی انه علیه السلام لم یصل علیه فالظاهر انه امتنع زجراً لغیره عن مثل هذا الفعل ' کما امتنع عن الصلاة علی المدیون ' ولا یلزم من ذالك عدم صلاة احد علیه من الصحابه (رد المحتار ' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۱ ط سعید)
(۳) اس کی نماز نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی اس میں اس کا کچھ قصور ہے وهی فرض علی کل مسلم مات (تنویر الابصار ' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۱۰ ط سعید) واذا اجتمعت الجنائز ثم الصبیان ' ثم الخنائی (نور الایضاح مع مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ' احکام الجنائز ص ۳۵۸ ط مصطفی مصر)

ہے (۱) باقی اور حصوں میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے فلا صلوۃ لہ کے معنی ہیں کہ اس کی نماز معتبر نہیں اور فلا اجرلہ (۲) کے معنی ہیں کہ اس کے لئے ثواب نہیں ہدایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جنازہ کو مسجد میں لانے سے مسجد کی تلویث کا اندیشہ ہے یعنی میت کے بدن سے نجاست نکل کر مسجد میں گر جانے کا خطرہ ہے سہیل اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز مسجد میں پڑھنا ثابت ہے مگر لا صلوۃ لہ اور لا اجرلہ والی روایتوں کی بنا پر اس کو کسی عذر کی حالت پر محمول کرنا چاہئیے (۳) تاکہ احادیث میں تعارض نہ رہے یہ واضح رہے کہ کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ (۴) دستخط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' نشان مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ اسلامیہ' دہلی

(نوٹ) فتوے منگوانے کا مقصد صرف آپس کا اختلاف دور کرنا تھا اس میں کسی کی طرف داری یا غیر طرفداری کو کوئی دخل نہیں اور جو صاحب فتویٰ دیکھنا چاہیں وہ آکر بخوشی دیکھ سکتے ہیں۔ عبدالرحمٰن جنیجر مین منتظمہ واسکول کمیٹی انجمن تبلیغ الاسلام کرلا ۷ ۲ صفر ۱۳۵۶ھ ۹ مئی ۱۹۳۷ء

ہم نے اس شرعی مسئلہ کو مد نظر رکھ کر امام صاحب کرلا سے تحریری جواب طلب کیا تھا لیکن وہ اب تک خاموش ہیں کیا اس خاموشی کا مطلب یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کرنے پر شرمندہ اور نادم ہیں۔ (اڈیٹر)

مسجد کے اندر نماز جنازہ

(سوال) جامع مسجد کرلا میں نماز جنازہ کے متعلق آپ کے دارالافتاء سے ایک فتویٰ اخبار خلافت بمبئی مورخہ ۴ مئی میں شائع ہوا ہے جس میں سائل نے دریافت بھی کیا ہے کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز مسجد میں پڑھی گئی اور ہدایہ کی عبارت تلویث المسجد کا مطلب دریافت کیا ہے اور آپ نے کراہت تنزیہی تحریر فرمائی ہے کیا واقعی یہ فتویٰ آپ کا ہے یا جعلی ہے اگر آپ کا ہے تو آپ نے اتنا غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز کہاں پڑھی گئی یہ تو سائل کی فحش غلطی ہے وہ بیضا کے دو بیٹے تھے جیسا صحیح مسلم (۵) میں مذکور ہے پھر درمختار وغیرہ میں مطلقاً مکروہ تحریمی لکھا ہے اس کی کیا وجہ ہے حدیث لا اجرلہ میں کلام ہے عبدالبر نے کہا کہ لا

---

(۱) وکرهت تحريما' و قيل تنزيها في مسجد جماعة (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۲٤ ط سعيد)

(۲) عن ابی هريرةؓ قال ' قال رسول الله ﷺ من صلى على جنازه في مسجد' فلا شئ له (ابو داؤد شريف' باب الصلاة على الجنازه في المسجد ۲/۹۸ مكتبه امداديه)

(۳) فيمكن ان يكون ذالك بعذر (اعلاء السنن' ابواب الجنائز ۸/۲۲۹ ط ادارة القرآن)

(٤) ثم هي كراهة تحريم' او تنزيه روايتان' و يظهر لي ان الاولى كونها تنزيهية (فتح القدير' باب الجنائز' فصل في الصلاة على الميت ۲/۱۲۸ مصطفى الحلبي مصر)

(۵) عن ابی سلمة بن عبدالرحمن ان عائشةؓ لما توفي سعد بن ابی وقاص قالت' ادخلوا به المسجد حتى اصلى عليه' فانكر الناس عليها فقالت' والله لقد صلى رسول الله ﷺ على ابنى بيضاء في المسجد (مسلم شريف' كتاب الجنائز' فصل في جواز الصلاة على الميت في المسجد ۱/۳۱۳ قديمى)

اجر لہ حدیث کے الفاظ نہیں لاشئ لہ ہے طحطاوی(۱)اور نصب الرایہ(۲)ملاحظہ ہو۔
یسال! غیر مقلد مقابلہ پر احناف کو دھوکہ میں ڈالتے رہتے ہیں براہ مہربانی اس کی تحقیق فرماکر جواب باصواب سے مطلع فرمایئے اخبار کا وہ حصہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے ملاحظہ ہو اور فتویٰ اگر جعلی ہے تو بھی جلد مطلع فرمایئے تاکہ تسکین خاطر ہو۔المستفتی نمبر ۴۲۸ راقم حاجی علیم الدین سورتی محلہ (ممبئی ۸)
(جواب ۱۰۴) یہ جواب تو میں نے لکھا تھا لیکن جواب کی نقل میرے پاس محفوظ نہیں ممکن ہے کہ الفاظ میں تغیر و تبدل ہوا ہو اصل جواب عبدالرحمٰن صاحب چیئرمین کے پاس ہوگا اس کے ساتھ مطبوعہ جواب کو ملاکر دیکھ لیا جائے آپ کہتے ہیں کہ آپ نے اتنا غور نہ فرمایا کہ سہیل کے دو بیٹوں کی نماز کہاں پڑھی گئی یہ تو سائل کی فحش غلطی ہے وہ بیضا کے دو بیٹے تھے۔الخ
میرا جواب یہ ہے کہ آپ نے میرے جواب کے الفاظ پر غور نہ فرمایا جو اخبار خلافت کے اس کٹنگ میں چھپے ہوئے ہیں جو آپ نے بھیجا ہے دیکھئے میرے الفاظ یہ ہیں سہیل اور ان کے بھائی کے جنازوں کی نماز الخ یعنی میں نے سہیل کے دو بیٹوں کی نماز پڑھے جانے کو غلط قرار دیتے ہوئے سہیل اور ان کے بھائی کی نماز پڑھا جانا لکھا ہے سہیل اور ان کے بھائی جن کا نام سہیل اور ابو نعیم کے قول پر صفوان تھا یہ دونوں بیضا کے لڑکے تھے آپ کہتے ہیں کہ در مختار وغیرہ میں مکروہ تحریمی لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ در مختار میں بھی کراہت تنزیہی کے قول کو نقل کیا ہے اور اس میں اختلاف ترجیح کا ذکر شامی میں موجود ہے حافظ ابن ہمام نے تنزیہی کو ترجیح دی اور شامی نے آخر میں تمہ کے ذیل میں فینبغی الافتاء بالقول بکراھۃ التنزیہ الذی ھو خلاف الاولیٰ کما اختارہ(۳)المحقق ابن الھمام الخ
لا اجر لہ کی روایت کو بے شک حافظ ابن عبدالبر نے خطاء فاحش کہا ہے اور فلا شئ لہ کو صحیح بتایا ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

میت کا اکثر حصہ غائب ہو یا میت ہی نہ ہو تو جنازہ جائز نہیں

(سوال) ایک شخص کو شیر کھا گیا بہت تلاش و تجسس سے بھی اس کا کوئی عضو مثلاً دست وپا پایا نہیں گیا اس صورت میں اس کے جنازے کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں اور ایک شخص مثلاً مقام ممبئی میں وفات پایا اس کے فوت کی خبر سن کر شہر کٹک میں اس مرحوم کی غائبانہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۴۳۵ حاجی محمد بہاء الدین صاحب (کٹک) ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء

(۱) قولہ' فلا صلاۃ لہ' النفی متوجہ الی الکمال' وفی روایۃ' فلا اجر لہ' وفی روایۃ' فلا شئ لہ (طحطاوی علی الدر المختار' باب صلاۃ الجنازۃ ۱/۳۷۷ ط دار المعرف بیروت)
(۲) قال ابن عبدالبر' روایۃ فلا اجر لہ' خطاء فاحش' والصحیح فلا شئ لہ (نصب الرایۃ' کتاب الصلاۃ' باب الجنائز' حکم صلاۃ الجنازۃ فی المسجد ۲/۲۷۵ المجلس العلمی سورت ہند)
(۳) باب صلاۃ الجنائز' مطلب مہم اذا قال ان شتمت فلانا ۲/۲۲۷ ط سعید

(جواب ۱۰۵) جس میت کا جسم یا جسم کا کوئی حصہ موجود (۱) نہ ہو اور جو میت کسی دوسرے مقام پر ہو یعنی جنازہ نمازیوں کے روبرو نہ ہو (۲) ان دونوں صورتوں میں نماز جنازہ ساقط ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد میں نماز جنازہ کی تحقیق

(سوال) آیا یہ فتویٰ عندالاحناف صحیح ہے یا غلط اور اس فتوے میں علماء کرام نے جو عبارتیں فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیکر تحریر فرمائی ہیں کیا ان کتابوں میں جن کا حوالہ دیا گیا ہے موجود ہیں یا یونہی غلط حوالے پیش کر دیئے گئے ہیں اگر موجود ہیں تو از راہ عنایت تصدیق فرمادیں۔

ذیل کے دو قولوں میں سے کس کا قول صحیح ہے مولوی محمد اسماعیل صاحب کا یا مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا؟

قول مولوی محمد اسماعیل صاحب : "مسجد جماعت میں نماز جنازہ مذہب حنفی میں بلاعذر بلا کراہت درست ہے"

قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب : مسجد جماعت میں نماز جنازہ حنفی کے نزدیک بحالیکہ میت و مصلی دونوں مسجد میں ہوں بلا عذر مکروہ ہے۔

الجواب الاول : قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب نزدیک احناف کے صحیح تر ہے۔ ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة (۳) (قدوری) محمد عبدالحق از دہلی بلیماران

الجواب الثانی : حسب مذہب حنفیہ قول دوم صحیح ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب الثالث : قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح و درست ہے مذہب احناف میں نماز جنازہ مسجد جماعت میں بلا عذر بالاتفاق مکروہ ہے ہاں در صورت کہ میت خارج مسجد ہو اور مصلی مسجد میں ہوں اس حالت میں بعض کے نزدیک مکروہ ہے دلیل کراہت مسجد جماعت کتب فقہ میں مذکور ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے ولا یصلی علی میت فی مسجدجماعة لقول النبی ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجرلہ' لانہ بنی لاداء المکتوبات ولانہ یحتمل تلویث المسجد و فیما اذا کان المیت خارج المسجد اختلف المشائخ (۵) حررہ محمد یعقوب عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ' حیدر آباد

---

(۱) جسم کا کوئی حصہ نہ ہو یعنی اکثر حصہ نہ ہو کما فی البدائع' وما لم یزد علی النصف' لا یصلی علیہ' فلا یغسل ایضا (بدائع' فصل فی صلاۃ الجنازۃ ' فصل فی شرائط وجوبہ ۱/۳۰۲ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۲) وشرطها ایضا حضورہ' ووضعہ وکونہ ہو او اکثرہ امام المصلی ..... فلا تصح علی غائب ..... و صلاۃ النبی ﷺ علی النجاشی لغویة اوخصوصیة (درمختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۰۹ ط سعید)

(۳) باب الجنائز ص ۳۷ ط سعید

(۴-۵) ولا یصلی علی میت فی مسجد جماعة : لقول النبی ﷺ من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجرلہ لانہ بنی لاداء المکتوبات ولانہ یحتمل تلویث المسجد' و فیما اذا کان المیت خارج المسجد' اختلف المشائخ (ہدایہ' کتاب الصلاۃ' باب الجنائز' فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱۸۱ مکتبہ شرکۃ علمیہ)

الجواب الرابع (ملخصاً) قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح اور موافق مذہب مفتی بہ کے ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی رحمۃ رب الخافقین احمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم شہر بنارس

الجواب الخامس : ہو المصوب ۔ قول مولوی محمد عبدالسلام صاحب کا صحیح ہے عامہ کتب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح موجود ہے کہ مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھنے کی ممانعت اتفاقی ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے اور کراہت بھی علی اصح الاقوال تحریمی ہے ۔ قدوری(۱) میں ہے ۔ ولا یصلی علی المیت فی مسجد جماعته اھ برجندی(۲) میں ہے ولا یصلی علی المیت فی مسجد جماعة اتفاقا اذا وضعت الجنازة فیه اھ درمختار(۳) میں ہے ۔ و کرهت تحریما و قیل تنزیها فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده او مع القوم واختلف فی الخارج عن المسجد علیه وحده او مع بعض القوم والمختار الکراهة مطلقا لا طلاق حدیث ابی داؤد من صلی علی المیت فی المسجد فلا صلوة له اھ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ۔ وصلوة الجنازة فی المسجد الذی تقام فیه الجماعة مکروه سواء کان المیت والقوم فی المسجد او کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد هو المختار اھ(۴) شرح معانی الآثار میں ہے ۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال من صلی علی جنازة فی مسجد فلا شیء له اھ(۵) اور بیان دلائل کراہت تحریر فرما کر لکھتے ہیں وهذا الذی ذکرنا من النهی عن الصلوٰة علی الجنازة فی المسجد وکراهتها قول ابی حنیفة و محمد وهو قول ابی یوسفؒ ایضاً اھ(۶) اسی طرح اور کتب معتبرہ میں ہے بوجہ طوالت اور عبارات نقل نہیں کی گئیں واللہ اعلم ۔ کتبہ ابو الامجد محمد عبدالعلیم اصلح اللہ حالہ وانجح آمالہ (از غازیپور)

الجواب السادس : مولوی محمد عبدالسلام کا قول کہ مسجد جماعت میں حنفی کے نزدیک بحالیکہ میت و مصلی دونوں مسجد میں ہوں نماز جنازہ بلاعذر مکروہ ہے کتب فقہ کی تصریح کے موافق ہے درمختار میں ہے ۔ و کرهت تحریما و قیل تنزیها فی مسجد جماعة هو ای المیت فیه وحده او مع القوم (۷) و کذا فی حاشیة رد المحتار (۸) لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب کے قول میں چونکہ جنازہ یعنی میت کے مسجد میں ہونے نہ ہونے کی قید نہیں ہے اس لئے علی الاطلاق والعموم تو مخالف مذہب حنفی ہوگا اور اگر ان کی مراد

---

(۱) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گزشتہ دیکھیں

(۲) لم اطلع علیه

(۳) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲٤

(٤) باب الجنائز الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت ۱/ ۱٦٥ ط مکتبه ماجدیه کوئٹه

(۵ - ٦) کتاب الجنائز' باب الصلاة علی الجنائز' هل ینبغی ان تکون فی المساجد اولا ۱/ ۳۳۱ ط سعید

(۷) باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲٤ ط محمد سعید

(۸) بهذا التقریر ظهر ان الحدیث مؤید للقول المختار من اطلاق الکراهة الذی هو ظاهر الروایة کما قدمناه (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۲٦ ط سعید)

میت کے خارج از مسجد ہونے کی صورت ہو تو ایک روایت مذہب کے موافق ہوگا کذافی الشامی۔ وفی روایۃ لا یکرہ اذا کان المیت خارج المسجد (۱) واللہ اعلم کتبہ سلطان احمد از مئو

الجواب السابع: مولوی عبدالسلام صاحب کا قول بھی صحیح نہیں ہے اس لئے اگر جنازہ مع بعض مصلی کے خارج ہو اور بعض مصلی مسجد کے اندر تو یہ بھی علی القول المختار مکروہ ہے فی الدر المختار' والمختار الکراھۃ مطلقا (خلاصہ) (۲) بناء علی ان المسجد انما بنی للمکتوبۃ و توابعھا' الی قولہ وھو الموافق لا طلاق حدیث ابی داؤد (۳) الخ واللہ اعلم 'محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور

استفتاء دیگر:

(۱) نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے تو کونسا مکروہ ہے تحریمی یا تنزیہی 'مکروہ ہونے کی علت کیا ہے کس وجہ سے مکروہ ہے سوال دوم۔ زید جانتا ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے اس نے پڑھی زید کی نماز ہوئی یا نہیں اگر گناہ ہوا تو کس درجے کا؟ سوال سوم نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب سوال اول: مکروہ تحریمی اور کئی بار لکھا گیا ہے اور علت پوچھنا آپ کو مناسب نہیں حکم شریعت ہے بس۔ (۴)

جواب سوال دوم۔ ارتکاب گناہ کا کیا اور کراہت تحریمی کے ارتکاب سے کبیرہ ہوتا ہے۔ (۵)

جواب سوال سوم۔ ثابت نہیں ہو سکتا ہے اور جو منقول ہے اس کا جواب بھی ہے۔ حررہ محمد اسحاق عفی عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم از شہر کانپور (منقول از اشتہار واجب الاظہار المشتہر حکیم محمد عبداللہ شہر مالیگاؤں ضلع ناسک محلّہ تیلی باغ دکان نمبر ۱۹۸ (مطبوعہ حمیدی پریس بمبئی) المستفتی نمبر ۱۴۵۲ عبدالحمید صاحب امام جامع مسجد کرلا بمبئی ۱۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۶) استفتائے اول کے جوابات صحیح ہیں کہ جب جنازہ بھی مسجد میں ہو اور نمازی بھی مسجد میں ہوں تو حنفیہ کے نزدیک یہ نماز بلا عذر مکروہ ہے (۶) اور جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازی بھی بعض مسجد میں ہوں تو یہ صورت مختلف فیہ ہے راجح یہ ہے کہ جو لوگ مسجد میں ہیں ان کی نماز مکروہ ہے (۷) اور اگر بعذر ہو تو کوئی

(۱) باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کراہیۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد ۲/۲۲۵ ط سعید مستفتی شاید کوئی عامی ہوگا اس لئے حضرت مفتیؒ نے علت نہیں لکھی ورنہ صاحب ہدایہ نے دو وجہ لکھی ہیں' لانہ بنی لاداء المکتوبات' ولانہ یحتمل تلویث المسجد (ہدایۃ' کتاب الصلاۃ' باب الجنائز' فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱۸۱ ط شرکت علمیہ ملتان)

(۲) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۶ ط محمد سعید

(۳) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی الجنازۃ فی المسجد' فلا شی لہ (ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب الصلاۃ علی الجنائز فی المسجد ۲/۹۸ ط سعید)

(۴) و کرہت تحریما' وقیل تنزیہا فی مسجد جماعۃ (الدر المختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۴ ط سعید)

(۵) اس لئے فعل کے اعتبار سے مکروہ تحریمی حرام کے برابر ہوتا ہے تو جس طرح حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مکروہ تحریمی کا ارتکاب بھی گناہ کبیرہ ہوگا

(۶) اذا کان الکل فی المسجد' یکرہ بالاتفاق (بزازیہ علی ہامش الہندیۃ' فصل فی الجنائز' نوع المختار ان الامام الاعظم اولی ۴/۷۹ ط کوئٹہ)

(۷) واجاب فی البحر بحمل الاتفاق علی عدم الکراہۃ فی حق من کان خارج المسجد (ای مع المیت) وما مر' فی حق من کان داخلہ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کراہۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد ۲/۲۲۵ ط سعید)

صورت بھی مکروہ نہیں استفتائے دوم میں کراہت تحریمی کا حکم ہے ۔ اسی طرح استفتائے اول کے جواب خامس میں کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اس میں مجھے تامل ہے میں حافظ ابن ہمام کے قول کے موافق کراہت تنزیہی کو راجح سمجھتا ہوں(۱) اور جنازہ کا مسجد میں پڑھا جانا حدیث سے ثابت ہے(۲) یہ دوسری بات ہے کہ ممانعت بھی حدیث میں موجود ہے(۳) اور ثبوت کی روایت کو عذر کی حالت پر محمول کیا گیا ہے ۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پوری بستی میں اگر کوئی جنازہ نہ جانتا ہو تو نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی؟

(سوال) اگر ایسے قصبے میں جہاں کہ کوئی پڑھا لکھا مسلمان موجود نہ ہو اور کوئی شخص نماز جنازہ بھی ادا کرنا نہ جانتا ہو اور کوئی ایسی اسلامی مسائل کی کتاب بھی موجود نہ ہو اس حالت میں نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے ۔
المستفتی نمبر ۱۶۸۶ محمد مظہر الدین صاحب (امبا) ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۰۷) جہاں نماز جنازہ صحیح طور پر ادا کرنا کوئی نہ جانتا ہو وہاں موجودہ مسلمان جماعت کی شکل میں کھڑے ہو کر چار تکبیریں یکے بعد دیگرے کہیں اور ہر تکبیر کے بعد دعائے مغفرت کرلیں یا پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھ لیں اور دوسری تکبیر کے بعد درود اور تیسری تکبیر کے بعد جو دعا یاد ہو پڑھ لیں چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں ۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صرف اخبار میں یہ بات "میں آغا خانی ہوں" شائع ہونے سے کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے' ایسے شخص کی جنازہ پڑھی جائے ۔

(سوال) مرو ڈ میں غلام حسین نامی ایک خوجہ سوداگر رہتا تھا اور اس کو خدائے پاک نے نرینہ اولاد سے سرفراز فرمایا آج نرینہ اولاد خصوصاً ان کے بیٹے اور پوتے بالغ اور زندہ ہیں مگر ان لڑکوں کے اور اس کے درمیان تفرقہ ہو گیا تھا وہ خود تخمیناً دس سال کا عرصہ ہوا حج بیت اللہ شریف ہو کر آیا تھا اور عیدین کی نماز اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے اس کو ہم لوگوں نے دیکھا تھا وہ خوجہ جنجیرہ گورنمنٹ میں بچوں کی حق تلفی کرنے کے لئے جنجیرہ دربار گیا اور شائع کیا میرا مذہب آغا خانی خوجہ اسماعیلی ہوں اور ہندوا پر قائم ہوں اسی پر چلتا ہوں اس لئے میرے بعد میرے بچوں کو میری وراثت میں سے حق نہیں پہنچتا ایسا اس نے گزٹ

---

(۱) ثم هي كراهة تحريم' او تنزيه' روايتان' و يظهر لي ان الاولى كونها تنزيهية (فتح القدير' باب الجنائز فصل في الصلاة على الميت ۲/۱۲۸ ط مصطفى حلبي' مصر)
(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۰۳ حاشیہ نمبر ۵
(۳) دیکھیں صفحہ ۱۰۳ حاشیہ نمبر ۲
(۴) فالجواب عنه اما اولاً فانها واقعات حال لا عموم لها ' فيمكن ان يكون ذالك لعذر..... كما قال الشامي : انما تكره في المسجد بلاعذر فان كان' فلا (اعلاء السنن' ابواب صلاة الجنازة ۸/ ۲۲۹ ط ادارة القرآن)
(۵) وركنها شيئان: التكبيرات الاربع' والقيام فلم تجز قاعداً بلاعذر (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/۲۰۹ ط محمد سعيد) لہذا نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لئے طہارت کے ساتھ چار تکبیروں کا کہنا بھی ضروری ہے۔

شائع کرا کے پبلک میں ارسال کیا اور بعد ایک مہینہ اچھا تندرست اس کے بعد بیمار ہو کر مر گیا اب آپ سے سوال یہ ہے کہ یہ اسماعیلی خوجہ مرنے کے بعد سنت والجماعۃ میں شامل ہو سکتا ہے براہ کرم ارسال فرمائیں آغا خان اسماعیلی خوجہ کی میت کے جنازے کی نماز مسلمانوں کے یعنی سنت جماعت والوں کے نماز و جنازہ کی طرح پڑھی جائے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۶۸۹ احمد علی عرب صاحب ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۸) اگر یہ مضمون صرف گزٹ میں اس کے نام سے شائع ہوا مگر کسی شخص کے سامنے اس نے زبان سے نہیں کہا تو صرف اخبار کے مضمون سے اس کے اوپر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ خوجہ اسماعیلی اور ہندولا کا پابند تھا اگر اخبار کے سوا اور کوئی ثبوت نہ ہو تو اس کو سنی قرار دیا جائے گا اور اسکے جنازے کی نماز سنیوں کی طرح ادا کرنا جائز ہوگا جب کہ وہ اپنی زندگی میں سنیوں کی طرح برتاؤ رکھتا ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے

(سوال) نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کہہ کر اس کے متصل ہی سلام پھیر دینا چاہئیے یا کہ چوتھی تکبیر کہہ کر پہلے ہاتھ چھوڑ کر پھر سلام پھیریں۔ المستفتی نمبر ۱۷۴۵ قاضی عظیم الدین صاحب و قاضی صالح محمد صاحب (کاٹھیاواڑ) ۶ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۲ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۹) دونوں طرح جائز ہے(۲) چاہے ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرے (وھذا اوجه) اور چاہے سلام پھیر کر ہاتھ چھوڑے (ولا محذور فیه) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جنازہ کے بعد دعا نہیں

(سوال) بعد نماز جنازہ دعا کرنی چاہئیے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۹۱۱ محمد موسیٰ صاحب (بہاولپور) ۷ اشعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۰) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی ثابت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

جنازہ میں شریک نہ ہونے والے شخص کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے

(سوال) چھاؤنی نیمچہ میں اکثر و زیادہ تر رواج ہے کہ میت کے ہمراہ کم و بیش اشخاص جاتے ہیں اور نماز جنازہ

(۱) صرف اخبار میں خبر چھپنا دلیل شرعی نہیں اس سے کسی پر اسلام و کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا جب تک کسی دلیل شرعی سے اس کا اقرار ثابت نہ ہو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا۔ فقط (۲) ومن ههنا يخرج الجواب عما سئلت في سنة ست و ثمانين ايضا من انه هل يصنع مصلي الجنازه بعد التكبير الاخير من تكبيراته ' ثم يسلم' ام يرسل ' ثم ليسلم' وهو انه ليس بعد التكبير الاخير ذكر مسنون ' فيسن فيه الارسال (السعاية' باب صفة الصلاة' بيان ارسال اليدين الخ ۲/۱۵۹ سهيل اكيڈمی لاهور)
(۳) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة' لانه دعا مرة ' لان اكثرها دعاء (بزازية' على هامش الهندية' فصل في الجنائز ۴/۸۰ ط ماجديه' كوئٹه)

کے وقت ثلث یا نصف مشکل شامل نماز ہوتے ہیں بقیہ علیحدہ دور ہٹ جاتے ہیں نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوتے چنانچہ تاریخ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ایک میت کے ساتھ بہت سے آدمی ہمراہ جنازہ میت کے تھے انہیں میں سے نصف آدمی نماز کے واسطے تیار ہوئے اور نصف علیحدہ ہو کر دور جا بیٹھے شرکت نماز کے لئے کہنے پر چند اشخاص اور شریک ہوئے بقیہ میں سے کچھ روپوش ہو گئے اور کچھ علیحدہ ہی بیٹھے رہے اُن میں سے دو آدمی ایک قصاب اسم نا معلوم اور دوسرا عبدالقیوم درزی اس طرح سے ہم کلام ہوئے کہ ہم نماز جنازہ بھی نہیں پڑھتے اور نماز میں بھی شریک نہیں ہوتے عبدالقیوم کے گھر سے میت کے ورثاء کے لئے کھانا لایا اور ان کو کھانا کھلایا بروقت تاکید شرکت نماز جنازہ بعض بعض نمازی بھی کہنے لگے کہ زور مت دو یہاں کی رسم ایسی ہی ہے ایسی تاکید کرنے سے آئندہ لوگ جنازہ میت میں شریک نہیں ہوں گے چونکہ نمازی ہو کر ان کا یہ کلمات کہنا بے نمازیوں کی جرأت کو بڑھاتا ہے اور ان کی ہمدردی کرتے ہیں اور ہدایت کرنے والوں کو روکتے ہیں اس لئے عرض ہے کہ منکر نماز جنازہ کے گھر پر کھانا کھانا جائز ہے یا ناجائز ؟ المستفتی نمبر ۱۹۴۷ ایم عبداللہ صاحب چھاؤنی نیمچ ۲۷ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۱) جنازے کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو نماز جنازہ میں شریک ہونا چاہئے جو لوگ نماز میں شریک نہیں ہوتے ان کا یہ فعل اچھا نہیں ہے ان کو نرمی سے نماز جنازہ میں شریک ہونے کی ترغیب دینی چاہئے جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہ ہو اس کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے(۱) اور جس شخص نے سختی کرنے سے منع کیا ہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہوا کیونکہ نصیحت بھی حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ولد الزنا کی نماز جنازہ بھی ضروری ہے

(سوال) ایک مسلمان شخص ایک مسلمان عورت کو بھگا کر لے گیا تھا اس کے گھر میں اسی عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا مرنے کے بعد اس شہر کی مسجد کے امام نے کہہ دیا کہ اس کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ المستفتی نمبر ۲۰۵۰ غلام قادر صاحب ہزارہ ۱۵ ارمضان ۱۳۵۶ھ م ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۲) لڑکا جو پیدا ہوا اور ڈھائی سال کا ہو کر مر گیا اس کا جنازہ پڑھنا جائز تھا کیونکہ وہ بچہ قصوروار نہیں تھا اور مسلمان بچہ تھا امام نے نماز جنازہ نہ پڑھنے میں غلطی کی۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) اس لئے کہ جنازہ فرض کفایہ ہے اگر ایک شخص بھی پڑھ لے تو باقی تمام سے فرضیت ساقط ہوتی ہے اور نہ پڑھنے والے گناہ گار نہ ہوں گے " الصلاۃ علی الجنازۃ فرض کفایۃ اذا قام بہ البعض واحداً کان' او جماعۃ ذکراً کان ' او انثی ' بسقط عن الباقین (ہندیۃ: باب الجنائز فصل فی الصلاۃ علی المیت ۱ /۱۶۲ کوئٹہ)
(۲) قال اللہ تعالیٰ : ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵ (۳) واما بیان من یصلی علیہ' فکل مسلم مات بعد الولادۃ یصلی علیہ صغیراً کان او کبیراً ذکرا کان' او انثی حرا کان او عبداً الا البغاۃ' وقطاع الطریق ومن بمثل حالھم (بدائع' فصل فی الجنازۃ ۱ /۳۱۱ طبع مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)
بچے پر جنازہ نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں وہ تو خود بے قصور ہے قصور تو اس کے والدین نے کیا ہے بچہ پر نماز نہ پڑھنا غلط ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ کی تفصیل

(سوال) نماز جنازہ بلاعذر بارش وغیرہ مسجد جماعت پنجگانہ میں پڑھنا کیسا ہے' جائز بلا کراہت ہے یا مکروہ ہے اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ہے میت مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے اور اگر میت مسجد سے خارج ہو اور نمازی اندر ہوں تو کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۵۳ چودھری علی بخش و مراد بخش صاحب (جالندھر) ۱۵ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۳) اگر کوئی عذر مثلاً بارش یا پاک زمین میسر نہ ہونے کی وجہ سے نماز جنازہ مسجد میں پڑھ لی جائے تو حنفیہ کے نزدیک بھی بلا کراہت جائز ہے(۱) اور بلا عذر ہو تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے کراہت تحریمی کے بھی بعض فقہا قائل ہیں(۲) مگر راجح کراہت تنزیہی ہے(۳) جنازہ باہر ہو اور نمازی مسجد میں' یہ صورت خفیف ترین ہے(۴) اس کے بعد یہ کہ جنازہ مسجد میں ہو اور نمازی باہر ہوں(۵) اور جنازہ و نمازی دونوں مسجد میں ہوں یہ پوری کراہت والی صورت ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اگر کافر کا بچہ مسلمان کی تحویل میں ہو تو بچے کی نماز جنازہ کا حکم

(سوال) ایک لاوارث معصوم بچہ جس کے والدین کے مشرک ہونے کا علم ہو وہ بچہ قانوناً رسماً و حکماً کسی مسلمان کی تحویل میں آگیا ہو اور آتے ہی فوراً فوت ہوگیا ہو تو کیا باتباع شرع شریف اس کی نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۵ شیخ عبداللہ مولا بخش چکی والا (مئی ۸) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۴) اگر مسلمان کا قبضہ نابالغ بچے پر صحیح شرعی اصول کے موافق ہوا ہو تو بچہ مسلمان کا قرار دیا جائے گا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) انما تکرہ فی المسجد بلاعذر فان کان فلا' ومن الاعذار المطر کما فی الخانیة (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲۶ ط محمد سعید)

(۲) وکرھت تحریما' و قیل تنزیھا فی مسجد جماعة ھو ای المیت فیہ وحدہ' او مع القوم (درمختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲٤ ط سعید)

(۳) ثم ھی کراھة تحریم او تنزیھة روایتان ویظھر لی ان الاولی کونھا تنزیھة (فتح القدیر ابواب الجنائز ، فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ۲/۱۲۸ مصطفی حلبی مصر)

(۴) اس لئے کہ اس صورت میں مکروہ ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے اور اختلاف کی وجہ سے تخفیف آجاتی ہے' وان کانت الجنازة وحدھا فی الخارج' فمختلف (بزازیہ علی الھندیہ' فصل فی الجنائز ۱/۷۹ کوئٹہ)

(۵) اس لئے کہ جو علماء مسجد میں جنازے کی کراہت کی وجہ اشتغال بما لم تبن لہ' کو قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ صورت مکروہ ہی نہیں (قولہ وان کان شغل المسجد بما لم یبن لہ' تنزیھة) فلو کان المیت موضوعا فی المسجد والناس خارجة' لا تکرہ (طحطاوی علی المراقی' احکام الجنائز ص ۳٦۰ بیروت)

(٦) اس لئے کہ یہ صورت بالاتفاق مکروہ ہے وان کان الکل فی المسجد' یکرہ بالاتفاق (بزازیہ علی الھندیة' نوع الخامس والعشرون فی الجنازة ۱/۷۹ ط کوئٹہ)

(۷) والصبی اذا وقع فی ید المسلم من الجند فی دار الحرب وحدہ' و مات ھناک صلی علیہ تبعا لصاحب الید کذافی المحیط (ھندیة' باب صلاۃ الجنائز ۱/۱٦۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

جنازے کے بعد اجتماعی دعا سلف سے ثابت نہیں

(سوال) (ا) کیابعد نماز جنازہ مجتمعاً دعا مانگنا جیسا کہ آج کل کلکتہ میں عام رواج ہے رسول اللہ ﷺ سے یا سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یا نہیں (ب) اور اس باب میں علماء حنفیہ کی کیا تحقیق ہے امام ابو حنیفہؒ سے کچھ منقول ہے یا نہیں ؟ (ج) اردو رسالوں میں جہاں نماز جنازہ کی ترکیب لکھی ہوئی ہے وہاں دعا کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا کیا اس وجہ سے کہ ثابت نہیں یا سہواً ایسا ہوا ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۱۰۲ حاجی عبدالجبار (کلکتہ) ۷ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۵) نماز جنازہ کے بعد کوئی اجتماعی دعا زمانہ آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا سلف صالحینؒ میں ثابت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے فقہ حنفی میں بھی نماز کے بعد کسی دعائے اجتماعی کی ترغیب یا ہدایت مذکور نہیں بلکہ بعض کتب میں منع کیا گیا ہے۔ (۱) کے لئے رسالہ بصائر الاہتداء ملاحظہ فرمایا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز جنازہ میں سلام پھیرنا حدیث سے ثابت ہے

(سوال) نماز جنازہ میں سلام پھیرنا رسول خدا ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں بصورت ثبوت حدیث کا حوالہ ضروری ہے اور بصورت عدم ثبوت حدیث یہ سلام کا پھیرنا کس اصول شریعت کے ماتحت ہے۔ المستفتی نمبر ۲۲۳۲ محمد زکریا مسلم ہائی اسکول (انبالہ سٹی) ۲۵ صفر ۱۳۵۷ھ م ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۶) نماز جنازہ میں سلام پھیرنا سلفاً و خلفاً معمول رہا ہے اس کے ثبوت کے لئے یہ روایات ہیں (۱) صلت الملئكة على دم فكبرت عليه اربعاً و سلموا تسليمتين (كنز العمال)(۲) (۲) الصلوة على الجنازة بالليل والنهار سواء يكبر اربعا و يسلم تسليمتين (كنز العمال)(۳) (۳) عن ابى امامة بن سهل بن حنيف قال السنة فى الصلوة على الجنائز يقرأ فى التكبيرة الاولىٰ بام القرآن مخافتةً ثم يكبر ثلاثا و يسلم عند الاخرة (كنز العمال) (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مسجد کے بجائے سڑک پر جنازہ پڑھنا بہتر ہے

(سوال) نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد جس میں نماز پڑھی جاتی ہے وہ داخل مسجد ہے یا کہ نہیں پس اس حالت میں جب کہ برون مسجد سڑک نہایت فراخ اور کشادہ موجود ہے جس میں نماز جنازہ

---

(۱) لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة' لانه دعا مرة' لان اكثر ها دعاء (بزازيه على هامش الهنديه : فصل فى الجنائز ۷۹/۴ 'ط کوئٹہ)

(۲) الكتاب الرابع ' من حرف الميم' الباب الاول فى ذكر الموت الخ الفصل الرابع فى الصلاة على الميت ۱۵/ ۵۸۵ حديث نمبر ۴۲۲۹۳ مكتبه تراث حلب)

(۳) ۱۵/ ۵۸۴ حديث نمبر ۴۲۲۹۰' مكتبه تراث حلب)

(۴) كتاب الموت من قسم الافعال' صلاة الجنائز ۱۵/ ۷۱۸ حديث نمبر ۴۲۸۶۱ مكتبه تراث' حلب)

نہایت فراغت اور اطمینان کے ساتھ جماعت کثیر کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اور قبرستان کا فاصلہ وہاں سے میل ڈیڑھ میل ہے جس کی وجہ سے وہاں نماز جنازہ میں مجمع نہیں ہوتا اور سڑک پر پڑھنے سے کافی مجمع ہو جاتا ہے تو ان صورتوں کے ہوتے ہوئے نماز جنازہ سڑک مذکورہ پر پڑھنا اولیٰ ہے یا قبرستان میں ؟ المستفتی نمبر ۲۲۴۲ قاری محمد انوار الحق صاحب (کراچی) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ م ۸ مئی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۷) بہت سے مقامات میں صحن مسجد کو خارج از مسجد قرار دیتے ہیں اور وہاں عرف یہی ہوتا ہے اسی بنا پر بانیان مسجد بھی صحن کو مسجد میں داخل کرنے کی نیت نہیں کرتے ایسی صورت میں تو نماز جنازہ صحن میں پڑھ لینی جائز ہے اور اگر صحن کو مسجد قرار دیا گیا ہو تو باہر سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا اولیٰ ہے کہ قبرستان لے جانے اور وہاں نماز پڑھنے میں نمازی کم ہو جاتے ہیں (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

عصر کے بعد غروب سے پہلے جنازہ جائز ہے

(سوال) عصر مغرب کے درمیان نماز جنازہ جائز ہے کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۶۰ نبی احمد خاں (آگرہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ ۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۱۷) جائز ہے عین غروب کے وقت سے پہلے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

کسی حدیث میں حضور ﷺ نے جنازے میں فاتحہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا

(سوال) غیر مقلد کہتا ہے کہ حنفی کی میت کا نماز جنازہ بھی درست نہیں ہوتا کیونکہ حنفی لوگ سورہ فاتحہ نماز جنازہ میں نہیں پڑھتے حالانکہ حدیث ترمذی میں آئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئیے آپ برائے خدا جلد از جلد جواب دیگر مشکور فرمائیں۔المستفتی نمبر ۲۴۷۰ محمد عبدالغنی صاحب ہوشیار پور (پنجاب) ۶ صفر ۱۳۵۸ھ م ۲۸ مارچ ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۱۹) کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ آنحضرت ﷺ نے جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہو یا یہ فرمایا ہو کہ جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئیے (۳) ترمذی میں یہ روایت نہیں ہے

---

(۱) یہاں سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے یا تو سوال میں مذکور وجوہ کی بناء پر یا مسجد کے صحن کے مقابلے میں ورنہ سڑک پر نماز جنازہ کو فقہائے احناف نے مکروہ لکھا ہے جو ناپسندیدہ ہے اور کراہت کی وجوہ بھی ذکر کئے ہیں مثلاً سڑکوں پر نجاسات کا ہونا اور ناپاک جوتوں اور چپل سمیت نماز پڑھنا وغیرہ تکرہ فی الشارع واراض الناس کذافی المضمرات (هندية' جنائز' باب الجنائز ۱/۱۶۵ ط كوئٹه)

(۲) ولا تكره الصلاة على الجنازة بعد صلاة الفجر' و بعد صلاة العصر قبل تغير الشمس (بدائع' فصل في باب الجنائز ۱/۳۱۷ مكتبه رشيديه' كوئٹه)

(۳) آپ علیہ السلام سے تو کسی مرفوع صحیح حدیث میں یہ ثابت نہیں اور بخاری شریف میں ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ ابن عباس نے فاتحہ الکتاب پڑھی اور فرمایا" لتعلموا انها سنة" اور اس جیسی دیگر روایات بھی موجود ہیں جس سے صرف جواز ثابت ہو سکتا ہے جس کے احناف بھی بنیت دعا قائل ہیں اور صحابہ کا پڑھنا بھی دعا پر محمول ہو سکتا ہے کیونکہ سورہ فاتحہ افضل دعا ہے جیسا کہ مروی ہے افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله اور " انها سنة" کے متعلق فتح الباری میں لکھا ہے " يحتمل ان يريد ان الدعاء سنة (فتح الباری' شرح بخاری' باب قراء ة فاتحه الكتاب على الجنازة ۳/۱٦٤ ط مطبعة كبرىٰ بولاق' مصر)

جو آپ نے سوال میں لکھی ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں

(سوال) بعد نماز جنازہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بروئے مذہب حنفی واہل حدیث کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۲۶۳۰ میاں محمد صدیق صاحب فیروز پور ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ م ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۲۰) نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے(۱) اس مسئلے میں حنفی اور اہل حدیث کے مذہب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

امام مسجد پر چالیس قدم تک میت کی چارپائی اٹھانا ضروری نہیں

(سوال) کیا میت کی چارپائی اٹھاتے وقت امام محلّہ پر چالیس قدم لینا یعنی ایک ہاتھ سر چارپائی پکڑنا اور پنجہ پڑھنا امر ضروری ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۷ فیروز خاں صاحب

(جواب ۱۲۱) جنازے کے چالیس قدم لینے کا یہ طریقہ جو سوال میں مذکور ہے غلط اور خلاف سنت ہے یعنی امام کی یہ ڈیوٹی مقرر کرنا کہ وہ جنازہ اٹھاتے وقت ایسا ضرور کرے یہ ناجائز اور بدعت ہے، ہاں ہر مسلمان پر میت کا یہ حق ہے کہ جنازہ کو کندھا دے اور کندھا دینے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے جنازہ کا اگلا پایہ اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر دس یا اس سے زائد پھر اس کا پچھلا پایہ اپنے دائیں کندھے پر رکھے اور دس قدم چلے پھر اگلا پایہ بائیں کندھے پر پھر پچھلا پایہ بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے یہ مستحب ہے(۲) اور ہر شخص کے لئے ہے نہ صرف امام کے لئے اور گھر سے قبرستان تک جانے میں جس وقت اور جس مقام پر چاہے ہر شخص یہ حق ادا کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہ ضروری نہیں کہ امام جنازے کو اٹھاتے وقت یہ چالیس قدم پہلے ضرور پورے کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نماز جنازہ میں بھی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے

(سوال) ہمارے یہاں جنازے کی نماز کی جگہ پر تاڑ کے درخت ہیں ان پر ہمیشہ گدھ بیٹھے رہتے ہیں گدھ بیٹ کرتے رہتے ہیں اس وجہ سے فرش سفید رہتا ہے اس سفید زمین پر بعض آدمی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟ المستفتی نمبر ۲۸۱۴ سلیمان موسیٰ حافظ جی باڑدولی ضلع سورت ۸ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

---

(۱) ولا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ' لان اکثر ھا دعاء (بزازیہ' فصل فی الجنائز ۴/۸۰ کوئٹہ)

(۲) ومن اراد کمال السنۃ فی حمل الجنازۃ' ینبغی لہ ان یحملہا من الجوانب الاربع' روینا عن ابن عمرؓ انہ کان یاٰمر علی الجنازۃ علی جوانبہاالاربع' فیضع مقدم الجنازۃ علی یمینہ' ثم مؤخر ھا علی یمینہ' ثم مقدمہا علی یسارہ ثم مؤخر ھا علی یسارہ و ینبغی ان یحمل من کل جانب عشر خطوات (بدائع الصنائع' فصل فی حمل الجنازۃ ۱/۳۰۹ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(جواب ۱۲۲) اس ناپاک جگہ پر کھڑے ہونے والوں کی نماز نہیں ہو گی ان کو یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے یا وہاں پاک کپڑا ڈال کر نماز پڑھیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

عید گاہ میں نماز جنازہ جائز ہے

(سوال) عید گاہ کے اندر جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۲۳) عید گاہ میں جنازے کی نماز پڑھنی جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں

(سوال) نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھاکر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۱۲٤) نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھاکر اجتماعی دعا کا ثبوت نہیں نماز جنازہ خود دعا ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(جواب دیگر ۱۲۵) نماز جنازہ بصر تح فقہائے احناف دعا ہے اور اگر چہ اس پر لفظ صلوۃ بمعنی نماز کا اطلاق بھی کیا گیا ہے اور صحیح ہے تاہم اس میں دعا ہونے کی جہت راجح اور غالب ہے(۴) اور بعد فراغ من الصلوۃ آنحضرت ﷺ و صحابہ کرامؓ وائمہ مجتہدینؒ سے ثابت نہیں کہ وہ کوئی دعا اور کرتے تھے یعنی نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے متصل بعد البتہ بعد دفن قبر پر تھوڑی دیر توقف کرنا اور میت کے لئے دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے جو سنن ابی داؤد میں مروی ہے۔(۵)

تاہم نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد فرداً فرداً اگر لوگ دعا مانگ لیں تو کچھ مضائقہ بھی نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو کسی قسم کی طعن تشنیع ملامت نہ کی جائے اور دعا کا کوئی خاص اہتمام و تداعی اور جماعت بنانے کی پابندی نہ ہو اسی طرح اگر کوئی شخص اکیلا بغیر اہتمام و التزام و پابندی ہیئت جماعت کے دعا مانگے تو کسی کو اسے روکنے اور منع کرنے کا بھی حق نہیں ہے کیونکہ اس خاص صورت میں ایک امر مباح کا مرتکب ہے یا زیادہ سے زیادہ مستحسن کا اور ان دونوں حالتوں میں منع کرنے کے کوئی معنی نہیں بعض عبارات فقہاء سے جو دعا کا جواز معلوم ہوتا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ لوگ فرداً فرداً بغیر اہتمام و التزام و بغیر پابندی کی

(۱) کیونکہ جنازہ میں بھی نمازیوں کے لئے طہارۃ مکان شرط ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہو گی وفی القنية' الطهارة من النجاسة في ثوب' و بدن' و مكان' و ستر العورة شرط في حق الميت لو الامام جميعاً (الدر المختار' باب صلاة الجنائز ۲/ ۲۰۸ ط سعيد)
(۲) قيد بمسجد الجماعة لانها لا تكره في مسجد اعد لها و كذافي مدرسة' و مصلى عيد' لانه ليس لها حكم المسجد في الاصح (طحطاوى على المراقي' باب احكام الجنائز ص ۳٦۰ ط بيروت)(٤۹۱ اصح المطابع كارخانه تجارت كتب خانه كراچى)
(۳-٤) لانها ليست بصلاة حقيقة' انما هي دعاء واستغفار للميت (بدائع' فصل في بيان كيفية الصلاة على الجنازة ۱/ ۳۱٤ ط كوئته) ولا يقوم بالدعا بعد صلاة الجنازة لا نه دعا مرة' لان اكثرها دعاء (بزازيه على هامش الهندية' نوع الخامس و العشرون في الجنازة ٤/ ۸۰ ط ماجدية' كوئته)
(۵) عن عثمان بن عفان' قال : كان النبي ﷺ اذا فرغ من دفن الميت' وقف عليه' فقال : استغفروا لا خيكم' واسالوا له بالتثبيت' فانه الآن يسئل (ابوداؤد' باب الاستغفار عند القبر للميت في وقت الا نصراف ۲/ ۱۰۳ ط سعيد)

بنیت جماعت دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی

میت اور کچھ نمازی مسجد کے اندر ہوں اور کچھ باہر تو جنازے کا حکم

(سوال) جنازہ خارج مسجد ہو اور نمازیان اکثر داخل مسجد ہوں اور قلیل خارج مسجد ہوں تو نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۲۶) جنازہ مسجد سے باہر ہو اور کچھ نمازی باہر ہوں اور کچھ مسجد میں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ظاہری علامات نہ ہوں تو لڑکا و لڑکی دونوں کو پندرہ سال کی عمر میں بالغ قرار دیا جائے گا

(سوال) (۱) دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ یا نابالغ پڑھا جائے ؟ (۲) شریعت میں کتنے سال کی لڑکی بالغ ہوتی ہے (۳) بعض مولوی صاحبان دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ پڑھاتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خلوت نو سال میں ہوئی تھی اس لئے دس سال کا جنازہ بالغ پڑھنا جائز ہے۔
المستفتی نمبر ۲۲۹۱ حاجی عبدالکریم (پشاور) مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۲۷) دس سال کی لڑکی اگر بالغہ ہو گئی ہو یعنی اس کو حیض آنا شروع ہو گیا ہو تو اس کا جنازہ پوری عورت کے لئے پڑھایا جائے اور اگر حیض آنا شروع نہ ہوا ہو تو اس کا جنازہ نابالغہ کی طرح پڑھا جائے دس سال کی عمر میں لڑکی بالغہ ہو سکتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ ہر دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ سے نو سال کی عمر میں مقاربت ہوئی تو نو سال کی لڑکی کے بلوغ کا امکان ثابت ہوا نہ یہ کہ ہر نو سال کی لڑکی بالغہ قرار دی جائے بالغہ قرار دینے کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونی چاہئے جب کہ اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ولد الزنا کا جنازہ بھی ضروری ہے' البتہ اس کی والدہ کے جنازے میں نیک و صالح لوگ شریک نہ ہوں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک مرد مسلمان کی دو عورتیں ہیں ایک منکوحہ ایک غیر منکوحہ یہ بات سب گاؤں والے جانتے

---

(۱) لعله من مسامحات الشیخ' والا فقد صرح بالکراهة فی حق من کان داخل المسجد' فلیراجع ص ۸۱

(۲) بلوغ الغلام ...... والجاریه بالا حتلام' والحیض والحبل' فان لم یوجد فیهما' فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة' به یفتی' وادنی مدة له اثنا عشرة سنة' ولها تسع سنین (تنویر الابصار' کتاب الحجر' فصل فی بلوغ الغلام بالا حتلام ۶/۱۵۳' ۱۵۴' ط سعید)

ہیں بار ہا کہا گیا کہ تم نکاح پڑھالو مگر وہ آج کل آج کل کہہ کر ٹالتا رہا اولاد بھی پیدا ہوتی جاتی ہے مگر نکاح پڑھانے پر راضی نہیں ہوتا اگر اس غیر منکوحہ کا بچہ یا خود غیر منکوحہ فوت ہو جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا اور نماز جنازہ پڑھانا کیسا ہے ؟

(جواب ۱۲۸) ہاں اس عورت اور اس کے بے نکاحی بچوں کا جنازہ پڑھ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئیے کیونکہ وہ عورت اور اس کے سب بچے مسلمان ہیں(۱) اور بچوں کی کوئی خطا نہیں ہے قصور ان کے والدین کا ہے(۲) ہاں والدین کے جنازے میں مقتدا اور پیشوا شریک نہ ہوں تو بہتر ہے(۳) جب کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو جائے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

شوہر اور باپ میں سے جنازے کا حق باپ کا ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک عورت فوت ہوئی اس کا شوہر اور باپ دونوں موجود ہوں تو ان میں سے کس کو خود نماز جنازہ پڑھانے یا پڑھنے کی اجازت دینے کا حق ہے۔

(جواب ۱۲۹) میت کا باپ اور شوہر موجود ہوں تو نماز جنازہ پڑھانے یا اجازت دینے کا حق باپ کو ہے۔ ولا ولایۃ عندنا للزوج لا نقطاع الوصلۃ بالموت کذافی الجامع الصغیر لقاضی خان' فان لم یکن للمیت ولی فالزوج اولیٰ ثم الجیران او لیٰ من الاجنبی' کذافی التبیین (ہندیہ) (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نماز جنازہ چھوٹنے کا خطرہ ہو تو تیمم جائز ہے' اگرچہ پانی موجود ہو

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) اگر جنازے کی نماز تیار ہے بعض لوگوں کو وضو کرنا ہے جنازے سے دس قدم پر پانی بھی موجود ہے اور وقت بھی زوال میں باقی ہے تو ایسی حالت میں وضو کے بجائے تیمم جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۳۰) جنازے کی نماز کے لئے ایسے وقت تیمم جائز ہے کہ جنازے کی نماز ہونے لگے اور لوگ انتظار نہ کریں تو جو لوگ باوضو نہیں ہیں اگر وہ وضو کرنے جائیں تو نماز سے رہ جائیں ایسی حالت میں وہ تیمم کر کے نماز میں شریک ہو سکتے ہیں لیکن اگر نمازی انتظار کرنے کے لئے آمادہ ہوں یا خود ولی وضو کرنے جائے

---

(۱) اور جنازے کی نماز کی صحت کے لئے مسلمان ہونا کافی ہے' واما بیان من یصلی علیہ' فکل مسلم مات بعد الولادۃ یصلی علیہ' صغیرا کان او کبیرا' ذکرا کان' او انثی حرا کان' او عبداً الا البغاۃ الخ(بدائع الصنائع' فصل فی صلاۃ الجنازۃ ۱/۳۱۱ ط. رشیدیہ کوئٹہ)

(۲) لہذا والدین کی وجہ سے اولاد کو قصوروار نہیں ٹھرایا جائے گا الا تزر وازرۃ وزرا اخری' النجم :۳۸

(۳) صفحہ نمبر ۹۲ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۴) باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱۶۳ ماجدیہ' کوئٹہ

تو ایسی حالت میں وضو ہی کرنا ضروری ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھی جائے' پھر جنازے کی

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) مغرب کا وقت قریب ہے آفتاب غروب ہونے کی زردی پھیلی ہوئی ہے جنازہ تیار ہے پہلے مغرب کی نماز پڑھیں یا جنازہ کی نماز؟

(جواب ۱۳۱) غروب آفتاب کے بعد پہلے مغرب کی نماز پڑھنی چاہئے' پھر جنازے کی۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ

غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کا انتقال اپنے وطن میں یکم صفر المظفر کو ہوا اور جنازہ زید کا ۱۲ صفر کو کلکتہ میں پڑھایا گیا یہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۳۲) حنفیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں کیونکہ وہ اسے شریعت سے ثابت نہیں سمجھتے (۳) تاریخ انتقال اور تاریخ نماز کے قرب وبعد کا کوئی فرق نہیں' محمد کفایت اللہ غفر لہ'

فاحشہ کے مال سے جنازہ گاہ تعمیر کرنا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) منٹگمری میں ایک طوائف فاحشہ عورت کے دو ملکیتی مکان ہیں فوتگی سے کچھ عرصہ پہلے اس نے ایک مکان کی اپنے مرشد پیر اصغر علی کے نام وصیت کی چنانچہ پیر صاحب نے قبضہ کرلیا' دوسرے کی نسبت وصیت لکھائی کہ انجمن اسلامیہ منٹگمری فروخت کر کے اس کی قیمت سے قبرستان میں جنازہ گاہ بنادے' جہاں کہ متوفی مسلمانوں کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۳۳) اگر فاحشہ مذکورہ کا یہ مکان اس کا موروثی ہو (بشرطیکہ مورث کی کمائی خالص حرام نہ ہو)

---

(۱) قولہ: و جاز لخوف فوت صلاۃ الجنازۃ ای ولو کان الماء قریبا' ثم اعلم انہ اختلف فیمن لہ حق التقدم فیہا' فروی الحسن عن ابی حنیفۃ' انہ لا یجوز للولی' لانہ ینتظر' ولو صلوا لہ حق الا عادۃ' و صححہ فی الھدایۃ' والخانیۃ' وکافی النسفی (رد المحتار' باب التیمم ۱/ ۲۴۱ ط سعید)

(۲) ولو ارادوا ان یصلوا علی جنازۃ وقد غربت الشمس' فالا فضل ان یبدؤ ابصلاۃ المغرب' ثم یصلون علی الجنازۃ' لان المغرب آکد من صلاۃ الجنازۃ (بدائع' فصل فی صلاۃ الجنازۃ فصل فی بیان ما یکرہ فیہا ۱/ ۳۱۷ ط سعید)

(۳) وشرطہا ایضا حضورہ' ووضعہ و کونہ ہو او اکثرہ امام المصلی' و کونہ للقبلۃ' فلا تصح علی غائب و صلاۃ النبی ﷺ علی النجاشی لغویۃ' او خصوصیۃ الخ (الدر المختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۰۷' ۲۰۸ سعید)

فاحشہ نے کسی جائز ذریعہ اور حلال کمائی سے حاصل کیا ہو تو اس مکان کی قیمت سے جنازہ گاہ بنانا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر یہ مکان حرام کمائی سے حاصل کیا گیا ہے تو اس میں خبث قائم ہے اور اس کو کسی نیک کام میں با امید ثواب لگانا ناجائز ہے (۱) اس کو انجمن اسلامیہ فروخت کر کے یتیموں اور بیواؤں اور دوسرے محتاجوں کے کھانے کپڑے میں اس نیت سے خرچ کر دے (۲) کہ ایک مال حرام اس کے قبضے میں آگیا ہے جس کو وہ اصلی جائز مالک تک نہیں پہنچا سکتی اس لئے بہ نیت رفع وبال یا بہ نیت ایصال ثواب اصل مالک و مستحق محتاجوں اور مسکینوں پر خرچ کر رہی ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

میت کو چارپائی پر رکھ کر جنازہ پڑھنا جائز ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) نماز جنازہ چارپائی یا پلنگ پر جب کہ بان' سوتلی' نواڑ سے بنے گئے ہوں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۳٤) میت چارپائی یا پلنگ پر ہو تو نماز جنازہ جائز ہے (۴) خواہ وہ بان یا نواڑ یا سُتلی سے بنا ہوا ہو اور نماز پڑھنے والا چارپائی یا پلنگ پر ہو جب بھی نماز جنازہ جائز ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) زانیہ کا جنازہ بھی ضروری ہے' مگر نیک اور شریف لوگ شریک نہ ہوں
(۲) فرائض اسلام کا اعتقاد نہ رکھنا کفر ہے' ایسے شخص کی جنازہ نہ پڑھی جائے.

(الجمعیۃ مورخہ ۵ اگست ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) یہاں پر ایک عورت نے ایک کافر مرد خفیہ طور سے لیا ہوا ہے جس پر اکثر مسلمان اس فعل قبیحہ کا ثبوت بھی دے سکتا ہیں' مگر عورت یوں کہتی ہے کہ ہم نے بطور نوکر رکھا ہوا ہے تو ایسی حالت میں اگر عورت مر گئی تو اس کا نماز جنازہ پڑھانا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) یہاں پر اکثر مسلمانوں نے بری بدھ مذہب کی عورتوں سے شادی کی ہوئی ہے بوقت خواندن نکاح عورت بمشکل کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر بعد میں نکاح ہو جانے پر دائرہ اسلام میں شمار کیا جاتا ہے لیکن زن ہذا کبھی بعد از نکاح تاوفات ضروریات دین اسلام سے بھی ناواقف ہوتا ہے اور کبھی نماز' روزہ وغیرہ نہیں رکھتا' تو ایسے حالات میں بعد از وفات ان کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ بعد از وفات شوہر کچھ دن بعد پھر مذہب کفریہ میں

---

(۱) یعنی خالص حلال مال ہو اور اگر حرام مال بھی ہو تو حلال غالب ہو اور حرام مغلوب ہو تو اس صورت میں اس مال کو استعمال کر سکتے ہیں' اور اگر مکمل حرام مال ہو اور یا غالب حرام ہو تو اس کا استعمال ثواب کی نیت سے درست نہیں

(۲) اور جنازہ گاہ بنانا بھی جائز ہے لیکن مناسب نہیں کیونکہ اس سے خواہ مخواہ لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہوں گے اور اس میں نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کریں گے

(۳) لانہ سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبه (رد المحتار' فصل فی البیع ٦/٣٨٥ ط سعید)

(٤) ان کان المیت علی الجنازة' لا شك انه یجوز (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ٢/٢٠٨ ط سعید)

(۵) کیونکہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں ہوتا اس لئے امام کی چارپائی پر جائز ہے چاہے اس میں قرار ہو یا نہ ہو

شامل ہوتی ہے تو آیا ایسے حالات میں مسلمانوں کے واسطے شرعی حکم کیا ہے۔
یہاں پر چند ایسی عورت فوت ہوئی ہے، مگر مسلمانوں نے نماز جنازہ نہیں پڑھا ہے اور قبرستان علیحدہ میں دفن کیا ہے روبرو شوہر۔
(جواب ۱۳۵) (۱) اگر عورت کی بدکاری کا ثبوت نہیں ہے تو اس کو متہم کرنے میں احتیاط کرنی چاہئے (۱) اور اس کی موت کے بعد اس کا جنازہ بھی پڑھنا چاہئے (۲) ہاں اگر بدکاری کا ثبوت ہو تو اس کے ساتھ زانیہ عورتوں کی طرح معاملہ کرنا لازم ہے مگر جنازہ زانیہ کا بھی پڑھنا چاہئے (۳) ہاں علما اور صلحا اور مقتدا جنازے میں شریک نہ ہوں مسلمان عوام جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں۔(۴)
(۲) اگر یہ عورتیں صرف زبانی کلمہ طیبہ پڑھ لیتی ہیں اور ضروریات ایمان سے واقف نہیں ہوتیں، فرائض اسلامیہ کا اعتقاد نہیں رکھتیں تو یہ کافر قرار دی جائیں گی۔(۵) نہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہوگا نہ انکے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

شیعہ کی اقتداء میں سنی کی نماز جنازہ جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) کیا سنی حنفی مسلمان شیعہ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے؟
(جواب ۱۳۶) شیعہ غالی تبرائی نہ ہو تو نماز جنازہ میں حنفی اس کی اقتدا کر سکتا ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی مسجد میں جنازہ بلا کراہت درست ہے

(سوال) یہاں بیرون شہر ایک قبرستان میں مسجد بنی ہوئی ہے جب وہاں جنازہ لے جاتے ہیں تو گرمی اور برسات کے موسم میں اسی مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اگر فرض وقتیہ کا وقت ہوتا ہے تو بعد نماز جنازہ اسی مسجد کے جماعت خانے میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اس لئے کہ فرض نماز کا وقت شہر میں واپس آنے تک یا تو آخر ہو جاتا ہے یا بالکل نہیں رہتا مسجد مذکور کا جماعت خانہ وسیع ہے اور صحن بہت چھوٹا ہے اس لئے جماعت

(۱) یا ایھا الذین آمنوا، اجتنبوا کثیرا من الظن، ان بعض الظن اثم، الحجرات : ۱۲
(۲-۳) واما بیان من یصلی علیہ، فکل مسلم مات بعد الولادۃ یصلی علیہ، صغیرا کان، او کبیرا ذکرا کان، او انثی، حرا کان، او عبدا ...... لقول النبی ﷺ، صلوا علی کل بر وفاجر (بدائع، فصل فی صلاۃ الجنازۃ ۱/۳۱۱ ط سعید)
(۴) ص ۹۲ حاشیہ ۶ دیکھیں
(۵) لان الحق عدم التکفیر ..... بخلاف من خالف القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۴۶ ط سعید)
(۶) یعنی وہ شیعہ جو ضروریات دین کا انکار نہ کریں اور صرف حضرت علیؓ کی افضلیت کے قائل ہوں، اور چونکہ آج کل کے شیعہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کی الوہیت کے قائل ہیں اس لئے بوجوہ کافر ہیں ان کے پیچھے نماز جنازہ نہیں ہوگی، ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی ..... فھو کافر، لمخالفۃ القواطع المعلومۃ من الدین بالضرورۃ (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۴۶ ط سعید)

خانہ میں ہی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے' اس صورت میں مسجد مذکور میں نماز باجماعت یا فرداً فرداً ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسجد میں پنجوقتہ نماز نہیں ہوتی نہ اذان کہی جاتی ہے' جب جنازہ لے کر جانے کا اتفاق ہوتا ہے تب ہی بہ ضرورت نماز پڑھی جاتی ہے۔ المستفتی نورالدین مدرسہ ہاشمیہ' رانی تالاب' سورت

(جواب ۱۳۷) یہ مسجد اگر نماز جنازہ کے لئے بنائی گئی ہے تو اس میں نماز جنازہ جائز ہے (۱) اور فرض وقتی بھی ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ مسجد جنازہ میں وقتی فرض مکروہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہاں اگر یہ مسجد پنج وقتی نماز کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں نماز جنازہ مکروہ ہوگی مگر عذر بارش وغیرہ کی وجہ سے یہ کراہت مرتفع ہو جائے گی (۲) الغرض مسجد نماز جنازہ میں فرض وقت مکروہ نہیں اور مسجد پنج وقتی میں بلا عذر نماز جنازہ مکروہ ہے اور بعذر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

چوتھا باب
رسوم مروجہ بخانہ میت
فصل اول۔ غمی کی دعوتیں دسواں' چالیسواں وغیرہ

اہل میت کی طرف سے تیسرے دن کھانا دینا بدعت ہے

(سوال) اگر شخصے بمیر دوران خانہ اندرون سہ روز اتخاذ ضیافت خواہ دفن کنندگان باشند یا غیر ایشاں جائز است یا حرام؟

(جواب ۱۳۸) ضیافت از جانب میت اگر از مال میت باشد و ورثہ راضی نباشند یا در ورثہ کسے نابالغ یا مجنون یا غائب باشد این ضیافت کردن و خوردن حرام است' چہ مال غیر است و مال غیر خوردن و خورانیدن ہر دو حرام (۳) واگر ضیافت کنندہ از مال خود کند تاہم بدعت و مکروہ است۔ (۴) کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

اہل میت کی طرف سے دفن کرنے والوں کو اسی دن کھانا کھلانا بدعت ہے

(سوال) میت کے دفن کرنے والے اسی روز اس کے گھر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) اما المسجد الذی بنی لا جل صلاۃ الجنازۃ فلا تکرہ فیہ (ہندیہ' باب الجنائز' الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت ۱/۱٦٥ ط کوئٹہ)

(۲) انما تکرہ فی المسجد بلا عذر' فان کان' فلا ومن الاعذار' المطر کما فی الخانیۃ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۲٦ ط سعید) (۳) لا یحل مال رجل مسلم لاخیہ الا ما اعطاہ بطیب نفسہ (رواہ البیہقی ' ۸/۱۸۲ ط دار الکتب العلمیہ' بیروت) (٤) و یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت' لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور' و ہی بدعۃ مستقبحۃ' (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کراہیۃ الضیافۃ من اہل المیت ۲/۲٤۰ ط سعید)

(جواب ۱۳۹) میت کے دفن کرنے والوں کو اولیائے میت سے دعوت لینا جائز نہیں و لایباح اتخاذ الضیافة عند ثلثة ایام (۱)(عالمگیری ص ۱۷۸ ج۱) و تکرہ الضیافة من اهل المیت لانهاشرعت فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة(۲) (مراقی الفلاح ص ۳۳۹) وفی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح قال فی البزازیة یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی المقبرة فی المواسم (۳) الخ ص ۳۳۹

ورثہ میں اگر کوئی نابالغ ہو تو ترکہ سے خیرات کرنا جائز نہیں

(سوال) عام دستور ہے کہ متوفی کے ورثا جن میں بالغ نابالغ بیوہ شامل ہیں متوفی کے مال میں سے فاتحہ خوانی کی رسومات پر صرف کرتے ہیں یعنی پلاؤ زردہ وغیرہ پکوا کر ملاؤں رشتہ داروں و دوستوں کی دعوت کی جاتی ہے ایسے فاتحہ کا کھانا متمول لوگوں کو جائز ہے یا نہیں ؟(۴)المستفتی نمبر ۵۱۲ محمد مقدس احمد ضلع سلہٹ ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۷ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴۰) نابالغوں کے مال میں سے خیرات کرنا ناجائز ہے اور اس کھانے کو کھانا بھی جائز نہیں۔
محمد کفایت اللہ

میت کے گھر میں ہوتے ہوئے کھانا کھانا جائز ہے

(سوال) میت کو کفن دفن کرنے سے پہلے اس گھر کی کوئی چیز کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۴۱ داؤد خاں (منگورے) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴۱) میت کی موجودگی میں کھانا کھانا جائز ہے(۵) اہل میت کے ہاں تین دن تک کچھ نہیں کھانا چاہئے تین دن کے بعد اگر کوئی ضیافت ہو تو کھانے میں مضائقہ نہیں۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ایصال ثواب کا کھانا غنی لوگ کھا سکتے ہیں

(سوال) ایصال ثواب کے لئے جو کھانا کھلاتے ہیں اور ہمارے یہاں عام دستور ہے یہ کھانا غنی کو کھلانا

---

(۱) باب الجنائز، الفصل السادس فی الدفن ۱/۱۶۷ ط ماجدیہ کوئٹہ
(۲) احکام الجنائز ص ۳۷۴ ط مصطفی البابی الحلبی مصر
(۳) طحطاوی علی مراقی الفلاح، احکام الجنائز ص ۳۷۴ ط مصطفی الحلبی مصر
(۴) جب کھانے والے مالدار ہوں یا غریب، و یکره اتخاذ الضیافة من اهل المیت ... ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار او غائب (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/۲۴۰ ط سعید)
(۵) اس میں شرعی طور پر کوئی پابندی نہیں لیکن آج کل یہ رسم بنی ہوئی ہے کہ لوگ میت کا گھر میں ہوتے ہوئے کھانے کو گناہ سمجھتے ہیں اس لئے اس رسم کو ختم کرنا چاہئے ہاں البتہ غم کی وجہ سے نہ کھائیں تو اس میں مضائقہ نہیں
(۶) تین دن متعین مثلاً سوئم، چالیسواں وغیرہ، "و یکره اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلها لانها مشروع للسرور (بزازیة علی هامش الهندیة، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز ۴/۸۱ ماجدیه کوئٹه)

جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف محتاج کو اور ہر دونوں فریق کو بلا امتیاز کھانا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۴۲) ایصال ثواب کا کھانا صدقہ ہے اور صدقہ فقراء کا حق ہے(۱) اغنیا کو صدقہ دینے سے صدقہ کا ثواب نہیں ہوتا۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) تعزیت کے بعد لوگ اپنے گھر چلے جائیں میت کے گھر کھانا درست نہیں
(۲) میت کے گھر صرف دو وقت کا کھانا بھیجنا مستحب ہے
(۳) اہل میت کو صبر کی تلقین کرنا درست ہے۔

(سوال) (۱) کیا اہل میت کے گھر کا کھانا یعنی ضیافت ماتم پرسی کرنے والوں کو مباح ہے؟
(۲) کیا اہل میت خود اپنے گھر سے پکا کر کھائیں یا جیران میت یا قریبی وبعیدی رشتہ دار اپنے اپنے گھروں سے کھانا تیار کر کے کھلائیں اگر کھلا سکتے ہیں تو کتنے دن تک کھلائیں؟
(۳) صبر کی دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۷۶۶ محمد ثناء اللہ جامع مسجد سرانواں پودلہ ضلع فیروزپور ۶ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ ۱۰ جون ۱۹۴۳ء

(جواب ۱۴۳) (۱) اہل میت کے گھر ضیافت کھانے کی جو رسم پڑ گئی ہے یہ یقیناً واجب الترک ہے صرف اہل میت کے وہ عزیز و اقارب جو دور دور سے آئے ہوں اور ان کی امروز واپسی نہ ہو سکے یا اہل میت کی تسلی کے لئے ان کا قیام ضروری ہو وہ میت کے گھر کھانا کھالیں تو خیر (۳) باقی تمام تعزیت کرنے والوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانا چاہئیے (۴) نہ میت کے گھر قیام کریں نہ ضیافت کھائیں (۵)
(۲) میت کے قریبی رشتہ دار گھر والوں کے لائق کھانا بھیج دیں تو یہ جائز اور مستحب ہے اور یہ صرف تین دن تک۔(۱)

---

(۱) قال اللہ تعالی : انما الصدقات للفقراء و المساکین التوبة : ۶۰ واضح رہے کہ یہ حکم صدقات واجبہ کا ہے اور اگر ورثاء اپنی طرف سے نفلی صدقہ کریں تو غنی بھی کھا سکتا ہے'
(۲) البتہ ہبہ کرنے کا ثواب ملے گا کیونکہ غنی کو صدقہ کرنا ہبہ ہے' لا نہا للغنی ہبة کما ان الهبة للفقیر صدقة (رد المحتار' کتاب الایمان ۷۳۸/۳ ط سعید)
(۳) عن عائشة زوج النبی ﷺ' انها کانت اذا مات المیت من اهلها فاجتمع لذالك النساء' ثم تفرقن الا اهلها' وخاصتها' امرت ببرمة من تلبینة' فطبخت' ثم صنع ثرید' فصبت التلبینة علیها' قالت کلن منها (البخاری ' کتاب الاطعمة' باب التلبینة ۸۱۵/۲ ط قدیمی)
(۴) وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکره الاجتماع عند صاحب البیت' ویکره له الجلوس فی بیته حتی یاتی الیه من یعزی بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فلیتفرقوا' و یشتغل الناس بامورهم' و صاحب البیت بامره (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲۴۱/۲ ط سعید)
(۵) صفحہ ۱۳۲ حاشیہ ۲ دیکھیں (۶) حضرت مفتی نے تین دن لکھا ہے جب کہ دوسرے فقہاء نے لکھا ہے کہ صرف دو وقت کا کھانا بھیجنا مستحب ہے' قال فی الفتح' و یستحب لجیران اهل المیت' والا قرباء الا باعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم' ولیلتهم (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲۴۰/۲ ط سعید)

(۳) صبر کی دعا اور صبر کی تلقین کرنا جائز اور مسنون ہے تعزیت مسنونہ میں لفظ احسن اللہ عزائکم (۱) بھی موجود ہے جو صبر کی دعا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے اتقی اللہ واصبری (۲) بھی ثابت ہے جو صبر کی تلقین ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ ایصال ثواب

میت کو اٹھاتے وقت اور جنازے کے بعد انفرادی دعا کر سکتے ہیں' اجتماعی دعا بدعت ہے

(سوال) بخدمت شریف مولانا محمد کفایت اللہ سلمہ' السلام علیکم' آپ اپنے رسالہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے کیونکہ اموات خیرات ومبرات کی بہت محتاج ومنتظر رہتی ہیں اور انکو ثواب پہنچانا اپنے عزیز یا دینی بھائی کی امداد کرتا ہے پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی اموات اعزا واقارب واحباب واخوان مسلمین کو ان کے اس آڑے وقت میں نفع پہنچانے اور ان کی امداد کرنے میں غفلت نہ کرے اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو ان کو ثواب پہنچائے۔
مولانا صاحب! ہمارے یہاں بھی اسی طرح ہے جب کہ سب لوگ مکان پر میت اٹھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں اس وقت دو ایک چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر ثواب پہنچا دیتے ہیں اس کے بعد نماز جنازہ کے بعد انتشار صفوف کے بعد سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں اس ایصال میں سب لوگ بلا کر جمع نہیں کئے جاتے اور نہ دو تین منٹ سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے اور نہ اس کو فرض وواجب سمجھا جاتا ہے صرف مستحب سمجھ کر ہمیشہ اسی طرح اپنے اموات کو نفع اور امداد پہنچاتے ہیں میت کے لئے ان دو موقعوں کے سوا کبھی ایسی جمعیت نہیں ہوتی اور یہ جمعیت بھی میت اٹھانے کے لئے ہے نہ کہ ایصال ثواب کے لئے اس لئے جو کچھ ہو سکتا ہے انہیں دو وقتوں میں کر لیتے ہیں لیکن پھر بھی علمائے کرام اس ایصال ثواب کو مٹانا چاہتے ہیں اور اموات بے زبانوں کی حق تلفی کراتے ہیں لہذا جناب سے سوال ہے کہ آیا مذکورہ بالا صورت ایصال ثواب کا مٹا دینا ہی اچھا ہے یا جاری رکھنا؟ بینوا توجروا

(جواب ۱٤٤) میت کے مکان پر اہتمام غسل وتکفین کی غرض سے جمع ہونا جائز ہے اور اس وقت حاضرین اگر فرادیٰ فرادیٰ اپنے طور پر میت کے لئے دعا کرتے رہیں اور کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے رہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر اس حالت میں اجتماعی دعا کا اہتمام کیا جائے تو یہ ناجائز اور بدعت ہے اور مانعین کی غرض یہی ہے کہ دعا کا اس وقت اہتمام اور صورت اجتماعیہ بنانے کا قصد کرنا مکروہ ہے ورنہ نفس دعائے انفرادی کو کوئی ناجائز نہیں کہتا اسی طرح نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد اگر حاضرین اپنے طور پر فرادیٰ

(۱) رد المحتار: باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲٤۱ ط سعید
(۲) مسلم شریف' کتاب الجنائز' فصل الصبر عند الصدمة الاولی ۱/ ۳۰۲ ط قدیمی

فرادیٰ دعا کریں تو اسے کوئی منع نہیں کرتا منع کرنے والے اس اہتمام واجتماع کو منع کرتے ہیں جو نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے کیا جاتا ہے کہ صفیں توڑنے سے پہلے اسی طرح کھڑے رہ کر نماز کے بعد دعا کرتے ہیں یا صفیں توڑنے کے بعد از سر نو دعا کے لئے جمع ہو جاتے ہیں خواہ دو آدمی جمع ہوں یا دس یا پچاس یہ اجتماع دعا کی غرض سے کرنا اور اس کا اہتمام اور قصد کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔(۱)

رہا یہ کہنا کہ اس دعا کو کوئی فرض واجب بھی نہیں سمجھتا' یہ صرف زبانی دعویٰ ہے ورنہ اگر کوئی شخص دعا نہ کرے تو اسے وہابی لا مذہب کیوں کہتے ہو' اسے بدنام کیوں کرتے ہو اس پر لعن طعن کس بناء پر کی جاتی ہے ۔(۲) بہر حال نفس دعا انفرادی طور پر جائز ہے(۳) اور اجتماعی صورت بنانے کا قصد اور اہتمام کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

میت کو بدنی اور مالی عبادات دونوں کا ثواب ملتا ہے

(سوال) میت کو قرآن مجید پڑھ کر ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور میت کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱٤٥) عبادات مالیہ کا میت کو ثواب پہنچنا اور میت کا اس سے نفع اٹھانا تو اہل سنت والجماعتہ کے نزدیک متفق علیہ ہے ہاں عبادات بدنیہ جیسے نماز روزہ قراۃ قرآن کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے 'امام مالکؒ سے اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا ہے اور امام احمد اور حنفیہ و شوافعؒ کی ایک جماعت اور اکثر اہل سنت کے نزدیک پہنچتا ہے ۔قال الامام النووی فی الاذکار (۴) اختلف العلماء فی وصول ثواب قراءة القر ن فالمشهور من مذهب الشافعی و جماعة انه لا یصل و ذهب احمد بن حنبل و جماعة من العلماء و جماعة من اصحاب الشافعی الی انه یصل فالاختیار ان یقول القاری بعد فراغه اللّٰهم اوصل ثواب ما قراته الی فلان و اللّٰه اعلم انتهیٰ وفی رد المحتار سئل ابن حجر المکی عما لو قرأ لا هل المقبرة الفاتحة هل تقسم الثواب بینهم او یصل لکل منهم ثواب ذلك كاملاً فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل (۵) انتهیٰ

---

(۱) لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة' لانه دعا مرة' لان اکثر ها دعاء (بزازیه' علی هامش الهندیة' النوع الخامس والعشرون فی الجنائز ٤/ ۸۰ ط ماجدیه کوئٹه) وفی المرقات' ولا یدعوا للمیت بعد صلاة الجنائز' لانه یشبه الزیادة فی صلاة الجنائز (مرقات شرح مشکوة' باب المشی بالجنازة' والصلاة علیها ٤/ ٦٤ ط مکتبه امدادیه' ملتان)

(۲) کیونکہ مستحب کو ترک کرنے والے کو ملامت نہیں کیا جا سکتا قال فی الامداد' و حکمه الثواب علی الفعل' و عدم اللوم علی الترك (رد المحتار' کتاب الطهارة' مطلب لا فرق بین المندوب' والمستحب' والنفل والتطوع ۱/ ۲۲۳ ط سعید)

(۳) لقوله تعالیٰ : اجیب دعوة الداع اذا دعان' فلیستجیبوا لی ' البقرة ۱۸٦

(٤) باب ما ینفع المیت من قول غیره ص ۱۵۰ ط مصطفی حلبی' مصر

(۵) رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فی القرأة للمیت' واهداء ثوابها له ۲/ ۲٤٤ ط سعید

جنازہ کے بعد سورہ اخلاص پڑھ کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے

(سوال) بعد نماز جنازہ کے میت کے ایصال ثواب کے لئے سورہ اخلاص تین بار یا سات بار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۴۶) نماز جنازہ بھی میت کے لئے دعا ہے اور نماز جنازہ کی مشروعیت کی راجح جہت یہی ہے (۱) تاہم نماز کے بعد میت کی مغفرت کے لئے دعا کرنا جائز نہیں بلکہ ہر شخص تمام عمر اپنے اموات کے لئے دعا کر سکتا ہے دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے (۲) لیکن نماز جنازہ کے بعد اگر جماعت کے لوگ بہ ہیئت اجتماعیہ تین بار سورہ اخلاص پڑھنے کا طریقہ مقرر کر لیں تو یہ ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام بدعت ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں (۳) اسی طرح اگر اسے لازم سمجھیں تو یہ التزام بدعت ہے کیونکہ بغیر شریعت کے لازم کرنے کے کسی چیز کو خود لازم کر لینا بدعت ہے (۴) ہاں ہر شخص اگر بطور خود سورہ اخلاص یا کچھ اور پڑھ کر بخش دے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو نہ پڑھے اس پر کوئی ملامت نہیں۔

ایصال ثواب مستحب ہے، لیکن اس کی مروجہ صورتیں اکثر بدعت ہیں

(سوال) بعد فوت ہونے مسلمان کے اس کے ورثاء برائے ایصال ثواب ہمراہ شخص متوفی کے کچھ گندم، نمک و نان پختہ واسطے تقسیم فقراء و مساکین کے لے جاتے ہیں اور قبرستان میں ہی تقسیم کرتے ہیں اور فاتحہ تیسرے روز کرتے ہیں اور دسواں، بیسواں، چالیسواں، میت کے ثواب کے لئے ایک سال تک اس کی فاتحہ حسب رواج قدیمانہ جیسا کہ قدیم سے بزرگان دین اور مفتیان قدیم کرتے ہیں اور اس کا ثواب متوفی کو بخشتے ہیں آیا اس صورت میں ثواب میت کو پہنچے گا یا نہیں اور نیز کھانے کے آگے ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا نہیں اور ماسوا متوفی کے انتظام کرنے والے کو بھی قیامت میں حصہ ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۴۷) اموات کو ثواب پہنچانا مستحسن ہے عبادات مالیہ و عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے (۵) لیکن ایصال ثواب کے لئے شریعت مقدسہ نے جو صورتیں مقرر نہیں کیں انکو مقرر کرنا اور ایصال ثواب کی شرط

---

(۱) لانها شرعت للدعاء (بدائع باب الجنائز ۱/۳۱۴ ط رشیدیه کوئٹه)

(۲) و في البحر : من صام او صلى او تصدق و جعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز و يصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/۲۴۳ ط سعيد)

(۳) اور جس چیز کا شریعت میں ثبوت نہ ہو اور اسے دین کا حصہ سمجھا جائے تو وہ بدعت بن جاتی ہے (البدعة) ما احدث خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان و جعل دينا قويما و صراطا مستقيما (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام ۱/۵۶۰ ط سعيد)

(۴) حاشیہ نمبر ۳ دیکھیں

(۵) تنبيه : صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها وفي البحر : من صام او صلى او تصدق وجعل ثواب عمله لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار باب صلاة الجنائز مطلب في القرأة للميت واهداء ثوابها له ۲/۲۴۳ ط سعيد)

سمجھنا یا مفید جاننا بدعت ہے شرعی صورت اس قدر ہے کہ اگر کسی میت کو ثواب پہنچانا ہے تو کوئی بدنی عبادت کرو مثلاً نماز پڑھو' روزہ رکھو' قرآن مجید کی تلاوت کرو درود شریف پڑھو وغیرہ۔ اور اس عبادت کا ثواب جس کو پہنچانا ہو اس کو اس طرح پہنچاؤ کہ یا اللہ ! میں نے جو نماز پڑھی ہے یا روزہ رکھا ہے یا تلاوت کی ہے یا درود شریف پڑھا ہے اس کا ثواب اپنے فضل ورحمت سے فلاں میت کو پہنچادے (۱) اسی طرح اگر عبادت مالیہ کا ثواب پہنچانا ہے تو جو میسر ہو اس کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کردیا مسجد بنواؤ' کنواں بنواؤ' سرائے مسافر خانہ تعمیر کرو' دینی مدرسہ قائم کرو وغیرہ اور مذکورہ بالا طریقے پر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ ان چیزوں کا ثواب اس میت کو پہنچادے جسے تم پہنچانا چاہتے ہو۔ یہ تو ایصال ثواب کا شرعی طریقہ ہے اب اس کے لئے کوئی خاص تاریخ یا دن معین کرنا اور اس تعیین کو وصول ثواب کی شرط یا زیادت ثواب کے لئے بغیر شرعی دلیل کے مفید سمجھنا یا خاص چیزیں مقرر کرنا یا خاص مقام مثلاً خاص قبر پر صدقہ کرنے کی تعیین یا مردے کے جنازے کے ساتھ لے جانے کو ضروری یا مفید سمجھنا اور بھی اکثر امور جو رسم ورواج کے طور پر قائم ہو گئے ہیں یہ سب خلاف شریعت اور بدعت ہیں کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی بے اصل ہے اگر کھانے کا صدقہ کرنا مقصود ہے تو صدقہ کردو کسی مستحق کو دے دو اگر تلاوت قرآن مجید یا درود شریف کا ثواب پہنچانا ہے وہ بھی کرو مگر دونوں کا ثواب پہنچنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر ہی پڑھا جائے یہ اشتراط نہ شریعت سے ثابت ہے اور نہ معقول کیونکہ کھانے پر فاتحہ دینے والے بھی کپڑے یا پیسے کا ثواب پہنچانا چاہتے ہیں تو اس پر وہ بھی فاتحہ نہیں پڑھتے الغرض ایصال ثواب فی حد ذاتہ جائز اور مستحسن ہے لیکن اس کی اکثر مروج صورتیں ناجائز اور بدعت ہیں۔(۲) فقط

کھانا سامنے رکھ کر درود شریف وسورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بدعت ہے

(سوال) کھانے پر ہاتھ اٹھا کر درود شریف الحمد شریف سورہ اخلاص وغیرہ پڑھ کر مسلمین اموات کو کھانے اور اس تلاوت کا ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں تو یہ کھانا کیسا ہے ؟بینوا توجروا

(جواب) (از مولوی عبداللہ کمالی) کھانے پر ہاتھ اٹھا کر درود شریف الحمد شریف سورہ اخلاص وغیرہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ مشکوۃ شریف میں حدیث موجود ہے اذا دعا فرفع یدیہ (۳) یعنی جس وقت حضور ﷺ دعا کرتے تھے ہاتھ اٹھاتے تھے نیز ابو داؤد شریف میں ارشاد عالی ہے کہ جب تم دعا مانگو سیدھے ہاتھوں سے مانگو

---

(۱) ولہذا اختاروا فی الدعاء' اللھم اوصل مثل ثواب ما قراءتہ الی فلان (ردالمحتار: باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۴۳ ط سعید)

(۲) و یکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل البیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور' و ہی بدعۃ مستقبحۃ و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول' والثالث' و بعد الاسبوع' و نقل الطعام الی القبر فی الموسم' و اتخاذ الدعوۃ لقراۃ القرآن' و جمع الصلحاء' و القراء للختم' اولقراۃ سورۃ انعام' او الاخلاص' و الحاصل ' ان اتخاذ الطعام عند قراۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ' و فیہا من کتاب الاستحسان' و ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اہ واطال فی ذالک فی المعراج وقال وہذہ الافعال کلہا للسمعۃ و الریاء فیحترز عنہا' لانہم لا یریدون بہا وجہ اللہ تعالیٰ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کراہۃ الضیافۃ من اہل البیت ۲/۲۴۰ ط سعید)

(۳) مشکوۃ' کتاب الدعوات ص ۱۹۶ ط سعید) ابو داؤد' کتاب الصلاۃ' باب الدعاء ۱/۲۰۹ ط سعید

الٹے ہاتھوں سے نہ مانگو(۱) یعنی آپ کے فعل و قول سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ دعا کے وقت خود بھی ہاتھ اٹھاتے تھے اور ہم کو بھی اٹھانے کا حکم فرمادیا کہ تم بھی ایسا کیا کرو مسلم شریف کی حدیث جب ام سلیمؓ نے کھانا رکھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کو چھوا اور دعا فیہ بالبرکۃ (۲) اس میں برکت کی دعا کی حدیث بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ دعا کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے رفع ید کی قید اس میں بھی مانیں گے حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ دعا جب منظور ہوتی ہے جب درود شریف پڑھیں (۳) لہذا ہم درود شریف بھی پڑھیں گے رہی صرف الحمد قل اور اس کا مردے کو ثواب پہنچانا رأس المحدثین استاد کل حضرت شاہ ولی اللہؒ انتباہ فی الاصل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں "پس دہ مرتبہ درود خوانند و ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند" فتاویٰ عزیزیہ (۴) میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اسکو مستحسن بیان کیا ہے اور اپنے رسالہ مااہل بہ لغیر اللہ میں تحریر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔
عبداللہ کمالی بقلم خود

(جواب ۱٤۸) (از مفتی اعظمؒ) میت کو ثواب پہنچانا جائز اور مستحسن ہے ثواب عبادات مالیہ کا صدقات و خیرات کے ذریعہ سے پہنچایا جاسکتا ہے (۵) اور عبادات بدنیہ کا اس عبادت کو ادا کر کے مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کر کے یا نفل نماز پڑھ کر یا نفلی روزہ رکھ کر میت کو ثواب بخشا جاسکتا ہے اس ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ جو نیک کام کیا جائے خواہ وہ مال کا صدقہ ہو یا بدنی عبادت اس کے ثواب کا مستحق یہ شخص ہوتا ہے جس نے وہ نیک کام کیا ہے پھر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ حق بھی دیا ہے کہ یہ شخص جو ثواب کا مستحق ہوا ہے اپنا ثواب کسی میت کو بخش دے اور حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ وہ ثواب اس میت کو پہنچادے صدقات مالیہ کا ثواب پہنچنے کے لئے صرف یہ ضروری ہے کہ مال حلال سے صدقہ کیا جائے (۶) اور نیت بھی خالص صدقہ کی ہو اور خدا تعالیٰ کی رضامندی (۷) حاصل کرنے کی ہو رسم و رواج کی پابندی یا برادری کا خوف یا نام و نمود کی خواہش نہ ہو (۸) مال کا صدقہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ کچھ پڑھنا یا فاتحہ دینا ضروری نہیں اور

---

(۱) عن مالك ابن يسار الكسوني ثم العوفي' ان رسول الله ﷺ قال' اذا سالتم الله فسالوه ببطون اكفكم ولا تسئلوه بظهورها (ابو داؤد ' كتاب الصلاة' باب الدعاء ۱/۲٦ امداديه ' ملتان)
(۲) مسلم شريف : كتاب الاشربة ۲/۱۷۹ ط قديمي
(۳) اذا صلى احد كم فليبدا بتمجيد ربه' والثناء عليه' ثم يصلي على النبي ﷺ ثم يدعو بعد ما شاء ' (ابو داؤد: كتاب الصلاة' باب الدعاء ۱/۲۱۵ ط امداديه' ملتان)
(٤) فتاوىٰ عزيزى ص ۱٦۷ ط سعيد
(٥) صفحه نمبر ۱۲٦ حاشيه نمبر ٥ ديكهيں
(٦) عن ابى هريرةؓ : قال :قال رسول الله ﷺ من تصدق بعدل تمر من كسب طيب ولا يقبل الله الا الطيب' فان الله يتقبلها بيمينه' ثم يربيها لصاحبها كما يربى احد كم فلوه حتى تكون مثل الجبل (بخارى شريف' كتاب الزكوة' باب الصدقة' من كسب طيب ۱/۱۸۹ ط قديمي)
(۷) وما امروا الا ليعبدوا الله مخلصين له الدين ' البينة : ٥
(۸) ومالا حد عنده من نعمة تجزىٰ' الا ابتغآء وجه ربه الا علىٰ ' الليل ۱۹ ۲۰

جس طرح کہ روپیہ پیسہ کپڑا غلہ جوتا وغیرہ اشیاء اگر بہ نیت صدقہ فقیر کو دی جائیں اور ان کا ثواب کسی میت کو بخشا جائے تو اس صدقہ کی تکمیل اور اس کا ثواب پہنچنے کے لئے ان چیزوں پر فاتحہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اور نہ کوئی شخص ان چیزوں پر فاتحہ دیا کرتا ہے اسی طرح کھانے اور مٹھائی وغیرہ کو صدقہ کرنے اور ثواب پہنچانے کے لئے شرعاً فاتحہ کی ضرورت نہیں ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ کھانے اور مٹھائی کا صدقہ کیا جائے تو وہ بغیر فاتحہ کے درست نہ ہو اور روپیہ پیسہ کپڑا جوتا صدقہ کیا جائے تو بغیر فاتحہ کے درست ہو جائے پس جیسے کہ صدقہ مالیہ کے لئے ضروری نہیں کہ ان پر فاتحہ پڑھی جائے جب بھی وہ قابل اعتبار اور ایصال ثواب کے لئے مفید ہوں اسی طرح عبادات بدنیہ مثلاً تلاوت قرآن مجید نماز روزہ کا ثواب پہنچنے کے لئے ضروری نہیں کہ ان کے ساتھ کچھ صدقہ مالیہ بھی ہو مثلاً کھانا مٹھائی رکھ کر نماز پڑھی جائے یا یہ چیزیں رکھ کر روزہ رکھا جائے یا ان چیزوں کے سامنے تلاوت کی جائے جبھی نماز روزے اور تلاوت کا ثواب پہنچے ورنہ نہ پہنچے۔

کھانا مٹھائی سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جیسا کہ رواج ہے کوئی شرعی طریقہ نہیں اسی وجہ سے حضور ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ دینؒ میں سے کسی نے اس طریقے کی تعلیم نہیں کی نہ اس پر کسی نے عمل کیا اور ان میں تین چیزیں ہیں ایک کھانے یا مٹھائی کا صدقہ کرنا دوسرے فاتحہ قل ہو اللہ درود وغیرہ پڑھنا تیسرے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ یا اللہ اس عبادت بدنیہ اور مالیہ کا ثواب فلاں میت کو پہنچادے پس جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں کہ دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہنچتا ہے(۱) مگر اسکی صورت یہ ہے کہ عبادت کرو ثواب کا استحقاق پیدا کرو پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اس ثواب کو جس کا استحقاق تم نے پیدا کیا ہے میت کو پہنچادے اس مروجہ طریقے میں فاتحہ قل ہو اللہ وغیرہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے یہ بدنی عبادت تو ہو گئی اور اس کے ثواب کا استحقاق بھی ہو گیا لیکن کھانا مٹھائی وغیرہ جو چیز سامنے رکھی ہوئی ہے وہ ابھی تک صدقہ نہیں کی گئی تو عبادت مالیہ کا تو ابھی تک تحقق ہی نہیں ہوا اس کے صدقہ کا ارادہ اگرچہ متحقق ہو مگر صرف ارادہ سے عبادت کا تحقق تو نہیں ہو جاتا پس یہ عذر کہ ہم دونوں قسم کی عبادتوں کا یکجائی ثواب پہنچانا چاہتے ہیں ایک غلط عذر ہے یکجائی ثواب پہنچنے اور پہنچانے کی صورت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ کھانا یا شیرینی صدقہ کر دو اور کچھ تلاوت وغیرہ کر لو ان دونوں کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ ان دونوں قسموں کی عبادتوں کا ثواب فلاں میت کو پہنچادے۔

کھانا سامنے رکھ کر قرآن شریف کی سورتیں اور آیتیں جو پڑھی جاتی ہیں اس وقت ہاتھ اٹھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے(۲) کیونکہ تلاوت قرآن کے وقت ہاتھ اٹھانا شریعت میں معہود نہیں اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کی روایتوں سے اس پر استدلال کرنا ایک قسم کا دھوکا دینا ہے کیونکہ تلاوت اور چیز ہے اور دعا اور چیز ہے ہاں جس وقت ان سورتوں اور آیتوں کی تلاوت ختم ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جائے کہ اس قرأت

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں
(۲) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۱ دیکھیں
(۳) اور یہ بدعت ہے: قرأۃ الفاتحۃ والاخلاص والکافرون علی الطعام بدعۃ (فتاویٰ ثمرقندیہ الجنۃ ص ۱۵۵ بحوالہ راہ سنت ص ۲۷۵)

کا ثواب میت کو پہنچادے تو یہ درخواست ضرور دعا ہے اس دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ہے توالحمد قل ہو اللہ اور آیات وغیرہ بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے پڑھو اور کھانا مٹھائی کو صدقہ کردو پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرو کہ یا اللہ اس قرأت و تلاوت اور اس صدقے کا ثواب فلاں میت کو پہنچادے اور صرف اتنی دیر کے لئے ہاتھ اٹھالو تو مضائقہ نہیں مگر اس وقت نہ کھانا سامنے ہوگا نہ مٹھائی کیونکہ یہ چیزیں صدقہ ہو چکی ہوں گی۔

اس مسئلہ کی شرعی تحقیق تو یہ ہے کہ جو بیان کی گئی کہ اس ہیئت کذائی کی کوئی شرعی اصل نہیں ہے پس کسی شخص کا فعل اگر اس کے خلاف ہو تو وہ حجت شرعیہ نہیں ہے اور علمائے سلف کسی مباح کو اگر بحیثیت اباحت کر لیتے تھے تو ان کے فعل کو آج کل کے عوام کے لئے حجت بنانا ناقصیت پر مبنی ہے جو ایسے رسمی مباحات کو فرائض وواجبات سے بھی زیادہ مرتبہ دے دیتے ہیں اگر آج کوئی اس رسمی طریقے کا انکار کردے تو اس کو کیسے کیسے سخت الفاظ والقاب سے یاد کیا جاتا ہے ایسی حالت میں ارشاد وہدایت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو بات سنت سے زیادہ قریب اور نصوص شرعیہ سے زیادہ موافق اور سلف صالحین، صحابہ کرامؓ وائمہ مجتہدینؒ کے عمل سے زیادہ ملتی جلتی ہے وہی بتائی جائے اور ہر چیز کو اس کی حد شرعی پر رکھا جائے۔ واللہ ھو الھادی یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی

ایصال ثواب کا کھانا مالداروں کو کھلانا مکروہ ہے

(سوال) جب کسی کے ہاں میت ہوتی ہے تو تیسرے یا چوتھے روز اپنی طاقت کے موافق کھانا پکاتے ہیں اور مؤذن اور پیش امام و غرباء کو کھلاتے ہیں ان کے ساتھ کچھ خویش و اقارب اور قوم کے آدمی بھی کھاتے ہیں اس میں کچھ مالدار بھی موجود ہوتے ہیں یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۲۶ محمد حسین بھانہ (انکلیسور) ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۴۹) یہ کھانا اکثری طور پر رسم کے بموجب کیا جاتا ہے اور اگر اس سے مقصد میت کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے تو اس کھانے کے مستحق نادار اور غریب لوگ ہیں(۱) خویش اقربا اور مالدار آدمی اس کے مستحق نہیں ہیں اس میں غیر مستحقین کو شریک ہونا مکروہ ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے

(سوال) میری والدہ فوت ہو گئیں ساڈھوری والے پیر جی کی نیاز کرنی بتایا کرتی تھیں مرتے وقت بھی بتا گئی ہیں میں موجود تھا والد صاحب ہی ذکر کیا کرتے ہیں میں نے اپنے پیر صاحب سے جن کا وصال ہو چکا ہے مشورہ لیا تھا فرماتے تھے کہ ماں باپ کا حکم ماننا چاہئے مجھے ابھی تک ادائیگی کا موقع نہیں ملا اب جس طرح حضور

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں۔
(۲) اس لئے یہ کھانا حقیقت میں میت کے ذمے جو فرائض رہ جاتے ہیں ان کے بدلے دیا جاتا ہے جو کہ واجب ہے اور صدقات واجبہ کے مستحق غریب ہیں نہ کہ مالدار

فرمائیں گے کروں گا ؟ المستفتی نمبر ۷۴۶ نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جونڈلہ ضلع کرنال ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۰) والدہ کی وصیت کے موافق کوئی چیز صدقہ کر کے ان کے پیر صاحب کو ثواب بخش دیا جائے(۱) نیاز کا مروجہ طریقہ بدعت ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اجرت اور دن کی تخصیص کے بغیر میت کے لئے قرآن خوانی جائز ہے

(سوال) اگر کوئی شخص انتقال کرے اور بغرض ایصال ثواب ایک روز واسطے قرآن خوانی کے مقرر کریں اور بستی کے مسلمانوں کو جمع کریں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۲۴ حبیب اللہ (ضلع غازی پور) ۸ محرم ۱۳۵۵ھ م یکم اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۱) قرآن خوانی کے لئے بستی کے مسلمانوں کو بلا تخصیص یوم کے احیاناً جمع کر لینا مباح ہے بشر طیکہ ان کو اجرت نہ دی جائے بلکہ پڑھنے والے لوجہ اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کریں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ایصال ثواب کا کھانا' برادری کے مالدار لوگوں کے لئے مکروہ ہے

(سوال) ایصال ثواب کے لئے برادری میں کھانا یا برادری کو کھانا کھلانا جائز ہے یا نا جائز ؟ جس کو کہ چالیسواں کہتے ہیں لیکن چالیسواں نہیں ہوتا اس کا کوئی دن تاریخ سال یا مہینہ مقرر نہیں کوئی دو سال میں کوئی چھ ماہ میں کوئی بیس سال میں کھانا کرتا ہے یہ نیت فاسد ہوتی ہے محض برادری کو کھانا کھلانے کی نیت ہوتی ہے۔ المستفتی نمبر ۸۳۹ چودھری حاجی اللہ بخش (گوالیار) ۱۵ محرم ۱۳۵۵ھ ۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۲) ایصال ثواب کے لئے فقراء و مساکین کو صدقہ و خیرات دینا جائز ہے برادری کو کھانا کھلانا' اور تیجہ' دسواں' چالیسواں ان رسوم کو ادا کرنا بدعت ہے(۴) برادری غمی کے کھانے کی مستحق نہیں ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیجہ' دسواں' چالیسواں' سب غیر شرعی رسمیں ہیں

(سوال) میت کے لئے تین دن بعد فاتحہ خوانی کرنا جو یہاں (ریاست میسور میں) زیارت کے نام سے

---

(۱) پیر صاحب کو ثواب بخشنا اگر شرعی طریقے کے موافق ہو تب تو ٹھیک ہے ورنہ درست نہیں۔
(۲) ولا سیما اذا کان فی الورثة صغار او غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذالك غالباً من المنکرات الکثیرة کایقاد الشموع' والقنادیل التی توجد فی الافراح' وکدق الطبول' والغناء بالاصوات الحسان' واجتماع النساء' والمردان' واخذ الاجرة علی الذکر' وقراءة القرآن . . فلا شك فی حرمته' و بطلان الوصیة به' ولاحول ولا قوة الا بالله (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲٤۱ ط سعید)
(۳) ویقرأ من القرآن ما تیسر له من الفاتحة' واول البقرة الی المفلحون' وآیة الکرسی ..... ثم یقول : اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیهم (رد المحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب فی زیارة القبور ۲/ ۲٤۳ ط سعید)
(۴) صفحہ نمبر ۱۳۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں
(۵) صفحہ نمبر ۱۳۰ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

مروج ہے نیز دسویں دن بیسویں دن اور چالیسویں دن کھانا وغیرہ پکا کر فاتحہ دلا کر دوستوں کو کھلاتے ہیں ان کاموں کو ترک کرنے والوں کو حنفی مذہب سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۸۵۶ حکیم قاضی محمد نور الحق (چامراج نگر) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۳) یہ زیارت (تیجہ) دسواں چالیسواں سب غیر شرعی رسوم ہیں قرون اولی میں نہ تھے (۱) ایصال ثواب جائز ہے (۲) مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بدنی عبادت کر کے مثلاً نماز نفل پڑھ کر روزہ نفلی رکھ کر یا تلاوت قرآن کر کے یا درود شریف پڑھ کر کسی کو ثواب بخش دو یا مالی صدقہ کھانا کپڑا روپیہ غلہ وغیرہ کسی مسکین کو اللہ واسطے دے دو اور اس کا ثواب کسی کو بخش دو اس مالی یا بدنی نیک کاموں میں کسی خاص وقت یا خاص تاریخ یا کسی خاص چیز یا خاص ہیئت کی شریعت مقدسہ نے کوئی شرط اور کوئی قید نہیں لگائی تم بھی اپنی طرف سے کوئی شرط یا قید نہ لگاؤ ریاو نمود کی نیت نہ ہو شہرت مقصود نہ ہو پابندی رسم کا ارادہ نہ ہو۔ خالص خدا کے لئے نیک کام ہو اور قرض ادھار نہ لیا جائے اپنی وسعت کے موافق کیا جائے ترکہ مشترکہ میں سے خرچ نہ کیا جائے کسی نابالغ یا غائب وارث کے حصے میں سے کھانا وغیرہ نہ کیا جائے تو ان صورتوں میں ایصال ثواب جائز اور مستحسن ہے۔ (۳) حنفی مذہب کی صحیح تعلیم یہ ہے اور جو لوگ کہ ان بدعات کو کرتے ہیں وہ حنفی مذہب کو بدنام کرتے ہیں اور صحیح حنفی مذہب کے اوپر عمل کرنے والوں کو وہابی کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مروجہ فاتحہ بدعت ہے

(سوال) میت کے تیسرے یا دسویں یا چالیسویں دن خاص اہتمام سے کھانا پکا کر (فاتحہ مروجہ) مختلف قسم کے پھل وغیرہ خاص اہتمام سے رکھ کر حالانکہ وہ بالعموم متوفی کے نابالغ ورثا کا حق ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات سودی قرضہ اٹھا کر اس کو ضروری سمجھ کر سرانجام دیا جاتا ہے برادری وامام وغیرہ کو بلا کر جملہ اشیاء سامنے رکھ کر ختم پڑھانا ضروری خیال کیا جاتا ہے کیا ان باتوں کی شریعت میں کوئی اصل ہے۔ المستفتی نمبر ۱۰۸۱ محمد یوسف صاحب گوجرانوالہ ۲۶ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۴) رسم ورواج کے ماتحت مخصوص تاریخوں میں کھانا پکانا اور اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ملامت طعن وتشنیع کرنا برادری کو کھلانا' کھانا شیرینی پھل وغیرہ سامنے رکھ کر ختم پڑھنا یہ تمام باتیں بے اصل اور بدعت ہیں (۴) اور ترکہ مشترکہ میں سے یہ مصارف کرنا اور نابالغوں یا غائب وارثوں کے حصوں میں سے جبراً یہ رقوم وضع کرنا حرام ہے (۵) سودی قرض لے کر یہ رسوم ادا کرنا خسر الدنیا

---

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں
(۲) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں
(۳) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں
(۴) صفحہ نمبر ۱۲۹ حاشیہ نمبر ۳ دیکھیں (۵) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

والآخرۃ کا مصداق بنتا ہے اسی طرح کھانے کو مجلس میں حاضر کرنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے ان رسوم کا صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ اور مجتہدین امتؒ کے زمانوں میں نہ تعامل تھا نہ ان سے ان کا جواز منقول ہے اس لئے یہ باتیں واجب الترک ہیں ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کا مطلب اسی قدر ہے کہ کسی دن اور تاریخ اور کسی چیز کی تخصیص کے بغیر اپنی مقدرت اور استطاعت کے موافق کوئی بدنی عبادت کی جائے یا صدقہ کیا جائے اور اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ خرافات و مکروہات کا مجموعہ ہے

(سوال) علمائے اہل سنت والجماعت نے واسطے بخشائش میت کوئی ایک حیلہ کی اجازت دی ہے بذریعہ قرآن شریف جس کا طریقہ فتاوی سمرقندی میں مرقوم ہے اور اس حیلے کو آج کل کے علمائے غیر مقلد و بعض علمائے دیوبند ممنوع کرتے ہیں کیونکہ اس حیلے کی نسبت کوئی حدیث نہیں اور نہ ہی کتاب فقہ میں ذکر ہے جواز میت کے لئے فتاوی سمرقندی کا حوالہ دیا جاتا ہے اور ساتھ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء یہ کام کرتے چلے آئے ہیں اگر ناجائز ہوتا تو وہ نہ کرتے ؟ المستفتی نمبر ۹۸۷ سید ابو ظفر (ضلع بلند شہر) ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۲ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۵) حیلہ اسقاط کا طریقہ مروجہ بہت سی خرافات اور مکروہات پر مشتمل ہے اس لئے اس کو علمائے حقانیین منع کرتے ہیں (۲) یہ عبارت جو فتاوی سمرقندی سے نقل کی ہے قابل اعتماد اور مستند نہیں جو روایات اس میں مذکور ہیں وہ ناقابل یقین ہیں بلکہ بعض تو موضوع ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فاتحہ کا صحیح طریقہ

(سوال) فاتحہ کا صحیح طریقہ کیا ہے کیا کھانا اور شیرینی کو زمین لیپ کر سامنے رکھ کر ہاتھ باندھ کر قبلہ رو بیٹھ کر نیاز کرنا صحیح ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم عمر صاحب (ضلع سارن) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۶) ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالی عبادت یا بدنی عبادت محض خوشنودی اللہ تعالیٰ کی نیت سے ادا کر کے اس کا ثواب کسی کو بخش دے اور اس میں خاص چیز (مثلاً حلوا' شیرینی' فیرینی وغیرہ) یا خاص تاریخ یا خاص ہیئت کی تخصیص نہ کرے بلکہ جو میسر ہو اس کو صدقہ کرے رسم و رواج نام و نمود مقصد نہ ہو۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) صفحہ نمبر ۱۳۰ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۲) مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "راہ سنت" مؤلفہ مولانا سرفراز خان صفدر و "مروجہ حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ" مؤلفہ مفتی احمد ممتاز صاحب

(۳) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ و صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

حیلہ اسقاط کی ایک غیر شرعی صورت

(سوال) ملک گجرات میں بعد مرنے کے حیلہ کرنے کا رواج ہے میت کو مسجد کے اندر لے جاتے ہیں سات شخص مل کر بیٹھتے ہیں بیچ میں سوا من گیہوں سوا روپیہ قرآن شریف کا ہدیہ قرآن کے اوپر رکھ کر پیش امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ گیہوں سوا روپیہ نقد قرآن شریف کا ہدیہ بدلے اس میت کے گناہ کبیرہ و صغیرہ روزہ نماز شرک و بدعت جو بارہ برس سے بعد کئے ہیں عاقل بالغ ہونے سے اس کے بدلے میں سوا من گیہوں سوا روپیہ قرآن کا ہدیہ واسطے اللہ دیا کیا ایسا کرنے سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا نہیں اور یہ عمل کرنا فرض ہے یا سنت یا نفل اور کیا حدیث سے ثابت ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۱۷۷ عبدالرحیم صاحب پیش امام (ضلع احمد آباد' گجرات) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۷) اس طرح حیلہ کرنا ناجائز ہے شریعت کے قاعدے کے خلاف ہے اس حیلے سے حیلہ کرنے والوں کو اور میت کو کچھ ثواب نہیں ہوتا(۱) جس قدر مقدور ہو صدقہ کر دینا چاہئیے یعنی غریبوں محتاجوں کو اللہ واسطے دیکر اس کا ثواب میت کو بخش دیں(۲)۔ محمد کفایت اللہ

رسم قل' دسواں' چالیسواں اور شرینی پر فاتحہ پڑھنا سب بدعت ہے

(سوال) (۱) میت کے لئے تیسرے دن قل و ساتواں و چالیسواں کرنا اور اسقاط میت کا کرانا ؟ جیسا کہ آج کل مروج ہے ایسا کرنا قرآن و حدیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں ؟ (۲) فاتحہ بر طعام قبل از کھانے کے پڑھنا قرآن و حدیث صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۸۸ عبدالعزیز مشین والا (ضلع سیالکوٹ) ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۸) (۱) ایصال ثواب جائز ہے مگر قل اور ساتواں دسواں چہلم یہ سب بدعات ہیں(۳) اپنی حیثیت اور مقدار کے موافق جو کچھ میسر ہو اور جب میسر ہو صدقہ کر کے ثواب بخش دینا چاہئیے اسقاط کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز ہے (۲) ایصال ثواب کے لئے کھانا شیرینی سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بے اصل ہے بلکہ جیسے نقدی وغیرہ بغیر فاتحہ صدقہ کر دیتے ہیں اسی طرح کھانے شیرینی کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہئیے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فاتحہ دینے کی حدیث موضوع ہے

(سوال) ایک حدیث کتاب ملا علی قاری صاحب اور کتاب شرح برزخ جس کے ص ۳۴۹ پر درج ہے جس کے راوی حضرت ابوذرؓ تحریر ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن ابی دنیا نے اس سے روایت کی

---

(۱) اس لئے کہ شریعت میں مروجہ حیلے کا کوئی ثبوت نہیں
(۲-۳) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں
(۴) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دیتے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتے۔ حدیث مندرجہ ذیل یہ ہے:

وکان یوم الثالث من وفات ابراهیم ابن محمد ﷺ جاء ابو ذر عند النبی بتمرة یابسة و لبن فیه خبز من الشعیر فوضعها عند النبی فقرأ رسول الله ﷺ الفاتحة و سورة الاخلاص ثلاث مرات الی ان قال رفع یدیه فدعا و مسح بوجهه فامر رسول الله ﷺ ابا ذر ان یقسمها بین الناس وایضا فیه قال النبی ﷺ وهبت ثواب هذه لا بنی ابراهیم۔ (نقل کتاب ظہور صداقت مصنفہ مولانا پیر ظہور شاہ جلال پوری) المستفتی نمبر ۱۲۶۳ حاجی مولا بخش دہلی ۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۵۹) یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے کسی معتبر حدیث کی کتاب میں نہیں ہے ملا علی قاری کی کتاب کی طرف نسبت بھی جھوٹی ہے نسبت کرنے والے کبھی برجندی کبھی اوزجندی کبھی شرح برزخ کبھی اور کچھ نام لکھتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نام کی تصنیف ملا علی قاری کی نہیں ہے جو دعویٰ کرے وہ کتاب لاکر دکھائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

پوری امت کے نام ایصال ثواب کرنے سے ثواب کیسے ملتا ہے تقسیم ہو کر یا پورا پورا؟

(سوال) بکر نے ایک قرآن مجید ختم کیا اور ایصال ثواب تمام امت محمدی ﷺ کو بخش دیا اور امت محمدیہ کے ہر ایک فرد کو پورے قرآن شریف کا ثواب ملے گا یا صرف ایک قرآن شریف کو امت محمدی میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ المستفتی نمبر ۱۵۱۴ محمد عبدالسلام صاحب (الہ آباد) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۰) تقسیم ہو کر ملنے کا قول باعتبار دلیل راجح ہے اور وسعت رحمت اس کی مقتضی ہے کہ پورے قرآن مجید کا ثواب ملے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

ایصال ثواب کے لئے معاوضہ دیکر قرآن پڑھانا جائز نہیں

(سوال) ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھوانا اور اس کا معاوضہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۵۲۸ قاری عبداللطیف صاحب (بنگال) ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۲۳ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۱) ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کے معاوضے میں پڑھنے والوں کو کچھ دینا

(۱) قلت : لکن سئل ابن حجر المکی عن مالو قرأ الفاتحة هل یقسم الثواب بینهم او یصل لکل منهم مثل ثواب ذالک کاملاً فاجاب بانه افتی جمع بالثانی وهو اللائق بسعة الفضل (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب فی القراءة للمیت، واهداء ثوابها له ۲/ ۲۴۴ ط سعید)

جائز نہیں۔(۱) ہاں اگر بطور تبرع کے دے دیا جائے تو مباح ہے مگر شرط یہ ہے کہ نہ دینے پر پڑھنے والا دل تنگ نہ ہو اور شکایت نہ کرے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیجہ' دسواں' چہلم' بدعت ہیں

(سوال) کیا تیجہ' دسواں اور چہلم کرنا بدعت اور ناجائز ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۴ جناب سید عبدالمعبود صاحب (ضلع بدایوں) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۲) ایصال ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اس کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ میسر ہو صدقہ کردے یا کوئی بدنی عبادت مثلاً نماز نفل' نفل روزہ' تلاوت قرآن مجید کرے اور اس کا ثواب جس کو بخشنا چاہے بخش دے۔ (۳) اس میں کسی دن اور تاریخ یا کسی معین چیز کی تخصیص اور تعیین نہ کرے نہ اس کو لازم اور ضروری قرار دے تیجہ اور دسواں اور چہلم ان تخصیصات کی وجہ سے اور ان کو مستقل رسم قرار دے لینے کی وجہ سے بدعت ہیں۔ (۴) ان کی بطور رسم ادائیگی موجب ثواب ہی نہیں پھر ایصال ثواب کہاں۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا خوشبو سلگانا اور روشنی کرنا بدعت ہے

(سوال) کھانا آگے رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھنا (ہاتھ پھیلا کر) خوشبوؤں کو سلگانا' روشنی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟
المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۱۶۳) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا طریقہ اور اس پر خوشبو سلگانا یا روشنی کرنا یہ سب ناجائز اور بدعت ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۱۶۴) کسی چیز (کھانا یا مٹھائی) کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا ہی ثابت نہیں بہتر یہی ہے کہ فاتحہ کے وقت کوئی چیز سامنے نہ رکھے فاتحہ پڑھ کر جسے بخشنا چاہے بخش دے اور کھانا یا مٹھائی یا جو چیز صدقہ کرنا ہے اسے صدقہ کردے اور اس کا ثواب بھی بخش دے۔ (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ان القرآن بالاجرۃ لا یستحق الثواب لا للمیت' ولا للقاری' وقال العینی فی شرح الھدایۃ' و یمنع القاری للدنیا' والآخذ والمعطی آثمان' فالحاصل ماشاء فی زماننا من قراۃ الاجزاء بالاجرۃ لایجوز' لان فیہ الامر بالقراءۃ واعطاء الثواب للآمر' والقرآۃ لاجل المال (رد المحتار' باب الاجارۃ الفاسدۃ' مطلب فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوۃ ۶/ ۵۶ ط سعید)

(۲) اگر پڑھنے والے کو دینے کا رواج نہ ہو تو درست ہے ورنہ جائز نہ ہوگا وان من غیر شرط فھو لھا' قال الامام الاستاذ : لا یطیب والمعروف کالمشروط اھ قلت : و ھذا مما یتعین الآخذ بہ فی زماننا لعلمھم انھم لا یذھبون الا بالاجرۃ' لبتۃ (رد المحتار' باب الاجارۃ الفاسدۃ' مطلب فی الاستئجار علی المعاصی ۶/ ۵۵ ط سعید)

(۳) صفحہ نمبر ۱۳۶ حاشیہ نمبر ۵

(۴-۵) صفحہ نمبر ۱۳۶ حاشیہ نمبر ۲

(۶) صفحہ نمبر ۱۳۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

ایصال ثواب کے متعلق چند سوالات

(سوال) (۱) تلاوت قرآن پاک و کل عبادات بدنیہ و خیرات مالیہ کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے یا نہیں ایصال ثواب کا مستحسن و مسنون طریقہ کیا ہے ؟

(۲) یہ عام رواج کہ سب لوگ مل کر ایک ساتھ قرآن مجید بآواز بلند پڑھتے ہیں اور خاص طریقہ مخصوص سورتیں و آیتیں پڑھ کر (جس کو عرف میں قل کہتے ہیں) ایصال ثواب کرتے ہیں اس کا ثبوت احادیث شریفہ وائمہ مجتہدین کے اقوال بالخصوص احناف کے نزدیک ہے یا نہیں ؟

(۳) قرآن شریف زبردستی یا کسی قسم کا دباؤ دیکر کسی شخص یا کسی خاص جماعت سے پڑھوا کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے تو مردے کو ثواب پہنچے گا یا نہیں ؟

(۴) ایصال ثواب کے واسطے خاص مہینے یا خاص تاریخ یا مخصوص وقت یا خاص جگہ مقرر کرنا قرآن یا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(۵) اگر کوئی شخص علماء و امراء و حفاظ کے کھانے کی دعوت قرآن خوانی کے بعد مال وقف سے صرف ایصال ثواب کرے تو اس دعوت کا قبول کرنا اور کھانا کیسا ہے اور کیا اس کا ثواب میت کو ملے گا اگر کوئی اپنے مال سے میت کو ثواب پہنچانے یا دعوت کی نیت سے اس کھانے سے جو محتاجوں کے لئے پکا ہو اس دن امراء وعلماء و حفاظ کو دعوت دے تو اس کا قبول کرنا کیسا ہے ؟ اور ان سب کے کھانے سے مردے کو ثواب ملتا ہے یا نہیں ؟ ممکن ہو تو امراء و علماء کی تعریف کی وضاحت کرتے ہوئے ان سب کی تشریح کریں گے جس کو کھانا کھلانا میت کو ثواب کا باعث نہ بنے۔

(۶) میت کو ثواب پہنچانے کے لئے نقد یا جنس کسی مسلم محتاج توانا یا ہندو کو دیا جائے تو مردے کو ثواب ملے گا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۴۸۳ حافظ محمد رفیق الدین صاحب (بہار شریف پٹنہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۶ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۶۴) (۱) عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حنفیہ کا راجح مذہب یہی ہے(۱) اور ایصال ثواب کا مستحب طریقہ یہی ہے کہ اپنی خوشی سے جس قدر نفل پڑھ سکے پڑھے یا نفلی روزے رکھ سکے رکھے یا جس قدر میسر ہو بطوع خاطر صدقہ کرے اور اس کا ثواب میت کو بخش دے اس میں کسی وقت اور کسی خاص وضع اور کسی خاص چیز کی قید اور شرط نہیں ہے۔(۲)

(۲) قل یا ختم کا یہ مروجہ طریقہ غیر شرعی ہے اور اس کا قرون ثلثہ میں وجود نہیں تھا۔(۳)

(۳،۴) جبر یا کسی قسم کے دباؤ سے جو کام کرایا جائے اس کا کرانے والے کو کوئی ثواب اور فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور میت کو بھی کوئی ثواب پہنچنے کی امید نہیں۔

(۱-۲) صفحہ نمبر ۱۳۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھئیں

(۳) قراءۃ الکافرون الآخر مع الجمع مکروہۃ' لانہا بدعۃ لم تنقل عن الصحابۃ' ولا عن التابعین' (ہندیۃ' کتاب الکراہیۃ' الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح' وقراءۃ القرآن' والذکر ۵/۳۱۷ ط کوئٹہ)

(۵) مال وقف سے دعوت کرنے کی کیا صورت ؟ کیا وہ وقف اسی کام کے لئے ہے یا اور کسی کام کے لئے اور قرآن مجید کی تلاوت کے عوض کے طور پر دعوت کرنی اور دعوت قبول کرنی جائز نہیں۔(۱)

(٦) مسلم محتاج و توانا کو صدقہ دیا جا سکتا ہے اور ہندو کو بھی جب کہ وہ سخت حاجت مند ہو دینا جائز ہے مگر صدقات واجبہ غیر مسلم کو دینا درست نہیں صدقات نافلہ بغرض ایصال ثواب دے سکتے ہیں۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایصال ثواب جائز ہے مگر اس کے لئے تاریخ یا دن مقرر کرنا درست نہیں

(سوال) ایک شخص ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو حضور پر نور مصطفیٰ ﷺ کی ارواح پاک اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کی غرض سے مسکینوں' یتیموں کو کھانا کھلاتا ہے اور قرآن شریف بھی ختم کراتا ہے لیکن اس کو فرض یا واجب نہیں سمجھتا کیونکہ کبھی کبھی ناغہ بھی کر دیتا ہے اور کبھی تاریخ معینہ کو آگے پیچھے بھی کر دیتا ہے تو کیا شرع شریف میں اس طریقے پر ایصال ثواب جائز ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۵۵۴ عشرت میرٹھی ایڈیٹر الفرقان' ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ یکم جنوری ۱۹۴۰ء

(جواب ۱٦٦) ایصال ثواب تو جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اس کے لئے تاریخ اور دن یا مخصوص کی تعیین شرعاً نہیں ہے پس اعتقاداً یا عملاً تعیین اور التزام تو درست نہیں ہے اور کیف ما اتفق صدقہ خیرات کر کے ایصال ثواب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایصال ثواب صدقہ و قرآن خوانی کے ساتھ خاص نہیں'
دعا و استغفار کے ساتھ بھی ایصال ثواب ہو سکتا ہے

(سوال) زید نے اپنی تمام عمر میں کبھی کسی میت کو اپنے عمل خیر کا ثواب نہیں بخشا یعنی تلاوت قرآن پاک و صدقہ وغیرہ کا ایصال ثواب نہیں کیا اور ہمیشہ تدفین میت کے وقت اور دیگر اوقات میں میتوں کے لئے دعائے رحمت و استغفار پڑھتا رہا تو کیا زید بوجہ ایصال ثواب نہ کرنے کے گناہ گار و قابل مواخذہ ہوگا ؟
المستفتی نمبر ۲۷٦۵ حکیم محمد ایوب محلہ دیپا سرائے سنبھل' ضلع مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳٦۰ھ ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء

(جواب ۱٦۷) کسی شخص پر ایصال ثواب کرنا فرض یا واجب نہیں ہے تو اگر کسی نے عمر بھر میں کسی میت کے لئے ایصال ثواب نہیں کیا تو قیامت کے دن اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جب کہ وہ ہمیشہ اموات

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں
(۲) ولا تدفع الی ذمی ' لحدیث معاذ' و جاز دفع غیر ھا' و غیر العشر' والخراج الیہ ای الذمی و لو واجبا کنذر' و کفارۃ' و فطرۃ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/ ۳۵۱ ط سعید)
(۳) صفحہ نمبر ۱۲٦ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

کے لئے استغفار اور دعائے رحمت کرتا رہتا ہے تو وہ مستحق ملامت بھی نہیں۔(۱)

کسی عمل کا ثواب دوسرے کو بخشنے سے اس شخص کو ثواب پہنچتا ہے

(سوال) کسی عمل خیر کا ثواب اگر عامل کسی غیر کو بخش دے تو وہ غیر عامل اس عمل خیر کے ثواب پانے کا مستحق ہو جاتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتا ہے تو کیا یہ مسئلہ امام اعظمؒ ابو حنیفہ یا امام ابو یوسفؒ یا امام محمدؒ یا امام زفرؒ یا کسی ایک نے اپنی کسی کتاب میں صراحۃً تحریر فرمایا ہے؟

(جواب ۱۶۸) اگر کوئی شخص اپنے کسی عمل خیر کا ثواب دوسرے شخص کو بخش دے تو وہ دوسرا شخص اس کا مستحق ہو جاتا ہے یہ مسئلہ ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کیونکہ حج عن الغیر یعنی حج بدل بالاتفاق جائز ہے (۲)اور وہ اسی اصول پر مبنی ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایصال ثواب کے لئے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر اجرت دیکر پڑھوانا جائز نہیں

(سوال) زید قبرستان پر کسی کی طرف سے متعین ہو کر جاتا ہے کہ فلاں شخص کی قبر پر ایک پارہ یا سارا قرآن مجید ایک دن یا چند روز میں پڑھے اور اس کی اجرت بھی متعین کر دی جاتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بغیر اجرت کے قبر پر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب) (از مولوی مظفر احمد صاحب) ہو الموفق۔ دونوں صورتوں میں قرآن پاک کا پڑھنا جائز ہے۔(۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ محمد مظفر احمد غفرلہ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

(جواب) (از مولانا مظہر اللہ صاحب) بلا اجرت قبر پر جاکر قرآن پڑھنے کے جواز میں تو کلام نہیں لیکن باجرت قبر پر قرآن پڑھنا خلاف احتیاط ہے۔ فقط محمد مظہر اللہ غفرلہ' امام مسجد فتح پوری' دہلی

(جواب ۱۶۹) (از حضرت مفتی اعظم) ہو الموفق۔ بلا اجرت بہ نیت ایصال ثواب قرآن مجید پڑھنا خواہ قبر پر ہو یا کہیں اور' جائز ہے اور ایصال ثواب کے لئے اجرت دیکر پڑھوانا اور اجرت لے کر پڑھنا ناجائز ہے۔ ویمنع القاری للدنیا والاخذ والمعطی اثمان فالحاصل ان مشاع فی زماننا من قراءة الاجزاء

---

(۱) فی البحر' من صام' او صلی' او تصدق و جعل ثوابہ لغیرہ من الاموات' والاحیاء جاز (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی القراءۃ للمیت' واھداء ثوابھا لہ ۲/۲۴۳ ط سعید) اس میں جائز لکھا ہے فرض یا واجب نہیں لکھا' بلکہ اس کو لازم سمجھنا غلط ہے' اسی طرح ایصال ثواب کا معنی ہے ثواب پہنچانا' یہ کام تو زید دعا و استغفار کے ذریعے کرتا رہا' اس کے علاوہ کسی خاص عمل کو ایصال ثواب کے لئے مختص کرنا کہ صرف اسی کو ایصال ثواب سمجھا جائے' درست نہیں

(۲) الاصل فی ھذہ الباب ان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاۃ' او صوما' او صدقۃ' او غیرھا عند اھل السنۃ والجماعۃ (ھدایۃ، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر ۱/۲۹۶ امدادیہ ملتان)

(۳) صفحہ نمبر ۲۶۱ احاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۴) بغیر اجرت تو کوئی کلام نہیں لیکن دوسری صورت میں شاید مولانا مظفر احمد صاحب نے آنے جانے کی اجرت مراد لی ہو' بہر حال صحیح تر جواب وہی ہے جو حضرت مفتی اعظمؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

بالاجرۃ لا یجوز (ردالمحتار)(۱) وفی موضع اخر ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القراءۃ علی القبر (ردالمحتار) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب دیگر ۱۷۰) ایصال ثواب کی غرض سے قرآن مجید کی تلاوت یا کلمہ شریفہ کے ختم یا اور کسی ذکر یا قرأت پر اجرت لینا اور دینا ناجائز ہے فقہانے اس کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ شامی کے باب الاجارہ میں اس کی مفصل بحث موجود ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

ایصال ثواب مردوں اور زندوں دونوں کو جائز ہے

(سوال) زندہ آدمی کو کلام اللہ یا صدقہ وغیرہ کا ثواب خود بخود بخشنا یا اس کے کہنے سے بخشنا کیسا ہے اس کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۱) ثواب پہنچانے کے لئے مردوں کی تخصیص نہیں زندوں کو بھی پہنچتا ہے مردوں کو بھی۔(۴) محمد کفایت اللہ

ایصال ثواب میں تمام مسلمانوں کو شامل کرنا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) مردے کا کھانا وغیرہ پکا کر غریبوں کو کھلانا یا خود کھالینا اور اس کا ثواب مردے کی روح کو بخشنا اچھا ہے یا یہ کہ ایک شخص پانچ وقت کی عبادت اور جو کچھ اس کو وظیفہ یاد ہے اس کو جمیع امت محمدیہ کی ارواح کو بخش دے یہ اچھا ہے ؟

(جواب ۱۷۲) ایصال ثواب کے لئے جو کھانا پکایا ہے اس کو فقراء ومساکین پر صدقہ کر دینا چاہئے اگر خود کھالیا تو ثواب کس چیز کا پہنچے گا عبادات بدنیہ میں سے نفلی نماز روزے تلاوت قرآن مجید ، درود شریف پڑھنے کا نفلی حج کا ثواب پہنچا سکتے ہیں کسی چیز کا ثواب کسی مخصوص شخص کو بخشنا بھی جائز اور دوسری صورت بہتر ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

(۱-۲) باب الاجارۃ الفاسدۃ' مطلب فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوۃ ۶/۵۶ ط سعید

(۳) وقد قال العلماء' ان القاری اذا قرأ لاجل المال فلا ثواب لہ فای شئ یہدیہ الی المیت ... و منہا الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ' او بعدہ' وباعطاء دراہم لمن یتلو القرآن لروحہ' او یسبح' او یہلل لہ' و کلہا بدع منکرات باطلۃ الخ(رد المحتار' باب الاجارۃ الفاسدۃ ۶/۵۷ ط سعید)

(۴) وبہذا علم انہ لا فرق بین ان یکون المجعول لہ حیا او میتا (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی القراءۃ للمیت واہداء ثوابہا لہ ۲/۲۴۳ ط سعید)

(۵) صرح علمائنا فی باب الحج عن الغیر بان للانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ' صلاۃ' او صوما' او صدقۃ' او غیرہا کذافی الہدایۃ' بل فی زکاۃ التتارخانیہ عن المحیط' الافضل لمن یتصدق نفلا ان ینوی لجمیع المؤمنین' والمؤمنات' لانہا تصل الیہم' ولا ینقص من اجرہ شئ' (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی القراءۃ للمیت' واہداء ثوابہا لہ ۲/۲۴۳ ط سعید)

میت کے گھر صرف تعزیت کے لئے جانا چاہئیے

(الجمعیۃ مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) میت کے گھر جاکر فاتحہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیا کرنا چاہئیے؟

(جواب ۱۷۳) میت کی تعزیت کے لئے جانا جائز ہے تعزیت تین دن کے اندر ہو سوائے اس کے جو تین دن کے بعد سفر سے آئے مگر وہاں جاکر التزاماً فاتحہ پڑھنا بے ثبوت ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایصال ثواب کا طریقہ

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) میت کو ایصال ثواب کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئیے؟

(جواب ۱۷۴) اموات کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز صدقہ یا خیرات کرکے یا کوئی نفلی نماز یا روزہ وغیرہ ادا کرکے اس کا ثواب کسی میت کو بخش دیا جائے(۲) اس کے لئے کسی دن اور تاریخ اور کسی خاص چیز کی **تخصیص** نہیں اپنی وسعت کے موافق اخلاص سے وہ کام کرنا چاہئیے جس کا ثواب پہنچانا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تجہیز و تکفین' ایصال ثواب اور حیلہ اسقاط کے متعلق چند رسموں کی تحقیق

(۱۷۵) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

امابعد! خاکسار کے بعض مخلصین نے رنگون (برما) سے بعض رسموں کا حکم شرعی دریافت کیا ہے مفصل جواب دینے سے پہلے مناسب ہے کہ بطور تمہید کے کچھ عرض کرکے پھر ان رسوم کے شرعی احکام ذکر کئے جائیں۔

قال اللہ عزوجل لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (۳)

---

(۱) ولا باس ..... بتعزیۃ اھلہ ... وبالجلوس لہا فی غیر مسجد ثلاثۃ ایام' و اولہا افضل' و تکرہ بعد ھا الا الغائب (الدر المختار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۹' ۲۴۱ ط سعید) بعض علاقوں میں میت کے گھر جاکر لوگ فاتحہ یا کچھ اور پڑھ کر دعا کرکے واپس آتے ہیں تعزیت کا ایک لفظ نہیں بولتے' یہ درست نہیں' میت کے گھر تو صرف تعزیت ہی کے لئے جانا ہوتا ہے فاتحہ تو کہیں اور بھی پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) صفحہ نمبر ۱۲۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۳) الاحزاب: ۲۱

وقال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهورد متفق عليه (مشكوٰة) (۱)

وقال عليه السلام من يعش منكم فسيری اختلافاً كثيرا فعليكم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوابها وعضوا عليها بالنواجذو اياكم و محدثات الامور فان كل محدثةٍ بدعة و كل بدعةٍ ضلالة (مشكوة) (۲)

وقال عليه السلام ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة رواه احمد (مشكوة) (۳)

وقال عليه السلام من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام رواه البهيقی (مشكوة) (۴)

حق جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے (مسلمانو!) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک میں اچھی اقتدا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات تمہارے لئے نہایت بہترین نمونہ ہے۔

اور آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی نئی بات نکالی جو دین میں داخل نہیں تو وہ بات اسی شخص پر مردود ہے (بخاری و مسلم)

اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا تو تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑ لینا سنت کو مضبوطی سے اختیار کرنا اور کچلیوں سے پکڑنا اور نئی باتوں سے بچنا کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (امام احمد 'ابوداؤد 'ترمذی 'ابن ماجہ)

اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ جو قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس بدعت کے برابر سنت پر عمل کی توفیق اٹھ جاتی ہے (امام احمد)

اور فرمایا آں حضرت ﷺ نے کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (بیہقی فی شعب الایمان)

خدائے عزو جل کے کلام بلاغت نظام اور احادیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اچھی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کا اولین فرض یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنے تمام اعمال و افعال میں پیش نظر رکھیں اور انہیں کو اپنا حقیقی راہبر اور رہنما سمجھیں اور اپنی نجات اخروی اور حیات ابدی کو انہیں

---

(۱) مشكوة ' باب الاعتصام بالكتاب' والسنة ص ۲۷ ط سعيد' و بخاری شريف كتاب الصلح' باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود ۳۷۱/۱ ط قديمی' و مسلم شريف ' كتاب الاقضية' باب نقض الاحكام الباطلة ورد محدثات الامور ۷۷/۲ ط قديمی)

(۲) مشكوٰة شريف باب الاعتصام بالكتاب' والسنة ص ۳۱ ط سعيد و ابوداؤد' كتاب السنة' باب لزوم السنة ۲۸۷/۲ ط امداديه ملتان)

(۳) مشكوة حواله بالا : و مسند احمد' كتاب الغزوات ' باب فی غزواته ﷺ و بعوثه الخ ۱۰۵/٤ ط المكتب الاسلامی بيروت)

(٤) مشكوٰة حواله بالا' والبيهقی' فصل فی مجانبة الفسقة' والمبتدعه ومن لا يعينك علی طاعة الله عزوجل ٦١/٧ حديث نمبر ۹٤٦۳

کے اتباع میں منحصر جانیں۔
انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی خدا کی رضا مندی اور ناراضی کا علم حاصل ہوتا ہے بغیر ان کے بتلائے اور سکھائے ہوئے عقل انسانی ہرگز معلوم نہیں کر سکتی کہ کن چیزوں سے خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور کن کاموں سے ناراض۔
رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہمارے لئے نمونہ کاملہ ہے(۱) اور ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم آپ کی تابعداری اور پیروی کریں اور ذرہ برابر آپ کے نشان قدم سے نہ ہٹیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آیت کریمہ مرقومہ بالا میں ہمیں یہی ہدایت فرمائی ہے کہ ہم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مظہر آیات کو اپنے لئے نمونہ کاملہ سمجھیں اور آپ کی سنت پر نہایت پختگی اور استحکام سے قائم رہیں یہی ہماری منزل مقصود ہے اور یہی معراج کمال۔
پھر رسول اللہ ﷺ نے دین و شریعت کے متعلق ہمیں ایسی کامل و مکمل تعلیم دی جس کی نظیر صفحات تاریخ میں نہیں مل سکتی معاش و معاد' شادی و غمی' تجارت و حرفت' تمدن و خلوت غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے متعلق ہمیں اصول یا مسائل جزئیہ تعلیم نہ فرمائے ہوں۔
ایسے شفیق معلم اور مہربان مبلغ کے قربان جس نے ہماری تہذیب و تعلیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور کوئی ضروری بات سکھانے سے اٹھا نہیں رکھی بتایا' سکھایا، کر کے دکھادیا اور اس وقت تک ہم سے جدا نہیں ہوئے جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور صاف نہ کر دیا۔ (۲)
فصلی اللّٰہ علی من مبلغ ادی حق الرسالۃ والتبلیغ و بلغ اقصیٰ مداہ ولم یفارقنا حتی جعل لنا الشریعۃ بصریعۃ بیضآء التی لیلھا و نھارھا سواء۔
یعنی اللہ تعالیٰ باران رحمت نازل فرمائے اس مبلغ پر جس نے رسالت اور تبلیغ کا حق ادا فرمایا اور اس وقت تک ہم سے مفارقت نہ فرمائی جب تک کہ شریعت کو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن اور منور نہ کر دیا ایسا روشن جس کی رات بھی دن کی طرح نورانی ہے۔
بایں ہمہ اختلاف رائے انسانی فطرت کا مقتضے تھا اور نفس و شیطان انسان کے پکے دشمن' جن کا ہر وقت یہی قصد و ارادہ کہ انسان کو مردود بنادیں مسلمان بھی ان دونوں فتنوں سے بے خوف اور مطمئن نہ تھے اور وہ مرشد کامل (پیغمبر اسلام روحی فداہ) بھی اس پیش آنے والے فتنہ سے پورے واقف اور خبردار تھے آپ کو معلوم تھا کہ ظل نبوت مسلمانوں کے سر سے اٹھ جانے کے بعد ان میں طرح طرح کے

(۱) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الاحزاب : ۲۱
(۲) لقد جئتکم بھا بیضاء نقیۃ' ولو کان موسیٰ حیا ما وسعہ الا اتباعی (مسند احمد' الکتاب الرابع ۳۸۷/۳ ط المکتب الاسلامی بیروت)

اختلاف پیدا ہوں گے اور ایسے وقت میں نفس و شیطان کو موقع ملے گا کہ وہ میری امت کو گمراہی کے غار میں گرادیں اور ہوائے نفسانی کا متبع بنا کر نار جہنم میں پہنچادیں اس لئے آپ نے امت کو صاف صاف الفاظ اور کھلے کھلے بیان سے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور اس روحانی مرض کا علاج بتادیا اور سمجھا دیا فرماتے ہیں کہ جو شخص زندہ رہے گا وہ اختلافات کثیرہ دیکھے گا لیکن اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت تم میری سنت کو نہایت مضبوطی اور استحکام سے پکڑ لینا اور خبر دار کسی نئی بات (بدعت) کو اختیار نہ کرنا کیونکہ ہر نئی بات (بدعت) گمراہی ہے اور گمراہی کا مآل اور نتیجہ دوزخ ہے (۱) اور فرمایا کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالے وہ اسی پر مردود ہے یعنی خدا اور رسول کے یہاں وہ مقبول نہیں۔ (۲)

اور فرمایا کہ جب کوئی قوم کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اسی کے مثل ایک سنت کی توفیق اٹھالی جاتی ہے۔ (۳)

اور فرمایا کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ بدعتی خدا اور رسول ﷺ کی توہین کرتا ہے کہ اس کی کامل و مکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کر کے گویا خدا اور رسول کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کر کے اپنے لئے (تشریع احکام کا) خدائی منصب تجویز کرتا ہے اس لئے وہ تو درحقیقت اسلام کو ڈھا رہا ہے اور جو اس کی تعظیم و تکریم کرے وہ اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار ہے۔ (۴) **نعوذ باللہ منہا**

مسلمانو! یاد رکھو اور خوب سمجھ لو کہ شرعی احکام میں بغیر خدا اور رسول ﷺ کی اتباع کے نجات ناممکن ہے اور بدعت نہایت سخت اندیشہ ناک چیز ہے کیونکہ اور گناہ تو ایسے ہیں کہ ان سے ڈر کر انسان کبھی توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی کو توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدعت کا ارتکاب دینداری سمجھ کر کرتا ہے اور اپنے خیال میں اسے نیک کام سمجھتا ہے اس لئے توبہ کی طرف اس کا دھیان اور خیال بھی نہیں جاتا۔

بدعت اگرچہ بظاہر کیسی ہی بھلی اور نیک معلوم ہو لیکن بڑے گناہ کی چیز ہے اس امر کی صاف اور روشن دلیل یہ روایت ہے:

اخبر عبداللہ بن مسعودؓ بالجماعۃ الذین کانوا یجلسون بعد المغرب و فیھم رجل یقول کبروا اللہ کذا و کذا وسبحوا اللہ کذا و کذا واحمدوا اللہ کذا و کذا۔

فیفعلون فحضرھم فلما سمع ما یقولون قام فقال انا عبداللہ بن مسعودؓ فو الذی لا الہ غیرہ لقد جئتم ببدعۃ ظلماء او لقد فقتم علی اصحاب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علما

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۲
(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۱
(۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۳
(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۴۲ حاشیہ نمبر ۴

(۱)(مجالس الابرار)

یعنی حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھتی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔

اور سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس جماعت میں گئے اور جب ان کی یہ باتیں سنیں تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ ہوں اور اس خدا کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ تم لوگوں نے نہایت تاریک بدعت اختیار کی ہے یا تم آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے علم میں بڑھ گئے ہو۔

اس روایت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ فعل باوجودیکہ ذکر الٰہی اور تکبیر و تسبیح و تہلیل ہی تھا مگر چونکہ اس کی وضع اور ہیئت ایسی مقرر کی گئی تھی جس کا ثبوت شریعت مطہرہ سے نہیں تھا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک ناجائز اور بدعت تھا۔

اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھا صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لئے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ بطور خود جس قدر چاہے ذکر اللہ کرے لیکن یہ اختیار نہیں کہ ایک جدید اور نئی صورت اور ہیئت ایجاد کرے اور پھر اسے طریق شرعی اور موجب ثواب اعتقاد کرے۔

صحابہ کرامؓ جن کے علوم مشکوۃ نبوت سے ماخوذ اور جن کے سینے نور وحی سے بوجہ فیض صحبت منور تھے جنہوں نے خدا اور رسول کی محبت میں اپنے گھر بار آل و اولاد اعزا و اقارب کو چھوڑ دیا اور آستانہ نبوت کی جاروب کشی کو سرمایہ سعادت سمجھ کر دل و جان سے نبی امی روحی فداہ کے خادم جاں نثار بن گئے ان سے زیادہ اتباع سنت کا دعویٰ کون کر سکتا ہے اور ان سے بڑھ کر فنافی اللہ و فنافی الرسول ہونے کا دم کون مار سکتا ہے۔

وہ اتباع سنت سنیہ واقتفائے آثار نبویہ کے برکات کو خوب سمجھتے تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضور انور ﷺ نے جو کام کہ خود کیا یا ہمیں کرنے کا حکم دیا اس کے خلاف کسی کام میں خیریت اور برکت نہیں ہو سکتی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ بدعات میں نجات کی اسی قدر امید ہے جس قدر کہ حنظل (اندرائن) سے شہد حاصل کرنے کی آرزو وہ یقین واثق کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے حرکات و سکنات کا اتباع کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی اتباع نجات کی کفیل اور مغفرت کی ضامن ہے۔

وہ آنحضرت ﷺ کو قصر نبوۃ کا حقیقی مکمل اور حسب ارشاد **الیوم اکملت لکم دینکم الخ** (۲) اسلام کے عالیشان قصر کو ہر طرح کامل و مکمل اعتقاد کرتے تھے۔ (۳)

(۱) نمبر ۱۵۶ مجلس نمبر ۱۸ طبع مکتبہ دار الاشاعت ' کراچی پاکستان

(۲) **الیوم اکملت لکم دینکم' واتممت علیکم نعمتی' و رضیت لکم الاسلام دینا – المائدۃ : ۳**

(۳) یعنی آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور قیامت تک کے لئے اللہ پاک نے ایک مکمل دین عطا فرمایا اور دین متین کی عالیشان قصر کہ دیگر انبیاء مانند اینٹ کے ہیں' جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی جس کو آپ ﷺ نے پر فرمایا اب مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں' یعنی دین میں اب کوئی نئی بات کرنے کی ضرورت نہیں۔ فقط

انہیں وجوہ سے ان کو بدعات مخترعہ سے سخت نفرت تھی اور جس کام کو سنت نبویہ کے صراط مستقیم سے ایک بال کے برابر بھی ہٹا ہوا سمجھتے اس سے دور بھاگتے تھے اسی خیال سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس جماعت کے حلقہ ذکر کو چونکہ اس خاص ہیئت واہتمام کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی سیرت اور آپ کی پاک تعلیم میں نہیں پایا بدعت فرمادیا اور سچ فرمایا کیونکہ آنحضرت ﷺ جیسے اعلم الخلق اور صحابہ کرامؓ جیسے خیرات و مبرات کے حریص ترین جماعت سے جب یہ اہتمام خاص منقول نہیں تو اب اس کے ایجاد کرنے والوں کو کہاں سے اس کی خیریت اور بھلائی کا علم ہو گیا کیونکہ خدا کے نزدیک کسی کام کی بھلائی معلوم ہونے کا ذریعہ صرف مشکوۃ نبوت ہے۔

کتب احادیث و سیر میں صحابہ کرامؓ سے بکثرت ایسے واقعات منقول ہیں کہ انہوں نے سنت نبویہ کے ذرا سے خلاف کو برا سمجھا اور نفرت ظاہر کی اور اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے حالانکہ بظاہر وہ افعال بھلے معلوم ہوتے تھے بخلاف اس کے آج کل کے اہل بدعت اس قسم کے کاموں کو اصل دین بنانے کی کوشش کرتے ہیں یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ہے اگر آج کل کے ان علماء سے سوال کیا جائے کہ ایک جماعت مغرب کے بعد اس ہیئت و وضع سے تکبیر و تحمید و تہلیل کرتی ہے اس کا کیا حکم ہے تو وہ بجائے اس کے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ جواب میں پیش کریں بڑے زور سے کہیں گے کہ یہ ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ ہر حال میں باعث خیر و برکت ہے اور اس ہیئت و وضع کا یا تو بالکل ذکر نہ کریں گے یا اگر کیا تو اس کو بھی جائز بلکہ مستحب بنانے میں اپنی تمام کوشش صرف کر دیں گے۔

ببیں　تفاوت　راہ　از　کجاست　تا　بکجا

لیکن ایک عاشق سنت اور قدر شناس ملت اگر اپنے سینہ میں حق شناس دل اور دماغ میں سنت نبویہ سے محبت رکھنے والی عقل رکھتا ہے تو وہ صاف کہہ دے گا کہ ان آج کل کے نام کے علماء سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بدرجہا اعلم اور ذکر اللہ کے دلدادہ تھے نیز وہ سنت و بدعت دونوں کی حقیقت کو ان سے ہزاروں درجے زیادہ سمجھتے تھے اور فیض صحبت آنحضرت ﷺ سے مشرف اور صحابہ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے اس لئے ان کا فتویٰ یقیناً حق اور ان نیم ملاؤں کے فتوے سے احق بالقبول ہے۔

الغرض مسلمانوں کو اگر خدا اور رسول سے محبت ہے اگر رسول خدا ﷺ کی شفاعت کے امیدوار ہیں تو ان کا اولین فرض یہ ہے کہ سنت نبویہ کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کریں اور اپنی ایجاد کردہ بدعات کو یک لخت چھوڑ دیں دینی امور میں اپنی رائے کو کافی نہ سمجھیں بلکہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ اور اس سے ماخوذ فقہ کو اپنا مطمح نظر بنالیں اور اپنے تمام کام عبادات ہوں یا معاملات شادی کے متعلق ہوں یا غمی کے شریعت مطہرہ مقدسہ کے موافق کرلیں ورنہ یاد رکھیں کہ ان کے ایجاد کردہ بدعات چاہے کتنے ہی بظاہر خوشنما اور نیک ہوں لیکن خدا کی خوشنودی اور رسول اکرم ﷺ کی رضامندی کے باعث نہیں ہو سکتے اور ان کے لئے بجائے موجب نجات ہونے کے ذریعہ عذاب ہو جائیں گے۔

اب میں ان رسموں کا ذکر کرتا ہوں جن کا حکم بعض احباب رنگون نے دریافت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ رسمیں برما میں علی العموم یا بعض خاص خاص شہروں میں مروج ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کا حکم شرعی بھی بتاتا ہوں تاکہ جن پاک روحوں کو سنت نبویہ سے محبت ہے وہ اس پر عمل کرکے نجات اخروی حاصل کرسکیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب –

رسم نمبر ۱۔ میت کی تجہیز و تکفین میں دیر کرتے اور بعض جگہ ایک دو روز کامل میت کو پڑا رکھتے ہیں۔

حکم شرعی۔ یہ رسم خلاف شریعت اور میت کی تجہیز و تکفین میں تاخیر خلاف سنت ہے اگرچہ یہ تاخیر کسی عزیز کے انتظار یا مال و دولت کی جانچ پڑتال یا تقسیم ترکہ کے اہتمام یا ایسی ہی کسی اور غرض سے کی گئی ہو بہر حال خلاف شریعت ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اسرعوا بالجنازۃ فان تلک صالحۃ فخیر تقدمونھا الیہ وان تلک سوی ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم متفق علیہ (مشکوۃ) (۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازے کو جلدی لے جاؤ کیونکہ اگر میت نیک ہے تو اس کو خیر کی جانب جلدی پہنچادو گے اور اگر بد ہے تو اپنی گردنوں سے بدی کو جلدی اتار پھینکو گے۔

یعنی جنازے کو بہر حال جلدی دفن کرنا چاہئے اور میت خواہ نیک ہو یا بد بہر حال جلدی دفن کرنے میں فائدہ ہے جیسے حدیث مذکور میں صاف بیان فرمادیا گیا ہے۔

ولما عاد النبی ﷺ طلحۃ بن البراء وانصرف قال ما اری طلحۃ الا وقد حدث فیہ الموت فاذا مات فاذ نونی حتی اصلی علیہ و عجلوا بہ فانہ لا ینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظھرانی اھلہ (رواہ ابوداؤد ' رد المحتار) (۲)

جب رسول اللہ ﷺ طلحہ بن براء کی عیادت کرکے واپس ہونے لگے تو فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ طلحہ میں آثار موت پیدا ہوگئے ہیں تو جب ان کا انتقال ہوجائے تو مجھے خبر کردینا تاکہ میں ان پر نماز پڑھوں اور ان کی تجہیز تکفین میں جلدی کرنا کیونکہ یہ بات مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کا مردہ اپنے گھر والوں میں زیادہ دیر روکا جائے۔

ویسرع فی جھازہ (درمختار) (۳) و کرہ تاخیر صلوتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلوۃ الجمعۃ (درمختار) (۴)

مردے کی تجہیز تکفین میں جلدی کی جائے اور بعد تیاری جنازہ اس کی نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں

(۱) مشکوۃ' باب المشي بالجنازۃ ص ۱۴۴ ط سعید بخاری شریف' کتاب الجنائز' باب السرعۃ بالجنازۃ ۱/۱۷۶ ط قدیمی و مسلم شریف' کتاب الجنائز' فصل فی الاسراع بالجنازۃ ۱/۳۰۶ ط قدیمی)
(۲) ابوداؤد ' کتاب الجنائز' باب تعجیل الجنازۃ ۲/۹۴ امدادیہ ملتان) (ردالمحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۱۹۳ ط سعید)
(۳) باب صلاۃ الجنائز ۲/۱۹۳ ط سعید
(۴) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۳۲ ط سعید

اس غرض سے دیر کرنا کہ بعد نماز جمعہ بڑی جماعت سے جنازہ پڑھیں گے مکروہ ہے۔

رسم نمبر ۲۔ جب جنازہ لے کر چلتے ہیں تو جنازے کے آگے کچھ لوگ بآواز بلند کلمہ شریف پکار کر پڑھتے جاتے ہیں قبرستان تک ایسا کرتے ہیں ؟
حکم شرعی۔ جنازے کے ساتھ کلمہ یا اور کچھ بلند آواز سے پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے۔

و علی متبعی الجنازۃ الصمت و یکرہ لھم رفع الصوت بالذکر والقراءۃ (جوھرہ نیرہ) (۱) و یکرہ رفع الصوت بالذکر والقرآن و علیھم الصمت و قولھم کل حی سیموت و نحو ذلك خلف الجنازۃ بدعۃ (مراقی الفلاح) (۲)

جنازے کے پیچھے جانے والوں کو خاموش رہنا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرأت کرنا ان کے لئے مکروہ ہے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور جنازے کے ہمراہیوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کا یہ قول کہ "کل حی الخ" یا اس جیسے اور کلمات کہنا جنازے کے پیچھے بدعت ہیں۔

ویکرہ رفع الصوت فیھا بالذکر وقراءۃ القرآن ذکر فی فتاویٰ العصر انھا کراھۃ تحریم واختارہ مجدالائمۃ الترجمانی وقال علاء الدین التاجری ترك الاولیٰ ومن اراد الذکر والقراءۃ فلیذکر ولیقرأ فی نفسہ وقال قیس بن عبادۃ کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یکرھون رفع الصوت عند ثلث عند القتال وفی الجنازۃ وفی الذکر، ذکرہ ابن المنذر فی الاشراف (۳)

جنازے میں بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے فتاوے العصر میں مذکور ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے کو مجد الائمہ ترجمانی نے اختیار کیا ہے اور علاء الدین تاجری نے کہا کہ خلاف اولیٰ ہے اور جو ذکر اور قرأت کرنا چاہے اسے چاہئے کہ دل میں کرے اور قیس بن عبادہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرامؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرامؓ تین جگہ آواز بلند کرنا مکروہ سمجھتے تھے قتال کے وقت اور جنازے میں اور ذکر میں۔(غنیۃ المستملی)

و علی متبعی الجنازۃ الصمت و یکرہ لھم رفع الصوت بالذکر وقرأۃ القرآن کذافی شرح الطحاوی (عالمگیری) (۴)

جنازے کے ساتھ جانے والوں کو خاموشی لازم ہے اور ان کو ذکر یا قرأت قرآن بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے۔

---

(۱) باب الجنائز ۱/۱۳۹ ط میر محمد کتب خانہ، کراچی
(۲) باب احکام الجنائز، فصل فی حملھا، و دفنھا ص ۳۶۷ ط مصطفی البابی، الحلبی مصر
(۳) غنیۃ المستملی (الحلبی الکبیر) فصل فی الجنائز، البحث الخامس فی الحمل ص ۵۹۴ طبع سھیل اکیدمی، لاھور
(۴) باب الجنائز، الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ ۱/۱۶۲ طبع مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ

اعلم ان الصواب والمختار وما كان عليه السلف السكوت في حال السير مع الجنازة فلا يرفع صوت بقراءة ولا ذكر ولا غيرذلك والحكمة فيه ظاهرة وهي انه اسكن لخاطره واجمع لفكره فيما يتعلق بالجنازة وهو المطلوب في هذا الحال فهذا هو الحق ولا تغترن بكثرة من يخالفه فقد قال ابو علي الفضيل بن عياض ما معناه الزم طريق الهدى ولا يضرك قلة السالكين واياك و طرق الضلالة ولا تغتر بكثرة الهالكين وقد روينا في سنن البيهقي (۱)ما يقتضي ما قلته اه (كتاب الاذكار للنووي)

جاننا چاہئے کہ راہ حق اور پسندیدہ اور جس پر سلف صالحین کاربند تھے وہ یہی ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے کی حالت میں خاموش رہے اور قرأت یاذکر بلند آواز سے نہ کیا جائے اور اس کی حکمت ظاہر ہے وہ یہ کہ حالت خاموشی میں دل کو اطمینان اور یکسوئی زیادہ ہوگی جس سے جنازے کے حالات میں اچھی طرح غور و فکر کر سکے گا اور اس حالت میں یہی مطلوب ہے پس یہی حق ہے اور اس سے دھوکا نہ کھانا کہ اس کے خلاف عمل کرنے والے بکثرت ہیں کیونکہ عارف باللہ فضیل بن عیاض نے ایسی بات فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ راہ حق کو لازم پکڑ اور اس کا خیال نہ کر کہ اس راہ کے چلنے والے کم ہیں اور گمراہی کے راستوں سے بچتارہ اور اس سے دھوکہ نہ کھاکہ ان راستوں میں چلنے والے (درحقیقت ہلاک ہونے والے) بہت ہیں اور سنن بیہقی میں ایسی روایتیں ہمیں ملی ہیں جن سے ہمارے کلام کی تائید ہوتی ہے۔

قوله و يكره رفع الصوت' قيل يكره تحريما كما في القهستاني عن القنية وفي الشرح عن الظهيرية فان اراد ان يذكر الله تعالى ففي نفسه اى سراً بحيث يسمع نفسه و في السراج و يستحب لمن تبع الجنازة ان يكون مشغولاً بذكر الله تعالى والتفكر فيما يلقاه الميت وان هذا عاقبة اهل الدنيا و ليحذر عما لا فائدة فيه من الكلام فان هذا وقت ذكر و موعظة فيقبح فيه الغفلة فان لم يذكر الله تعالى فليلزم الصمت ولا يرفع صوته بالقراءة ولا بالذكر ولا يغتر بكثرة من يفعل ذلك واما ما يفعله الجهال في القراءة على الجنازة من رفع الصوت والتمصيط فيه فلا يجوز بالاجماع ولا يسع احداً يقدر على انكاره ان يسكت عنه ولا ينكر عليه انتهى (۲)

قولہ بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے کہا گیا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے جیسا کہ قہستانی میں قنیہ سے منقول ہے اور شرح میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی خدا کا ذکر کرنا چاہے تو اپنے نفس میں یعنی چپکے چپکے کرے اس طرح کہ اپنی آواز خود سن لے اور سراج میں ہے کہ جو شخص جنازے کے پیچھے جائے اس کے لئے

(۱) الفتوحات الربانيہ علی الاذکار النوویہ : باب ما یقول الماشی مع الجنازۃ' الجزء الرابع ۱۸۳/۴ ط المکتبۃ الاسلامیہ' ریاض

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح، احکام الجنائز' فصل فی حملہا' و دفنہا ص ۳۶۷ ط مصطفی البابی الحلبی واولادہ' مصر

مستحب ہے کہ خدا کے ذکر میں (آہستہ آہستہ) مشغول رہے اور یہ سوچے کہ میت کو کیا کیا حالات پیش آئیں گے اور یہ کہ اہل دنیا کا انجام یہی ہے اور بے فائدہ باتوں سے بچے کیونکہ یہ وقت ذکر اور نصیحت کا ہے تو ایسے وقت غفلت بری ہے اور اگر ذکر اللہ نہ کرے تو خاموشی لازم سمجھے اور ذکر اور قرأت بلند آواز سے نہ کرے اور اس بات سے دھوکہ نہ کھائے کہ ایسا کرنے والے بہت ہیں اور جاہلوں کا یہ فعل کہ جنازے پر قرأت کرتے ہیں بالاتفاق ناجائز ہے اور جو شخص ان لوگوں کو روک سکے اسے خاموش رہنا اور منع نہ کرنا جائز نہیں۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

خلاصہ کلام نصوص فقہیہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہے کہ جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی اور احوال اموت اور انجام دنیا میں غور و تدبر کے ساتھ جانا چاہئے اور بلند آواز سے ذکر کرنا یا قرآن پڑھنا مکروہ ہے ایک روایت کے موجب کراہت تحریمی ہے اور دوسری کے موجب تنزیہی اور دونوں صورتوں میں انکار کرنا چاہئے۔

رسم نمبر ۳۳۔ جنازے کے ساتھ کھانے کے خوانچے آگے آگے لے کر چلتے ہیں جس میں مختلف قسم کے کھانے اور میوے ہوتے ہیں پھر یہ کھانے اور میوے قبرستان میں تقسیم کرتے ہیں۔

حکم شرعی۔ واضح ہو کہ میت کے لئے ایصال ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے۔(۱) کیونکہ اموات خیرات و مبرات کی بہت محتاج اور منتظر رہتی ہیں اور انکو ثواب پہنچانا اپنے عزیز یا دینی بھائی کی امداد و اعانت کرنا ہے اور طائفہ اہل حق یعنی اہل سنت والجماعت کے نزدیک تمام عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے پس ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ وہ اپنے اموات اعزا و اقارب و احباب و اخوان مسلمین کو ان کے اس آڑے وقت میں نفع پہنچانے اور ان کی امداد و اعانت کرنے میں غفلت نہ کرے اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو ان کو ثواب پہنچائے لیکن واضح رہے کہ ثواب پہنچانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ اختیار بھی عطا فرما دیا ہے کہ اپنا ثواب جس کو پہنچانا چاہے پہنچا دے اور صرف اس کہنے سے کہ یا اللہ میرے اس کام یا اس صدقے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے۔(۲) یا میں نے اس کام یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو بخش دیا اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے یعنی شریعت مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے لئے اس طریقہ کے علاوہ کوئی خاص صورتیں اور خاص قیود مقرر نہیں فرمائیں اور رسول اکرم ﷺ یا صحابہ کرامؓ یا تابعین یا ائمہ مجتہدین و سلف صالحین سے بھی ایصال ثواب کے لئے کوئی خاص قیود اور خاص صورتیں منقول نہیں لیکن لوگوں نے ایصال ثواب کے لئے

---

(۱) صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها الخ وفي البحر : من صام او صلى او تصدق و جعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز و يصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراء ة للميت واهداء ثوابها له ۲/۲۴۳ طبع محمد سعيد)

(۲) ويقرأ من القرآن ما تيسر له من الفاتحة واول البقرة الى المفلحون وآية الكرسي ثم يقول اللهم اوصل ثواب ما قرأناه الى فلان او اليهم (رد المحتار، باب صلاة الجنائز ۲/۲۴۳ طبع محمد سعيد)

نئے طریقے اور اس کے لئے خاص خاص صورتیں ایجاد کر کے انہیں لازم کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس اسی طرح ثواب پہنچتا ہے یا اس طرح پہنچانے سے زیادہ ثواب پہنچتا ہے کسی نے ایصال ثواب کے لئے خاص دن مقرر کر لئے کسی نے صدقے کے لئے خاص خاص چیزیں اور ان کی مقدار معین کر لی کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ مثلاً قبر پر ہونا چاہئے کسی نے کچھ کسی نے کچھ ان قیودات اور تعینات مخترعہ کی وجہ سے ایصال ثواب جیسا نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا اور حسب تصریح فقہائے کرام وہ بجائے مفید ہونے کے الٹا نقصان کا سبب ہو گیا ایصال ثواب کے متعلق جس قدر قیودات و تعینات غیر مشروعہ ایجاد کی گئی ہیں یا بوجہ التزام واہتمام وہ غیر مشروع اور بدعت ہو گئی ہیں ان کی کے لئے ایک دفتر درکار ہے بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہائے کرام کے زمانے میں وہ پیدا ہو گئی تھیں ان کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ ان کا وجود تھوڑے زمانے سے ہوا ہے اس لئے خاص ان کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا یہاں پر افسوس اور سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج واشاعت میں عوام الناس زیادہ قابل الزام نہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنہوں نے لوگوں سے بحیلہ ایصال ثواب اپنے علم کا خراج وصول کرنا اپنا انتہائی مقصود سمجھ رکھا ہے ان بدعات کے زیادہ ذمہ دار یہی حضرات ہیں جنہوں نے عوام کو سمجھایا کہ تمہاری یہ تمام ایجادیں جائز ہیں بلکہ مستحب و سنت ہیں اور بجائے اس کے کہ بدعات سے ان کو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم کرتے اور اس کے اتباع کا شوق اور محبت ان کے دلوں میں پیدا کرتے صحابہ کرام کے حالات ان پر پیش کرتے ائمہ دین و سلف صالحین کی پاک سیرت انہیں سکھاتے۔ ایک طوفان بدعات میں انہیں غرق کر دیا اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان خداترس اور اہل حق علماء کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا جنہوں نے ان کو بدعت بتایا اور بدعت کے برے انجام اور نتیجہ بد سے آگاہ کیا حالانکہ اہل حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ کے صاف ارشادات بیان کرتے ہیں مگر ان کو وہابی غیر مقلد بتا کر عوام کے قلوب کو ان سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں، حالانکہ درحقیقت خود اپنے مذہب اور فقہ حنفیہ کی صریح مخالفت کر کے حقیقی طور پر خود غیر مقلد بنتے ہیں مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی ان کو ہوتی ہے اس کے مقابلے میں ترک تقلید و ترک سنت سبھی کچھ اختیار کر لیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔

منجملہ دیگر رسوم ایصال ثواب کی ایک رسم یہ بھی ہے جو نمبر ۳ میں بیان کی گئی ہے یہ کام اگرچہ ایصال ثواب کے حیلہ سے کیا جاتا ہو مگر اس کی یہ صورت کہ جنازے کے ساتھ کھانا قبرستان کو لے جایا جائے بدعت ہے اور چونکہ فقہاء کے زمانے میں یہ رسم پیدا ہو گئی تھی اس لئے اس کا صریح حکم کتب فقہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔

قوله بدعة اى قبيحة كالمسمى بالكفارة ذكر ابن الحاج فى المدخل فى الجزء الثانى ان من البدع القبيحة ما يحمل امام الجنازة من الخبز والخرفان و يسمون ذلك عشاء القبر واذا وصلوا اليه ذبحوا ذلك بعد الدفن و فرقوه مع الخبز وذكر مثله المناوى فى شرح الاربعين فى حديث من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد قال و يسمون ذلك بالكفارة فانه بدعة

مذمومة قال ابن امیر حاج ولو تصدق بذلك فی البیت سرا لکان عملا صالحاً لو سلم من البدعة اعنی ان یتخذ ذلك سنة او عادة لانه لم یکن من فعل من مضی یعنی السلف والخیر کله فی اتباعهم اھ (۱) (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

یعنی لوگوں کا جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کل حی سیموت یا اس جیسا اور ذکر کرنا بدعت ہے یعنی بدعت قبیحہ ہے جیسے وہ رسم جسے کفارہ کہا جاتا ہے علامہ ابن الحاج نے اپنی کتاب مدخل کے جزو ثانی میں ذکر کیا ہے کہ بدعات قبیحہ میں سے ہے' یہ رسم کہ جنازے کے آگے روٹیاں اور بکری کے بچے لے جاتے ہیں اور اسے عشاء قبر (اور بعض جگہ توشہ کہتے ہیں) اور قبر پر پہنچ کر بکری کے بچوں کو دفن کے بعد ذبح کرتے ہیں اور ان کا گوشت روٹیوں کے ساتھ تقسیم کرتے ہیں اور ایسا ہی علامہ مناوی نے شرح اربعین میں حدیث من احدث الخ کے تحت میں لکھا ہے اور کہا کہ اسے لوگ کفارہ کہتے ہیں اور یہ بدعت مذمومہ ہے علامہ ابن امیر حاج نے فرمایا کہ اگر وہ یہ روٹیاں وغیرہ گھر پر ہی تقسیم کر دیتے تو نیک عمل ہوتا بشرطیکہ وہ بھی بدعت سے سالم رہتا یعنی اسے سنت نہ سمجھا جاتا' یا اس کی عادت نہ کرلی جاتی کیونکہ یہ کام سلف میں پایا نہیں گیا اور خیریت تمام کی تمام اتباع سلف میں ہے۔

اس عبارت میں جو علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح مراقی الفلاح میں نقل کی ہے صاف طور پر اس رسم کا صریح رد ہے جو لوگوں میں رواج پذیر ہوگئی ہے کہ قبرستان میں جنازے کے ساتھ کھانا وغیرہ لے جاکر تقسیم کرتے ہیں اور اسے بدعت قبیحہ مذمومہ بتایا ہے نیز علامہ ابن امیر حاج کے کلام سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر مکان پر بھی صدقہ کیا جائے تو اس کے جواز یا استحسان کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام اور عادت نہ کرلی جائے ورنہ وہ بھی ناجائز اور بدعت ہو جائے گا نیز یہ بھی صاف فرمادیا کہ خیریت اور بھلائی اتباع سلف میں منحصر ہے اس صریح عبارت اور صاف دلیل کے علاوہ یہ بھی سمجھ لیجئے کہ چونکہ اس رسم کے ادا کرنے میں ریاء و شہرت اور پابندی رسم و رواج خیالات کا ضروری طور پر دخل ہوتا ہے اس لئے اس کے ناجائز اور بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ جو کام بغرض ریاء و سمعہ کیا جائے اس میں ثواب کی امید رکھنا ایک خیال عبث ہے اور کتب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ ایسے افعال واجب الترک ہیں۔

لاشك فی فرضیة علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة علیه و علم الحلال و الحرام و علم الریاء لان العابد محروم من ثواب عمله بالریاء اھ (ردالمحتار شامی) (۲)

اس میں شک نہیں کہ فرائض خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور اسی طرح علم اخلاص

(۱) باب احکام الجنائز' فصل فی حملها و دفنها ص ۳٦۷ ط مصطفی البابی' مصر
(۲) مقدمة : مطلب فی فرض الکفایة' و فرض العین ۴۲/۱ ط سعید

کیونکہ عمل کی صحت اخلاص پر موقوف ہے اور علم حلال و حرام اور علم ریاء بھی فرض ہے کیونکہ ریاء کی وجہ سے عابد اپنی عبادت اور عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔

وفی البزازیة و یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی(۱) و الثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم اولقراءۃ سورۃ الانعام و الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ و فیھا من کتاب الاستحسان و ان اتخذطعاماً للفقراء کان حسنا اہ واطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فتحرز عنھالانھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالی اہ (۲)

بزازیہ میں ہے کہ موت کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کرنا اور قبر پر کھانا لے جانا مواسم میں اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء اور قراء کو ختم قرآن کے لئے یا سورہ انعام واخلاص پڑھنے کے لئے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ قرأۃ قرآن کے وقت کھانا کرنا مکروہ ہے اور فتاویٰ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لئے کھانا پکایا جائے تو اچھا ہے اور معراج میں طویل بحث کر کے کہا کہ یہ تمام افعال شہرت وناموری کے لئے کئے جاتے ہیں پس ان سے احتراز کیا جائے کیونکہ لوگ ان سے خدا کی خالص رضامندی کا قصد نہیں کرتے (ردالمحتار شامی)

اس عبارت میں کئی باتیں نہایت صاف طور سے مذکور ہیں اول یہ کہ میت کے پہلے روز یعنی یوم انتقال و دفن میں کھانا پکوانا اور اجتماع کرنا اور ختم قرآن کا اہتمام کرنا اور اجتماع اور تیسرے روز اور پھر ہفتہ کے بعد بھی اہتمام اور اجتماع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور یہ افعال اکثری طور پر بغرض شہرت وریاء و نمود کئے جاتے ہیں اس لئے بدعت و ناجائز ہیں اگر فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا تقسیم کیا جائے تو بشرطیکہ اسے سنت نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام نہ کر لیا جائے تو جائز ہے یعنی بغیر کسی تعیین وقت یا تخصیص طعام کے جس وقت میسر ہو بغرض خوشنودی خدا تعالیٰ کھانا پکا کر فقراء کو کھلا دو یا تقسیم کر دو اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دو تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

رسم نمبر ۴۔ دفن کے بعد قبرستان سے واپس ہوتے ہیں تو راستے میں ایک شخص پان کا خوانچہ لئے کھڑا رہتا ہے وہ سب کو پان تقسیم کرتا ہے اور گلاب چھڑکتا ہے جیسے شادی میں کرتے ہیں۔

حکم شرعی۔ اگر یہ پان اہل میت کی طرف سے تقسیم کئے جاتے ہیں تو اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اہل میت سے کسی قسم کی دعوت لینا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ پان تقسیم کرنا بھی ایک قسم کی دعوت ہے جو اس کے ذمہ لازم کر دی گئی ہے یا اس نے خود لازم کر لی ہے۔

(۱) کذافی ھامش رد المحتار ۱۲ منہ

(۲) رد المحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی کراھیۃ الضیافۃ من اھل البیت ۲۴۰/۲ ط سعید

قال فی الفتح و یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور وهی بدعة مستقبحة الخ (رد المحتار) (۱)

فتح القدیر میں ہے کہ اہل میت کی جانب سے کھانے کی دعوت کا لینا مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ غمی پر اور یہ بری بدعت ہے۔

اسی طرح گلاب چھڑکنا بے اصل اور بدعت ہے کیونکہ اس موقع پر حاضرین پر گلاب چھڑکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنی ناموری اور ریاء مقصود ہو اس سے میت کو ثواب پہنچانا بھی تو مقصود نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کوئی عبادت اور قربت کا کام نہیں ہے نہ صدقہ ہے لہذا یہ فعل بھی واجب الترک ہے۔ (۲)

رسم نمبر ۵۔ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کے ذمہ جتنے روزے اور نمازیں وغیرہ ہوتی ہیں اس کے لئے ساڑھے باون سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف رکھتے ہیں اور مؤذن یا ملا کو بلا کر اسے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کے ذمہ جس قدر روزے نمازیں باقی ہیں ان کے عوض میں تمہیں یہ گیہوں اور قرآن مجید دیا جاتا ہے تم نے قبول کیا وہ کہتا ہے ہاں قبول کیا پھر وہ ملا گیہوں اور قرآن شریف لے جاتا ہے اس طریقے کو لوگ حیلہ کہتے ہیں۔

حکم شرعی۔ یہ رسم تھوڑے تھوڑے اختلاف اور تفاوت کے ساتھ ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی رائج ہے اور اسے اسقاط کہتے ہیں اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ فرائض اسلامیہ کی قضا باقی ہو جس میں نماز روزے کفارہ قسم قربانی وغیرہا داخل ہیں تو ان فرائض و واجبات کا فدیہ اس کی طرف سے ادا کرنے سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بری ہو جائے پھر اگر میت نے وصیت کر دی ہو کہ میری تمام نمازوں اور روزوں وغیرہ کا فدیہ دے دیا جائے جب تو وارث کو لازم ہے کہ جس قدر نمازیں اور روزے وغیرہ میت نے بتائے ہیں یا وارث کو معلوم ہیں ان کا پورا فدیہ دے اور ثلث مال تک اس میں خرچ کر دے اگر بصورت وصیت پورا فدیہ ثلث مال یا اس سے کم میں ادا ہو جاتا ہے تو پورے فدیہ سے کم ادا کرنے میں وارث گناہ گار ہوگا۔

ولو مات و علیه صلوت فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوٰة نصف صاع من بر کا لفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث ماله (۳) (در مختار)

اگر کوئی شخص مر گیا اور اس پر قضا نمازیں تھیں اور فدیہ دینے کی وصیت کر گیا تو ہر نماز و وتر اور روزے کے بدلے نصف صاع گیہوں مثل صدقہ فطر کے دیئے جائیں اور صرف ثلث مال سے فدیہ دیا

---

(۱) باب صلاة الجنائز' مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت ۲/ ۲۴۰ ط سعید

(۲) وفی تبیین المحارم: لاشك فی فرضیة علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص و علم الریاء لان العابد محروم ثواب عمله بالریاء (رد المحتار' مقدمة' مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین ۱/ ۴۲ ط سعید)

(۳) باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعید

جائے گا۔

اور اگر میت نے باوجود مال ہونے کے وصیت نہیں کی یا وصیت کی مگر جتنی نمازیں اور روزے اس کے ذمہ تھے ان سب کے فدیہ کی پوری مقدار کی وصیت نہیں کی تو پہلی صورت میں وارث کے ذمہ فدیہ دینا اور دوسری صورت میں پورا فدیہ دینا (خواہ ثلث کے اندر ہو) ضروری نہیں اور مرنے والا ان دونوں صورتوں میں گناہ گار ہوگا۔

قوله لولم يترك مالا' ای اصلا او كان ما اوصى به لا يفى زاد فى الامداد اولم يوص بشئ واراد الولى التبرع الخ – واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولى و نص عليه فى تبيين المحارم فقال لا يجب على الولى فعل الدور وان اوصى به الميت لانها وصية بالتبرع والواجب على الميت ان يوصى بما يفى ان لم يضق الثلث عنه فان اوصىٰ باقل وامر بالدور و ترك بقية الثلث للورثة او تبرع به لغيرهم فقد اثم بترك ما وجب عليه اھ (۱) (رد المحتار)

یعنی میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا یا جو وصیت کی ہے وہ فدیہ کی مقدار واجب سے کم ہے امداد میں یہ صورت اور بڑھائی کہ یا بالکل وصیت نہیں کی اور ولی نے تبرع کرنا چاہا اور لفظ تبرع سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ فعل ولی پر واجب نہیں اور تبیین المحارم نے اس پر تصریح کی اور کہا کہ ولی پر فعل دور واجب نہیں اگرچہ میت نے اس کی وصیت کی ہو' کیونکہ یہ وصیت بالتبرع ہے اور میت پر واجب یہ ہے کہ وہ اتنی مقدار کی وصیت کرے جو فدیہ واجبہ کو کافی ہو بشرطیکہ ثلث مال میں اتنی گنجائش ہو تو اگر میت نے مقدار واجب سے کم وصیت کی اور دور کا حکم کیا اور بقیہ ثلث ورثہ کے لئے چھوڑ دیا یا کسی اور کو دلوا دیا تو میت بوجہ ترک واجب گناہ گار ہوا۔

اور جب کہ میت نے بالکل وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا یا ثلث سے زائد کی وصیت کی یا تھوڑے سے روزوں اور نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی حالانکہ ثلث میں اس سے زیادہ گنجائش تھی یہ چار صورتیں ہیں پہلی دو صورتوں میں وارث کے ذمہ بالکل اور تیسری صورت میں زائد علی الثلث اور چوتھی صورت میں زائد علی الوصیۃ فدیہ دینا واجب نہیں لیکن اگر وارث تبرعاً دینا چاہے تو دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض و واجبات شرعیہ ہیں ان سب کا پورا حساب کر کے فدیہ دے تو اس کے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اس کے لئے فقہاء نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہو جائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو وہ یہ کہ جس قدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لے کر) اتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کسی فقیر کو دے مثلاً اس کے پاس چار صاع گیہوں ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے

---

(۱) باب قضاء الفوائت' مطلب فی إسقاط الصلاۃ عن المیت ۲ / ۷۳ ط سعید

اور فقیر کو دے کر قبضہ کرادے پھر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کر دے اور وارث قبضہ بھی کر لے پھر یہ وارث وہی گیہوں اسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کر کے قبضہ کرادے اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرے یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کر لینا شرط ہے ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہ ہوگا پھر جب نمازیں پوری ہو جائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلے میں دے اور پھر فقیر اسے ہبہ کر دے وہکذا یہاں تک کہ روزے پورے ہو جائیں پھر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے اور جب سب سے فارغ ہو جائیں تو اخیر میں خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے لیکر چلا جائے یا ہبہ کرے تو وارث اپنی رضامندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دیدے یہ ہے اسقاط کی وہ ترکیب جو فقہاء نے بیان فرمائی ہے لیکن اس ترکیب سے اسقاط جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی نہیں کرتا۔

ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلاً و یدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم (درمختار) (۱) قولہ یستقرض الخ والا قرب ان یحسب ما علی المیت و یستقرض بقدرہ بان یقدر عن کل شہرا و سنۃ فیستقرض قیمتہا و یدفعہا للفقیر ثم یستوہبہا منہ و یتسلمہا منہ لتتم الہبۃ ثم یدفعہا کذلک الفقیر او لفقیر اخر وہکذا فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ و بعد ذلک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم للاضحیۃ ثم للایمان لکن لا بد فی کفارۃ الایمان من عشرۃ مساکین انتہی مختصراً (۲)

یعنی اگر میت نے کچھ مال نہیں چھوڑا (یا چھوڑا مگر وصیت نہیں کی یا زائد علی الثلث وصیت کی یا وصیت سے زائد فدیہ دینا چاہتے) تو وارث نصف صاع مثلاً قرض لے کر (یا اپنے پاس سے) کسی فقیر کو دے پھر فقیر وارث کو ہبہ کرے پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام فرائض و واجب پورے ہو جائیں یعنی اقرب یہ ہے کہ میت کے ذمہ کے فرائض و واجبات کا حساب کر لیا جائے اور وارث ایک خاص تعداد فرائض کے فدیہ کی مقدار قرض لے (یا اپنے پاس سے دے) مثلاً ایک مہینہ کی نمازوں کا اتنا فدیہ ہوا یا ایک سال کا اتنا ہوا پھر وہ ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازوں کے بدلے میں فقیر کو دے اور پھر فقیر سے اپنے لئے ہبہ کرا کے قبضہ کرلے تاکہ ہبہ پورا ہو جائے پھر اسی فقیر کو یا کسی دوسرے فقیر کو دے اور اسی طرح کرتا رہے تو ہر دفعہ میں ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں ساقط ہوں گی اور جب نمازیں پوری ہو جائیں تو اس کے بعد روزوں کا کفارہ پھر قربانیوں کا پھر قسم کا پورا کیا جائے لیکن قسموں کے کفارہ میں ضروری ہے کہ ہر قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو دیا جائے۔

لیکن یہ بھی واضح رہے کہ عبارات مذکورہ سے صراحتہً معلوم ہو گیا کہ یہ فعل اسقاط (فعل دور) وارث کے ذمہ واجب اور ضروری نہیں بلکہ محض تبرع ہے اور ابراء ذمہ میت کے لئے ایک حیلہ ہے اگر اسے

(۱) باب قضاء الفوائت ۲/۷۲ ط سعید

(۲) رد المحتار' باب قضاء الفوائت' مطلب فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتہالیل ۲/۷۳ ط سعید

ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھا جائے تو ناجائز اور بدعت ہو جائے گا جیسا کہ رسم نمبر ۳ کے بیان میں علامہ طحطاوی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہو چکا ہے (۱) نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بصورت عدم وصیت میت کے ترکہ میں سے جب تک کہ تمام ورثہ بالغ اور حاضر نہ ہوں کوئی مقدار اسقاط میں نہ دی جائے اور ثلث تک کی وصیت میں زائد علی الثلث اور ثلث سے کم کی وصیت میں زائد علی الوصیۃ بدون رضا تمام ورثہ کے اسقاط میں کوئی مقدار نہ دی جائے اگر کوئی دے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

الحاصل اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ اسقاط کا یہ طریقہ جو رسم نمبر ۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ ساڑھے باون سیر گیہوں اور ایک قرآن مجید تمام فرائض وواجبات کے فدیہ میں دیتے ہیں بے اصل اور ناجائز ہے بے اصل ہونا تو اس لئے کہ اس خاص مقدار کے تمام فرائض وواجبات کی طرف سے کافی ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں اور ناجائز ہونا اس لئے کہ اس میں ساڑھے باون سیر کی تعیین بدعت ہے نیز قرآن مجید کی کوئی قیمت متعین نہیں کی جاتی کہ اس کے لحاظ سے فدیہ کی مقدار معین ہو کہ کتنی نمازوں کا ہوا۔

تنبیہ ۔ یہ رسم بعض مقامات میں اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ صرف ایک قرآن مجید فقیر کو یہ کہہ کر دے دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے اس کی کوئی قیمت نہیں اور بوجہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جس قدر کفارہ میت کے ذمہ ہو اس سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر قبول کر لیتا ہے یہ طریقہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہی حضرات جو فدیہ میں قرآن شریف کو بے قیمت بتاتے ہیں جب فدیہ کے واسطے خریدنے جاتے ہیں تو بجائے روپیہ کے بارہ آنے اور بجائے بارہ آنے کے دس آنے کو جھگڑ جھگڑ کر خریدتے ہیں خریدتے وقت اس کا بے قیمت ہونا بھول جاتے ہیں اور یہ تو تقریباً محال ہے کہ دکاندار اگر اس کی قیمت ایک روپیہ بتائے تو یہ بنظر قدر شناسی قرآن مجید اس کو دو روپے خود دیدیں بہر حال یہ قرآن مجید جو کاغذ پر لکھا یا چھپا ہوا ہوتا ہے شرعاً مال متقوم ہے اور کفارات و معاوضات میں اس کی اصل قیمت کا اعتبار ہوگا اور اس لئے وہ صرف اتنی نمازوں کا فدیہ ہو سکے گا جتنی نمازوں کے فدیہ تک اس کی قیمت پہنچے گی دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بعض مقامات میں لوگ کچھ غلہ فقیر کو یہ کہہ کر دیتے ہیں کہ میت کے ذمہ جو کچھ گناہ تھے وہ تم نے اپنے اوپر لئے ؟ اور جاہل فقیر کہتا ہے کہ لئے اور وہ غلہ اس کو دے دیا جاتا ہے۔

یہ صورت تمام صورتوں سے بدتر ہے اور اس میں ڈر ہے کہ دینے والوں اور لینے والوں کا ایمان بھی جاتا رہے دینے والوں کا اس لئے کہ انہوں نے صریح طور پر آیہ قرآنی **ولا یوخذ منها عدل** (۲) اور **ولا تزر وازرة وزرا اخریٰ** (۳) کے خلاف یہ عقیدہ جمایا کہ میت کے گناہوں کے بدلے میں یہ چند پیسوں یا روپیوں کا غلہ فدیہ بن گیا اور یہ کہ گناہوں کا مواخذہ اصل مجرم سے ہٹا کر کسی دوسرے کے ذمہ بھی ڈالا جا سکتا

(۱) ولو تصدق فی بذاك فی البیت سرالكان عملا صالحاً لو سلم من البدعة اعنی ان یتخذ ذاك سنة او عادة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ' باب احكام الجنائز ' فصل فی حملها و دفنها ص ۳۶۷ طبع مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئاً ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولاهم ینصرون ' البقرة ۴۸

(۳) الفاطر : ۱۸

ہے اور یہ دونوں باطل اور قطعاً باطل ہیں اور لینے والے جاہل کا ایمان بھی ان ہی وجوہ سے معرض خطر میں آگیا نیز اس لئے کہ اس نے خدا کے عذاب کو ہلکا سمجھا اور اس کو اپنے سر پر لینے کی جرأت کی نعوذ باللہ من ہذہ الجہالات ۔

رسم نمبر ۶ ۔ میت کے مکان پر اس کے مرنے کے بعد کچھ دنوں تک بھاری جلسہ رہتا ہے لوگ آتے بیٹھتے ہیں کھاتے پیتے ہیں چرٹ (سگار بڑا سگریٹ) چائے پان کا شغل رہتا ہے سات آٹھ روز تو اس طرح گزرتے ہیں اس کے بعد ایک بڑا جلسہ ہوتا ہے جس کو ختم کا جلسہ کہتے ہیں اس میں کچھ لوگ تو ختم پڑھتے ہیں مگر امیر غریب سب قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے گویا ایک شادی کا مجمع ہے ۔ بسااوقات یہ تمام مصارف ترکہ میں سے ادا کئے جاتے ہیں حالانکہ بعض چھوٹے وارث بچے یا غیر حاضر بھی ہوتے ہیں نیز کھانے والے اور مٹھائی لینے والے امراء بھی ہوتے ہیں ۔

حکم شرعی ۔ اس رسم میں کئی باتیں ہیں اول اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں دوسرے لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا تیسرے اہل میت کا آنے والوں کو پان چائے چرٹ کھانا وغیرہ کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا چوتھے سات آٹھ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا اور اس میں امیروں اور غریبوں سب کو کھانا کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا پانچویں ترکہ میں سے یہ سب مصارف ادا کرنا ان سب کا حکم جدا جدا بیان کیا جاتا ہے ۔

(۱) اہل میت کی تعزیت کرنا مستحسن ہے جس کا بہتر وقت دفن کے بعد وہی روز دفن یا اگر رات کو دفن کیا جائے تو اس کے بعد کا دن ہے اور اس کے بعد تین دن تک کی اجازت ہے اور اہل میت کا اپنے مکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں یہ بھی صرف تین دن تک جائز ہے مگر بہتر یہی ہے کہ نہ بیٹھے اور اکثر متاخرین اس سے بھی منع کرتے ہیں اور تین دن سے زیادہ بیٹھنا بالاتفاق فقہاء مکروہ ہے مگر جو شخص سفر سے آیا ہو وہ اس کراہت سے مستثنیٰ ہے کہ اسے تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنا جائز ہے اور گھر کے باہر دروازے پر نکل کر بیٹھنا بالاتفاق مکروہ ہے اور جو شخص ایک مرتبہ تعزیت کر آئے اس کو دوبارہ جانا مکروہ ہے ۔

لا باس بتعزیۃ اھلہ و ترغیبھم فی الصبر و باتخاذ طعام لھم و بالجلوس لھا فی غیر مسجد ثلاثۃ ایام و اولھا افضل و تکرہ بعد ھا الالغائب و تکرہ التعزیۃ ثانیاً و عند القبر و عند باب الدار و یقول اعظم اللہ اجرک و احسن عزاءک و غفر لمیتک اہ (درمختار) (۱)

یعنی اہل میت کی تعزیت کرنے میں مضائقہ نہیں اور ان کو صبر کی ترغیب دیتے ہیں اور ان کے لئے کھانا بھیجنے میں اور بغرض تعزیت مسجد کے علاوہ کسی مکان میں بیٹھنے میں تین دن تک مضائقہ نہیں تعزیت

---

(۱) باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲۴۰، ۲۴۱ ط سعید

کے لئے پہلا دن افضل ہے اور تین دن کے بعد تعزیت مکروہ ہے مگر اس کے لئے جو سفر سے آیا ہو اور دوبارہ تعزیت کرنا مکروہ ہے اور گھر کے دروازے پر بیٹھنا بھی مکروہ ہے تعزیت میں یہ الفاظ کہے "خدا تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور صبر حسن کی توفیق عطا فرمائے اور تمہاری میت کو بخش دے۔

وفی خزانة الفتاویٰ و الجلوس للمصیبة ثلاثة ایام رخصة و ترکه احسن کذافی معراج الدرایة (عالمگیری) (۱)

خزانة الفتاویٰ میں ہے کہ بوقت مصیبت تین دن تک بیٹھنے کی رخصت تو ہے مگر اس کا ترک بہت بہتر ہے۔

(۳'۲) یعنی لوگوں کا اہل میت کے مکان پر جمع ہونا اور اہل میت کا انہیں پان' چائے' چرٹ' مٹھائی تقسیم کرنا یا کھانا کھلانا یہ باتیں بھی مکروہ ہیں اگرچہ تعزیت کے لئے تین دن تک لوگوں کو جانا جائز ہے اور اتفاقی طور پر وہاں دو چار آدمی جمع ہو جائیں تو مضائقہ نہیں لیکن قصداً جمع ہونا اور اجتماع کی شکل قصداً پیدا کرنا مکروہ ہے اور میت کا لوگوں کو کچھ کھلانا یا کچھ تقسیم کرنا یہ سب مکروہ ہے۔

فی الامداد وقال کثیر من متاخری ائمتنا یکرہ الاجتماع عند صاحب المیت و یکرہ له الجلوس فی بیته حتی یأتی الیه من یعزی بل اذا فرغ و رجع الناس من الدفن فلیتفرقوا و یشتغل الناس بامورھم و صاحب المیت بامرہ انتھی (۲) (رد المحتا رشا می)

امداد میں ہے کہ ہمارے ائمہ حنفیہ میں بہت سے متاخرین نے فرمایا ہے کہ اہل میت کے مکان پر لوگوں کا اجتماع مکروہ ہے' اور اہل میت کو گھر میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کریں یہ بھی مکروہ ہے بلکہ جب دفن سے فارغ ہو کر واپس آئیں تو چاہئیے کہ سب متفرق ہو جائیں لوگ اپنے اپنے کام میں لگ جائیں اور اہل میت اپنے کام میں۔

یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور و ھی بدعة مستقبحة روی الامام احمد و ابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہؓ قال کنا نعد الاجتماع الیٰ اھل المیت وصنعھم الطعام من النیاحة (رد المحتار نقلا عن فتح القدیر)(۳)

یعنی اہل میت کا لوگوں کے لئے کھانے کی دعوت تیار کرنا (جس میں پان' چائے' مٹھائی بھی داخل ہے) مکروہ ہے کیونکہ دعوت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں اور یہ قبیح بدعت ہے' امام احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے بسند صحیح جریر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (یعنی صحابہ کرامؓ) اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور اہل میت کے کھانا کرنے کو نیاحة میں داخل سمجھتے تھے۔

---

(۱) باب الجنائز' الفصل السادس فی القبر' والدفن' والنقل من مکان الی مکان آخر ۱/۱۶۷ طبع مکتبہ ماجدیہ عید گاہ طوغی روڈ کوئٹہ

(۲) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۴۱ ط سعید

(۳) باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی کراھة الضیافة من اھل المیت ۲/۲۴۰ ط سعید

نیاحۃ کے معنی ہیں کہ جاہلیت میں میت کا ماتم کرنے کے لئے عورتیں جمع ہو کر روتی تھیں اور میت کے اوصاف بیان کرتی تھیں شریعت نے نیاحۃ سے منع فرمایا اور اسے حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

حضرت جریر بن عبداللہؓ صحابی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اس اجتماع اور میت کی طرف سے کھانا کرنے کو بھی اس نیاحۃ ممنوعہ میں داخل سمجھتے تھے (۲) یعنی جیسے نیاحۃ ممنوع ہے یہ بھی ممنوع ہے۔

(۴، ۵) یعنی سات آٹھ روز کے بعد ختم کا جلسہ کرنا اور ترکہ میں سے یہ مصارف کرنا رسم نمبر ۳ کے بیان میں ہم فتاوی بزازیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں تصریح ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والوں کے لئے دعوت تیار کرنا اور قراء و صلحا کو جمع کرنا اور ان سے ختم پڑھوا کر انہیں کھانا کھلانا مکروہ ہے وجہ کراہت یہ ہے کہ قرأت قرآن و ختم پر کھانا کھلانا گویا قرأت کی اجرت ہے۔ (۳)

دون ما ابتدع فی زماننا من مهللین و قراء و مغنین و طعام ثلثة ایام و نحو ذلك و من فعل ذلك بدون رضا بقیة الورثة البالغین یضمنه فی ماله (رد المحتار) (۴)

یعنی تجہیز و تکفین کے مصارف میں یہ داخل نہیں ہے کہ جو ہمارے زمانے میں بطور بدعت اختیار کیا گیا ہے کہ کلمہ طیبہ یا قرآن پڑھنے والے یا نعت گانے والے جمع کئے جاتے ہیں یا تین دن تک کھانا کیا جاتا ہے اور اسی جیسے اور افعال بھی۔ اور جو ان کاموں میں بغیر رضا مندی باقی ورثا بالغین کے خرچ کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

وبه ظهر حال وصایا اهل زماننا فان الواحد منهم یکون فی ذمته صلوات کثیرة و غیرها من زکوة واضاح و ایمان ویوصی لذلك بدراهم یسیرة و یجعل معظم وصیته لقراءة الختمات و التهالیل التی نص علماء نا علی عدم صحة الوصیة بها وان القراءة لشئ من الدنیا لا تجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلك یشبه الاستیجار علی القراءة و نفس الاستیجار علیها لا یجوز فکذا ما اشبهه، کما صرح بذلك فی عدة کتب من مشاهیر کتب المذهب اه (ردالمحتار) (۵)

اور اس سے ظاہر ہو گیا ہمارے زمانے کے لوگوں کی وصیتوں کا حال کہ بعض لوگ باوجودیکہ ان کے ذمے بہت سی نمازیں اور زکوۃ اور قربانیاں اور قسمیں ہوتی ہیں مگر وہ تھوڑے سے دراہم کی (فدیہ کے لئے) وصیت کرتے ہیں اور اپنی وصیت کا بڑا حصہ کلمہ طیبہ اور قرآن مجید کے ختموں کے لئے خاص کر دیتے ہیں

---

(۱) نوح : ناحت المرأة علی المیت اذا ندبته، وذلك ان تبکی علیه، و تعدد محاسنه، والحدیث ما یدل علی حرمة النوح، ثلاث من امر الجاهلیة الطعن فی الانساب، والنیاحة، والانواء (المغرب فی ترتیب المعرب ۲/ ۳۳۱، ۳۳۲ ط ادارة دعوة اسلام)

(۲) عن جریرؓ کنا نعده من النیاحة (مرقاة کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت ۴/ ۹۶ ط امدادیه، ملتان)

(۳) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۴) باب صلاة الجنائز، مطلب فی کفن الزوجة علی الزوج ۲/ ۲۰۶ ط سعید

(۵) کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات، والتهالیل ۲/ ۷۳ ط سعید

حالانکہ ہمارے علماء کی تصریح ہے کہ ان ختموں کی وصیت صحیح نہیں اور یہ کہ کسی دنیاوی غرض سے قرأت جائز نہیں اور دینے والے اور لینے والے دونوں گناہ گار ہیں کیونکہ دینا اور کھانا کھلانا اجرت کے مشابہ ہے اور قرأت کی اجرت لینا دینا جائز نہیں اسی طرح وہ چیز جو اجرت سے مشابہت رکھتی ہو اور ہمارے مذہب کی مشہور کتابوں میں سے بہت سی کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے (ردالمحتار)

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہو گیا کہ کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کا ختم کرانے کے لئے اجتماع کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا مکروہ اور بدعت ہے۔

نیز چونکہ اس قسم کے کھانے میں غریب امیر سب شامل ہوتے ہیں اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مقصود صدقہ اور خیرات نہیں ہے ورنہ امراء کو صدقہ کھلانے کے کیا معنی اور جب صدقہ مقصد نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا کھلانا اور جلسے کرنا محض ناموری اور شہرت وریاء کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا مکروہ اور بدعت ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہنا کہ امراء کی دعوت بطور ہدیہ کے ہوتی ہے اور فقراء کی بطور صدقہ کے صحیح نہیں کیونکہ کھانا کرنے والوں کو اس تفریق کا خیال نہیں ہوتا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم بقول علامہ ابن ہمام کے چونکہ یہ دعوت غمی کی ہے اس لئے غیر مشروع اور بدعت ہے۔(۱)

اور ردالمحتار شامی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ترکہ مشترکہ میں سے بغیر رضاء جمیع ورثہ یہ مصارف ادا کرنا بالخصوص جب کہ کوئی وارث نابالغ یا غائب ہو ناجائز ہے اور جو کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔

رسم نمبر ۷۔ لوگ جنازے کے ساتھ تو جاتے ہیں مگر جب نماز ہوتی ہے تو بہت سے اشخاص نماز میں شریک نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ جنازے کی نماز فرض کفایہ ہی تو ہے اور جب کچھ لوگوں نے پڑھ لی تو سب کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

حکم شرعی۔ بے شک جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے اور کچھ لوگوں کے پڑھ لینے سے اور مسلمانوں کا فرض ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس خیال سے نماز سے علیحدہ رہنا مناسب نہیں کیونکہ ان کے ذمہ اپنے مردہ بھائی کے حقوق میں سے اس کے جنازے کی نماز پڑھنے کا حق بھی تو ہے (۲) اور نماز جنازہ میں کثرت نمازیوں کی مستحسن ہے (۳) اگر محض فرض ساقط ہو جانے کا خیال ہو تو پھر اس کے ساتھ جانے اور دفن کرنے کا فرض بھی تو ان کے ذمہ سے اس وجہ سے ساقط ہو گیا کہ اوروں نے جنازہ لے جا کر دفن کر دیا۔

---

(۱) صفحہ نمبر ۱۲۷ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں

(۲) عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ خمس تجب للمسلم علی اخیہ، رد السلام، و تشمیت العاطس، واجابۃ الدعوۃ، وعیادۃ المریض، واتباع الجنائز (مسلم شریف، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام ۲/۲۱۳ ط قدیمی)

(۳) اس لئے کہ جتنے لوگ زیادہ ہوں گے مغفرت کی امید زیادہ ہوگی۔ عن عائشۃؓ عن النبی ﷺ قال: ما من مسلم تصل علیہ امۃ من المسلمین یبلغو مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا (مسلم شریف، کتاب الجنائز، فصل فی قبول شفاعۃ الاربعین الموحدین فیمن صلوا علیہ ۱/۳۰۸ ط قدیمی)

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور اس کی نماز پڑھے اور پھر دفن تک اس کے ساتھ رہے اس کو دو قیراط ثواب ملے گا اور جو صرف نماز پڑھ کر لوٹ آئے اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا(۱) پس جنازے کے ساتھ جا کر نماز میں شریک نہ ہونا اور جماعت سے علیحدہ رہنا ایک غیر مستحسن امر اور شان اسلام سے بعید ہے۔ واللہ اعلم کتبہ العاجز الاواہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

فاتحہ خوانی کے متعلق چند رسموں کی تحقیق

(۱۷۶) استفتاء

(ماخوذ از مجموعہ دلیل الخیرات مطبوعہ ۱۳۳۶ھ مرتبہ حضرت مفتی اعظمؒ)

یہاں مدت سے یہ رسم ورواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر جمع ہو کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں پھر علاوہ اس دعا کے جو بعد دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ پڑھتے ہیں پھر علاوہ اس دعا کے جو بعد دفن متصل پڑھی جاتی ہے اس وقت بھی لوگوں کو روک کر فاتحہ ہوتی ہے جب واپسی میں قبرستان کے دروازہ پر پہنچتے ہیں بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب غسل کے لئے میت کو رکھتے ہیں تب بھی جمع ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور دروازہ قبرستان پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مکان پر بھی رسم فاتحہ بجا لاتے ہیں یعنی اول تین موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج ہے' اور پچھلے دو موقعوں پر فاتحہ پڑھنے کا عام رواج نہیں ہے یعنی کہیں ہے اور کہیں نہیں ہے۔ لیکن اب ایک عالم صاحب یہاں تشریف لائے ان سے دریافت کیا گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ ان مختلف اوقات میں اس کیفیت کے ساتھ فاتحہ پڑھنا بدعت خلاف سنت ہے' بالخصوص جب کہ تارک کو قابل ملامت بھی سمجھتے ہوں اور دلیل یہ بتاتے ہیں کہ حسب تصریح علامہ شامی وغیرہ صلوۃ جنازہ خود دعا ہے چنانچہ رد المحتار جلد اول ص ۶۴۱ میں تحریر ہے فقد صرحوا عن اخرھم بان صلوۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذھو المقصود منھا انتھیٰ— اور فاضل اجل علامہ ملا علی قاری مکی حنفیؒ مرقات شرح مشکوۃ کے باب الجنائز میں تحت حدیث مالک بن ہبیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ولا یدعی للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازۃ اور بعض کتب میں محیط سے نقل کیا ہے لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ اور کبیری سے منقول ہے فی السراجیۃ اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء اور یوں کہتے ہیں کہ بعد دفن متصل قبر پر دعا مانگنا

(۱) عن ابی صالح عن ابی ہریرۃؓ قال : من تبع جنازۃ' فصلی علیھا فلہ قیراط' و من تبعھا حتی یفرغ منھا فلہ قیراطان اصغر ھما مثل احد او احد ھما مثل احد (ابوداؤد شریف' کتاب الجنائز' باب فضل الصلوۃ علی المیت' و تشییعھا ۹۵/۲ طبع الحاج محمد سعید)

کتب احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور باقی ادعیہ مروجہ کا ثبوت کتب احادیث و فقہ و اقوال محققین علماء سے ثابت نہیں پس ارشاد ہو کہ ان عالم صاحب کا فرمانا صحیح ہے یا نہیں اور خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے موافق میت کے مرنے کے وقت سے بعد دفن مکان پر واپسی تک جمع ہو کر کن کن موقعوں پر شرع شریف میں دعا مانگنے کا ثبوت ہے یا یہ ہے کہ ہر شخص علاوہ نماز جنازہ کے بلا التزام مالم یلزم اور بلا اہتمام و فکر اجتماع اپنی خوشی سے جب چاہے میت کے واسطے دعائے خیر کیا کرے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل – المستفتی حاجی داؤد ہاشم یوسف' مرچنٹ اسٹریٹ نمبر ۴۸' شہر رنگون

(الجواب) الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا ومولانا محمدٍ والہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد! واضح ہو کہ اموات مسلمین کے لئے نفس دعائے مغفرت اور ایصال ثواب بالاتفاق مستحسن اور محبوب ہے ہر شخص کو شرعاً یہ اجازت ہے کہ جب چاہے اور جس قدر چاہے میت کے لئے دعائے مغفرت کرے یا کسی بدنی یا مالی عبادت کا ثواب پہنچائے۔(۱)

اموات مسلمین کو ان کے زندہ اقارب واحباب کی جانب سے دعا کا فائدہ اور عبادت بدنیہ ومالیہ کا ثواب پہنچتا ہے(۲) اور وہ دعا اور ایصال ثواب کے منتظر رہتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص ان کے لئے دعا کرتا ہے یا کوئی ثواب انہیں پہنچاتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور پھر دعا کرنے والا یا ثواب پہنچانے والا بھی اجر و ثواب کا مستحق ہوتا ہے لیکن یہ اختیار کسی شخص کو حاصل نہیں کہ وہ دعا اور ایصال ثواب کے لئے اپنی جانب سے کوئی خاص وقت یا خاص خاص صورتیں معین کرے اور پھر انہیں ضروری بھی سمجھے شریعت مقدسہ نے جن خاص اوقات میں یا خاص صورتوں سے دعا کرنے یا ثواب پہنچانے کی تعلیم فرمائی ہے اس سے زیادہ کسی کو تعیین و تخصیص کا حق نہیں ہے اور یہ بات واقفین حدیث و فقہ پر روز روشن کی طرح روشن ہے سوال میں پانچ موقعے ذکر کر کے ان کے متعلق دریافت کیا گیا ہے میں ہر موقع کو جدا جدا ذکر کر کے اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

پہلا موقعہ۔ یہاں مدت سے رسم ورواج ہے کہ کفنانے کے بعد میت کو جنازے میں رکھ کر اہتمام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں انتہی۔ واضح ہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے بصورت اجتماع واہتمام دعا کرنے کا طریقہ مقرر فرمایا ہوا ہے اور وہ نماز جنازہ ہے کہ اسکا مقصود اہم یہی ہے کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور سب مسلمان جمع ہو کر خدا کی بارگاہ میں اپنے مردہ بھائی کی بخشش کی درخواست کریں جیسا کہ تصریحات فقہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

(۱) صفحہ نمبر ۱۳۶ حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں

(۲) وفی البحر من صام' او صلیٰ' او تصدق' و جعل ثوابہ لغیرہ من الاموات' والاحیاء جاز ..... و بھذا علم انہ لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیًا رد المحتار ' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی القراۃ للمیت' واھداء ثوابھا لہ ۲/۲۴۳ ط سعید

حقیقتھا الدعاء والمقصود منھا (بحر عن الفتح) (۱)
نماز جنازہ کی حقیقت دعا ہے اور دعا ہی نماز جنازہ سے مقصود ہے۔
فقد صرحوا عن آخرھم بان صلوٰۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذ ھو المقصود منھا انتھیٰ (رد المحتار) (۲)
یعنی تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے کیونکہ نماز جنازہ سے مقصود صرف دعا ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ نماز جنازہ من کل الوجوہ دعا ہے اور نماز ہونے کی اس میں کوئی جہت نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اس نماز میں بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو نماز ہونے پر دلالت کرتی ہیں جیسے طہارت شرط ہونا استقبال قبلہ ضروری ہونا وغیرہ (۳) اور اسی وجہ سے اس پر نماز کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اس کا مقصود اصلی اور جہت راجحہ یہی ہے کہ میت کے لئے استغفار اور دعا کی جائے یا یوں کہو کہ شریعت مقدسہ نے میت کے لئے دعا اور استغفار کرنے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ اس کے لئے طہارت استقبال قبلہ وغیرہ جو نماز کے خواص تھے لازم کر دیئے اور تمام مسلمانوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کیونکہ اس میں مقبولیت دعا کی امید زیادہ تھی پس نماز جنازہ اگرچہ من وجہ نماز بھی ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کی راجح جہت دعا ہونے کی ہی ہے۔

مگر نماز جنازہ سے پہلے دعا یا ایصال ثواب کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا شریعت سے ثابت نہیں رسول اللہ ﷺ یا اصحاب کرامؓ یا ائمہ عظام کسی سے منقول و ثابت نہیں کہ نماز جنازہ سے پہلے بہ ہیئت اجتماعیہ میت کے لئے دعا کی ہو یا کرنے کی ہدایت فرمائی ہو پس نماز جنازہ سے پہلے اگر لوگ فرداً فرداً دعا کریں یا ایصال ثواب کریں تو جائز ہے اس میں کوئی کلام نہیں مگر دعا یا ایصال ثواب کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو برا بھلا کہنا یہ مکروہ و بدعت ہے اگر کوئی اس کے جواز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ یا اصحاب کرام یا مجتہدین عظام سے یہ اجتماع و اہتمام ثابت کرے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ جب فرداً فرداً دعا جائز ہے اور عمومات آیات و احادیث بکثرت موجود ہیں جو ہر شخص کو ہدایت کرتی ہیں کہ اموات کے لئے دعا کرتے رہیں اور خود آنحضرت ﷺ و صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے کہ ان حضرات نے نماز جنازہ سے پہلے میت کے لئے دعا فرمائی ہے تو پھر اس کے لئے اجتماع و اہتمام کرنے میں کیا خرابی ہے یوں سمجھو کہ ہر شخص کو جب دعا کرنے کا اختیار حاصل ہے تو اگر تمام لوگ اپنے اپنے اختیار کو ایک وقت میں استعمال کریں تو یہ ناجائز کیوں ہو جائے گا۔

---

(۱) کتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاتہ ۲/۱۹۳ طبع بیروت
(۲) باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۱۰ ط سعید
(۳) و فی البحر : و یفسدھا ما افسد الصلاۃ الا المحاذاۃ' و تکرہ فی اوقات المکروھۃ...... واما شروط وجوبھا فھی شروط بقیۃ الصلاۃ من القدرۃ' والعقل' والبلوغ' والاسلام (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی صلاۃ الجنازۃ ۲/۲۰۷ طبع محمد سعید)

توجواب یہ ہے کہ کسی چیز کا فرداً فرداً جائز ہونااور چیز ہے اور اس سے لازم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع واہتمام بھی جائز ہو نوافل ہر شخص کے لئے اوقات مکروہہ کے سوا ہر وقت جائز ہیں لیکن نوافل کے لئے اجتماع واہتمام کرنا اور تداعی سے ادا کرنا مکروہ ہے(۱) اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اگر تمام لوگ اپنے اس اختیار اور اجازت کو جو شریعت کی جانب سے انہیں دعا کرنے کے متعلق حاصل ہے اتفاقیہ طور پر ایک وقت میں استعمال کریں اور اجتماع واہتمام کا قصد نہ کریں تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن سوال میں یہ صورت نہیں ہے بلکہ تمام لوگ قصداً دعا کے لئے جمع ہوتے ہیں اور جمع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور جو شریک نہ ہوا سے برا بھلا کہتے ہیں تو اس مجموعہ کے مکروہ اور بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے کتب فقہ میں بکثرت اس کی مثالیں موجود ہیں کتب احادیث میں بھی اس کے نظائر بکثرت وارد ہیں ہم صرف مثال کے طور پر چند نصوص حدیثیہ و فقہیہ پر اکتفا کرتے ہیں عیدین کی راتیں اور شعبان کی پندرھویں رات اور رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کی راتیں اور عشرہ اولیٰ ذی الحجہ کی راتیں بہت افضل اور متبرک راتیں ہیں ان راتوں میں نماز پڑھنا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا بہت ثواب کا کام ہے مگر فقہاء نے یہ قید لگادی کہ نماز تنہا تنہا پڑھی جائے (مگر رمضان میں تراویح کی نماز مستثنیٰ ہے) اس پر علامہ شامی امداد کی عبارت نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

اشار بقوله فرادیٰ الی ماذکرہ بعد فی متنه من قوله و یکرہ الاجتماع علی احیاء لیلة من هذہ اللیالی فی المساجد و تمامه فی شرحه و صرح بکراهة ذلك فی الحاوی القدسی قال وما روی من الصلوٰت فی هذہ الاوقات یصلے فرادی غیر التراویح قال فی البحر و من هنا یعلم کراهة الاجتماع علی صلوٰة الرغائب التی تفعل فی رجب فی اول جمعة منه وانها بدعة وما یحتاله اهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والکراهة فباطل آہ قلت و صرح بذلك فی البزازیة (رد المحتار) (۲)

ماتن نے اپنے اس قول سے کہ تنہا تنہا پڑھیں اس طرف اشارہ کیا جو خود آگے ذکر کیا ہے کہ ان متبرک راتوں میں سے کسی رات میں جاگنے کے لئے مسجدوں میں اجتماع کرنا مکروہ ہے اور پوری عبارت شرح میں ہے اور اجتماع کی کراہت کی تصریح حاوی قدسی میں بھی ہے اور کہا کہ جو نمازیں ان راتوں میں مروی ہیں وہ تنہا تنہا پڑھی جائیں سوائے تراویح کے بحر میں کہا کہ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صلوٰۃ رغائب کے لئے اجتماع بھی مکروہ ہے یہ نماز رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے اور یہ نماز بدعت ہے اور روم کے لوگ جو یہ حیلہ کرتے ہیں کہ اس کی نذر کر لیتے ہیں تاکہ نفل ہونے اور مکروہ ہونے سے نکل جائے تو یہ حیلہ باطل ہے اھ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بزازیہ میں بھی اس کی کراہت کی تصریح ہے۔

دیکھو فقہاء نے خود پہلے یہ ذکر کیا کہ مذکورۂ بالا راتوں میں نماز پڑھنا قرآن شریف کی تلاوت کرنا

(۱) ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذالك علی سبیل التداعی (الدر المختار باب الوتر والنوافل ۲/۴۸، ۴۹ سعید)

(۲) کتاب الصلاۃ (تتمه) مطلب فی صلاۃ الرغائب ۲/۲۶ ط سعید

ذکر الٰہی میں مشغول ہونا مستحب ہے اور اکیلے اکیلے ہر شخص کو شریعت کی جانب سے افعال مذکورہ ادا کرنے کی اجازت ہے پھر یہ تصریح کر دی کہ ان راتوں میں مسجدوں میں اجتماعی صورت سے افعال مذکورہ ادا کرنا مکروہ، بدعت ہے اور پھر صاحب بحر و فتاویٰ بزازیہ وغیرہم نے تصریح کر دی کہ صلوٰۃ رغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی ہے وہ بھی مکروہ و بدعت ہے کیونکہ اس میں دو باتیں ناجائز ہیں اول تو رجب کے پہلے جمعہ کی جو شریعت سے ثابت نہیں دوسرے اس کے لئے اہتمام و اجتماع کرنا جو نوافل کے لئے مکروہ ہے پس باوجود نماز کے افضل الاعمال ہونے کے ان دو باتوں نے اسے مکروہ و بدعت کر دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر جالس الیٰ حجرة عائشة واذا نا س يصلون فی المسجد صلوٰة الضحی قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة الحديث (۱) (بخاری ص ۲۳۸ جلد اول)

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ کے حجرے کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس نماز کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بدعت ہے۔ چاشت کی نماز خود آنحضرت ﷺ نے پڑھی اور اس کی فضیلت بیان فرمائی، اور پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے۔ جیسا کہ احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

عن معاذة قالت سألت عائشة كم كان رسول الله ﷺ يصلی صلوٰة الضحیٰ قالت اربع ركعات و يزيد ماشاء الله رواه مسلم (مشکوٰۃ) (۲)

معاذہ سے روایت ہے کہا میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ چاشت کی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے فرمایا کہ چار رکعتیں اور خدا کو منظور ہوتا تھا تو اس سے بھی زیادہ پڑھ لیتے تھے۔

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من حافظ علی شفعة الضحیٰ غفرت له ذنوبه وان كانت مثل زبد البحر (رواه احمد والترمذی و ابن ماجه مشكوٰة) (۳)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز چاشت پر محافظت کی اس کے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت ﷺ کا نماز چاشت پڑھنا یا اس کی فضیلت بیان فرمانا معلوم نہ تھا تاہم اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ ایک نماز تھی اور نماز افضل الاعمال اور خیر موضوع ہے اور وقت بھی کوئی مکروہ وقت نہ تھا پھر انہوں نے اسے بدعت کیوں فرمایا۔ اسکا صاف اور واضح جواب ان عبارتوں سے معلوم کیجئے :

(۱) بخاری، ابواب العمرة، باب كم اعتمر النبی ﷺ ۲۳۸/۱ ط قدیمی
(۲) مشکوۃ شریف، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الضحیٰ ص ۱۱۵ ط سعید و مسلم شریف، کتاب الصلوۃ، باب استحباب صلوۃ الضحیٰ ۲۴۹/۱ طبع قدیمی کتب خانہ
(۳) مشکوٰۃ، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الضحیٰ ص ۱۱۶ ط سعید و ترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی صلاۃ الضحیٰ ۱۰۸/۱ ط سعید

قال عیاض وغیرہ انما انکرا ابن عمرؓ ملازمتها واظهار ها فی المساجد لا انها مخالفة للسنة ویؤ یده ما رواه ابن ابی شیبة عن ابن مسعودؓ انه رای قوماً یصلونها فانکر علیهم وقال ان کان ولا بد ففی بیوتکم (فتح الباری مصری جلد ثالث ص ۴۳) (۱)

قاضی عیاضؒ وغیرہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ نے صرف اس نماز کے التزام اور مساجد میں ظاہر طور سے پڑھنے کا انکار فرمایا اور اسے بدعت کہا ان کا یہ مطلب نہیں کہ نفس نماز سنت کے خلاف ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے 'جو حافظ ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کو یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع کیا اور فرمایا کہ اگر تمہیں پڑھنی ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔

وقیل ارادان اظهارها فی المسجد والا جتماع لها هو البدعة لا ان نفس تلك الصلوٰة بدعة وهو الاوجه (عینی کذافی هامش الصحیح) (۲)

اور بعضوں نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ اس نماز کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع کرنا بدعت ہے یہ مقصود نہ تھا کہ بنفسہ یہ نماز بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حافظ ابن حجر علامہ عینیؒ قاضی عیاضؒ کے اقوال سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو گئی کہ نماز چاشت کے لئے بھی اجتماع واہتمام بدعت و مکروہ ہے کیونکہ صرف اس لئے کہ شریعت سے اس نماز کے واسطے اجتماع و اہتمام ثابت نہیں اور نفس نماز کے ثبوت یا اس کی فضیلت و ترغیب کی روایات سے یہ لازم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع و اہتمام بھی جائز ہو جائے۔

اسی طرح اموات مسلمین کے لئے نفس دعا کا ثابت ہونا یا مستحسن ہونا اس امر کو مستلزم نہیں کہ اس کے لئے اجتماع و اہتمام بھی جائز ہو جاوے جو لوگ کہ عمومات استحباب دعا سے اجتماع و اہتمام کے جواز پر استدلال کرتے ہیں ان کے جواب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتویٰ اور فقہائے حنفیہ کے ارشادات صریحہ ہمارے پاس موجود ہیں جو بکثرت کتب فقہیہ میں پائے جاتے ہیں۔

قراء ة الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعین (کذافی المحیط (فتاویٰ عالمگیری) (۳)

سورہ کافرون سے آخر قرآن تک کی سورتیں جمع ہو کر پڑھنا (جیسا کہ مروج ہے اور اسے ختم کہتے ہیں) مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ کرامؓ اور تابعین سے منقول نہیں۔

سورہ کافرون سے اخیر قرآن تک کی سورتیں پڑھنا جسے ختم کہتے ہیں اگر نفس قرأت کے لحاظ سے

---

(۱) کتاب الصلوة' باب صلاة الضحیٰ فی السنن ۳/۴۳ مطبع کبری میریه بولاق مصر ۱۳۰۰ھ
(۲) ابواب العمرة' باب کم اعتمر النبی ﷺ ۱/۲۳۸ هامش نمبر ۱۰ ط قدیمی
(۳) کتاب الکراهیة' الباب الرابع فی الصلاة' والتسبیح' وقراء ة القران' والذکر ۵/۳۱۷ ط ماجدیه کوئٹه

دیکھا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید کا پڑھنا مکروہ ہے یا بدعت ہے لیکن ایک خاص صورت اجتماعیہ سے اہتمام کر کے پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ اور بدعت فرمادیا ہے کیونکہ اس ہیئت اجتماعیہ اور اہتمام کا ثبوت نہیں۔

بلکہ اس سے زیادہ واضح نظیر صورت مسئولہ کی یہ روایت ہے جو درج ذیل ہے :

کرہ ان یقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ یدعو للمیت و یرفع صوتہ (کذافی الذخیرہ' عالمگیری) (۱)

یہ مکروہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جمع ہو جائیں تو ایک شخص کھڑا ہو اور بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرے۔

نفس دعا ناجائز نہیں کھڑے ہو کر دعا کرنا ممنوع نہیں مگر یہ ہیئت خاصہ کہ لوگ نماز کے لئے جمع ہیں اور ایک شخص کھڑا ہو کر بلند آواز سے میت کے لئے دعا کرتا ہے شریعت سے ثابت نہیں اس لئے فقہاء نے اسے مکروہ فرمادیا۔

ان تمام باتوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر کسی صاحب عقل کو اس میں شبہ نہیں رہے گا کہ کفنانے کے بعد اجتماع واہتمام سے دعا کرنا اور اسے عقیدۃً لازم سمجھنا یا عملاً ضروری قرار دینا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا یقیناً بدعت اور مکروہ ہے۔

دوسرا موقعہ۔ پھر نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد جنازہ اٹھانے سے پہلے سب لوگوں کو روک کر امام کے ساتھ فاتحہ پڑھتے ہیں۔

نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دعا کرنے کے متعلق کتب فقہ میں حسب ذیل روایتیں ہیں۔

قید بقولہ بعد الثالثۃ لانہ لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ و عن الفضلی لاباس بہ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۸۳)(۲)

یعنی مصنف نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ سلام کے بعد دعا نہ کرے جیسا خلاصہ میں ہے اور محمد بن فضلؒ سے مروی ہے کہ مضائقہ نہیں

و لا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ (مرقاۃ لعلی القاری) (۳)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کا شبہ پیدا کر دے گی۔

---

(۱) کتاب الکراهیة' الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح وقراۃ القرآن والذکر و الدعا ۳۱۹/۵ ط ماجدیہ کوئٹہ
(۲) کتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاتہ ۱۹۷/۲ طبع بیروت لبنان
(۳) کتاب الجنائز' باب المشی بالجنازۃ و الصلوۃ علیها ۶۴/۴ ط امدادیہ ملتان

اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم داعیاله (سراجیه) (۱)
جب نماز جنازہ سے فارغ ہو تو دعا کرتا ہوا کھڑا نہ رہے۔
ولا یقوم داعیاله اھ (جامع الرموز) (۲)
یعنی نماز کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے۔
ولا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانه یشبه الزیادۃ فیها کذافی المحیط (۳)
نماز جنازہ کے بعد کھڑا رہ کر دعا نہ کرے کیونکہ یہ دعا نماز میں زیادتی کر دینے کا شبہ پیدا کرتی ہے۔
وعن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ وقال محمد بن فضلؒ لا باس به کذافی القنیة (برجندی شرح مختصر وقایه) (۴)
اور امام ابوبکر بن حامد سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔ اور امام محمد بن فضلؒ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں۔

منقولہ بالا عبارتوں سے یہ تین باتیں صراحۃً ثابت ہوتی ہیں۔
(۱) نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے یا کھڑا رہ کر دعا نہ کرے (خلاصہ بحر الرائق مرقاۃ سراجیہ جامع الرموز محیط)
(۲) نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے (قنیہ عن الامام ابی بکر بن حامدؒ)
(۳) نماز جنازہ کے بعد دعا میں مضائقہ نہیں (قنیہ و بحر عن الامام محمد بن الفضلؒ)

لیکن کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہئیے یا فلاں دعا مستحب ہے' صرف امام محمد بن الفضلؒ سے یہ مروی ہے کہ دعا کرنے میں مضائقہ نہیں اور چونکہ لفظ لاباس اکثر خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے (۵) اس لئے ایک صاف اور واضح تطبیق تو امام محمد بن الفضلؒ اور امام ابوبکر بن حامدؒ کے کلام میں یہ ہو سکتی ہے کہ اول الذکر مکروہ تنزیہی اور موخر الذکر مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔
اور ظاہر یہی ہے کیونکہ اکثر کتب فقہ و فتاویٰ میں اول اصل مذہب یہی بیان کیا ہے کہ دعا نہ کرے یا دعا مکروہ ہے اور کراہت مطلقہ سے اکثری طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور محمد بن الفضلؒ سے اس کے خلاف جو قول نقل کیا ہے اس کو لاباس سے تعبیر کیا جو اصل معنی کے لحاظ سے کراہت تنزیہی یا کم از کم خلاف اولیٰ میں مستعمل ہوتا ہے۔
ایک شبہ اور اس کا جواب: اگر کسی کو شبہ ہو کہ نفس دعا اموات مسلمین کے لئے تو ہر وقت جائز ہے۔

---

(۱) کتاب الجنائز' باب الصلاۃ علی الجنازۃ ۱/۱٤۵ ط نول کشور' لکھنو
(۲) فصل فی الجنائز ۲۸۳ ط المطبعۃ الکریمیۃ بلدۃ قزآن ۱۳۲۳ھ
(۳) لم اطلع علی هذه العبارۃ
(٤) لم اجده
(۵) و کلمة لا باس وان کان الغالب استعمالها فیما ترکه اولی الخ (رد المحتار' کتاب الطهارۃ' مطلب حکمة لاباس قد یستعمل فی المندوب ۲/۱۱۸ ط سعید)

پھر اس وقت خاص میں دعا کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ' تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کرامؒ کا نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ فرمانا مطلقاً نہیں ہے بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنا مکروہ ہے۔ اور نفس دعا کا جائز ہونا جواز اجتماع واہتمام کو مستلزم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کے وقت انتقال بلکہ اس سے بھی پہلے عیادت کے زمانے سے اس کے لئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ثبوت روایات حدیثیہ وفقہیہ (۱) میں موجود ہے' ہر مسلمان کو اختیار ہے کہ اگر وہ کسی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعا کرے اس کے بعد جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے اس کے بعد جنازے کی نماز پڑھے اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میت کے لئے دعا کرتا رہے اور قرأۃ قرآن مجید ودیگر عبادات بدنیہ ومالیہ کا ثواب اسے پہنچاتا رہے ان تمام حالات میں فرداً فرداً دعا کرنے یا ایصال ثواب کرنے کی کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ کوئی بدعت یا قید غیر مشروع عارض نہ ہو جائے۔

اور شریعت مقدسہ نے اموات مسلمین کے لئے دفن سے پہلے اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے جسے صلوٰۃ جنازہ کہتے ہیں پس دفن سے پہلے دعائے اجتماعی اور اہتمام کا ثبوت صرف نماز جنازہ کے لئے ہے کہ وہ بھی .... میت کے لئے دعائے مغفرت ہی کا نام ہے' اس کے علاوہ اور جس موقع پر اجتماع واہتمام والتزام کے ساتھ دعا کی جائے اسے فقہاء مکروہ وبدعت فرماتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہونے کا حکم بہت سی کتابوں میں مذکور ہے' جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور سب کا مطلب یہی ہے کہ اجتماع واہتمام سے دعا کرنا مکروہ ہے مگر فقہاء کے کلام میں کراہت کی وجہ مختلف عنوانوں سے بیان کی گئی ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوگا (۲) اس کلام میں غور کرنے سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ دعائے اجتماعی اور اہتمام کو ہی مکروہ فرماتے اور منع کرتے ہیں کیونکہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ اسی میں پیدا ہو سکتا ہے۔

اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں' بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا۔

میت کے لئے دفن سے پہلے شریعت مقدسہ نے خاص صورت اجتماعیہ اور اہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا صرف ایک مرتبہ حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے طریقوں اور پاک سیرتوں سے

---

(۱) عن ام سلمة قالت : قال رسول الله ﷺ اذا حضرتم المريض' اوالميت' فقولوا خيراً فان الملئكة يؤمنون على ما تقولون' قالت' فلما مات ابو سلمة اتيت النبي ﷺ فقلت ' يا رسول الله ﷺ ان ابا سلمة قدمات قال' قولي اللهم اغفرلي وله' واعقبني منه عقبى حسنة' الحديث (مسلم شريف' كتاب الجنائز' باب عيادة المريض ١ / ٣٠٠ طبع قديمي كتب خانه)

(۲) ولايدعو للميت بعد صلاة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلاة الجنازة (مرقاة شرح مشكوة لملا علي القاري كتاب الجنائز' باب المشي بالجنازة' والصلوة عليها ٤ / ٦٤ طبع مكتبه امداديه ملتان)

صرف ایک مرتبہ اجتماع اور اہتمام سے دعا کرنا ثابت ہے (اور وہ نماز جنازہ ہے) اس لئے اس (نماز جنازہ)

سے زیادہ جس موقع پر اجتماع واہتمام سے دعا کی جائے گی وہ گویا اس اجتماع واہتمام کے طریقہ شرعیہ (نماز جنازہ) پر زیادتی ہو گی یعنی نماز جنازہ کے علاوہ اور کسی موقع پر اجتماع واہتمام کے ساتھ دعا کرنے کا یہ مطلب ہو گا کہ شارع علیہ السلام نے میت کی خیر خواہی اور اس کے لئے دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان چھوڑ دیا تھا جسے ہم پورا کرتے ہیں " نعوذ باللہ من ذلک " شارع علیہ السلام نے اپنی امت کے لئے جس قدر محبت اور رحمت کاملہ کا تقاضا تھا اس قدر اہتمام واجتماع دعا کے لئے معین فرمایا اگر اس سے زیادہ اجتماع واہتمام مطلوب ہوتا تو بلاشک وہ مقرر فرما سکتے تھے پس کس قدر غضب ہو گا اگر ہم اپنے افعال سے اس بات کا وہم پیدا کریں کہ شارع علیہ السلام نے اس اجتماع واہتمام للدعا(۱) کی تعیین میں کوتاہی فرمائی۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ کھڑا رہ کر دعا نہ کرے چونکہ نماز جنازہ کے بعد اسی حالت پر کھڑا رہنا اور دعا کرنا خاص طور سے اجتماع واہتمام کو ثابت کرتا ہے اس لئے اس طرح تعبیر فرما دیا مطلب وہی ہے کہ اجتماع و اہتمام سے دعا نہ کرے۔

یعنی اگر کوئی ایک شخص نماز جنازہ کے بعد اتفاقی طور پر اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس نے کوئی دعا اپنے دل میں میت کے لئے مانگ لی تو اگرچہ اس نے کھڑے رہ کر یہ دعا کی ہے مگر مکروہ نہیں ہو گی کیونکہ کراہت کی اصلی علت (اجتماع واہتمام) موجود نہیں اور نفس قیام علت کراہت نہیں۔

بعض فقہاء نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے یا لانہ دعا مرۃً ایک مرتبہ تو دعا کر چکا اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اہتمام واجتماع دعا کا نہ کرے کیونکہ اہتمام واجتماع کی دعا تو خود نماز جنازہ ہے اور وہ ایک مرتبہ کر چکا(۲) اور دوسری مرتبہ اہتمام واجتماع کا ثبوت شریعت مقدسہ سے نہیں ورنہ اگر اجتماع واہتمام سے ممانعت مراد نہ ہو تو ایک مرتبہ دعا ہو چکنا تنہا تنہا دعا کرنے کی ممانعت کی علت نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عمر بھر تک احادیث وفقہ سے ثابت ہے۔

بعض فقہاء نے نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کو مکروہ فرمایا اور وجہ بیان فرمائی کہ ایک کامل اور عمدہ دعا کرنے والا ہے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے والا ہے) اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے دعا کے لئے اجتماع واہتمام نہ کیا جائے کیونکہ اجتماع واہتمام کے ساتھ ایک کامل دعا ہونے والی ہے کیونکہ وہ شریعت مقدسہ مطہرہ کی مقرر کی ہوئی ہے اور اس سے پہلے کوئی اجتماعی دعا ثابت نہیں اس لئے مکروہ ہے ورنہ نفس دعا تنہا تنہا ہر وقت جائز ہے اور آگے کو دعا کرنے کا ارادہ تنہا تنہا پہلے دعا کرنے کو مکروہ نہیں بنا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کے لئے فرداً فرداً دعا مانگنے کا ہر وقت ہر شخص کو اختیار حاصل ہے۔ (۳)

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۱۶۹ حاشیہ نمبر ۱

(۲) لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ دعا مرۃ، لان اکثر ہا دعاء (بزازیہ علی ہامش الہندیہ، النوع الخامس والعشرون فی الجنائز ۴/۸۰ طبع مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) لقولہ تعالیٰ: اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی البقرۃ ۱۸۶

جب کہ التزام مالا یلزم اور تخصیصات غیر مشروعہ سے خالی ہو لیکن اجتماع واہتمام کے ساتھ دفن سے پہلے دعا مانگنا صرف نماز جنازہ کے ضمن میں شریعت سے ثابت ہے اور نماز جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد دفن سے پہلے اجتماع واہتمام سے دعا کرنے کا حدیث وفقہ وسلف صالحین ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت نہیں لہذا مکروہ وبدعت ہے۔

یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ فقہاء کے قول بالکراہت اور امام محمد بن الفضل کے قول لاباس بہ (۱) میں ایک وجہ تطبیق کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جو فقہاء مکروہ فرماتے ہیں وہ اہتمام واجتماع سے دعا کرنے کو مکروہ فرماتے ہیں اور امام محمد بن الفضل نفس دعا کا حکم بتاتے ہیں انہوں نے اجتماع واہتمام کا حکم نہیں بتایا نفس دعا کو لاباس بہ فرمایا ہے اور اگر اس صورت میں لاباس بہ کے معنی ایسے بھی لے لئے جائیں جو مندوب کو شامل ہوتے ہیں تاہم مضائقہ نہیں۔

شبہ نمبر (۱) ۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی شہادت کے بیان میں مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو گئی اور انکو غسل کے لئے لٹایا گیا تو لوگوں نے ان کی نعش مبارک کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ان کے لئے دعا اور ان کی ثنا و صفت اور سوال نزول رحمت کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ سے پہلے بھی میت کے لئے اجتماع واہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت کرنی جائز ہے اور فعل صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔

جواب : تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ لوگ دعا کرنے کے لئے اہتمام سے جمع ہوئے تھے بلکہ علامہ عینی نے تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ عمرؓ کو غسل کے لئے لٹایا تھا اور اس سے صاف واضح ہے کہ اس وقت وہی لوگ تھے جو غسل کے ضروریات کو انجام دینے والے تھے اور غسل کی انجام دہی کے لئے ہی حاضر ہوتے تھے اور ایسے وقت عموماً ہر شخص کے دل میں ایک خاص کیفیت اور رقت طاری ہوتی ہے اور وہ بے اختیار یا باختیار میت کے لئے دعائے مغفرت کرتا جاتا ہے اور کوئی اہتمام واجتماع کا قصد نہیں کرتا۔

بہر حال اس واقعہ میں اور اس حدیث میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ لوگوں کا اجتماع اور اہتمام دعا کے لئے تھا اس کی نظیر یہ ہے کہ صاحب بحر (۲) نے مجتبٰے سے نقل کیا ہے کہ اہل میت کو مسجد میں اس غرض سے بیٹھنا کہ لوگ تعزیت کے لئے آئیں مکروہ ہے اور اسی طرح شرح منیہ (۳) اور فتح القدیر (۴) میں

---

(۱) قید بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة و عن الفضلي لاباس به (البحر الرائق' كتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاته ۲/۱۹۷ طبع بيروت لبنان)

(۲) والجلوس للتعزية في المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه (كتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاته ۲/۱۰۷ دار المعرفة بيروت)

(۳) و يجوز الجلوس للمصيبة بثلثة ايام' وهو خلاف الاولى و يكره في المسجد (كبيرى' فصل في الجنائز ص ۶۰۸ سهيل اكيدمى) (۴) ويجوز الجلوس للمصيبه بثلثة ايام ' وهو خلاف الاولىٰ و يكره في المسجد (باب الجنائز' فصل في الدفن ۲/۱۴۲ ط مصطفى حلبى مصر)

کراہت کاذکر کیااور گھر میں بیٹھنے کو بھی بلفظ لاباس ذکر کیا علامہ شامی نے فرمایا کہ گھر میں بیٹھنا بھی خلاف اولیٰ ہے اور لفظ لاباس کے یہی حقیقی معنی ہیں اور وہی یہاں پر مراد ہیں مگر صاحب بحر (۱) نے تعزیت کے لئے بیٹھنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرنابقالی سے نقل کیا ہے۔

انه ﷺ جلس لما قتل جعفر و زيد بن حارثه والناس ياتونه و يعزونه آه (ردالمحتار)(۲)

کہ آنحضرت ﷺ بیٹھے جب کہ جعفرؓ وزید بن حارثہؓ کے قتل کی خبر آئی اور لوگ آتے تھے اور تعزیت کرتے تھے۔

پھر علامہ شامی جواب دیتے ہیں :

يجاب عنه بان جلوسه ﷺ لم يكن مقصود اللتعزية آه (رد المحتار) (۳)

کہ اس استدلال کا یہ جواب دیا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کا بیٹھنا بغرض تعزیت نہ تھا۔

جیسے اس مسئلہ میں لوگوں نے محض آنحضرت ﷺ کے اتفاقیہ بیٹھنے اور لوگوں کی تعزیت کرنے سے یہ سمجھ کر استدلال کر لیا کہ تعزیت کے لئے بیٹھتے تھے اسی طرح ہمارے زیر بحث مسئلہ میں بخاری کی روایت میں بغرض غسل جمع ہونے اور دعا کرنے کا ذکر دیکھ کر یہ سمجھ لیا گیا کہ دعا کے لئے لوگوں نے اجتماع کیا تھا پس جو جواب علامہ شامی نے اس استدلال کا دیا(۴) وہی جواب ہم نے اس استدلال کا دیا ہے۔ فافهم ۔

شبہ ۲۔ اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایت مرقومہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی ہے :

عن ابراهيم الهجيرى قال رايت ابن ابى اوفىٰ و كان من اصحاب الشجرة وماتت ابنته (الىٰ قوله) ثم كبر عليها اربعاً ثم قام بعد ذلك قدر ما بين تكبير تين يدعو وقال كان رسول الله ﷺ يصنع على الجنائز هكذا رواه ابن النجار (منتخب كنز العمال) (۵) وكذا رواه الامام احمد في مسنده

ابراہیم ہجیری سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کو دیکھا اور وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے اور ان کی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تھا (الی قولہ) پھر حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں پھر اتنی دیر کھڑے دعا کرتے رہے جس قدر دو تکبیروں میں فاصلہ ہوتا ہے اور

(۱) قال البقالی ' ولا باس بالجلوس ..... وقد جلس رسول الله ﷺ لما قتل جعفر' (كتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاته ۲/۲۰۷ ط بيروت)

(۲-۳) باب صلاة الجنائز' مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت ۲/۲۴۱ ط سعيد

(۴) يجاب عنه بان جلوسه ﷺ لم يكن مقصود اللتعزيه اه (ردالمحتار' باب صلاة الجنائز' مطلب في كراهية الضيافة من اهل الميت ۲/۲۴۱ ط سعيد)

(۵) كتاب الموت من قسم الافعال' صلاة الجنائز ۱۵/۷۱۵ حديث نمبر ۴۲۸۵۱ مكتبه تراث حلب

فرمایاکہ رسول اللہ ﷺ جنازوں پر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے ثابت ہو گیاکہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے چاروں تکبیروں کے بعد اتنی دیر دعا مانگی جتنی ایک تکبیر سے دوسری تکبیر تک تاخیر ہوتی ہے اور پھر یہ بھی فرمایاکہ حضرت رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

جواب۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعا نماز جنازہ کے سلام کے بعد نہیں تھی' بلکہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے تھی یہ روایت مختصر ہے پورا واقعہ اس طرح ہے علامہ نووی کتاب الاذکار میں فرماتے ہیں :

ویحتج للدعاء فی الرابعة بما رویناه فی السنن الکبیر للبھیقی عن عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ انه کبر علیٰ جنازۃ ابنة له اربع تکبیرات فقام بعد الرابعة کقدرما بین التکبیر تین یستغفرلھا و یدعو ثم قال کان رسول اللہ ﷺ یصنع ھکذا

کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جو ہمیں سنن کبریٰ بیہقی میں روایتاً پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ نے اپنی صاحبزادی کے جنازے پر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد بقدر فاصلہ مابین تکبیر تین کھڑے ہوئے دعا استغفار کرتے رہے پھر کہاکہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

وفی روایة انه کبر اربعا فمکث ساعة حتی ظننا انه سیکبر خمسا ثم سلم عن یمینه و عن شماله فلما انصرف قلنا له ماھذا فقال انی لا ازیدکم علی ما رایت رسول اللہ ﷺ یصنع اوھکذا صنع رسول اللہ ﷺ قال الحاکم ابو عبداللہ ھذا حدیث صحیح انتھیٰ (کتاب الاذکار)(۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر اتنا ٹھیرے کہ ہم نے خیال کیاکہ پانچ تکبیریں کہیں گے پھر دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرا جب فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہاکہ یہ کیا کیا تو فرمایاکہ میں تمہارے لئے اس بات سے زیادہ نہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کو میں نے کرتے دیکھا ہے یا یوں فرمایاکہ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے حاکم نے فرمایاکہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اور چونکہ سلام سے پہلے نماز جنازہ ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ دعا نماز جنازہ میں ہی داخل ہے اور ہماری بحث سے خارج ہے باقی رہی یہ بات کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کرنے کا حنفیہ کے نزدیک کیا حکم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حنفیہ کا ظاہر مذہب جو تمام متون میں منقول ہے وہ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں بلکہ چوتھی تکبیر کہتے ہی سلام پھیر دے لیکن بعض شروع و فتاویٰ میں بعض مشائخ سے چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا منقول ہے۔

واشار بقوله و تسلیمتین بعد الرابعة الی انه لا شئ بعد ھا غیر ھما وھو ظاھر

---

(۱) الفتوحات الربانیة علی الاذکار النوویة' المجلد الثانی' باب اذکار الصلاۃ علی المیت جز٤ ص ۱۸۰ طبع المکتبه الاسلامیة لصاحبھا الحاج ریاض التسیح

المذھب و قیل یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الیٰ اخرہ و قیل ربنا لا تزغ قلوبنا الیٰ اخرہ و قیل یخیر بین السکوت والدعاء (بحرالرائق) (۱)

یعنی ماتن نے یہ کہہ کر کہ چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ چوتھی تکبیر کے بعد سوائے دو سلاموں کے اور کچھ ذکر و دعا نہیں ہے' اور ظاہر مذہب یہی ہے اور کہا گیا کہ اللھم آتنا الخ پڑھ لے اور کہا گیا کہ ربنا لا تزغ الخ پڑھ لے اور کہا گیا کہ اختیار ہے چپ رہے یا دعا کرے۔

شبہ نمبر ۳۔ اگر کوئی کہے کہ جن فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد دعا کو مکروہ کہا ہے' ممکن ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ دعائے طویل مکروہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے دفن میں تاخیر ہوگی جو تعجیل مسنون کے خلاف ہے۔

جواب : تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو فقہاء کے کلام میں دعائے طویل کی قید نہیں ہے دوسرے یہ کہ ممکن ہے یہ وجہ بھی ان کو ملحوظ ہو یعنی کراہت کی دونوں وجہیں جمع ہو سکتی ہیں اول اجتماع واہتمام' دوسرے لزوم تاخیر اور اسباب میں تزاحم نہیں ہوتا۔ پس اجتماع و اہتمام کے ساتھ مختصر دعا بھی مکروہ ہے کیونکہ کراہت کی ایک وجہ (عدم ثبوت اجتماع واہتمام) اس میں بھی موجود ہے۔

تنبیہ۔ اگر اب بھی کوئی اصرار کرے کہ نماز جنازہ کے بعد دعائے اجتماعی میں کچھ نقصان نہیں اور استحباب مطلق دعا سے استدلال کرے تو اس سے سوال یہ ہے کہ جنازے کی ایک مرتبہ نماز ہو چکنے کے بعد دوسری مرتبہ نماز پڑھنا (غیر ولی کو) جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو حنفیہ کی معتبر کتب سے ثبوت درکار ہے اور اگر ناجائز ہے تو کیوں ؟ آخر نماز جنازہ بھی بتصریح فقہائے کرام استغفار و دعا ہی ہے (۲) پھر آپ کی مصنوعی صورت سے تو بار بار دعا جائز ہو' اور ایک شرعی صورت سے دوبارہ سہ بارہ دعا نا جائز ہو' یہ زبردستی نہیں تو کیا ہے۔

تیسرا موقعہ۔ پھر میت کو دفن کرنے کے بعد سب لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں جیسا کہ عام طور پر سب جگہ مروج ہے دفن کے بعد لوگوں کا میت کے لئے دعائے استغفار کرنا مستحسن ہے' شریعت مطہرہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

وجلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء و قراء ۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ (درمختار)(۳)

یعنی دفن کے بعد دعاء و قرأت کے لئے قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اتنی دیر کہ ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔

قولہ وجلوس لما فی سنن ابی داؤد کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لا خیکم واسالو اللہ لہ التثبیت فانہ الاٰن یسأل، وکان ابن عمر

(۱) کتاب الجنائز' فصل السلطان احق بصلاتہ ۱۹۷/۲ طبع بیروت لبنان
(۲) لقولھم ان حقیقتھا' والمقصود منھا الدعاء الخ (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲۰۹/۲ طبع محمد سعید)
(۳) باب صلاۃ الجنائز ۲۳۷/۲ طبع الحاج محمد سعید

يستحب ان يقرأ على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة و خاتمتها وروى ان عمرو بن العاص قال وهو في سياق الموت اذا انا مت فلا تصحبني نائحة ولا نار فاذا دفنتموني فشنوا على التراب شنا ثم اقيموا حول قبري قدر ما ينحر جزور و يقسم لحمها حتے استانس بكم وانظر ما ذاارا جع رسل ربي (جوهره) (رد المحتار) (۱)

بیٹھنا اس لئے مستحب ہے کہ سنن ابی داؤد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دفن میت سے فارغ ہو کر اس کی قبر پر ٹھہرتے تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور کلمہ توحید پر ثابت رہنے کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا اور ابن عمرؓ اسے مستحب سمجھتے تھے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقر کی ابتدائی اور آخری آیتیں پڑھی جائیں اور روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے حالت نزع میں فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ جائے اور نہ آگ لے جانا اور جب مجھے دفن کر دو تو مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں ایک اونٹ کو نحر کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تاکہ تمہارے ساتھ مجھے دلبستگی اور انسیت رہے اور دیکھوں کہ میں اپنے پروردگار کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد استغفروا لاخیکم سے دعائے اجتماعی کا ثبوت ہو گیا لہذا قبر پر دفن کرنے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرنا اور ذکر و دعا میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

چوتھا اور پانچواں موقعہ۔ پھر قبرستان سے نکل کر دروازہ قبرستان پر یا راستہ میں دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرتے ہیں پھر میت کے مکان پر دعا کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

ان دونوں موقعوں پر اور ان کے بعد تمام مواقع پر دعا کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے لازم یا مستحب سمجھنا مکروہ و بدعت ہے کیونکہ شریعت حقہ سے اس کا ثبوت نہیں۔

ہاں ہر شخص کو خود اجازت ہے کہ وہ میت کے لئے جس قدر چاہے اور جس وقت چاہے بغیر التزام مالا یلزم فرداً فرداً دعا کرے، استغفار کرے، قرأت قرآن وغیرہ کا ثواب پہنچائے۔ (۲)

واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مولاہ، مدرس مدرسہ امینیہ، دہلی

نابالغ وارث کے مال سے خیرات کرنا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) عام دستور ہے کہ متوفی کے ورثا متوفی کے مال سے فاتحہ خوانی کی رسومات پر صرف کرتے ہیں یعنی

---

(۱) باب صلاۃ الجنائز ۲۳۷/۲ طبع شرکۃ الحاج محمد سعید

(۲) صرح علماؤنا في باب الحج عن غيره بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة، او صوما، اوصدقة، او غيرها كذافي الهداية، بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط، الافضل لمن يتصدق نفلا، ان ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لا نها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شئ الخ(رد المحتار، باب صلاة الجنائز، مطلب في القراة للميت واهداء ثوابها له ۲۴۳/۲ طبع الحاج محمد سعيد)

زردہ بریانی پکوا کر دعوت کرتے ہیں اس طرح نابالغوں کا مال بھی فاتحہ خوانی پر صرف ہوتا ہے ایسا زردہ پلاؤ متمول لوگوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۷) نابالغوں کے مال میں سے خیرات کرنا ناجائز ہے اور اس کھانے کو کھانا بھی جائز نہیں۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کافر کے لئے دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) جب ہمارے بادشاہ کا انتقال ہو جائے اور وہ غیر مسلم ہو تو اس کے واسطے کچھ کلام الٰہی پڑھ کر اس کی روح کو ثواب پہنچا سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اس کے گناہوں کی معافی کے لئے دعا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۱۷۸) کافر کے لئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت مفید اور جائز نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

پانچواں باب
فدیہ صوم و صلوٰۃ و حیلہ اسقاط

نماز اور روزہ کا فدیہ کس طرح ادا کیا جائے

(سوال) چہ فرمایند علمائے دین کہ اگر شخصے بمیرد و بروے روزہ رمضان و نماز وقتیہ باقی است کفارہ بچہ طور ادا شود ؟ بینوا توجروا!

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہو جائے اور اس پر رمضان کے کچھ روزے اور کچھ وقت کی نمازیں باقی ہوں تو ان کا کفارہ کس طرح دیا جائے گا؟

(جواب ۱۷۹) فدیہ نماز و روزہ از جانب میت از مال وے اگر وصیت کردہ بمیرد ادا کردن واجب است از ثلث مال ورنہ مستحب و عوض ہر نماز و ہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

(ترجمہ) نماز اور روزے کا فدیہ میت کے ثلث مال میں سے ادا کرنا واجب ہے جب کہ وفات سے پہلے اس

---

(۱) لقولہ تعالیٰ : وآتو الیتمیٰ اموالھم، ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب، ولا تاکلو اموالھم الی اموالکم، انہ کان حوباً کبیراً النسآء ۴ .... ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیداً، ان الذین یاکلون اموال الیتمیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً النسآء ۹ ۱۰

(۲) ماکان للنبی والذین آمنو ان یستغفروا للمشرکین، ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم التوبۃ ۱۱۳ ...... سواء علیھم استغفرت لھم، ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم التوبۃ ۶ .... ولا تصل علی احد منھم مات ابداً، ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ، وما توا وھم فاسقون التوبۃ : ۸۴

نے وصیت کی ہو۔(۱) اور اگر وصیت نہ کی ہو تو مستحب ہے (۲) ہر نماز اور روزے کے بدلے میں فدیہ نصف صاع گندم مثل فطرہ ہے ۔ (۳) واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

ہر نماز و روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے' اگر کل تعداد معلوم نہ ہو تو اندازے سے ادا کرے

(سوال) (۱) اگر کوئی میت وصیت کرے کہ میرے نماز روزے کا فدیہ ادا کرنا تو اس کے لئے کیا فدیہ کل نماز و روزوں کا ہو سکتا ہے اس حالت میں کہ وہ نماز پڑھتا رہا مگر جو نمازیں اس کی اوائل عمری میں قضا ہوئیں یا روزے جن کو وہ باوجود نیت کے ادا نہ کر سکا۔

(۲) ایک لڑکی جس کی عمر ۱۴ سال ۷ ماہ ہوئی اور دس مہینے بالغ ہوئے ہوئے تھے نماز پڑھتی مگر کبھی پڑھی اور کبھی قضا کی' کیونکہ پیشاب کا مرض تھا جہاں جسم نجس ہوا نہانے کی سستی میں نمازیں قضا ہوتی تھیں اس کی دس ماہ کی نمازوں کا کیا کفارہ دیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۸ میر عبدالغفور صاحب سابق جج (شملہ) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ م ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۸۰) قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں اور ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گیہوں ہوتے ہیں اگر نمازوں اور روزوں کی صحیح تعداد یاد نہ ہو تو تخمینہ کر کے فدیہ دے دینا چاہئے۔(۴)

(۲) دس ماہ کی نمازوں کا فدیہ اسی حساب سے لگایا جائے کہ تخمیناً جتنی نمازیں قضا ہوں ہر نماز کے بدلے پونے دو سیر گیہوں' رات دن میں مع وتروں کے چھ نمازیں ہوتی ہیں (۵) چھ نمازوں یعنی ایک دن کی نماز کا فدیہ ساڑھے دس سیر گیہوں ہوئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں

(سوال) بعض علاقہ کے علماء نے روزوں اور نمازوں اور دیگر فرائض اور واجبات جو کہ میت سے فوت شدہ ہوتے ہیں ان کے ادا کرنے کا جو حیلہ اسقاط اختیار کیا ہے اس میں ایک جدید اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس مال غلہ وغیرہ کو اٹھوا کر محتاجین کے حلقے میں پھرواتے ہیں اس طرح پر کہ اٹھانے والا ہر ایک شخص

---

(۱) قولہ یعطی .. ای الی من لہ ولایۃ التصرف بل مالہ بوصایۃ' او وراثۃ' فیلزمہ ذالک من الثلث ان اوصی (رد المحتار' باب قضاء الفوائت' مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت ۲/۷۲ ط سعید)

(۲) وزاد فی الامداد ' او لم یوص بشئی واراد الولی التبرع الخ' واشار بالتبرع الی ان لیس ذالک بواجب علی الولی (رد المحتار' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعید)

(۳) ولومات' و علیہ صلوات فائتۃ' واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر کا لفطرۃ (تنویر الابصار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ۲/۷۲ ط سعید)

(۴)(خاتمہ) من لا یدری کمیۃ الفوائت یعمل باکبر رایہ' فان لم یکن لہ رای یقضی حتی یتیقن انہ لم یبق علیہ شئی (طحطاوی' علی مراقی الفلاح' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ص ۲۶۸ ط مصطفی حلبی مصر)

(۵) ولومات' وکذا حکم الوتر (تنویر الابصار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت' ۲/۷۲' ۷۳ ط سعید)

کے پاس لے جاتا ہے وہ شخص اس پر ہاتھ رکھ کر قبول کر لیتا ہے' اس کے بعد دوسرے اپنے پاس والے کے ملک میں کر دیتا ہے تو یہ اٹھانے والا دوسرے کے پاس لے جاتا ہے' اسی طرح تیسرے کے پاس اور پھر چوتھے کے پاس' یہاں تک کہ حلقے کے اشخاص میں سے ہر ایک شخص کے پاس لے جاتا ہے' اور اکثر علما اس کے بر خلاف اس مال غلہ وغیرہ کو ایک ہی جگہ پر رکھا رہنے دیتے ہیں اور حلقہ میں سے ہر ایک شخص دوسرے کے ملک میں اس فدیہ کے مال کو کر دیتا ہے بالتمکن والتخلیہ والاشارہ تو ان دو فریق میں سے کون فریق حق پر ہے۔ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۳۱۸ مولوی محمد جمیل (ضلع راولپنڈی) ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ۱۸ جون ۱۹۳۴ء

(جواب)(از مولوی حبیب المرسلین نائب مفتی) بعض علماء فریق اول کا فدیہ کے مال کو اٹھوا کر پھروانا کل حلقہ میں عبث ہے کیونکہ شے موجود و مشاہد پر قبضہ موہوب لہ' کا بالتمکن والتخلیہ بھی ہو جاتا ہے تنویر الابصار اور در مختار میں ہے۔ (والتمکن من القبض کالقبض فلو وھب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل و دفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا) لعدم تمکنہ من القبض (وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ) فانہ کالتخلیۃ اختیار و فی الدر المختار صحۃ بالتخلیۃ الخ (۱) رد المحتار معروف و فتاوی شامی نے اس کے متعلق لکھا ہے (قولہ صحتہ) ای القبض بالتخلیۃ الخ جلد رابع ص ۵٦۰ (۲) اور فعل عبث کا ارتکاب مکروہ ہوتا ہے تنویر الابصار در مختار میں ہے۔ (و) کرہ (کل لھو) لقولہ علیہ السلام کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ ملاعبۃ اھلہ و تادیبہ لفرسہ و مناضلتہ بقوسہ (۳)

رد المحتار میں اس کے متعلق لکھا ہے (قولہ و کرہ کل لھو) ای کل لعب (عبث) فالثلاثۃ بمعنی واحد کما فی شرح التاویلات الخ جلد خامس ص ۲۷۵ (۴) لہذا فریق اول بعض علما کا غلطی پر ہے اور اکثر علماء کا فریق بجانب حق ہے یہ تحریر بالا بہ لحاظ ہبہ و تملیک و قبضہ کے لکھ دی ہے مگر اسقاط مروج بوجہ مخالف ہونے اس طریق و صورت کے جو کہ فقہائے کرام نے لکھی ہے ناجائز ہے اور ماسوا اس کے دیگر وجوہات کثیرہ سے بھی اسقاط مروج ناجائز ہے فقط اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین' نائب مفتی مدرسہ امینیہ' دہلی

(جواب ۱۸۱) (از حضرت مفتی اعظمؒ) اسقاط مروج بوجوہ کثیرہ ناجائز اور مفاسد عدیدہ پر مشتمل ہے اس لئے اس مروجہ طریقہ کا ترک کرنا ہی واجب ہے (۵) رہا یہ کہ ہبہ میں تخلیہ کے ساتھ قبضہ ہو جاتا ہے یا نہیں تو

---

(۱) کتاب الھبۃ' ۵/ ٦۹۰ ط سعید

(۲) کتاب الھبۃ ۵/ ٦۹۰ ط سعید

(۳) کتاب الحظر' والاباحۃ' فصل فی البیع ٦/۳۹۵ ط سعید

(٤) کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع ٦/۳۹۵ ط سعید

(۵) وھذہ الافعال کلھا السمعۃ و ریاء فیعترز عنھا لا نھم لا یریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ (رد المحتار باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۲٤۱ ط سعید) مروجہ حیلہ اسقاط کئی وجوہ سے ناجائز ہے مثلاً اس کا معتبر کتابوں میں ذکر نہ ہونا اور اگر کسی کتاب میں ہو بھی تو ان کے بتائے ہوئے شرائط پر عمل نہ کرنا' اور اس کی صحت کے لئے علماء نے تقریباً تیس شرائط لکھی ہیں ملاحظہ ہو کتاب "مروجہ حیلہ اسقاط" مفتی احمد ممتاز صاحب اور مولانا سرفراز صاحب کی کتاب "راہ سنت" اور سب سے بڑی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ کسی نے بھی اس کو فرض' واجب یا سنت نہیں بتایا بلکہ صرف مستحب بتایا ہے اور آج کل اس کے ساتھ واجب اور فرض جیسا معاملہ کیا جاتا ہے جو کہ واجب الترک ہے۔

اس کا جواب یہی ہے کہ ہو جاتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مروجہ حیلہ اسقاط جائز نہیں

(سوال) کتاب مسائل سنی مصنفہ مولانا مولی بخش صدیقی بہاری ص ۲۸ میں ہے کہ اگر کسی شخص پر روزہ نماز قضاء رہ جائے اور اسی صورت میں مر جائے تو اس کے فدیہ کے متعلق تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر وہ اس کی بابت وصیت کی ہے تو اس کا فدیہ تہائی مال سے ادا کریں ورنہ صورت میں تبرع ہے' یہ اسی طرح اگر مردہ اتنا مال نہیں چھوڑ گیا جس سے وہ ادا ہو اور وارث بھی محتاج ہے تو حیلہ کریں اور اس کی صورت یہ ہے کہ جس قدر گیہوں کے حساب سے ہوا ہے اس کی قیمت ٹھیرا کے اس کے عوض میں ایک کلام اللہ یا کوئی چیز قیمتی مثلاً کوئی کتاب یا تسبیح یا کوئی دوسری چیز کہ اس کی ملک ہو مسلمان کے سامنے ہو تھیلی پر رکھ کر کسی مسکین محتاج کے پاس بیٹھیں اور کہیں کہ یہ کلام اللہ یا فلاں چیز اتنے گیہوں کے عوض میں ہم نے تیرے ہاتھ بیچی اور مسکین اس بات کو قبول کرلے اور دو آدمی گواہ رہیں تو وہ چیز اس مسکین کی ہو گی اور اتنے گیہوں کا ادا کرنا اس مسکین پر واجب ہوا بعد اس کے بیچنے والا اس فقیر سے کہے کہ فلاں بن فلاں کے ذمہ پانچ وقتی نماز اور واجبات اتنی مدت کے اور رمضان کے روزے اور بعض حقوق خدا تعالیٰ کے ادا کرنا اس پر واجب تھے اور اسی وقت اس سے نہ نہیں سکتا سو اب اس قدر گیہوں اس چیز کے عوض تجھ پر دینا فرض ہو گیا ہے' اس شخص کے صدقہ کی بابت میں نے تجھ کو دیا وہ مسکین کہے کہ میں نے قبول کیا اسی طرح تین دفعہ کہے اور وہ مسکین بھی قبول کرلے تو افضال الٰہی سے امید قوی ہے کہ وہ میت بخشی جاوے گی بعینہ کتاب کی عبارت لکھی گئی اس حیلہ مذکورہ کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۷۱۸ مولانا مشرف حسین (ضلع پٹنہ) ۲۶ شوال ۱۳۵۴ھ
۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۲) یہ حیلہ اسقاط کہلاتا ہے' بعض فقہاء نے اس کی صورتیں بتائی ہیں اور احتیاطاً اس کے عمل میں لانے کو کہا ہے(۱) سوال میں جو صورت مذکور ہے یہ بھی ممکن ہے لیکن لوگ اس کو ضروری و لازم سمجھ لیتے ہیں اور پھر وہ ایک رسم بن جاتی ہے اور تارک کو لعن طعن کرنے لگتے ہیں اس لئے اس کو رواج دینا نہیں چاہئے(۲) بالخصوص قرآن مجید کو تو اس میں لانا ہی نہیں چاہئے کہ اس کی بے قدری ہوتی ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ' مگر آج کل ترک بھی ضروری ہے

(سوال) (۱) زید بالغ ہوا اور بعد بلوغ ۴۲ سال تک اس نے نماز فرض نہیں پڑھی جب ملازمت سے علیحدہ

---

(۱) ولو لم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير' ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم (الدر المختار' كتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعيد)
(۲) لان الجهلة يعتقدونها سنة' او واجبة' و كل مباح يؤدى اليه' فمكروه (قوله فمكروه) الظاهر انها تحريمية' لا يدخل في الدين ماليس منه (رد المحتار' كتاب الصلوٰة' باب سجود التلاوة' مطلب في سجدة الشكر ۲/۱۲۰ ط سعيد

ہو گیا تو اس سال انتقال سے کچھ ماہ قبل نماز پڑھی تخمیناً ۷۵ سال کی عمر کو پہنچ کر اس دار فانی سے خود رخصت ہوئے ان کے لڑکے حامد جو نیک اور صالح لڑکا ہے اور الحمد للہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے یہ چاہتا ہے کہ اپنے باپ زید کی ۴۳ سالہ عمر کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دیکر اپنے والد کو عذاب آخرت سے نجات دلوائے حساب لگایا لیا تو کفارہ نماز و روزہ کئی ہزار من کے قریب پہنچتا ہے جو حامد کی جرأت و ہمت سے خارج ہے اس لئے حیلہ اسقاط فدیہ کرنا چاہتا ہے لیکن اول اس کا طریقہ نہیں معلوم دوم معلوم نہیں کہ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے یا نہیں اگر یہ طریقہ حیلہ اسقاط فدیہ شرعاً جائز ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ مفصل تحریر فرمایا جائے۔

المستفتی نمبر ۲۵۱۲ خیراتی پور ضلع [illegible] ۹ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ۲۸ جون ۱۹۳۹ء

(جواب ۱۸۳) اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی نمازوں کا فدیہ وہ ادا کر سکتا ہے مثلاً سو نمازوں کا فدیہ ۴ من ۱۵ سیر گیہوں ہوئے فی نماز ۱ سیر [illegible] کے حساب سے تو یہ چار من پندرہ سیر گیہوں کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیئے جائیں کہ مرحوم کے ذمہ جس قدر نمازیں ہیں ان میں سے پہلی سو نمازوں کا یہ فدیہ ہے قبول کرو وہ قبول کر کے قبضہ کرلے پھر وہ یہ غلہ متوفی کے ولی کو اپنی طرف سے ہبہ کردے ولی اس پر قبضہ کرلے پھر وہ مزید سو نمازوں کے فدیہ میں یہ غلہ اسی مسکین کو دیدے اور مسکین قبضہ کرلے پھر مسکین ولی کو ہبہ کردے اور ولی قبضہ کر کے پھر اس کو مزید سو نمازوں کے فدیہ میں دیدے اسی طرح تمام نمازوں کا فدیہ پورا کردیا جائے پھر یہ غلہ سو نمازوں کے بدلے میں دیا جائے ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ برابر ہے اور ہر مرتبہ میں مسکین کا اور واپسی کے وقت ولی کا قبضہ کرلینا ضروری ہے جب سب نمازیں اور روزے ختم ہو جائیں تو دوسرے واجبات (مثلاً کفارہ قسم وغیرہ) کا فدیہ اسی طریق سے ادا کیا جائے آخر میں غلہ مسکین کو دیکر واپس نہ لیا جائے یہ حیلہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو جائز ہے رات دن کی چھ نمازیں (مع وتر کے) محسوب ہوں گی اور ہر رمضان کے تیس روزے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فدیہ میں غلہ یا اس کی قیمت دینا اور کھانا کھلانا بھی جائز ہے مگر مالداروں کو دینا جائز نہیں

(سوال) ایک شخص اس جہان کو چھوڑ گیا دیر تک بیمار رہا نمازی اور نماز کا پورا پابند تھا لیکن مرض کی تکلیف میں اس نے نماز چھوڑ دی قیام و رکوع و سجود تو اپنی جگہ اشارہ سے بھی نمازیں ادا نہ کیں صرف اس

(۱) قوله و يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً الخ اى او قيمة ذلك والا قرب ان يحسب ما على الميت يستقرض بقدره بان يقدر عن كل شهر او سنة او يحسب مدة عمره بعد اسقاط اثنى عشرة سنة للذكر وتسع سنين للانثى لانه اقل مدة بلوغها فيجب عن كل شهر نصف غرارة قمح بالمدالدمشقى مدزماننا لان الصاع اقل من ربع مد فتبلغ كفارة ست صلوات لكل يوم و ليلة نحو مد و ثلث و لكل شهر اربعون مدا وذلك نصف غرارة ولكل سنة شمسية ست غرائر فيستقرض قيمتها و يدفعها للفقير ثم يستوهبها منه و يتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير آخر وهكذا فيسقط فى كل مرة كفارة سنة وان استقرض اكثر من ذلك يسقط بقدره و بعد ذلك يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للاضحية ثم للايمان لكن لا بد فى كفارة الايمان من عشرة مساكين (رد المحتار كتاب الصلوٰة باب قضاء الفوائت مطلب فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل ۲/۷۳ طبع الحاج محمد سعيد) موجودہ زمانے میں اس حیلہ اسقاط میں چونکہ بے شمار امور مستقبحہ اور ناجائز شامل کردیئے گئے ہیں لہذا اس سے بچنا واجب ہے۔

بھروسہ میں کہ اللہ تعالیٰ بقا کی ارزانی فرمائیں تو پھر قیام ورکوع وارکان کے ساتھ قضا کی جائیں اسی حالت میں انتقال ہو گیا توجہ دلانے پر مرحوم کے ایک فرزند نے نماز کے فدیہ میں جو اناج بنتا تھا اپنے زر سے خرید کر رکھ دیا ہے۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس اناج کا بصورت اناج ہی تقسیم کرنا ضروری ہے یا اس کو فروخت کر کے اس کی فقہ وحدیث کی کتابیں خرید کر طلبہ کو دی جاسکتی ہیں یا طلبہ کی اور ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں یا نہیں ؟

(۲) ایک تبلیغی مذہبی جلسہ میں جو لوگ وعظ سننے آئے ہوں ان کو یہ اناج پکا کر دو وقتہ کھلا دیا جائے تو جائز ہے یا نہ ؟ اور اس طعام سے نمازوں کا کفارہ یا فدیہ ادا ہو جائے گا یا نہ ؟ کہ اس کی مقبولیت کی امید ہو۔ المستفتی نمبر ۲۶۰۳ غلام محمد صاحب (ملتان) ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ م ۱۸ مئی ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۸۴) ضروری نہیں کہ قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا فدیہ بصورت غلہ ہی ادا کیا جائے بلکہ اس کی قیمت بھی بصورت نقد ادا کی جاسکتی ہے(۱) اسی طرح اس قیمت کی کوئی اور چیز مثلاً کپڑا، کتاب بھی دی جاسکتی ہے مگر یہ ضروری ہے کہ فدیہ کی رقم یا جنس فقیر یعنی محتاج کو تملیک کے طور پر دی جائے فدیہ کی رقم خرچ کر کے وعظ سننے کے لئے آنے والوں کو (جن میں امیر اور فقیر سب ہی ہوں گے) کھانا کھلا دینا درست نہیں کیونکہ اس میں تملیک نہیں ہوتی۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قضاء شدہ نمازوں اور روزہ کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے گا

(سوال) ایک شخص کے ذمے کفارے صوم وصلوٰۃ کے بہت زیادہ ہیں جن کا شمار صحیح معلوم نہیں بلوغ کے بعد کبھی ترک اور کبھی کبھی پڑھتا رہا اور عرصہ بارہ تیرہ سال سے برابر پابند صوم وصلوٰۃ کا ہو رہا ہے قضائے عمری بھی پڑھتا ہے تو اس صورت میں نقد روپیہ یا خوراک وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی حکیم محمد داؤد بسی کوٹلہ ضلع بجنور ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۵) قضا شدہ نمازوں اور روزوں کا تخمینہ کر لیا جائے کیونکہ جب صحیح تعداد یاد نہیں تخمینہ کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں(۳) اور پھر تخمینہ کے موافق ان نمازوں اور روزوں کو قضاء ادا کرنا چاہئے جب تک

(۱) قوله : نصف صاع من بر ای اومن دقیقه او سویقه او صاع تمر او زبیب او شعیر او قیمته وهی افضل عندنا لاسراعها بسد حاجة الفقیر امداد (رد المحتار' کتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت' مطلب فی اسقاط الصلوة عن المیت ۲/ ۷۲' ۷۳ ط سعید)

(۲) حضرت مفتی نے عدم جواز کی وجہ عدم تملیک قرار دی ہے جب کہ مشہور قول کے مطابق فدیہ میں تملیک ضروری نہیں البتہ ایک قول کے مطابق تملیک ضروری ہے وهل تکفی الاباحة فی الفدیة قولان المشهور نعم (رد المحتار' کتاب الصوم' فصل فی العوارض المبیحه لعدم الصوم ۲/ ۴۲۷ ط سعید) بلکہ عدم جواز کی صحیح وجہ امیروں کو کھلانا ہے کیونکہ فدیہ کے مستحق صرف غریب اور محتاج لوگ ہیں امیروں کو دینا جائز نہیں' مصرف الزکاة و العشر هو فقیر (وفی الشامیه) وهو مصرف ایضاً الصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/ ۳۳۹ ط سعید)

(۳) من لا یدری کمیة الفوائت یعمل باکبر رایه (طحطاوی علی المراقی' باب قضاء الفوائت ص ۲۶۸ ط مصر)

اس کی قدرت اور قوت ہو کہ فوت شدہ نمازوں اور روزوں کو قضاءً ادا کر سکتا ہے۔ یہ دینا جائز نہیں ہے جب ادا کی قدرت نہ رہے تو پھر فدیہ دینا جائز ہوتا ہے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی'

میت کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے

(سوال) اگر شخصے بمیر دو برو ے روزہ رمضان ووقتیہ باقی است' کفارہ بچہ طور دادہ شود؟
(ترجمہ) اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر رمضان کے روزے اور نماز پنج وقتہ باقی ہو تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟

(جواب ۱۸۶) فدیہ نماز و روزہ از جانب میت از مال وے اگر وصیت کردہ بمیر د ادا کردن واجب است از ثلث مال ورنہ مستحب' و عوض ہر نماز و ہر روزہ نصف صاع گندم مثل فطرہ است۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(ترجمہ) نماز روزے کا فدیہ میت کی جانب سے اس کے مال میں سے ادا کرنا واجب ہے جب کہ وہ وصیت کر گیا ہو ورنہ مستحب ہے اور ہر ایک نماز اور ہر ایک روزے کے عوض میں نصف صاع گندم فدیہ کی مقدار مثل فطرہ ہے۔ (۲) واللہ اعلم

میت فدیہ کی وصیت نہ کرے تو بھی وارث اپنی طرف سے دے سکتا ہے' فدیہ کا حکم وہی ہے جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

(سوال) میت نے نماز روزہ وغیرہ کے متعلق کوئی وصیت نہ کی ہو اور کوئی وارث اپنی طرف سے اس کے روزوں کا فدیہ ادا کرے تو کیا حکم ہے؟ اور اس فدیہ کے مستحق کون لوگ ہیں کیا ایسے مال کو مسجد وغیرہ میں لگایا جا سکتا ہے؟

(جواب ۱۸۷) میت نے فدیہ نماز وغیرہ کے متعلق وصیت نہ کی ہو اور وارث اپنے طور پر اپنے مال میں سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے (۳) اور اس کے مستحق فقراء و مساکین ہیں (۴) صدقات واجبہ کا جو حکم ہے وہی اس کا ہے۔ (۵) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

---

(۱) وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر' و یفدی وجوباً و متی قدر قضی' لان استمرار العجز شرط الخلیفة (الدر المختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم' وما لا یفسده' فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم ۲/ ۴۲۷ ط سعید).
(۲) ولزمات' و علیه صلوٰت' واوصی' بالکفارة' یعطی لکل صلاة' نصف صاع من بر کالفطرة' (الدر المختار' کتاب الصلوٰة' باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۲ ط سعید)
(۳) اذا لم یوص بفدیة الصوم' یجوز ان یتبرع عنه ولیه (رد المحتار' کتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت' مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت ۲/ ۷۲ ط سعید)
(۴) مصارف الزکاة والعشر ..... هو فقیر الخ (وفی الشامیة) وهو مصرف ایضا لصدقة الفطر' والکفارة' والنذر' وغیر ذلک من الصدقات الواجبة (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/ ۳۳۹ ط سعید)
(۵) کیونکہ یہ وارث پر اگرچہ واجب نہیں لیکن میت پر تو واجب تھا تو چونکہ وارث میت کی طرف سے اس پر واجب حق ادا کر رہا ہے' اس لئے اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو دوسرے صدقات واجبہ کا ہے۔

مروجہ حیلہ اسقاط کا چھوڑنا واجب ہے

(سوال) صوبہ سرحد میں یہ مروج ہے کہ میت کو جنازہ دینے کے بعد علماء صاحبان دائرہ بنا کر قبرستان میں بیٹھ جاتے ہیں اور صاحب میت کچھ مال و اسباب لے جایا کرتا ہے اور ان روپے وغیرہ کو ان علماء کے سپرد کر دیتا ہے اور علماء صاحبان یکے بعد دیگرے ان اموال کو قبضہ کرا دیتا ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فدیہ میت کے صیام و صلوۃ و نذر و کفارات و ایمان سے ادا ہو جائے اور ان اسباب میں قرآن شریف بھی ہوتا ہے اس کے بعد سات نو دفعہ یہ مقابضہ ہوتا رہتا ہے اس کے بعد وہ سامان سب لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ دائرہ کیسا ہے اور معتبر کتابوں سے اس کا ثبوت ہے یا نہیں پھر قرآن ان اسباب کے ساتھ رکھنا یہ کیسا ہے اور قرآن وہ مالک خود لے جاتا ہے اگر یہ فدیہ ہے تو فدیہ کا ثبوت صحیح ہے لیکن یہاں پر تقسیم کے وقت ہر شخص کو پورا فدیہ نہیں پہنچتا ہے اس کو واضح بیان فرمایئے اور جو طریقہ فدیہ کا بہتر ہے اس کو مشرح کیجئے اور یہ دائرہ علماء کا ہوتا ہے اور تقسیم پھر عام ہوتی ہے۔ المستفتی نمبر ۲۷۰۹ مولوی غلام محمد صاحب (ضلع کوہاٹ) ۲۵ صفر ۱۳۶۱ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۸۸) یہ دائرے کی رسم صحیح طور پر ادا نہیں کی جاتی اور اس میں فدیہ باقاعدہ ادا نہیں ہوتا اور قرآن مجید رکھنا بے معنی ہے کیونکہ اسے مالک خود لے لیتا ہے پس اس کو رکھنے سے کیا فائدہ حاصل یہ ہے کہ یہ رسم جس طریقہ سے ادا کی جاتی ہے یہ واجب الترک ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حیلہ اسقاط

(الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) حیلہ اسقاط

(جواب ۱۸۹) اسقاط کے متعلق سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ مروجہ طریقہ بہت سے مفاسد اور محظورات شرعیہ کو مشتمل ہے حیلہ اسقاط جو فقہاء نے تحریر فرمایا ہے وہ اس سے علیحدہ ہے اس کے موافق عمل کرنا مباح ہے (۲) اور بہر صورت اس کو ضروری اور لازم سمجھنا حد شرعی سے تجاوز ہے اس مسئلے کی پوری **تفصیل** رسالہ دلیل الخیرات میں ملاحظہ فرمائی جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) کیونکہ علماء نے حیلہ اسقاط کی اجازت مجبوری کی حالت میں دی ہے یعنی میت کے ترکے میں اتنا مال نہ ہو کہ جس سے اس کے کفارات ادا ہوں تو اس صورت میں یہ حیلہ تجویز کیا ہے' اور اس میں بھی کئی شروط ہیں لیکن آج کل مالداروں کا بھی حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے اور پھر اس کو ضروری قرار دیتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں اس لئے آج کل کا مروجہ حیلہ اسقاط واجب الترک ہے۔ من اصر علی امر مندوب' و جعلہ عزما' ولم یعمل بالرخصۃ' فقد اصاب منہ الشیطن من الاضلال' فکیف من اصر علی بدعۃ' او منکر (مرقاۃ' باب الدعا فی التشہد ۳/۳۱ مکتبہ حبیبیہ' کوئٹہ)

(۲) ولو لم یترک مالا' یستقرض وارثہ الخ (الدر المختار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعید)

(۳) کیونکہ یہ شریعت سے ثابت نہیں اور خلاف شرع کو لازم اور ضروری قرار دینا بدعت میں داخل ہے وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول الخ (الدر المختار' کتاب الصلوۃ' باب الامامۃ ۱/۵۶۰ ط سعید) اور یہ رسالہ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حیلہ اسقاط مباح ہے مگر آج کل کے مروجہ حیلہ اسقاط کا ترک واجب ہے

(سوال) اسقاط مروجہ فی الفنجاب یعنی ایک روپیہ اور دو سیر غلہ اور ایک کلام اللہ شریف امام مسجد لیتا ہے کیا یہ طریقہ مسنونہ میں سے ہے یا نہیں اور بشرط ثبوت اسقاط مروجہ امر ضروری ہے یا امر مباح ؟ المستفتی نمبر ۲۷۱۷ فیروز خاں (جہلم) یکم جمادی الاول ۱۳۶۱ھ ۱۸ مئی ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۹۰) اسقاط کا یہ رواج کہ ایک روپیہ دو سیر غلہ اور ایک قرآن مجید امام مسجد یا کسی اور شخص کو دینا اور یہ سمجھنا کہ یہ چیزیں دینا میت کے تمام قضا شدہ روزوں اور نمازوں اور کفارات واجبہ کا فدیہ ہو گیا غلط ہے اگر روپے کی تعداد اس سے کم و بیش کر دی جائے مگر معین ہو مثلاً ایک روپیہ کے بجائے دس بیس پچاس روپے مقرر کرلیں اسی طرح غلہ کی مقدار بجائے دو سیر کے دس بیس سیر یا من دو من مقرر کرلیں قرآن مجید ایک کی جگہ دو چار یا دس بیس کر دیں جب بھی یہ رواج اور طریقہ غلط ہوگا مگر اس کو لازم کر لینا بدعت ہے اور ترکہ مشترکہ میں اس کو شمار کرنا جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں حرام ہے اسقاط کی جو صورت مباح ہے(۱) وہ اس مروجہ صورت سے بالکل مختلف ہے اس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو علم رکھتا ہو اور فقہاء کی بیان کردہ صورت کو سمجھ کر عمل کر سکتا ہو اور وہ بھی صرف مباح ہے فرض واجب(۲) یا سنت نہیں اس کے تارک کو نہ ملامت کرنا جائز ہے اور نہ اس پر مجبور کرنا مباح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۱۹۱) اسقاط کا جو طریقہ فقہاء نے بتایا ہے وہ پوری طرح ادا کیا جائے تو مباح ہے(۳) مروجہ اسقاط تو یقیناً ناجائز اور بدعت ہے(۴) اور میت کی وصیت کے بغیر ترکہ مشترکہ میں سے اسقاط کرنا جب کہ بعض وارث نابالغ بھی ہوں یا بالغ ہوں مگر ان کی رضامندی نہ ہو حرام ہے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مروجہ اسقاط کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں

(سوال) میت کے واسطے اسقاط جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو طریقہ کیا ہے' ایک مقام میں اسقاط اس طرح کرتے ہیں کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ چاروں طرف حلقہ بنا کر بیٹھتے ہیں اور متوفی کے وارثین

---

(۱) ولو لم یترك مالاً' یستقرض ورثه نصف صاع مثلاً' ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث' ثم وثم حتی یتم (الدر المختار' باب قضاء الفوائت ۲/ ۷۳ ط سعید)

(۲) ونص علیه فی تبیین المحارم فقال' لا یجب علی الولی فعل الدور' وان اوصی به المیت لانها وصیة بالتبرع (رد المحتار' کتاب الصلوٰة' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعید)

(۳) اراد احد التبرع بقلیل لا یکفی بجملته' لا ... جملة المیت عن جمیع ما علیه ان یدفع ذالك المقدار الیسیر بعد تقدیره لشیٔ من صیام' او صلاة' او نحوه' و یعطیه للفقیر بقصد اسقاط ما یرد عن المیت فیسقط عن المیت بقدره ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولی' او للاجنبی' و یقبضه لتتم الهبة' و تملك' ثم یدفعه الموهوب له للفقیر لجهة الاسقاط متبرعاً عن المیت فیسقط عن المیت بقدره ایضا' ثم یهبه الفقیر للولی' او للاجنبی' و یقبضه' ثم یدفعه الولی للفقیر متبرعاً عن المیت' وهکذا یفعل مراداً حتی یسقط ما کان ظنه علی المیت من صلاة' وصیام (مراقی الفلاح' فصل فی اسقاط الصلوٰة ص ۲۶۳ طبع مصطفی البابی الحلبی' مصر)

(۴) کیونکہ قرون ثلاثۃ المشہود لہا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں (حوالہ بالا)

(۵) لا یحل مال رجل مسلم لاخیه الا ما اعطاه بطیب نفسه (بیہقی ۸/ ۱۸۲ ط دار الکتب العلمیه' بیروت' لبنان)

سب مقدور کچھ نقدی لاکر اور ایک قرآن شریف کے ہمراہ امام صاحب کو دیتے ہیں اور امام صاحب لیکر پھر ان کو اپنے دائیں طرف والے آدمی کو دیتا ہے اور دیتے وقت یہ کہتا ہے کہ میں نے ان کو قبول کیا اور تم کو ہبہ کرتا ہوں اسی طریقے سے وہ تیسرے کو دیتا ہے علی ہذا القیاس چاروں طرف تین دفعہ پھراتے ہیں بعد ازاں تقسیم اس طرح کرتے ہیں کہ مثلاً امام صاحب کو پانچ روپے اور مؤذن صاحب کو ڈھائی روپے اور طالب علم کو ایک روپیہ اور کوئی بہت زیادہ غریب ہو تو اس کو چار آنے دیتے ہیں اس طریقہ مروجہ کو لازم وضروری جانتے ہیں اور تارک و مانع کو ملامت کرتے ہیں۔ **المستفتی** نمبر ۲۷۶۰ محمد جلال الدین 'کوہاٹ' پشاور ۲۶ صفر ۱۳۶۲ھ م ۶ مارچ ۱۹۴۳ء

(جواب ۱۹۲) اسقاط مروج کا شرعاً ثبوت نہیں ہاں اگر میت نے وصیت کی ہو یا وارثین بالیقین میت کے فوت شدہ فرائض وواجبات کا فدیہ دینا چاہیں اور مقدار فدیہ کی پوری ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو قلیل فدیہ کی مقدار کو بذریعہ حیلہ کے بڑھا سکتے ہیں کہ فدیہ قلیل ایک محتاج کو دیدیں اور یہ محتاج بعد قابض ہو جانے کے بعض الورثہ کو دیدے اور بعض ورثہ پھر اس محتاج کو یا دوسرے محتاج کو دیدے اور اس طرح پر بار با کرنے سے مقدار فدیہ تک پہنچادیں لیکن یہ حیلہ نمازوں کے لئے علیحدہ کریں اور روزوں کے لئے علیحدہ اور قربانی کے لئے علیحدہ اور کفارہ ایمان کے لئے علیحدہ ایمان کے کفارہ میں دس مساکین کو دینا ضروری ہے ایک کو دینا درست نہ ہوگا مثلاً میت سے چالیس روز کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں اور فدیہ کی قلیل مقدار صرف ایک من دو سیر گیہوں موجود ہے تو دس مرتبہ بعض وارث کسی محتاج کو ہبہ یا قبضہ کردے اور یہ محتاج ہر مرتبہ بعد قبضہ کر لینے کے بعض الوارثین کو واپس کردے یا ایک من دو سیر گیہوں کی قیمت پر یہ حیلہ کرلیں۔ ویدفعها للفقير ثم يستوهبها منه و يتسلمها منه تتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير اخر وهكذا فيسقط في كل مرة كفارة سنة وان استقرض اكثر من ذلك يسقط بقدره و بعد ذلك يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للاضحية ثم للايمان لكن لا بدفي كفارة الايمان من عشرة مساكين (رد المحتار جلد اول ص ۵٤۱) (۱) لیکن اس حیلہ مذکورہ کو بھی دواماً و التزاماً رسم بنالینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم 'اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

جواب صحیح ہے۔ اسقاط مروج میں اور بھی بہت سی ناجائز صورتیں شامل ہیں لہذا یہ رسم تو بہر حال (۳) واجب الترک ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

....

(۱) باب قضاء الفوائت مطلب في بطلان الوصية بالختمات والتهاليل ۲/۷۳ ط سعيد)

(۲) کیونکہ حیلہ ہر وقت درست نہیں بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے یہ حیلہ کیا جاتا ہے مثلاً وصیت نہ کی ہو یا کی ہو لیکن ثلث سے کم کی وصیت کی ہو جیسا کہ شامیہ میں ہے والواجب على الميت ان يو صى بما يفي بما عليه ان لم يضق الثلث عنه' فان اوصى باقل وامر بالدور' وترك بقية الثلث للورثة او تبرع به لغير هم فقد اثم بترك ما وجب عليه (رد المحتار' كتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعيد) اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ شریف میں ہے من اصر على امر مندوب و جعله عزما' ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطن من الا ضلال فكيف من اصر على بدعة' او منكر (مرقاة' باب الدعا في التشهد ۳/۳۱ ط مكتبه حبيبيه' كوئٹه)(۳) من اصر على امر مندوب و جعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطن من الاضلال فكيف من اصر على بدعة' او منكر (مرقاة' باب الدعا في التشهد ۳/۳۱ ط مكتبه حبيبيه' كوئٹه)

اسقاط کی مذکورہ صورت مہمل اور بیکار ہے۔

(سوال) جب میت کے لئے اسقاط کیا جاتا ہے تو عموماً محلہ کی مسجد سے قرآن شریف لے جاکر جنازے میں رکھ دیتے ہیں اسی طرح قبرستان تک اس میں رہتا ہے نماز جنازہ کے بعد امام اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے میت کا وارث یا کوئی رشتہ دار اس قرآن شریف کو جنازے سے نکال کر امام صاحب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے امام میت کے وارث کو سامنے بٹھا کر میت کے گناہوں کے کرنے اور واجبات و فرائض کے ترک کی کوتاہیوں میں اس قرآن کو بطور کفارہ پیش کرتے ہوئے دعا مانگتا ہے بعد ازاں مسجد کا قرآن مسجد میں واپس بھیج دیا جاتا ہے اور امام صاحب کو ایک روپیہ معاوضتہً دیا جاتا ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز صحیح مسئلہ اسقاط جسے فقہاء نے بیان کیا ہے وہ کیا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۸۰۷ محمد احسن ہاشمی (کراچی) ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

(جواب ۱۹۳) اسقاط کی یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے مہمل اور بیکار ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور مسجد کا قرآن مجید بھی اس کام کے لئے لے جانا جائز نہیں ہے(۱) حیلہ اسقاط جو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ بھی ضروری نہیں(۲) اگر کوئی میت کی مغفرت کے لئے اس پر صحیح طور پر عمل کرے تو میت کو ثواب پہنچنے کی امید ہے وہ یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ اتنی نمازیں اور روزے ہوں جس کا فدیہ اتنا زیادہ ہو تا ہو کہ وارثوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو مثلاً بیس من گیہوں ہوتے ہوں اور وہ قادر نہ ہوں کہ اتنے گیہوں ادا کریں تو جتنے وہ ادا کر سکتے ہوں مثلاً دس سیر گیہوں تو وہ دس سیر گیہوں اس کی دس نمازوں کے فدیہ میں کسی مسکین کو دے دیں وہ مسکین قبضہ کر کے پھر وارث کو ہبہ کر دے وارث قبضہ کر لے پھر وہ مزید دس نمازوں کے بدلے میں وہ گیہوں مسکین کو دیدے مسکین قبضہ کر لے پھر اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کر دے وارث قبضہ کر لے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہو جائے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حیلہ اسقاط۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) اگر میت اپنے مال کے تہائی حصے کا وصیت کرے کہ میرے پیچھے میرے مال کا ثلث صدقہ کرو کچھ مجھ پر رمضان کی قضا ہے اور نماز بھی اکثر قضا ہوئی یہ وصیت شدہ مال اگر جنازہ گاہ میں حاضر کر کے فقراء پر بعد دورہ اسقاط تقسیم کیا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) بعد دورہ اسقاط یہ مال فقراء کا حق ہے یا غنی بھی لے سکتا ہے (۳) اگر کسی نے قصداً رمضان کے روزے نہ رکھے ہوں یا قصداً نمازیں قضا کی ہوں اور مرتے

---

(۱) مسجد کے قرآن مسجد میں پڑھنے والوں کے لئے وقف ہوتے ہیں' ان کو مسجد سے لے جاکر پڑھنا بھی درست نہیں چہ جائیکہ شریعت سے غیر ثابت شدہ کام کے لئے لے جایا جائے

(۲) و نص علیہ فی تبیین المحارم' فقال : لا یجب علی الولی فعل الدور' وان اوصی بہ المیت ' لا نہا وصیۃ بالتبرع (رد المحتار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعید)

(۳) ولو لم یترک مالاً یستقرض وارثہ نصف صاع مثلاً ویدفعہ لفقیر' ثم یدفعہ الفقیر للوارث ' ثم ' و ثم حتی یتم (الدر المختار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت ۲/۷۳ ط سعید)

وقت وصیت بالفدیہ کرے تو آیا اس کا وارث فدیہ دیوے گا یا نہیں ؟ اور یہ فدیہ ہو سکتا ہے یا نہیں (۴) اگر ایک شخص مثلاً بیس رمضان کے روزے نہ رکھے تو اس کے فدیہ کا کیا شکل ہوگا آیا ہر ایک رمضان کے مقابلے میں کفارے کا حساب کیا جائے گا یا کوئی اور صورت ہوگی ؟

(جواب ۱۹٤) (۱) اس ثلث وصیت شدہ مال کو فقراء اور مساکین(۱) پر تقسیم کر دینا چاہئے اس کو قبرستان میں لے جانا اور مروجہ حیلہ استقاط اس پر جاری کرنا نہیں چاہئے (۲) وہ مال فقراء و مساکین کا حق ہے اغنیا کو اس میں سے دینا نہیں چاہئے(۲) (۳) ہاں جب کہ اس نے موت کے وقت ان نمازوں اور روزوں کے فدیہ کی وصیت کی تھی تو اس کے ترکہ کے ثلث میں سے فدیہ ادا کرنا وارثوں کے ذمہ لازم ہے(۳) خواہ یہ نمازیں اور روزے قصداً ترک کئے ہوں یا بلا قصد (۴) ہاں ہر رمضان کے روزوں کا فدیہ جداگانہ اس کے ذمہ ہوگا(۴) اور اگر قضا کرنے کا موقع اور طاقت ہو تو بیس سال کے روزوں کی قضا رکھنی ہوگی۔ (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

چھٹا باب
زیارت قبور اور عرس وغیرہ

زیارت قبور قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں ؟

(سوال) زیارت قبور از قرآن مجید ثابت ست یا از حدیث شریف ؟ دیگر آنکہ زیارت قبور بے نمازاں جائز است یا نہ ؟

(جواب ۱۹۵) زیارت قبور از حدیث شریف ثابت است۔ ترمذی روایت کردہ الا فزوروها فانها تذکرکم الآخرة اھ (۶) ہمچنیں در دیگر کتب حدیث ہم روایات کثیرہ موجود است زیارت قبر محض بجہت تذکیر آخرت است ودریں باب نمازی وبے نمازی ہر دو برابر اند۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ مولاہ۔

(۱) کیونکہ صدقہ فقراء کا حق ہے جس جگہ بھی ہو البتہ اسے جنازے کے ساتھ لے جانا بے معنی ہے اور اگر اس میں آج کل کے بدعات بھی شامل ہوں تو پھر جائز بھی نہ ہوگا۔(۲) مصرف الزکاۃ ...... هو فقیر (وفی الشامیة) وهو مصرف ایضا الصدقة الفطر' والکفارة والنذر' وغیر ذالك من الصدقات' والواجبات' (رد المحتار' کتاب الزکاۃ باب المصرف ۳۳۹/۲ ط سعید)
(۳) فدیہ کے حق میں شریعت نے قصداً ترک کرنے اور غلطی سے چھوٹنے کا فرق نہیں کیا ہے ولو مات و علیه صلوٰۃ فائتة' واوصی بالکفارة یعطی لکل صلاۃ نصف صاع (وفی الشامیة) قوله یعطی بالبناء للمجهول' ای یعطی عنه و لیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة' او وراثة فیلزمه ذالك من الثلث اذا اوصی (رد المحتار' کتاب الصلوٰۃ' باب قضاء الفوائت' مطلب فی اسقاط الصلاۃ عن المیت ۷۲/۲ ط سعید)(٤)فیجب عن کل شهر نصف غرارة قمح الخ(رد المحتار' کتاب الصلاۃ' باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل ۷۳/۲ ط سعید)
(۵) فدیہ اس صورت میں جائز ہے جب قضا کرنے کا وقت یا طاقت نہ ہو ورنہ جائز نہیں' وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر' ویفدی وجوبا...... و متی قدر قضی' لان استمرار العجز شرط الخلیفة (الدر المختار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده' فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم ٤۲۷/۲ ط سعید)
(٦) عن سلیمان بن بریدة عن ابیه قال' قال رسول الله ﷺ قد کنت نهیتکم عن زیارة القبور فقد اذن محمد فی زیارة قبر امه فزوروها فانها تذکر الآخرة (ترمذی' کتاب الجنائز' باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور ۲۰۳/۱ ط سعید)

اعراس اولیاء اللہ کی شرکت کیلئے جانا جائز ہے یا نہیں ؟

(سوال) اعراس اولیاء اللہ کی شرکت کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں ؟بینوا توجروا

(جواب ۱۹۶) عرس کی حقیقت شرعی نقطہ نظر سے زیادہ سے زیادہ یہ نکل سکتی ہے کہ بزرگوں کی زیارۃ قبور مقصود ہوتی ہے اور اگرچہ زیارت قبور کے لئے سفر طویل کی اجازت ہے لیکن کسی خاص تاریخ کو زیارت کے لئے معین کرلینا اوراسے موجب ثواب سمجھنا یا باعث زیادتی ثواب خیال کرنا حد شرعی سے تجاوز ہے(۱) پھر جب کہ ایسے مجامع عادۃً طرح طرح کے منکرات(۲) پر بھی مشتمل ہوتے ہیں تو ان کی شرکت کا عدم جواز اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے پس زیارت قبور کے لئے کسی خاص تاریخ کی تعیین اور اعراس مروجہ کی شرکت ناجائز ہے۔واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ مولاہ

قبرستان میں مختلف رسومات کے متعلق استفتاء

(سوال) مسلمان مقلد کو قبرستان میں جاکر فاتحہ پڑھنا کسی بزرگ کی قبر مبارک یا دست مبارک کو بوسہ دینا سہولت کے لئے فاتحہ کے واسطے یوم پنج شنبہ یا یوم وصال وغیرہ کو مقرر کرنا لوگوں کا جمع ہونا ذکر اللہ کے لئے اور قبر کے قریب بیٹھ کر ذکر اللہ کرنا قبر پر پھول ڈالنا کسی بزرگ کی قبر کے نزدیک روشنی کرنا کلام اللہ پڑھنے کے لئے اور قبر کے قریب بیٹھ کر کلام اللہ اور درود شریف پڑھنا اولیاء اللہ سے توسل چاہنا قبرستان میں قبر کے قریب اگر یا لوبان سلگانا جیسا کہ قدیم سے مشائخ اور بزرگان دین کا معمول ہے جائز و درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں نہیں ؟ مفصل تقریر ارقام ہو تاکہ کم علم لوگ سمجھ جائیں اور شریعت کے خلاف ہر عمل سے پرہیز کریں اور قبرستان میں جانے کا سنت طریق بھی ارقام ہو مہربانی فرما کر قرآن و حدیث سے مدلل مع سند و حوالہ کتب جواب ارقام ہو۔

(جواب ۱۹۷) قبرستان میں بغرض زیارت قبور جانا جائز بلکہ سنت ہے اور وہاں جاکر یہ کہنا بھی سنت سے ثابت ہے السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لی ولکم العافیۃ (۳) (کذافی البرھان) اموات کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا بھی جائز ہے بحر الرائق میں ہے ویکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما(۴) (کذافی العالمگیریہ) (۵) یعنی قبروں کے پاس ایسی باتیں مکروہ ہیں جو سنت سے ثابت

---

(۱) حدیث شریف میں تو عبادت محضہ کو بھی کسی خاص تاریخ اور وقت کے ساتھ مخصوص کرنے کو منع کیا گیا ہے چہ جائیکہ کسی امر مباح کے لئے وقت خاص کردیا جائے' عن ابی ہریرۃؓ عن النبی ﷺ قال لا تختصوا اللیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی' ولا تختصوا یوم الجمعۃ من بین الایام الخ(مسلم' کتاب الصوم باب کراھیۃ افراد یوم الجمعۃ بصیام لا یوافق عادتہ ۱/۳۶۱ ط قدیمی)

(۲) جیسے مرد عورتوں کا جمع ہونا' قوالی اور شرکیہ اشعار پڑھنا موسیقی وغیرہ ہونا اور اسراف کرنا وغیرہ وغیرہ

(۳) لم اطلع علیہ' ولکن فی الشامیۃ' السلام علیکم دار قوم مؤمنین' وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون' ونسأل اللہ لنا' ولکم العافیۃ(رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی زیارۃ القبور ۲/۲۴۲ ط سعید)

(۴) کتاب الجنائز'فصل السلطان احق بصلاتہ ۲/۲۱۰ ط بیروت) (۵)کتاب الجنائز'الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی مکان آخر ۱/۱۶۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)

نہیں اور جو بات سنت سے ثابت ہے وہ صرف یہ ہے کہ قبر کی زیارت کی جائے اور کھڑے کھڑے اس کے پاس (میت کے لئے) دعا کی جائے قبر کو بوسہ دینا اگرچہ فی حد ذاتہ مباح ہے لیکن نہ دینا ہی احوط ہے(۱) کسی بزرگ کے ہاتھ کو بوسہ دینا مباح ہے(۲) ایصال ثواب کے لئے شرعاً کوئی دن اور تاریخ معین نہیں اور پنج شنبہ یا یوم وصال کو ضروری یا زیارت ثواب کے لئے مفید سمجھ کر مقرر کرنا بدعت ہے(۳) فاتحہ کی جو رسم مروج ہے یہ بھی شرعی نہیں قبروں کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا حضرت امام محمدؒ کے قول کے بموجب جائز ہے(۴) تاہم اس کو ایک رسم بنالینا اور اس کی پابندی کرنا درست نہیں قبر پر پھول ڈالنا درست نہیں اگر بقصد تقرب الی المیت ہو (اور عوام کی غرض اکثری طور پر یہی ہوتی ہے) تو شرک ہے(۵) ورنہ بدعت ہے(۶) قبر کے پاس روشنی کرنا بھی بقصد تقرب الی المیت ہو تو شرک ہے(۷) اور زائرین کی آسانی یا کچھ پڑھنے کے لئے ہو تو مباح ہے(۸) خدا تعالیٰ سے دعا کرنا اور اس میں کسی بزرگ کو بطور وسیلے کے ذکر کرنا جائز ہے لیکن خود بزرگ کو پکارنا اور انکو حاجت روا سمجھنا درست نہیں(۹) قبروں پر اگر یا لوبان جلانا جیسا کہ معمول ہے بدعت ہے اور بقصد تقرب الی المیت ہو تو شرک ہے(۱۰) البتہ اگر خالص نیت یہ ہو کہ زائرین اس کی خوشبو سے منتفع ہوں گے تو زیادہ سے زیادہ مباح ہو سکتا ہے لیکن معمول طریقہ اس خالص نیت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ اگر اور لوبان جلانے والے بہر صورت جلاتے ہیں خواہ کوئی زائر ہو یا نہ ہو اور اس کو ایک اچھا فعل اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) ولا يمسح القبر ولا يقبله فان ذالك من عادة النصارى (طحطاوى على مراقى 'احكام الجنائز' فصل في زيارة القبور ص ۳۷٦ مصطفى مصر)

(۲) تقبيل يد العالم' والسلطان جائز (هنديه' كتاب الكراهية' الباب الثامن والعشرون فى ملاقاة الملوك ' والتواضع لهم' وتقبيل ايديهم الخ ۳٦۹/۵)

(۳) ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول' والثانى' والثالث' و بعد الاسبوع (رد المحتار' باب الجنائز' مطلب فى كراهة الضيافة من اهل الميت ۲٤۰/۲ ط سعيد)

(٤) قراة القرآن عند القبور عند محمد لا تكره' و مشائخنا اخذوا لقوله (هندية' باب الجنائز' الفصل السادس فى القبر' والاحسن ۱٦٦/۱ ط كوئٹه)

(۵) ذبح لقدوم الامير يحرم۔ وان لم يقدمها لياكل منها' بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله فتحرم۔ وهل يكفر' قولان بزازيه و شرح وهبانيه' قلت و فى صيد المنية انه يكره' ولا يكفر' لانا لا نسئ الظن بالمسلم انه يتقرب الى الآدمى بهذا النحر (الدر المختار' كتاب الذبائح ۳۰۹/٦' ۳۱۰ ط سعيد)

(٦) تفصیل کے لئے مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب راہ سنت دیکھیں

(۷) عن ابن عباس قال : لعن الله زائرات القبور ' والمتخذين عليها المساجد' والسراج (ابو داؤد' كتاب الجنائز' باب فى زيارة النساء القبور ۱۰۵/۲ ط سعيد)

(۸) حاشیہ نمبر ۵ دیکھیں۔

(۹) اور موجب کفر ہے مدد خواستن بطور ی باشد ۔ دوم آنکہ بالاستقلال چیزے کہ خصوصیت بجانب الٰہی دارد......واگر از مسلمانان کسے از اولیائے مذہب خود خواہ زندہ و یا مردہ ایں نوع مدد خواہد از دائرہ مسلمانان خارج می شود (فتاویٰ عزیزی بیان در شبہات مت پرستاں ا ۳۳ مجتبائی دہلی)

(۱۰) دیکھیں حاشیہ نمبر ۵

کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت جانا اور وہاں کھانا............

(سوال) کسی بزرگ یا ولی کے مزار پر بغرض زیارت سواری پر دھوم دھام سے جانا اور وہاں کھانا بریانی پکا کر کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور حدیث لاتشدوا الرحال(۱) کا کیا مطلب ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۰۶ محمد رفیق صاحب ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۹۸) زیارت قبور کے لئے دور دراز مسافت پر سفر کر کے جانا گو حرام نہیں اور حد اباحت میں ہے (۲) تاہم موجب قربت بھی نہیں دھوم دھام سے جانا اور وہاں جا کر کھانا پکا کر کھانا جائز نہیں اگر اس کو شرعی کام اور موجب ثواب قرار دیا جاتا ہو تو اور بھی زیادہ برا ہو گا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کسی بزرگ کے قبر کیلئے سفر کا حکم

(سوال) سفر کرنا واسطے کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے خصوصاً مردوں کو جائز ہے یا نہیں ؟ مثلاً اکثر لوگ اجمیر شریف کلیر شریف پھلواری شریف جایا کرتے ہیں' المستفتی نمبر ۱۰۰۷ عبدالستار (گیا) ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ م ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۱۹۹) سفر زیارت اگرچہ جائز ہے مگر بہتر نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اولیاء اللہ کے قبور کیلئے جانا اور وہاں شرینی وغیرہ لے جانا......

(سوال) اولیاء اللہ کی قبور کی زیارت کے وقت ان کی قبور کے سرہانے شیرینی وغیرہ رکھ کر باادب کھڑے ہو کر فاتحہ وغیرہ پڑھنا ثواب رسانی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑ و خاں صاحب (ضلع دھارواڑ) ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۰) زیارت قبور کے لئے جانا اور جا کر السلام علیکم یا اهل القبور انتم سلفنا و نحن بالاثر (۵) کہنا مسنون ہے اور کچھ پڑھ کر ان کو ثواب بخشنا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے شیرینی لے جانا اور قبر پر یا قبر کے سرہانے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بے اصل ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ترمذی' کتاب الصلاۃ' باب ماجاء فی ای المسجد افضل ۱ / ۷٤ ط سعید

(۲) قلت استفید منه ندب الزیارۃ' وان بعد محلها الخ(رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی زیارۃ القبور ۲/ ۲٤۲ ط سعید)

(۳) و یکرہ عندالقبر مالم یعهد من السنۃ' والمعهود منها لیس الا زیارته' والدعاء' عنده قائماً (هندیه' باب الجنائز' الفصل السادس فی القبر' والدفن ۱ /۱٦٦ ط کوئٹه)

(٤) لا باس بزیارۃ القبور ...... قلت ' استفید منه ندب الزیارۃ' وان بعد محلها الخ (رد المحتار ' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی زیارۃ القبور ۲/ ۲٤۲ ط سعید)اور بہتر اس لئے نہیں کہ آج کل یہ مزارات شرک و بدعت کے اڈے بنے ہوئے ہیں

(۵) ترمذی' ابواب الجنائز' باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر ۱ / ۲۰۳ ط سعید

(٦) اور چونکہ صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور سے اس کا ثبوت نہیں اس لئے بدعت ہے

(۱)اولیاء اللہ کے عرس کے دن ان کے مزاروں پر رقص وسرود۔
(۲)رجب وشعبان ودیگر مہینوں میں کسی بزرگ کے نام کونڈے کا حکم۔

(سوال) (۱)اولیاء اللہ کے عرس کے دن ان کے مزاروں پر رقص وسرور کے میلے جمانا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲) رجب وشعبان ودیگر مہینوں میں کسی بزرگ کے نام پر کونڈے وغیرہ کر کے کونڈے بھر کر ان پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑو خاں صاحب (ضلع دھارواڑ)

(جواب ۲۰۱) (۱)اول تو عرس کا اجتماع ہی بے اصل ہے پھر اس میں رقص وسرور کے میلے جمانا تو کسی صورت سے جائز نہیں ہو سکتا(۱) (۲) یہ رواج بھی شرعی نہیں ہے اور کونڈے بھرنا اور اس کو شرعی کام سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا یہ سب خلاف شرع اور بدعت ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

السلام علیکم یا اھل القبور الخ میں یا حرف ندا ہے۔ اس کو مردوں کیلئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

(سوال) قبرستان سے گزرتے ہوئے السلام علیکم یا اھل القبور کہتے ہیں حالانکہ یا حرف ندا ہے اور حرف ندا صرف سننے وجواب دینے والے حاضر یعنی مخاطب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح دیار حبیب میں پہنچ کر روضہ اقدس پر کھڑے ہوئے السلام علیکم یا رسول اللہ و یا حبیب اللہ کہتے ہیں ان دونوں باتوں میں حرف ندا جو کہا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے اگر جائز ہے تو یا محمد یا علی کس لئے ناجائز ہے۔
المستفتی نمبر ۱۴۴۹ محمد فضل اللہ خاں صاحب ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ م ۲۳ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۲) قبرستان میں جاکر السلام علیکم یا اھل القبور (۳) کہنا جائز ہے آنحضرت ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عذاب سے سلامتی کی دعا دینا مراد ہے یا بیشک حرف ندا ہے مگر ندا اور خطاب کبھی نہ سننے والے کو بھی کر دیا جاتا ہے جیسے ھل انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت (۴) یعنی حضور ﷺ کی انگلی زخمی ہو گئی تو آپ نے انگلی کو خطاب کر کے فرمایا کہ تو ایک انگلی ہے کہ خون آلود ہو گئی اور یہ تکلیف اللہ کے راستے میں تو نے اٹھائی ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلام مردوں کو سنا دیتا ہو باقی اور کلام مردے نہیں سنتے۔(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کسی بزرگ کی قبر کو تعظیماً بوسہ دینا اور وقتاً فوقتاً جاکر فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے!

(سوال) کیا کسی بزرگ کی قبر کو تعظیماً بوسہ دینا اور وقتاً فوقتاً جاکر فاتحہ پڑھنا جائز ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۴ جناب سید عبدالمعبود صاحب (ضلع بدایوں) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۳) زیارت قبور کے لئے جانا اور ان کو سلام مسنون (السلام علیکم یا اھل القبور الخ) (۱) کرنا جائز اور مستحب ہے مگر قبر کو بوسہ دینا اچھا نہیں کہ اس سے فساد عقیدہ (۷) عوام کا خوف ہے۔

---

(۱) قلت وفی البزازیۃ' استماع صوت الملاھی کضرب قصب و نحوہ حرام' لقولہ علیہ السلام' استماع الملاھی معصیۃ' والجلوس علیھا فسق' والتلذذ بھا کفر (الدر المختار' کتاب الحظر والاباحۃ ۶/۳۴۹ ط سعید)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ

(۲) من اصر علی امر مندوب' و جعلہ عزماً' ولم یعمل بالرخصۃ' فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال' فکیف من اصر علی بدعۃ' او منکر (مرقات المفاتیح' باب الدعا فی التشہد ۳/۳۱ ط المکتبۃ الحبیبۃ' کوئٹہ)

(۳) عن ابن عباسؓ قال مر رسول اللہ ﷺ بقبور المدینۃ فا قبل علیہم بوجہہ' فقال : السلام علیکم یا اہل القبور ' یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا' و نحن بالاثر (ترمذی' ابواب الجنائز' باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر ۱/۲۰۳ ط سعید)

(٤) عن جندب ابن سلیمان النجلی قال' اصاب حجر اصبع رسول اللہ ﷺ فدمت ' فقال ھل انت الا اصبع دمیت' وفی سبیل اللہ مالقیت (ترمذی' شمائل ' باب ماجاء فی صفۃ کلام رسول اللہ ﷺ فی الشعر ۲/۱۲ ط سعید)

(۵) رد المحتار' کتاب الایمان' باب الیمین فی الضرب' والقتل و غیر ذالک' مطلب فی سماع المیت ۳/ ۸۳٦ ط سعید

(٦) حاشیہ نمبر ۳ دیکھیں

(۷) قبر کسی کی بھی ہو اسے بوسہ دینا جائز نہیں' ولا یمس القبر' ولا یقبلہ' فانہ من عادۃ اہل الکتاب (طحطاوی علی المراقی احکام الجنائز فصل فی زیارۃ القبور ص ۳۷۵ ط مصطفی مصر) وکرہ تحریما وکذا کل مالم یعہد من غیر فعل السنۃ کالمس' والتقبیل (طحطاوی علی المراقی' احکام الجنائز' فصل فی زیارۃ القبور ص ۳۷۸ ط مصطفیٰ مصر)

پردہ نشین عورت کیلئے رات کو برقع پہن کر اپنے کسی محرم کے ساتھ زیارت قبور کیلئے جانا مباح ہے۔

(سوال) پردہ مروجہ فی الوقت کے ساتھ کسی پردہ دار خاتون کو اپنے شوہر یا پیر کے ہمراہ تاریکی میں برقعہ پوش ہو کر کسی اپنے اقارب یا اولاد کی قبر پر اپنے عقیدے کو درست رکھتے ہوئے بغرض محض تسکین قلب جانا جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۶۰۵ حاجی حفیظ الدین صاحب و عزیز الدین صاحب (ضلع میرٹھ) ۵ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۶ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰٤) پردہ نشین خاتون کے لئے رات کو برقعہ پہن کر اپنے شوہر یا کسی محرم (باپ بھائی نانا چچا ماموں وغیرہ) کے ہمراہ زیارت قبور کے لئے جانا مباح ہے(۱) برقعہ میں محرم کے ہمراہ جانے میں پردے کی خلاف ورزی نہیں ہوتی اور زیارت قبر کے لئے قبرستان میں جانا عورتوں کے لئے فی حد ذاتہ مباح ہے اگرچہ بہتر یہ ہے کہ نہ جائیں مگر جانا بھی معصیت نہیں ہے حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبدالرحمٰن کی قبر پر زیارت کے لئے گئی تھیں(۲) پیر غیر محرم ہے اس لئے صرف اس کے ساتھ نہیں جانا چاہئے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

قبروں پر پھول چڑھانا

(سوال) قبر پر پھول چڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۵) قبروں پر پھول چڑھانا جائز نہیں۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(سوال) کسی مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۷٤۷ محمد صدیق دہلی ۷ رجب ۱۳۵۶ھ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰٦) مزار پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا مباح ہے(۵) مگر بہتر یہ ہے کہ یا تو مزار کی طرف منہ

---

(۱) قوله ' ولو للنساء ' و قيل تحرم عليهن ' والاصح ان الرخصة ثابتة لهن ' البصر (رد المحتار ' باب صلاة الجنائز ' مطلب في زيارة القبور ۱ / ۲٤۲ ط سعيد)

(۲) عن عبدالله بن ابي مليكة قال : توفي عبدالرحمن بن ابي بكر بالحبشي ' قال ' فحمل الى مكة ' فدفن فيها فلما اتت عائشة اتت قبر عبدالرحمن بن ابي بكر ' فقالت ' وكنا كند ماني جزيمة حقبة ' من الدهر حتى قيل لن يتصدعا فلما تفرقنا كاني ومالكا ' بطول اجتماع لم نبت ليلة معا ' ثم قالت ' والله لو حضرتك ما دفنت الا حيث مت ' ولو شهدتك مازرتك (ترمذي ' باب ماجاء في زيارة القبور للنساء ۲ / ۲۰۳ ط سعيد)

(۳) پیر ہونے سے آدمی محرم نہیں ہوتا تو جس طرح عورت دوسرے غیر محرموں کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی اسی طرح پیر کے ساتھ بھی نہیں کر سکتی ' ويعتبر في المراة ان يكون لها محرم تحج به اوزوج ولا يجوز لها ان تحج بغير هما (هداية كتاب الحج ۱ / ۲۳۳ ط امداديه ملتان)

(۴) اور بدعت ہے کیونکہ صحابہ ' تابعین اور تبع تابعین سے ثابت نہیں ' وذكر ابن الحاج في المدخل ' انه ينبغي ان يجتنب ماأحدثه

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

بعضھم من انھم یاتون بماء الزرد فیجعلونہ علی المیت فی قبرہ' وان ذالک لم یروعن السلف فہو بدعۃ قال ویکفیہ من الطیب ما عمل لہ' وھد فی البیت' فنحن متبعون لا مبتدعون فحیث وقف سلفنا' وقفنا (طحطاوی' علی مراقی الفلاح' احکام الجنائز' فصل فی حملھا' و دفنھا ص ۳٦۸ مصطفیٰ' مصر) جس حدیث سے پھول ڈالنے والوں نے استدلال کیا ہے وہ خصوصیت پر محمول ہے کیونکہ خیر القرون میں اس عمل کو کسی نے نہیں کیا مزید تفصیل کے لئے راہ سنت ص ۱۹۸ [illegible] مولانا سرفراز صاحب)

(۵) حدیث شریف میں ہے' حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام' ثم رفع یدیہ' ثلاث مرات الخ (مسلم' کتاب الجنائز' فصل فی التسلیم علی اھل القبور' والدعاء لھم ۱/۳۱۳ ط قدیمی)

کر کے بغیر ہاتھ اٹھائے فاتحہ پڑھے یا قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھ لے فاتحہ سے مراد یہ ہے کہ ایصال ثواب کی غرض سے کچھ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب بخش دے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرے۔(۱) صاحب قبر سے مرادیں مانگنا' حاجتیں طلب کرنا یا انکی منتیں ماننا یہ سب ناجائز ہیں۔(۲) محمد کفایت کان اللہ لہ ، دہلی

(سوال) (۱) ایک عام وقف قبرستان میں جس میں کوئی پیر مدفون نہیں وہاں سالانہ عرس مقرر کرنا شرعاً کیا حکم ہے ؟(۲) قبرستان میں نذر نیاز کا کھانا پکانا اور قبرستان میں ہی کھلانا کیسا ہے (۳) قبرستان میں عورتوں کا جانا کیسا ہے (۴) قبرستان میں چودہ پندرہ سال کے لڑکوں سے رات کو بعد عشاء مولود خوانی کرنا اور عورتوں کو بھی وہاں مولود سننے کے لئے جمع کرنا شرعاً کیسا ہے (۵) ایسے کاموں میں امداد کرنا اور چندہ دینا کیسا ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۰۴۲ احمد صدیق کراچی ۱۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۲۰۷) (۱) سالانہ عرس مقرر کرنا بدعت ہے (۳)(۲) یہ بھی بدعت ہے (۴)(۳) مکروہ ہے (۵)
(۴) یہ بھی فتنہ کی وجہ سے ناجائز ہے (۵) ایسے کاموں میں شرکت اور امداد ناجائز ہے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) قبرستان میں قرآن شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟
(جواب ۲۰۸) قبرستان میں یاد پر قرآن شریف پڑھنا جائز ہے (۷) اور وہاں کوئی جگہ علیحدہ نماز پڑھنے رہنے سہنے کے لئے بنی ہو تو اس میں بیٹھ کر قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ'

(الجمعیۃ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) قبرستان میں پختہ قبروں پر چراغ جلایا جاتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے ؟

---

(۱) وفی شرح اللباب' ویقرأ من القرآن ما تیسر لہ من الفاتحہ' واول البقرۃ الی المفلحون وآیۃ الکرسی' ثم یقول اللھم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان او الیھم (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' ۲/۲۴۳ ط سعید)
(۲) لقولہ تعالیٰ' حرمت علیکم المیتۃ ... وما اھل بہ لغیر اللہ المائدۃ' ۳
(۳-۴) کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں اور لوگ اسے ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جو چیز شریعت میں ثابت نہ ہو اسے ثواب سمجھ کر کیا جائے تو بدعت بن جاتی ہے (البدعۃ) ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ من علم او عمل' او حال بنوع شبھۃ' واستحسان' وجعل دینا قویماً' وصراطا مستقیما (رد المحتار' کتاب الصلاۃ' باب الامامۃ' مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام ۱/ ۵۶۰ ط سعید)
(۵) یعنی جوان عورتوں کا جانا مکروہ ہے ورنہ بوڑھی عورتیں اگر وہاں جا کر روئیں دھوئیں نہیں تو جائز ہے' ویکرہ اذا کن شواب (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی زیارۃ القبور ۲/ ۲۴۲ ط سعید)
(۶) لقولہ تعالیٰ: وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان المائدۃ ۲
(۷) قولہ "ویقرأ یس لما ورد" من دخل المقابر' فقرأ سورۃ یس خفف اللہ عنھم یومئذ' وکان لہ بعد دمن فیھا حسنات" بحر و فی شرح اللباب' ویقرأ من القرآن ما تیسر لہ من الفاتحہ' واول البقرۃ الی المفلحون (رد المحتار' باب صلاۃ الجنائز ۲/۲۴۲ ط سعید)

(جواب ۲۰۹) قبروں پر چراغ جلانا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔(۱)

ساتواں باب
شہید کے احکام

(سوال) شدید زلزلہ جو کہ بتاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۲ھ کو ہوا اور قصبہ مونگھیر تباہ ہوا اور بہت سی جانیں مسلمانوں کی تلف ہوئیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسلمانوں کو درجہ شہادت ملا یا نہیں اس میں بہت سے مسلمان خدا کے اچھے بندے تھے اور بہت سے ان میں برے بندے تھے ان سب کو درجہ شہادت ملے گا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۲۳ محمد فخر الدین صاحب ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ م ۳ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۰) زلزلہ میں جو مسلمان دب کر یا غرق ہو کر یا اسی سلسلے میں کسی دوسری صورت سے وفات پا گئے ہیں یا شہید ہو گئے ہیں اگر وہ صالح تھے تو شہادت ان کے لئے رفع درجات کا باعث ہو گی اور اگر وہ گناہ گار تھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کے سیئات کا کفارہ ہو جائے ہاں جن لوگوں پر یہ مصیبت انتقام ذنوب کے طور پر ڈالی گئی ہے اور ان کو اس ذریعہ سے عذاب دیا گیا ہے ان کی حالت جدا ہے مگر ان کی تعیین ہمارے علم سے باہر ہے یہ علام الغیوب ہی جانتا ہے کہ کون معذب ہوا اور کس کے لئے یہ موت شہادت ہوئی ہم تو ظاہر کے لحاظ سے ہر مسلمان کو جو اس سلسلے میں مرا ہے شہید ہی کہیں گے۔(۲) محمد کفایت اللہ

(سوال) مشرکین عین نماز کے وقت شرارۃً گھنٹہ' باجا' ناقوس' اور تھالی بجاتے ہیں اور انکی عورتیں گاتی بجاتی ہیں اور بڑے زور سے جے کارے وغیرہ لگاتے ہیں جس سے ہماری نماز کا جو اصلی راز ہے یعنی خشوع و خضوع جاتا رہتا ہے ایسی صورت میں ہماری نماز ہو گی یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی موجودہ حکومت سے استغاثہ غیر مفید ثابت ہو جائے تو مسلمانوں کو اس کے انسداد کے لئے کیا کرنا چاہئیے اور اس کی روک تھام میں اگر کوئی مسلمان مارا جائے تو وہ شہید ہو گا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۹۳ نذر محمد (آگرہ) ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۱) ہندوؤں کا یہ فعل سخت مذموم اور اشتعال انگیزی اور بنیاد فساد ہے مسلمانوں کو آئینی

---

(۱) عن ابن عباسؓ قال : لعن رسول اللہ ﷺ زائرات القبور' والمتخذین علیها المساجد والسراج' (ابوداؤد' کتاب الجنائز' باب فی زیارۃ النساء القبور ۲/۱۰۵ ط سعید)

(۲) فالمورث شهیدالآخرۃ' وکذا الجنب ۔ والغریق' والحریق' والغریب' والمهدوم علیه' والمبطون' والمطعون' والنفساء' والمیت لیلة الجمعة' وصاحب ذات الجنب' ومن مات وهو یطلب العلم وقد عد السیوطی نحو الثلاثین (الدر المختار' باب الشهید ۲/۲۵۲ ط سعید)

طریقوں سے کام لینا چاہئے اور باہمی سمجھوتے سے اس فتنہ کو رفع کرنے کی کوشش کریں اپنی طرف سے امن شکنی کی کوئی کارروائی نہ کریں باوجود اس کے کہ اگر ہندو فساد کی ابتدا کر کے ان پر مظالم توڑیں تو پھر مظلوم کو امکانی مدافعت کا حق ہے اور اس میں وہ معذور ہے اور اگر کسی ظالم کی خون آشامی کا شکار ہو کر مارا جائے تو یقیناً شہید ہوگا (۱) مگر یہ بات پوری طرح ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ خود اپنی طرف سے جھگڑا کھڑا نہ کیا جائے مسجدوں میں اذان و نماز ترک نہ کی جائے اگر اثنائے نماز میں ہندوؤں کے باجوں اور شور و شغب کی وجہ سے نماز خراب ہو جائے تو گھروں پر جا کر نماز کا اعادہ کر لیں لیکن مسجدوں کو ہرگز بند نہ کریں۔(۲) محمد کفایت کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے کچھ روپے لئے تھے اور بوجہ عدم ادائیگی روپوں کے اس نے دوسرے مسلمان کو چاقو سے قتل کر دیا چاقو مارنے کے بعد مقتول چند منٹ کے بعد مر گیا نہ کچھ وصیت کی نہ کوئی دوائی وغیرہ کی گئی ایسے مقتول کو غسل دینا چاہئے یا بغیر غسل کے دفن کیا جائے؟ المستفتی نمبر ۵۸ شیر محمد خان (دہلی) ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۱۲) ہاں اس صورت میں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے اور اس کو شہداء کی طرح بغیر غسل کے دفن کیا جائے گا۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(سوال) ایک مسلمان عاقل بالغ کی ایک ہندو عاقل بالغ کے ساتھ دوستی تھی اور دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے ایک دن اتفاق سے وہ دونوں چند دیگر ہندوؤں کے ساتھ دریا کی سیر کو گئے اور دریا میں نہانے لگے مسلمان کا وہ ہندو دوست ڈوبنے لگا اور اس نے آواز دی کہ مجھ کو بچاؤ مسلمان فوراً اس کو بچانے کے لئے پانی میں کود پڑا لیکن اس کو بچا نہ سکا اور دونوں ڈوب گئے کیا یہ مسلمان شہید ہے۔ المستفتی نمبر ۸۶۴ شیر احمد کیمبل پور ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۱۳) ہاں امید ہے کہ مسلمان کو شہادت کا ثواب ملے گا(۴) کیونکہ اس کی نیت ایک ڈوبتے ہوئے کو بچانے کی تھی اگرچہ وہ ہندو تھا مگر ایسی امداد اور ہمدردی کرنا غیر مسلم کے ساتھ بھی اسلامی اصول کے موافق جائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما الخ (تنوير الابصار' باب الشهيد ۲/ ۲۴۷ ط سعيد)
(۲) جماعت میں جا کر اعادہ کرنے کا حکم اس وقت ہے جب بالکل نماز ادا کرنا ممکن نہ ہو ورنہ صرف خشوع برقرار نہ رہنے سے اعادہ لازم نہیں آتا
(۳) الشهيد كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلما' ولم يجب بقتله مال بل قصاص' حتى لو وجب المال بعارض كالصلح' او قتل الاب ابنه لا يسقط الشهادة' ولم يرتث فلو ارتث غسل كما سيجئ' وكذا يكون شهيدا لو قتله باغ' او حربي' او قطاع الطريق' ولو تسببا' او بغير آلة جارحة الخ ويصلى عليه بلا غسل (الدر المختار' باب الشهيد ۲/ ۲۴۷ ط سعيد)
(۴) فالمورث شهيد الآخرة وكذا الجنب والغريق' والحريق' والغريب' والمهدوم عليه وقد عد السيوطي نحو الثلاثين (الدر المختار' باب الشهيد ۲/ ۲۵۲ ط سعيد)

(سوال) ہمارے ملک پاکستان میں جو آدمی پھانسی پر لٹکایا جائے اس کو شہادت کا حکم دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟
(جواب ۲۱۴) یہ بات تو اس کے اس فعل پر موقوف ہے جس کی وجہ سے پھانسی دیا گیا اگر وہ فعل پھانسی کی سزا کے قابل نہ تھا تو پھانسی پانے والا شہید کے حکم میں ہوگا ورنہ نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(سوال) مسجد کے بارے میں ہندو مسلمانوں کی لڑائی کے اندر کوئی شخص شہید ہو جائے تو اس کے جنازے کی نماز ادا کرنی چاہئیے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ماہا جی صاحب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء
(جواب ۲۱۵) ہاں اس مسلمان کے جنازے کی نماز ادا کرنی چاہئیے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) زید مع چند رفقاء کے اپنی موٹر میں سوار ہو کر مسافری کر رہا تھا اثناء راہ میں پیچھے سے دوسری موٹر آئی جس نے زید کی موٹر سے نکل کر آگے بڑھنا چاہا تو زید نے اس گھمنڈ میں کہ اسے آگے نہ نکلنے دوں اپنی موٹر نہایت تیزی سے چلائی ایسے میں موٹر کے پہیے میں پنچر ہو گیا اور موٹر الٹ گئی جس سے ایک رفیق کی موت واقع ہوئی تو اب سوال یہ ہے کہ بہ ایں صورت مذکورہ بالا موت واقع ہونے سے مردے کی موت شہادت کی قسموں میں سے کسی ایک میں شمار ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کس قسم میں ؟ المستفتی نمبر ۱۵۸۷ موسیٰ یعقوب مایت (جوہانسبرگ) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء
(جواب ۲۱۶) یہ شخص شہداء کی ان قسموں میں داخل ہے جو اتفاقی اچانک واقعات سے وفات پاتے ہیں جیسے دریا میں ڈوب کر مرنے والا ہے یا کسی منہدم ہونے والی عمارت کے نیچے دب کر مر جانے والا۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) متعلقہ مقتول با مور مذہبی
(جواب ۲۱۷) اگر کوئی مسلمان کسی مذہبی بات پر قتل کر دیا گیا ہو اور وہ اسی جگہ مر گیا ہو تو وہ شہید ہے اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کے لباس میں خواہ خون آلود ہو دفن کر دیا جائے نماز جنازہ پڑھی جائے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) کیونکہ سزائے غیر مستحق دینے کی وجہ سے مظلوم ہے اور ظلماً قتل کیا ہوا شہید کہلاتا ہے ھو کل مکلف مسلم طاھر قتل ظلما الخ (تنویر الابصار' باب الشہید ۲ / ۲۴۷ ط سعید)
(۲) کیونکہ احناف کے نزدیک شہید کی بھی جنازہ ضروری ہے ویصلی علیہ بلاغسل (الدر المختار' باب الشہید ۲ / ۲۵۰ ط سعید)
(۳) فالمرتث شہید الآخرۃ' وکذا الجنب' ونحوہ　والغریق والحریق' والغریب' والمھدوم علیہ (الدر المختار' باب الشہید ۲ / ۲۵۲ ط سعید)
(۴) ویصلی علیہ' بلاغسل' ویدفن بدمہ' وثیابہ' لحدیث' زملوھم بکلومھم (الدر المختار' باب الشہید ۲ / ۲۵۰ ط سعید)

آٹھواں باب
پوسٹ مارٹم

(سوال) (۱) موت واقع ہو جانے کے بعد میت کے احترام کے متعلق کیا حکم ہے ؟(۲) مسلمان عورت کی میت کے احترام اور پردے کے احکام کیا ہیں ؟(۳) لاش کا طبی معائنہ (جس میں لاش کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں) کس حکم شریعت کے ماتحت آتا ہے ؟(۴) کیا نامحرم مرد کے ہاتھوں میں عورت کی برہنہ میت کا جانا بطریق مذکور اس کا طبی معائنہ جائز ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۴۹۷ خلیق صدیقی سہارنپوری فاضل ادب ایڈیٹر امت (سہارنپور) ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۸) (۱) مسلمان میت کی نعش کا احترام مثل زندہ کے احترام کے بلکہ بعض صورتوں میں بھی زیادہ لازم ہے(۱) (۲) مسلمان میت اگر عورت ہو تو اسکے پردے اور ستر کے احکام زندگی کے احکام سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں یعنی اس کا شوہر بھی اس کے ننگے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا(۲) (۳) طبی معائنہ (پوسٹ مارٹم) کی بہت سی صورتیں شرعی ضرورت کے بغیر واقع ہوتی ہیں جو ناجائز ہیں اور اگر کوئی خاص صورت شرعی ضرورت کے ماتحت جائز بھی ہو(۳) تاہم اس میں شرعی احکام متعلقہ ستر و احترام میت کا التزام ضروری ہوگا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کے جسم کو پھاڑنا چیرنا اس کے احترام کے منافی ہے اور جب تک کوئی ایسی قوی وجہ نہ ہو کہ اس کے سامنے اس بے حرمتی کو نظر انداز کیا جا سکے چیر پھاڑ مباح نہیں ہو سکتی (۴) عورت کی برہنہ میت غیر محرم مرد کے ہاتھوں میں جانا تو درکنار اس کی نظر کے نیچے بھی نہیں جا سکتی ۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ و ۲۴ مئی ۱۹۳۹ء)

(سوال) زید اور ہندہ دونوں میاں بیوی کو ان کے مکان میں گھس کر مزدوروں نے مار ڈالا دن کو معلوم ہوا تو حکام نے موقع پر پہنچ کر واقعہ کا حال معلوم کر کے مسلمانوں کو زید و ہندہ کے دفن کرنے کی اجازت دے دی مسلمانوں نے بعد غسل و تکفین نماز جنازہ پڑھ کر دونوں کو دفن کر دیا دوسرے روز مارنے والا خود ظاہر ہو گیا اور جرم کا اقرار کر لیا حکام ضلع نے مجرم کو حراست میں لیکر رپورٹ صوبہ کے حاکم اعلیٰ کے پاس بھیجی ' وہاں

---

(۱) مثلاً جنازہ سے آگے چلنا اور قبر میں چارپائی کو رکھنے سے پہلے بیٹھنا وغیرہ

(۲) ویمنع زوجہا من غسلہا' و مسہا (الدر المختار' باب الجنائز ۲/۱۹۸ ط سعید)

(۳) وفی التجنیس من علامۃ النوازل امراۃ حامل ماتت' واضطرب فی بطنہا شئ وکان رأیہم انہ ولد حی شق بطنہا (فتح القدیر ۲/۱۴۲ ط مصطفی البابی' مصر)

(۴) یا ایہا النبی قل لا زواجک ' و بناتک' ونساء المومنین' یدنین علیہن من جلا بیبہن الاحزاب ۵۹ ' وقل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ' النور ۳۰ واما الغاسل' فمن شرائطہ ان یحل لہ النظر الی المغسول' فلا یغسل الرجل المراۃ' ولا المراۃ الرجل (البحر الرائق' کتاب الجنائز' ۲/۱۸۸ ط بیروت)

سے حکم آیا کہ جب تک ڈاکٹر رپورٹ نہ ملے مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا زید وہندہ دونوں کو قبر سے کھود کر نکال کر ڈاکٹری معائنہ کی رپورٹ بھیجی جائے ایسی صورت میں مسلمان کیا کریں ؟ خصوصاً ہندہ کے تمام بدن کو ڈاکٹروں کا دیکھنا اور چھونا کیسا ہے ؟

(جواب ۲۱۹) دفن کے بعد قبر کو کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کی غرض سے نکالنا جائز نہیں ہے۔(۱) نیز پوسٹ مارٹم کے لئے مسلمان عورت کے جسم کو غیر محرم ڈاکٹر کا دیکھنا جائز نہیں ہے(۲) غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں کو کوشش کر کے اس قاعدے کو منسوخ کرانا چاہئے اور جب تک منسوخ نہ ہو اور حکومت جبراً یہ کام کرے تو مسلمان معذور ہوں گے۔(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نواں باب
شرکت جنازہ کفار

(سوال) یرحمکم اللہ – مسئلة نطلب الاستفتاء فیها' هل یجوز لمسلم ان یشارك الکفار فی معبد هم بصلوٰتهم الجنازة علی کافر باختیاره واذا فعل ذلك الم یصبح منهم بحکم الشریعة الاسلامیة وقد جاء فی القرآن الکریم فی سورة التوبة (۴) ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللہ و رسوله وماتوا وهم فاسقون ولکم الاجر والثواب
المستفتی نمبر ۲۸۶ سید محمد فواد (بغداد) ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ م ۶ مئی ۱۹۳۴ء

(ترجمہ) خدا آپ کا بھلا کرے مسئلہ ذیل میں ہم کو فتوے مطلوب ہے کہ کیا مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ کافر کی نماز جنازہ میں کافروں کے ساتھ ان کے گرجا میں جاکر باختیار خود شرکت کرے اگر ایسا کسی نے کرلیا ہو تو شریعت اسلامیہ کی رو سے کیا وہ کفار میں شمار کیا جائے گا اور قرآن شریف میں صاف حکم موجود ہے کہ اے نبی ان میں سے کسی پر جب کہ وہ مر جائے تو کبھی نماز جنازہ نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کیونکہ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے باغی ہیں اور سیہ کاری کی حالت میں مرے ہیں۔

(جواب ۲۲۰) رحمکم اللہ لا یجوز لاحد یؤمن باللہ و رسوله والیوم الاخر ان یصلی علی

---

(۱) میت کو صرف اس صورت میں قبر سے نکال سکتے ہیں جب کہ وہ غیر کی زمین میں دفن کیا گیا ہو اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں ولا یسع اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبة' واخذت بالشفعة (خانیه علی هامش الهندیة' باب فی غسل المیت' وما یتعلق به ۱/۱۹۵ ط کوئٹه)
(۲) عورت کے جسم کو جس طرح زندگی میں دیکھنا جائز نہیں اسی طرح مرنے کے بعد بھی جائز نہیں' و یمنع زوجها من غسلها' ومسها (قوله و یمنع زوجها الخ) اشار الی ما فی البحر من ان من شرط الغاسل ان یحل له النظر الی المغسول فلا یغسل الرجل المراة وبالعکس (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲/۱۹۸ ط سعید)
(۳) لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها : البقرة ۲۸۶
(۴) التوبة : ۸۴

کافر اومشرک ' لان اللہ تعالی نهی نبیہ والمؤمنین عن الاستغفار للمشرکین حیث قال ' ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم (۱)

والصلوۃ علی المیت هی الدعاء والاستغفار له (۲) و مشارکۃ المؤمنین مع الکفار فی معبد هم فی امر یعدونه من دینهم اشد خطرا لان فیها اعزاز امر دینهم و تحسین طریقهم والرضی باعمالهم الدینیة و جمیع ذلك مما تابی عنه الشریعة المطهرة والغیرة الاسلامیة –

اما صلة المؤمن جاره المشرك بامور تتعلق بالمعاشرة وکذا تعزیته او مشایعة جنازة کافر لقرابة او جوار فمباحة (۳) بشرط ان لا یاتی بامر یفضی الی تحسین دینهم اوالی اظهار الرضاء بطریقتهم واللہ اعلم کتبه الراجی عفو مولاہ محمد کفایة اللہ کان اللہ له وکفاہ و جاوز عما جناہ –

(ترجمہ) ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ کافر یا مشرک پر نماز جنازہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اور تمام مسلمانوں کو مشرکین کے لئے طلب مغفرت سے منع فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا نبی اور مسلمانوں کو اجازت نہیں کہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت کریں اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہی ہوں جب کہ ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ (کفر کی وجہ سے) دوزخی ہیں۔

اور نماز جنازہ اصل میں دعا و استغفار ہی ہے اور مسلمانوں کا کفار کی عبادت گاہوں میں جاکر ان کے مذہبی اعمال میں شریک ہونا سخت خطرناک ہے کیونکہ اس سے ان کے اعمال دینیہ کی تعظیم اور ان کے مذہبی امور کے ساتھ پسندیدگی و رضا معلوم ہوتی ہے' اور یہ باتیں شریعت مطہرہ اور غیرت اسلامی کے خلاف ہیں۔

لیکن وہ امور جو معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں ان میں مسلمان کا اپنے مشرک پڑوسی سے حسن سلوک اور اس کی تعزیت یا رشتہ دار کافر کے جنازہ کی شرکت یا کافر پڑوسی کے جنازے کے ساتھ جانا یہ سب مباح ہے بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جس سے ان کے دین کے ساتھ اس کی پسندیدگی ظاہر ہو اور ان کے طریقے کے ساتھ اس کی رضامندی معلوم ہو۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) التوبة ۱۱۳

(۲) قوله بل ان الدعاء رکن قال لقولهم ان حقیقتها والمقصود منها الدعاء (رد المحتار' باب صلاة الجنائز ۲ ۲۰۹ ط سعید)

(۳) واذا مات الکافر قال لوالده او قریب فی تعزیته اخلف اللہ علیك خیرا منه واصلحك ای اصلحك بان سلاك (هندیة' کتاب الکراهیة' الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام التی تعود الیهم ۵ ۳۴۸ ط کوئٹه) و (رد المحتار' کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۳۸۸ ط سعید)

دسواں باب
متفرقات

(سوال) (۱) بیوی کے مر جانے کے بعد اس کا شوہر محرم باقی رہے گا یا غیر محرم محض اجنبی ہو گا (۲) بیوی کا جنازہ شوہر اٹھا سکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) بیوی کے جنازے کو شوہر کاندھا لگا سکتا ہے یا نہیں ؟ (۴) بیوی کی نعش کو شوہر قبر میں لٹا سکتا ہے یا نہیں ؟ مرقومہ بالا امور محرم رشتہ داروں کی موجودگی میں شوہر کر سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۲۴۳ ایم شرافت کریم صاحب (ضلع مونگھیر) ۵ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۲۲۱) (۱) بیوی کے مر جانے سے نکاح کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں تاہم شوہر کو نظر سے بیوی کی نعش کو دیکھنا لینا یعنی بے حجاب دیکھ لینا جائز ہے (۱) (۲) بے تکلف شوہر بیوی کا جنازہ اٹھا سکتا ہے جنازہ تو اجنبی مرد بھی اٹھا سکتے ہیں (۲) (۳) بلا شبہ کندھا دے سکتا ہے۔ (۳) (۴) اگر اور محرم موجود ہوں مثلاً متوفیہ کا باپ بھائی چچا ماموں تو وہ قبر میں اتار دیں اور محرم نہ ہوں تو دوسرے اجنبی لوگوں سے شوہر زیادہ مستحق ہے۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) اگر کوئی شخص جمعہ کے روز فوت ہو گیا ہو تو اس کو جمعہ میں ملانے کو لوگ کہتے ہیں تو اس کو کس طرح جمعہ میں ملانا چاہئے یا اس کو جمعہ میں نہیں ملا سکتے ہیں اور یہاں یہ بات خاص مانی جاتی ہے اور اچھے اچھے لوگ اس پر زور دیتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء
(جواب ۲۲۲) یہ بات کوئی شرعی بات نہیں ہے صحابہ کرام کے طرز عمل سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ (۵)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ویمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر الیها علی الاصح (تنویر الابصار' باب صلاۃ الجنائز' مطلب فی حدیث کل سبب' و نسب منقطع الا سببی و نسبی ۲/ ۱۹۸ ط سعید)
(۲) کیونکہ جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں کیونکہ اس میں نہ مس ہے نہ نظر
(۳) کیونکہ اجنبی لوگوں کے لئے تو نظر کرنا بھی درست نہیں جب کہ شوہر کے لئے نظر کی اجازت ہے جیسے حاشیہ نمبر ۱ میں گزرا
(۴) وذوالرحم المحرم اولی بادخال المراۃ من غیرهم' کذافی الجوهرۃ النیرۃ' وکذا ذوالرحم' غیر المحرم اولی من الاجنبی' فان لم یکن فلا باس للاجانب' وضعها' کذافی البحر الرائق (هندیۃ' باب الجنائز' الفصل السادس فی القبر والدفن ۱/ ۱۶۶ کوئٹہ)
(۵) اس لئے یہ بدعت ہے (بدعۃ) ما احدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ' واستحسان' و جعل دینا قویما و صراطا مستقیما (رد المحتار' کتاب الصلاۃ' باب الامامۃ' مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام ۲/ ۵۶۰ ط سعید)

(سوال) میاں بیوی میں سے اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو مرد کو بیوی سے پردہ کرنا چاہئیے یا نہیں اگر مرد کا انتقال ہو تو بیوی کو پردہ کرنا چاہئیے یا نہیں۔المستفتی نمبر ۲۴۷ محمد صدیق 'بازار چتلی قبر (دہلی) ۷ رجب ۱۳۵۶ھ م ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۳) بیوی کی میت کو شوہر دیکھ سکتا ہے مگر ہاتھ جسم کو لگانا اس کے لئے منع ہے(۱) جنازے کو کندھا دینے میں کوئی ممانعت نہیں یہ تو بالکل اجنبی لوگوں کے لئے بھی جائز ہے شوہر کی میت کو بیوی دیکھ بھی سکتی ہے اور اس کے بدن کو چھو بھی سکتی ہے اور ضرورت پڑے تو غسل بھی دے سکتی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(سوال) (۱) چاروں طرف قبر ہیں' اگر کسی جگہ آڑ ہے وہاں جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو گی یا نہیں ؟(۲) قبرستان میں تمباکو کو کھانا یا پینا درست ہے یا کیا بشر طیکہ جنازہ سامنے موجود ہو دفن نہ کیا گیا ہو (۳) قبر میں لوگ ۷ یا ۵ کنکری مردے کے سرہانے رکھتے ہیں یہ رکھنا درست ہے یا نہیں ؟(۴) بہت سے لوگ کپڑے میں لکھ کر کلمہ مردے کے سینے میں رکھتے ہیں' رکھنا چاہئیے یا نہیں ؟المستفتی نمبر ۱۹۸۹ بہادر خاں صاحب ریاست میہر ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۴) (۱) ہاں ہو جائے گی۔(۳)(۲) تمباکو کھانے میں تو کچھ مضائقہ نہیں' البتہ پینے میں آگ استعمال کرنی ہوتی ہے اور قبرستان میں آگ لے جانا مکروہ ہے(۴)(۳) اس عمل کا کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے۔(۵)(۴) لکھ کر رکھنا چاہئیے۔(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) (۱) دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ یا نابالغ پڑھا جائے (۲) شریعت میں کتنے سال کی لڑکی بالغ ہوتی ہے (۳) بعض مولوی صاحبان دس سال کی لڑکی کا جنازہ بالغ پڑھاتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ چوں کہ ام

---

(۱) ویمنع زوجہا من غسلہا' و مسہا لا من النظر الیہا علی الاصح (تنویر الابصار' باب صلاۃ الجنائز ۲/ ۱۹۸ ط سعید)

(۲) و یمنع زوجہا من غسلہا و مسہالا من النظر الیہا علی الاصح منیۃ' وقالت الائمۃ الثلاثۃ' یجوز لان علیا غسل فاطمۃ' قلنا ھذا محمول علی بقاء الزوجیۃ' لقولہ علیہ السلام' کل سبب و نسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی' مع انہ بعض الصحابۃ انکر علیہ' شرح المجمع للعینی' وھی لا تمنع من ذلک ولو ذمیۃ بشرط بقاء الزوجیۃ الخ(الدر المختار' باب صلاۃ الجنازۃ ۱/ ۱۹۸ ط سعید)

(۳) قال ابو حنیفۃ' ولا ینبغی ان یصلی علی میت بین القبور' وکان علیؓ وابن عباس یکرھان' ذلک وان صلوا اجزاھم' لماروی انہم صلوا علی عائشۃ و ام سلمۃ بین مقابر البقیع (بدائع' فصل فی سنۃ الدفن ۱/ ۳۲۰ ط سعید)

(۴) و یکرہ الآجر ... کما یکرہ ان یبنی قبرہ بناء تفاولاً (بدائع فصل فی سنۃ الحفر ۱/ ۳۱۸ ط سعید)

(۵) البتہ مٹی کاذکر ہے کہ اس پر سورۃ قدر پڑھ کر رکھ دی جائے' من اخذ من تراب القبر بیدہ وقرأ علیہ سورۃ القدر سبعاً ' و ترکہ فی القبر لم یعذب صاحب القبر' ذکرہ السید (طحطاوی' علی مراقی الفلاح' باب احکام الجنائز' فصل فی حملہا' و دفنہا ص ۳۷۰ ط مصطفی حلبی ' مصر)

(۶) عن الفتح انہ تکرہ کتابۃ القرآن' واسماء اللہ تعالیٰ علی الدراھم ' والمحاریب' والجدران' وما یفرش وما ذاک الا احترامہ' و خشیۃ وطئہ ... فالمنع ھنا بالاولیٰ مالم یثبت عن المجتہد (رد المحتار' باب صلاۃ الجنازۃ ۲/ ۲۴۶' ۲۴۷ ط سعید)

المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خلوت ۹ سال میں ہوئی تھی اس لئے دس سال کا جنازہ جائز ہے آیا یہ صحیح ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۲۹۱ حاجی عبدالکریم صاحب امین بلڈنگ (پشاور) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۶ جون ۱۹۳۸ء
(جواب ۲۲۵) دس سال کی لڑکی اگر بالغہ ہو گئی ہو یعنی اس کو حیض آنا شروع ہو گیا ہو تو اس کا جنازہ پوری عورت کے لئے پڑھا جائے اور اگر حیض آنا شروع نہ ہوا ہو تو اس کا جنازہ نابالغہ کی طرح پڑھا جائے۔
دس سال کی عمر میں لڑکی بالغہ ہو سکتی ہے مگر یہ لازم نہیں کہ ہر دس سالہ لڑکی بالغہ ہو جائے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نو سال کی عمر میں مقاربت ہوئی تو نو سال کی لڑکی کے بلوغ کا امکان ثابت ہوا نہ یہ کہ ہر نو سال کی لڑکی بالغہ قرار دیدی جائے بالغہ قرار دینے کے لئے پندرہ سال کی عمر ہونی چاہئیے جب کہ اور کوئی علامت بلوغ ظاہر نہ ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) ایک مسلمان توبو محمد میاں کا انتقال ہو گیا اور دو تین روز کے بعد دو ایک ہندو نے توبو محمد میاں کی لاش کو قبر سے رات کو نکال کر اوپر زمین پر رکھ کر توبو میاں مرحوم کی لاش سے چھری یا تلوار سے گردن کاٹ کر جدا کیا اور توبو محمد میاں مرحوم کے منہ میں شراب دیا اور چند قسم کی بے حرمتی ہندو نے سفلی عمل جادو سیکھنے کے لئے کیا مسلمانوں کو یہ ہندوؤں کی شرارت معلوم ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا ہندوؤں نے اقرار کیا اور کہتے ہیں کہ ہم ہندوؤں سے غلطی ہوئی دس پانچ روپیہ لے کر معاف کر دیں مگر ادھر پانچ ہزار مسلمان غصہ سے آگ ہو رہے ہیں کہ کیا کرنا چاہئیے اس پر سب مسلمانوں کی یہ رائے ہوئی کہ مولانا صاحب مدظلہ کے پاس لکھا جائے جو فتویٰ آوے اسی کے مطابق ہندوؤں سے صلح یا جنگ یا تاوان لیکر یا جو فتویٰ کا حکم ہو کیا جائے۔
(۲) لاش اور سر کٹا ہوا توبو محمد میاں کا قبرستان میں پڑا ہے اب اس لاش کو اسی قبر میں دیگر مٹی سے قبر کا منہ ڈھانک دیں یا پھر لاش اور سر کٹے ہوئے کو غسل و کفن دیگر جنازے کی نماز پڑھ کر قبر میں دیں کس طور سے عمل میں لاش کو لاویں۔ المستفتی نمبر ۲۶۲۹ حافظ محمد عثمان صاحب (بنگال) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۱۰ جولائی ۱۹۴۰ء
(جواب ۲۲۶) جن لوگوں نے قبر سے لاش نکالی اور اس کا سر کاٹا اور بے حرمتی کی' انہوں نے بہت سخت ظلم اور برا کام کیا انکو قانونی سزا دلوانی چاہئیے' تاوان لیکر معاف کر دینا درست نہیں اور خود کوئی انتقام لینے

---

(۱) بلوغ الغلام بالا حتلام' والاحبال' والانزال' والا صل ھو الانزال' والجاریۃ بالا حتلام' والحیض' والحبل ولم یذکر الانزال صریحا' لانہ قلما یعلم منھا' فان لم یوجد فیھا شئ' حتی یتم لکل منھما خمس عشر سنۃ' بہ یفتی' لقصر اعمار اھل زماننا' وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ' ولھا تسع سنین ھو المختار' (الدر المختار کتاب الحجر' فصل فی بلوغ الغلام بالا حتلام ۶/۱۵۳' ۱۵٤ ط سعید)

کی صورت بھی مناسب نہیں (۱) کہ اس میں فساد اور مزید ضرر کا احتمال ہے قانونی کارروائی کی جائے۔
(۲) لاش اور سر کو اسی قبر میں یا علیحدہ قبر میں دفن کر دیں غسل اور نماز کی حاجت نہیں یہ پہلی مرتبہ دفن کرنے سے پہلے ادا ہو چکے ہیں۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(سوال) جو مسلمان جمعہ کے دن مر جائے تو اس کے لئے جمعہ کے دن کا کچھ ثواب ہے یا نہیں ؟ المستفتی نظیر الدین امیر الدین (املیز ہ ضلع مشرقی خاندیس)
(جواب ۲۲۷) ہاں فضیلت اور ثواب ہے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۵ء)
(سوال) یہاں پر فقط ایک گھر روافض درمیان مسلمانوں اور برہمنوں کے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں اگر وہ روافض مر جاوے تو اس کا کفن مسلمانوں پر واجب ہے یا نہیں ؟ اگر لازم ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہیں ؟
(جواب ۲۲۸) اگر ان روافض میں سے کوئی شخص مر جائے اور لوگ ان میں موجود ہوں تو وہی اپنی میت کی تجہیز و تکفین کر لیں لیکن اگر ان میں کوئی موجود نہ ہو تو دوسرے مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان کی میت کی تجہیز و تکفین کریں پھر اگر وہ رافضی ایسے عقیدے کا تھا کہ اس پر حکم کفر جاری نہیں ہو تا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین مثل مسلمین کے کریں اور نماز جنازہ بھی پڑھ کر دفن کریں لیکن اگر اس پر حکم کفر جاری ہو سکتا تھا تو اس کی تجہیز و تکفین میں رعایت سنت نہ کریں اور نہ نماز پڑھیں ویسے ہی دفن کر دیں۔ (۴) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ

(سوال) (۱) جس گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے اس گھر کے لوگوں کو اور اس کے پڑوس کے گھروں میں بھی کھانا پکانا درست ہے یا نہیں ؟ (۲) میت کے گھر میں سے کوئی چیز میت کے غسل و کفن کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر چیز بازار سے لانی چاہئے گھر کی کوئی چیز استعمال نہیں کرنی چاہئے مثلاً گھڑے بدھنیاں وغیرہ حتی کہ کفن سینے کے واسطے سوئی بھی بازار سے لانی چاہئے گھر میں چارپائی

---

(۱) کیونکہ یہ تعزیر مالی ہے جو کہ احناف کے نزدیک جائز نہیں' والحاصل ان المذهب عدم التعزير' باخذ المال (رد المحتار' كتاب الحدود' باب التعزير مطلب في التعزير' باخذ المال ٤/٦٢ ط سعيد)
(۲) اور تکرار مشروع نہیں' ولا يصلى على ميت الامرة واحدة' والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع (هندية' باب الجنائز' الفصل الخامس في الصلاة على الميت ١/١٦٣ ط كوئٹه)
(۳) حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ فرماتے ہیں عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ ما من مسلم يموت يوم الجمعة او ليلة الجمعة الا وقاه الله من فتنة القبر (ترمذی' ابواب الجنائز' باب ماجاء من يموت يوم الجمعة ١/٢٠٥ ط سعيد)
(٤) ويغسل المسلم' و يكفن و يدفن قريبه كخاله الكافر الاصلي' اما المرتد' فيلقى في حفرة كالكلب عند الاحتياج' فلو له قريب فالاولى تركه لهم من غير مراعاة السنة (الدر المختار' باب صلاة الجنازة ٢/٢٣٠ ط سعيد)

موجود ہو پھر بھی میت کے لئے بازار سے لانی چاہئیے۔

(جواب ۲۲۹) (۱) میت ہو جائے تو کھانے پینے کی گھر والوں کو بھی ممانعت نہیں ہے چہ جائیکہ پڑوسیوں کو یہ دوسری بات ہے کہ گھر والے رنج و غم کی وجہ سے کھانے پینے کی طرف راغب نہیں ہوتے۔(۱) لیکن اگر وہ اس گھر میں بیمار کو یا بچوں یا کمزوروں اور ضعیفوں کو کھانا کھلاویں تو گناہ نہیں ہے۔

(۲) یہ بھی غلط ہے۔ اگر گھر کے برتن چارپائی وغیرہ استعمال کریں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ان چیزوں میں کوئی خرابی آتی ہے اور نہ ان کے پھر استعمال کرنے میں کوئی وہم کرنے کی گنجائش ہے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ' دہلی

---

(۱) ویستحب لجیران اهل المیت والاقرباء الا باعد تهیة الطعام لهم یشبعهم یومهم' ولیلتهم: لقوله علیه السلام' اصنعوا لآل جعفر طعاماً' فقد جاء هم ما یشغلهم' حسنه الترمذی' و صححه الحاکم ' ولانه بر' و معروف' و یلح علیهم فی الاکل ' لان الحزن یمنعهم من ذلك فیضعفون اه (رد المحتار' باب صلاة الجنازة ۲/ ۲٤۰ ط سعید)

(۲) کیونکہ نہ کوئی شرعی ممانعت وارد ہوئی ہے اور نہ کوئی عقلی قباحت ہے۔

کتاب الصوم

پہلا باب

رویت ہلال رمضان وعیدین

عیدالفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے

(سوال) ایک شہر میں ہلال عیدالفطر کے متعلق مختلف شہادتیں اہل اسلام کی قاضی شہر کے پاس گزریں' لیکن قاضی صاحب نے ان سے ایک ایک علیحدہ بلا کر کہ دوسرا گواہ نہ سنے دقیق جرح کی کہ چاند تم نے کس جگہ دیکھا اس کے دونوں کنارے کس جانب تھے اس کے پاس کوئی ستارہ تھا یا نہیں اوپر نیچے بادل تھا یا نہیں' اور تھا تو کتنے فاصلے پر تھا اور کس رنگ کا تھا وغیرہ وغیرہ۔ ان سوالات میں جہاں بھی دو شاہدوں کے درمیان ذرا اختلاف ہوا ان کی شہادت رد کر دی آخر پانچ و کا و چند شہادتیں ہر طرح سالم اور جرح میں بے عیب مضبوط قائم رہیں اور صبح ۷ بجے قاضی صاحب نے ان شہادتوں کو معتبر قرار دیکر افطار صیام کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی اس کے یہ فرمایا کہ چونکہ دیہات میں عام اطلاع ہونا مشکل ہے لہذا دوگانہ عیدالفطر کل کو ادا کیا جائے گا ہر چند کہ بعض اہل اسلام اور اہل علم نے کہا بھی کہ تاخیر بلا عذر صحیح نہیں اس لئے دوگانہ آج ضرور ادا ہونا چاہئیے مگر قاضی صاحب نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور فرمایا کہ یہ تاخیر بلا عذر نہیں بلکہ اطلاع عام کے عذر سے ہے لہذا کل کو دوگانہ عید بلا کراہت صحیح ہے چنانچہ عام مسلمانان شہر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے مگر بعض لوگوں نے تاخیر کو جائز نہ سمجھ کر عیدگاہ میں اپنا دوگانہ ادا کیا اور سو سوا سو مسلمان اس میں شریک بھی ہوئے عام اہل اسلام نے یوم آئندہ حسب اعلان قاضی صاحب کے اقتدا میں دوگانہ ادا کیا دریافت طلب امور یہ ہیں کہ قاضی صاحب کو گواہان رویت ہلال سے اس قسم کی باریک جرح کرنے کا شرعاً کہاں تک حق حاصل ہے صورت مذکورہ میں جو تاخیر ہوئی وہ شرعاً بعذر رہوئی یا بلا عذر خصوصاً جب کہ دو گھنٹے کا وقت ملا اور شہر و متعلقات شہر کی اطلاع کے لئے وہی ہدایت جو افطار صوم کے لئے عمل میں آئی اطلاع دوگانہ کے لئے بھی کافی تھی یا کم از کم بذریعہ منادی دو گھنٹے میں پورا اعلان کیا جا سکتا تھا اہل دیہات کو اطلاع دینا یا ان کی رعایت میں صلوٰۃ عید کو کل پر مؤخر کرنا کہاں تک صحیح ہے؟ اس تاخیر کی صورت میں جن مسلمانوں نے قاضی صاحب کے خلاف اپنا دوگانہ اسی دن عیدگاہ میں ادا کیا وہ برسر حق یا برسر باطل اور ان کو ایسا کرنا جائز تھا یا اتباع قاضی صاحب کا ضروری تھا؟ یوم الغد میں قاضی صاحب اور عام مسلمانوں نے جو نماز پڑھی وہ صحیح ہوئی یا باطل اور ادا ہوئی یا قضا اور مکروہ ہوئی یا بے عیب؟

(جواب ۲۳۰) عیدالفطر کی نماز کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے اور لوگوں کو مطلع کرنا بھی عذر شرعی ہے (وتؤخر صلوٰۃ عید الفطر الی الغداذا منعهم من اقامتها عذر بان غم علیهم الهلال وشهد عند الامام بعد الزوال او قبله بحیث لا یمکن جمع الناس قبل الزوال

(هنديه ص ۱۶۱ ج ۱) (۱) لیکن اہل دیہات پر عیدین کو مطلع کرنا ضروری نہیں اور نہ ان کی وجہ سے تاخیر عذر شرعی میں داخل ہے کیونکہ اہل دیہات پر عیدین کی نماز واجب نہیں اما شرائط وجوبها و جواز ها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة و جواز ها فهو شرط وجوب صلوة العيدين و جواز ها من الامام والمصر (بدائع ص ۲۷۵ ج ۱) (۲) تو جب ان پر عید کی نماز واجب نہیں تو ان کی وجہ سے تاخیر بھی عذر شرعی نہ ہوئی اور جب یہ عذر شرعی نہ ہوا تو قاضی صاحب کا نماز عید کو مؤخر کرنا درست نہ ہوا جن لوگوں نے اسی روز نماز پڑھ لی اچھا کیا اگر گواہ معروف بالصلاح والتقویٰ نہ ہوں اور قاضی صاحب کو ان پر شبہ ہو تو ایسی جرح جس سے رویت کا تیقن ہو سکے کرنا جائز ہے

صرف تار کی خبر پر عید کرنا اور روزہ افطار کر لینا درست نہیں

(سوال) ایک مولوی نے یہ خبر سنی کہ دہلی سے تار آیا ہے وہاں انتیس کا چاند ہو گیا ہے اسی خبر پر اس نے روزے افطار کرا دیئے اور عید کر لی اور یہ کہہ دیا کہ اس کا تمام گناہ میرے ذمہ ہے آیا اس تار کی خبر پر روزے افطار کرانا اور اپنے ذمہ گناہ لینا درست ہے ؟ بینوا توجروا ؟

(جواب ۲۳۱) صرف اس طرح خبر سن کر کہ دہلی سے تار آیا ہے کہ وہاں چاند انتیس کا ہو گیا ہے روزے افطار کر ڈالنا اور عید کر لینا ہرگز درست نہیں عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل آدمیوں کی گواہی شرط ہے صورت مسئلہ میں اول تو تار خود اپنے پاس نہیں آیا اور پھر اگر اپنے پاس بھی آتے جب بھی چونکہ تار میں کمی بیشی اور غلطی ہوتی رہتی ہے اس لئے وہ ثبوت رویت ہلال کے واسطے کافی نہیں وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرء تين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافي خزانة المفتين و تشترط العدالة هكذا في النقاية انتهى مختصراً (هنديه ص ۲۱ ج ۱) (۳) اور کسی شخص کا نعوذ باللہ یہ کہنا کہ روزے افطار کرا اس کا تمام گناہ میرے ذمہ ہے بہت بڑی دیدہ دلیری ہے بلکہ اس میں خوف کفر ہے کس میں اتنی طاقت ہے کہ عذاب خداوندی (۴) کا متحمل ہو سکے ایسی باتوں سے احتراز واجب ہے۔

ثبوت رویت ہلال عید کے واسطے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) رنگون کے قریب وشی ایک مقام ہے وہاں ۲۹ تاریخ کو ۱۰ بجے کے قریب تار آیا کہ آج رنگون

(۱) الباب السابع عشر في صلاة العيدين ۱/۱۵۱ ط رشيديه، كوئٹه
(۲) فصل في العيدين، فصل في شرائط وجوبها وجواز ها ۱/۲۷۵ ط ماجديه، كوئٹه
(۳) كتاب الصوم، الباب الثاني في رؤية الهلال ۱/۱۹۸ ط رشيديه كوئٹه
(٤) وقال الذين كفروا للذين آمنوا اتبعوا سبيلنا و لنحمل خطاياكم، وما هم بحاملين من خطاياهم من شئ العنكبوت ۱۲

میں عید ہے اس بناء پر بعض اشخاص نے یعنی نصف لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور نصف لوگوں نے تار کا اعتبار نہیں کیا اور روزہ بدستور شام کو افطار کیا اور ۳۰ تاریخ کو روزہ ختم کر کے اتوار کو عید کی خلاصہ یہ کہ رنگون والوں نے کل ۲۹ روزے رکھ کر شنبہ کو عید کی اور یہاں بعض شخصوں نے ۲۹ روزے کامل کئے اور ایک تیس کا ناقص توڑ دیا اور بعضوں نے پورے تیس کئے لیکن عید پورے ۳۰ کر کے ہوئی اب سوال یہ ہے کہ جن لوگوں نے تیس تاریخ کو روزہ توڑ دیا ہے کیا ان پر قضا و کفارہ واجب ہے یا نہیں ؟ دوسری یہ بات قابل دریافت ہے کہ امسال اکثر جگہ سنا گیا ہے کہ شنبہ کو عید ہوئی اگر یہ بات متحقق ہو جائے تو اس حالت میں قضا واجب ہے یا نہیں ؟ اور اس کے متحقق ہونے کے لئے کیا کیا شرائط ہیں ؟ افواہ کا کوئی اعتبار ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۲) ثبوت رویت ہلال عید کے واسطے جب کہ مطلع صاف نہ ہو دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے تار میں بظن غالب کی بیشی اور غلطی ہو جاتی ہے اس لئے تار ثبوت رویت ہلال کے لئے کافی نہیں وان كان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين ويشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافي خزانة المفتين و تشترط العدالة هكذا في النقايه انتهى مختصراً (هنديه ص ۲۱۰ ج ۱) (۱) پس جو شخص کہ صرف تار کی خبر پر روزہ توڑ ڈالے اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے لیکن اگر بعد میں بشہادۃ شرعیہ معتبرہ ثابت ہو جائے کہ چاند ۲۹ رمضان کا ہوا تھا تو حکم قضا ساقط ہو جائے گی۔ ولا عبرة لاختلاف المطالع في ظاهر الرواية كذافي فتاوى قاضي خان وعليه فتوى الفقيه ابى الليث و به كان يفتي شمس الائمة الحلوائي قال لو راى اهل مغرب هلال رمضان يجب الصوم على اهل مشرق كذافي الخلاصة (هنديه ص ۲۱۱ ج ۱) (۲) اور اس مسئلے کی پوری تفصیل رسالہ البيان الكافي في حكم الخبر التلغرافي میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) اگر کسی شہر میں مطلع صاف نہ ہو اور دو ضعیف البصر غیر عدل جن کو عوام الناس غیر معتبر سمجھیں شہادت دیں اور امام جامع مسجد ان کی شہادت پر فتویٰ بھی دیدے کہ نماز عید الاضحیٰ پنج شنبہ کو ہو گی عوام الناس ان دونوں شہادتوں کو غیر معتبر اور غیر عدل سمجھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اور امام صاحب کہتے ہیں کہ عدالت کی شرط نہیں ہے محض دو کلمہ گو کلمہ پڑھ کر حلف سے شہادت دیں گے تو ہم مان لیں گے شہادت دو فاسقوں کی بھی معتبر ہے یہ لوگ پھر دوسرے عالم سے فتویٰ طلب

(۱ – ۲) كتاب الصوم' الباب الثاني في رؤية الهلال ۱/۱۹۸ ط رشيديه' كوئٹه

کریں دوسرا عالم جمعہ کی عید کا فتویٰ دے اور شہر میں دو عیدیں ہوں ایک فریق دسویں ذی الحجہ پنج شنبہ کو سمجھے اور ایک جمعہ کو اور اس شہر کے صدر کیمپ میں عام طور پر علماء نے جمعہ کی دسویں قرار دی تو اس صورت میں پنج شنبہ کی نماز عید اور قربانیاں جائز ہوں گی یا نہیں ؟ اور یہ امام شرعاً مفتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۳۳) مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ہلال عید کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے غلطی پر ہے۔ وان کان بالسماء علة لا تقبل الاشهادة رجلين او رجل وامرأتين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافي خزانة المفتين و تشترط العدالة هكذا في النقاية (هنديه) (۱) اور جب کہ عدالت شہود شرط ہے پس ایسے لوگوں کی شہادت سے جو غیر معتبر تھے پنج شنبہ کی عید کا حکم صحیح نہیں اور نہ اس روز کی قربانی جائز اور درست ہوئی تاوقتیکہ کسی صحیح شرعی طریقہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ جمعرات کی عید ٹھیک تھی اس وقت تک ان لوگوں کو یہی حکم دیا جائے گا کہ تمہاری قربانی جائز نہیں ہوئی۔

مطلع صاف نہ ہو تو ہلال عید کیلئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے

(سوال) ہندوستان کے بعض بلاد میں عید الفطر کا چاند انتیسویں رمضان کو یوم شنبہ کو نہیں دیکھا گیا اور نہ مقامات رویت کی ان بلاد میں شرعی شہادت پہنچی بناءً علیہ بموجب حدیث فان غم عليكم الهلال فاكملوا ثلاثين (۲) اتوار کی عید کی گئی اس کے بعد چونکہ مسلسل بارش ہوئی ابر اکثر آسمان پر محیط رہا مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی رویت ۲۹ کو نہ ہو سکی اور نہ مقامات رویت سے شہادت پہنچی اب ان بلاد کے رہنے والوں کے واسطے عید الاضحیٰ کے بارے میں کیا حکم ہے ؟ آیا یہ لوگ بدون رویت اور بدون شہادت معتبرہ شرعیہ مقامات رویت کا اتباع کر کے یوم جمعہ کو عید الاضحیٰ کر سکتے ہیں یا حدیث مذکور کی بناء پر اکمال ثلثین لازم ہوگا (جس کے اعتبار سے سنیچر کو عید الاضحیٰ کرنا چاہئے) صورت اولیٰ میں مقامات رویت کا اتباع بدون شہادت شرعی معتبرہ کے جو حدیث مذکورہ کے قطعاً خلاف ہے کسی حجت شرعی کی بناء پر ہے ؟ صورت ثانیہ میں جن لوگوں نے یوم جمعہ کو نماز عید الاضحیٰ پڑھی اور اسی دن قربانی کی جو بالکل قبل از وقت ہے ایسی حالت میں ان سے وجوب صلوٰۃ اور وجوب اضحیہ ادا ہو گیا یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۴) مطلع صاف نہ ہو تو ثبوت رویت ہلال عید کے لئے دو عادل گواہوں کی شہادت شرط ہے کسی ایسی جگہ کے باشندوں کو جہاں کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے صرف افواہ کا اعتبار کر کے عید کر لینا

(۱) كتاب الصوم' الباب الثاني في روية الهلال ۱/ ۱۹۸ ط رشيديه' كوئٹه

(۲) عن ابن عباس: قال: قال رسول الله ﷺ صوموا الهلال' لرؤيته' وافطروا لرؤيته فان غم عليكم' فاكملوا العدة ثلاثين (نسائي' كتاب الصوم' اكمال شعبان ثلاثين اذا غُم ص ۲۳۲ ط سعيد)

جائز نہیں اگر ایسا کریں گے تو ان کی قربانی وغیرہ کو تاوقتیکہ شرعی طریقے سے جمعہ کی عید کا ثبوت نہ ہو جائے حکم عدم جواز ہی دیا جائے گا وان کان بالسماء علة لا تقبل الا شهادة رجلين او رجل وامرء تين و يشترط فيه الحرية ولفظ الشهادة كذافى المفتيين و تشترط العدالة كذافى النقاية (هنديه مختصراً) (۱) حدیث فان غم عليكم الخ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی طریقے سے بھی چاند کا ثبوت نہ ہو سکے تیس روزے پورے کرنے چاہئیں لیکن اگر کسی طرح ثبوت ہو جائے مثلاً کسی دوسری جگہ کی رویت کی شہادت گزر جائے یا خبر رویت کا تواتر یا شہرت ہو جائے تو پھر یہ حکم نہیں رہے گا پس صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے جمعہ کی عید بدون ثبوت شرعی کے کر لی ہے نہ انکی نماز ہوئی نہ قربانی ادا ہوئی (۲) مگر یہ حکم عدم صحت صلوۃ وعدم جواز قربانی کا اسی وقت تک رہے گا جب تک کہ ان کے یہاں رویت کا ثبوت شرعی نہ ہو جائے اور جب ثبوت شرعی ہو جائے تو ان کی نماز کی صحت اور قربانی کے جواز کا حکم دیا جائے گا۔

تیسویں تاریخ کو زوال کے بعد چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے

(سوال) اگر رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا گیا اب بحسب شرع اسی وقت افطار کرنا چاہئے یا بعد غروب آفتاب ؟ اور اگر قبل از غروب افطار کر لیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے یا نہیں ؟ مجموعۃ الفتاویٰ جلد سوم ص ۶۹ (۳) میں امام مسلم کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے اذا رايتم الهلال فصوموا واذارايتموه فافطروا (۴) حاشیہ عالمگیری فتاویٰ بزازیہ ص ۱۱۳ میں ہے رأى هلال الفطر وقت العصر فظن انقضاء مدته وافطر قال فى المحيط اختلفوا فى لزوم الكفارة والا كثر على الوجوب (۵) ان دونوں عبارتوں کا کیا مطلب ہے ؟

(جواب ۲۳۵) دن میں رویت ہلال کا کوئی اعتبار نہیں زوال سے پہلے ہو یا بعد زوال ورؤيته نهارا قبل الزوال و بعده غير معتبر على ظاهر المذهب و عليه اكثر المشائخ و عليه الفتوىٰ بحر عن الخلاصة (درمختار) (۶) بزازیہ کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے حدیث اذارايتم الخ کا

---

(۱) كتاب الصوم' الباب الثاني في رؤية الهلال ۱/۱۹۸ ط رشيديه' كوئته
(۲) قربانی اور عید کی نماز عید کے دن کی وجہ سے واجب ہوتی ہے جب عید ہوئی ہی نہیں تو نماز بھی واجب نہیں ہوئی اور دوب سے پہلے ادا درست نہیں
(۳) کتاب الصوم فصل مدار صوم و افطار رمضان کدام چیز است ۳ ۲۴۸ ط امجد اکیڈمی لاہور
(۴) عن ابى هريرةؓ قال : قال رسول الله' اذا رايتم الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا الخ (مسلم' كتاب الصيام' باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال الخ ۱/۳۴۷ ط قديمى)
(۵) كتاب الصوم' الفصل الثالث فيمايفسده' وما لايفسده الخ ۴/۱۰۰ ط كوئته
(۶) كتاب الصوم ۲/۳۹۳ ط قديمى

مطلب یہ نہیں ہے کہ دن میں چاند دیکھو اور روزہ توڑ ڈالو بلکہ مطلب یہ ہے کہ روزنے کے وجوب و فطر کا دارومدار رویت شرعیہ معتبرہ پر ہے اور رویت شرعیہ معتبرہ وہی ہے جو بعد غروب شمس ہو قبل غروب کی رویت معتبر نہیں پس جب کہ رمضان کی تیس تاریخ کو بعد زوال چاند دیکھا تو روزہ غروب شمس تک پورا کرنا واجب ہے اگر دن میں افطار کرلیں گے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے (۱)

بادل کی صورت میں افطار کے لئے دو آدمیوں کی گواہی معتبر ہے

(سوال) ایک شہر میں انتیس ذی قعدہ کو پیر کے روز منگل کی شب کو رویت ہلال ذی الحجہ ہوئی ایسی حالت میں کہ مطلع صاف نہ تھا بلکہ ابر غلیظ محیط تھا دیکھنے والوں میں سے دو آدمیوں نے آکر معززین شہر کی موجودگی میں چاند دیکھنے کی شہادت دی اور ان کی شہادت کی تائید میں اور بھی شہر کے مختلف محلوں سے خبریں آئیں کہ پیر کے روز فلاں فلاں شخص نے چاند دیکھا' جن میں سے بعض ثقہ اور بعض مستورالحال ہیں مفتی صاحب نے ایسی حالت میں کہ علة فی السماء موجود تھی ثبوت رویت کے لئے ان دو شہادتوں کو کافی سمجھ کر اعلان کرادیا کہ عیداضحیٰ حسب شہادت پنج شنبہ کو ہوگی حسب اعلان کل شہر میں پنج شنبہ کو عید ہوئی مگر چند آدمیوں نے جن کی تعداد تیس یا چالیس سے زیادہ نہیں تھی اس شہادت کو غیر معتبر سمجھ کر پنج شنبہ کو عید نہیں کی جن لوگوں نے اس شہادت پر عید کی تو ان کے حساب سے محرم کی پہلی تاریخ بھی پنج شنبہ کو ہوتی ہے مگر چار شنبہ کو محرم کا چاند دیکھا نہیں گیا بلکہ پنج شنبہ کو ہوا اور جمعہ کے روز محرم کی پہلی تاریخ قرار پائی اب وہ لوگ کہ جنہوں نے خلاف حکم مفتی و شہادت دوسرے روز عید کی تھی طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ کیا اکتیس کا چاند ہوا؟ جمعرات کے روز کی عید قربانی کچھ بھی نہیں ہوئی کیا ان کا یہ قول صحیح ہے فی الواقع جمعرات کی عید نہیں ہوئی؟ باوجودیکہ اس کا دارومدار حجت شرعی یعنی شہادت معتبرہ شرعیہ پر ہے یا کہنے والے غلطی پر ہیں علاوہ ازیں شاہدوں پر غیر واقع بہتان لگاتے ہیں حالانکہ ان میں صفت عدالت (اجتناب عن الکبائر و عدم اصرار علی الصغائر وغیرہ) موجود ہے پس ثبوت رویت ہلال از روئے شہادت یقین کی حد کو پہنچا جن لوگوں نے اس شہادت کے حکم کے خلاف کیا وہ مورد ملامت ہیں یا دیگر جملہ اہل شہر کہ جنہوں نے حسب الشہادۃ حکم شرعی کی تعمیل کی؟ جو لوگ کہ شاہدوں پر بہتان باندھتے ہوں ان کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے بالفرض اگر کسی شخص سے کسی زمانے میں کسی ناجائز امر کا صدور ہوا ہو تو بعد تائب ہونے کے بھی مقبول الشہادۃ ہوگیا یا نہیں؟

(جواب ۲۳۶) مفتی صاحب کا حکم اس صورت میں کہ آسمان پر ابر غلیظ موجود تھا اور دو آدمیوں نے

---

(۱) رای ھلال الفطر وقت العصر' فظن القضاء مدته' وافطر' قال فی المحیط' اختلفوا فی لزوم الکفارۃ' والا کثر علی الوجوب (بزازیۃ علی ھامش الھندیۃ' کتاب الصوم' فصل فیما یفسده وما لا یفسده الخ ۴/۱۰۰ ط کوئٹہ)

جو معتبر اور عادل تھے رویت کی شہادۃ دی صحیح تھا(۱)اور اس کا اعتبار اور اس پر عمل کرنا لازم تھا جن لوگوں نے اسکے خلاف کیا وہ خود مورد ملامت ہیں نہ کہ مفتی صاحب اور ان کے حکم کے موافق عمل کرنے والے کیونکہ عمل کا مبنیٰ حجت شرعیہ ہے عدالت شہود کی معتبر تعریف یہ ہے کہ کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو (۲)اور اس کے حسنات سیئات پر غالب ہوں اگر کسی وقت کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے اور اس سے توبہ کرلے تو بعد توبہ اس کی شہادت مقبول ہے اور پچھلا گناہ جس سے توبہ کرلی ہے اس کی عدالت میں مضر نہیں سوائے محدود فی القذف کے (۳)چار شنبہ کو محرم کا چاند نہ ہونا کچھ مضر نہیں مگر تاریخ پہلی جمعرات کی ہوگی کیونکہ تیس دن پورے کرنے سے دوسرا مہینہ شروع ہو جائے گا خواہ کسی وجہ سے رویت نہ ہو (۴)واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱)امارت شرعیہ پھلواری شریف کے اشتہار کی خبر سے عید کرنا
(۲)امارت شرعیہ کا عید کی اطلاع کے لئے ایک آدمی کا بھیجنا کافی ہے

(سوال) (۱) کیا امارت شرعیہ پھلواری شریف کا اپنی جگہ پر شرعی اصول پر ہلال عید یا اضحیٰ کی شہادت لیکر بذریعہ اشتہار کے لوگوں کو نماز عید اور افطار یا نماز اضحیٰ یا اضحیہ کی خبر دینی صحیح ہے ؟اور لوگوں کو محض اس اشتہار پر افطار اور قربانی کرنا صحیح ہے ؟
(۲)امارت شرعیہ پھلواری شریف کا عید اضحیٰ وغیرہ کی رویت کی خبر کے لئے ایک مبلغ کا کسی جگہ پر بھیج دینا وہاں کے لوگوں کی نماز و قربانی کے لئے حجت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس کا محض یہاں آکر یہ بیان کرنا کہ امیر صاحب کے روبرو رویت کی مستند شہادت گزر چکی ہے رویت کے ثبوت کے لئے کافی ہے یا نہیں ؟
المستفتی (مولانا)عبدالصمد رحمانی(مونگیر)

(۱) وشرط للفطر مع العلة' والعدالة نصاب الشهادة' ولفظ اشهد' و عدم الحد في قذف لتعلق نفع العبد قوله' و نصاب الشهادة اى على الاموال وهو رجلان' او رجل' وامر اتان' اما الفطر فهو نفع دنيوى للعباد' فاشبه سائر حقوقهم' فيشترط ما يشترط فيها (رد المحتار' كتاب الصوم ۲/ ۳۸٦ ط سعيد)
(۲) قوله: خبر عدل الخ العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى' والمروة الشرط ادناها' وهو ترك الكبائر' والا صرار على الصغائر' وما يخل بالمروءة' و يلزم مسلما عاقلاً بالغا بحرٌ (رد المحتار' كتاب الصوم ۲ /۳۸۵ ط سعيد)
(۳)دیکھیں حاشیہ نمبر ۱
(۴)کیونکہ اسلامی مہینے ۲۹ یا ۳۰ دن کے ہوتے ہیں تیس دن سے زائد کا کوئی ماہ نہیں عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ ﷺ ذكر رمضان' فضرب بيده' فقال الشهر هكذا' وهكذا' ثم عقد ابهامه في الثالثة' صوموا لرؤيته' وافطروا لرؤيته' فان اغمى عليكم' فاقدروا له ثلاثين (مسلم' كتاب الصيام' باب وجوب رمضان الرؤية الهلال ۱/ ۳۴۷ قديمى)
واذا شهد على هلال رمضان شاهدان' والسماء متغيمة' و قبل القاضى شهادتهما' وصاموا ثلاثين يوما' فلم يروا هلال شوال' ان كانت السماء متغيمة يفطرون من الغد بالاتفاق وان كانت مصحية يفطرون ايضا على الصحيح' كذافى المحيط' (هندية' كتاب الصوم' باب رؤية الهلال ۱/ ۱۹۸ كوئٹہ)

(جواب ۲۳۷) (۱) اگر اشتہار ایسی صورت سے طبع کرایا جائے جس میں جعل وتزویر کا احتمال باقی نہ رہے یعنی اس قسم کا اشتہار کوئی دوسرا شخص عادۃً و قانوناً نہ چھپوا سکتا ہو تو وہ اشتہار لوگوں کے لئے غلبہ ظن کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہو سکتا ہے اگر چہ وہ حجت قطعیہ کا درجہ اس وقت بھی نہیں رکھتا (۲) ایک مبلغ کا ارسال کافی نہیں ہے بلکہ دو آدمی بھیجنے چاہئیں اور کتاب القاضی الی القاضی کو ملحوظ رکھنا چاہئے(۱)

(۱) ٹیلی فون کی خبر پر چاند کے ثبوت کا حکم دینا
(۲) ٹیلی فون پر حلفیہ بیان لیکر بھی عید کا حکم دینا جائز نہیں
(۳) ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے ؟

(سوال) (۱) دربارہ رویت ہلال ٹیلی فون کی خبر شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور دوست آشنا جن کی آواز کو شناخت بھی کر سکتے ہیں کہ ہاں یہ زید ہے یا عمرو ہے اور ٹیلی فون کے ذریعے سے ہزاروں روپے کا کاروبار چلتا رہتا ہے تو وہ مسلمان ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر کریں ٹیلی فون سے تخمیناً ۴۰۰ یا ۵۰۰ میل سے تو اس پر عید کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) جب دوسرے شہر سے خبر دی ٹیلی فون میں تو یہ شہر والے پھر ٹیلی فون میں ان کی شہادت حلفاً لے لیویں ؟

(۳) جب دوسرے شہر سے خبر ملی ٹیلی فون میں اس پر قلیل آدمیوں نے روزہ نہ رکھا تو ان پر قضا لازم ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۸ مولوی سید عبدالقادر، پی ایم برگ ناٹال (افریقہ) ۳۰ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۸) ٹیلی فون کی خبر پر رویت کے ثبوت کا حکم دینا جائز ہے کیونکہ ٹیلی فون پر بات کرنا شہادت شرعیہ کی حدود میں داخل نہیں اگر چہ آواز پہچانی جائے تاہم اشتباہ سے خالی نہیں اور مشتبہ چیز پر رویت کا حکم نہیں دیا جا سکتا ٹیلی فون پر تجارت بلکہ حکومت کا کاروبار چلتا ہو پھر بھی ٹیلی فون پر کوئی جج گواہی نہیں لے سکتا اور قانون شہادت کی رو سے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں ہو سکتی پس قانون شریعت میں بھی حکم کے لئے ٹیلی فون پر شہادت مقبول نہیں(۲)

(۲) جب ٹیلی فون کا ذریعہ اور واسطہ معتبر نہیں تو حلف لینا نہ لینا برابر ہے اور وہ حلف بھی معتبر

---

(۱) اور کتاب القاضی الی القاضی میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے' ولا یقبل الکتاب الا بشہادۃ رجلین او رجل' وامراتین (ھدایۃ' کتاب ادب القاضی' باب کتاب القاضی الی القاضی ۳/۱۳۹ امدادیۃ' ملتان)

(۲) ولا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین لقائل بان لم یکن فی البیت غیرہ ... او یری شخصہا ای للقائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان ابن فلان' الخ (الدر المختار' کتاب الشہادات ۵/۴۶۸ طبع سعید)

نہیں یعنی یہ ثابت نہ ہوگا کہ حلف کون کر رہا ہے یا حلفی شہادت کون دے رہا ہے اس لئے اس خبر پر عید کرنے کا حکم کرنا درست نہ ہوگا(۱)

(۳) اگر دوسرے شہر سے کسی شخص کو رمضان کے چاند کی خبر ٹیلی فون پر ملے اور اس کو یقین ہو جائے کہ فلاں شخص کی آواز ہے اور اس میں کوئی شبہ باقی نہ رہے تو یہ شخص اپنے اس یقین پر اپنے نفس کے لئے عمل کر سکتا ہے یعنی خود روزہ رکھ سکتا ہے(۲) لیکن دوسروں کو نہیں کہہ سکتا کہ تم روزہ رکھو اور نہ عام طور پر رمضان کے ثبوت کا حکم دیا جا سکتا ہے اور اگر عید کے چاند کی خبر کسی کو ٹیلی فون پر ملے تو وہ باوجود آواز پہچاننے اور یقین ہو جانے کے بھی روزہ نہ چھوڑے بلکہ لوگوں کے ساتھ خود بھی روزہ رکھے اور جب عید کے چاند کی رویت ہو جانے یا رویت کا شرعی شہادت سے ثبوت ہو جائے اور سب عید منائیں تو یہ بھی عید منائے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) معتبر داڑھی منڈے اور دھوتی باندھنے والے کی گواہی
(۲) شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں مفتی یا امام مسجد چاند کی گواہی لے تو بھی شہادت کی شرائط کی رعایت ضروری ہے
(۳) مختلف خطوط سے اگر چاند کا یقین ہو جائے

(سوال) (۱) اس زمانے میں جب کہ داڑھی منڈوں کی کثرت ہے پس اگر کوئی داڑھی منڈانے والا رویت کی شہادت دے اور وہ عرفاً ثقہ اور معتمد سمجھا جاتا ہو پس آیا شرعاً اس کی گواہی مان لی جائے اسی طرح داڑھی والا نمازی جب کہ تہمد یا دھوتی باندھے ہوئے ہو۔

(۲) جب کہ اس زمانے میں حاکم مسلم نہیں ہے تو آیا مفتی یا امام مسجد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند میں بلا لفظ شہادت گواہی کو مان لے تو کیا حرج ہے ؟

(۳) جب کہ دو خط ایسے آجائیں جن میں اشتباہ نہ ہو اور دل کو اطمینان ہو جائے تو آیا ان دو خطوں کی بناء پر عید الاضحیٰ بحساب ۲۹ ہو سکتی ہے ؟ مثلاً برما کے شہر ٹانگو میں ایک خط رنگون کے دار الافتاء سے بنام امام مسجد جوابا گیا کہ یہاں عید کلکتہ وغیرہ کی رویت کی بنا پر روز دو شنبہ بحساب انتیس ہوگی اور دوسرا خط اسی امام مسجد ٹانگو کے نام جواباً امام جامع مسجد مانڈلے کی طرف سے گیا کہ یہاں باہر کے دو معتمد

---

(۱) ولا یشهد علی محتجب بسماعه منه الا اذا تبین لقائل بان لم یکن فی البیت غیره .. او یری شخصها ای للقائلة مع شهادة اثنین بانها فلانة بنت فلان ابن فلان' الخ (الدر المختار' کتاب الشهادات ٥/٤٦٨ طبع سعید)

(۲) انه لایلزم لثبوت رمضان الشهادة الشرعیة بل یکفی خبر عدل' والخبر علی التلفون معتبر اذا عرف المتکلم' وهو ثقة فلیتفکر (آلات جدیدة ص ١٩٤ ادارة المعارف' کراچی)

(۳) رجل رای هلال الفطر' وشهد' ولم تقبل شهادته' کان علیه ان یصوم' فان افطر کان علیه القضاء (هندیه' کتاب الصوم' باب الثانی فی رؤیة الهلال ١/١٩٨ کوئٹه)

گواہوں کی شہادت رویت کی بنا پر بروز دو شنبہ عید الاضحیٰ ہوگی پس آیا ان دونوں معروضہ بالا خطوط کی بنا پر شہر ٹانگو کے مسلمانوں کو عید کرنا جائز تھا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۸۶ مولانا عبدالخالق صاحب رنگون ۲ صفر ۱۳۵۳ھ م ۷ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۳۹) (۱) ڈاڑھی منڈانے والا اگرچہ عرفاً ثقہ اور قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو اس کی گواہی شرعاً غیر مقبول ہے(۱) لیکن اگر قاضی قبول کرلے اور حاکم کردے تو حکم صحیح ہو جائے گا(۲)

(۲) نمازی اور داڑھی والا شخص اگر دھوتی باندھے تو اس کی گواہی قابل قبول ہے(۳)

(۳) بوجہ حاکم مسلم نہ ہونے کے امام یا مفتی قائم مقام قاضی کے تو ہو سکتا ہے(۴) لیکن باقی ان تمام امور کی رعایت کرنی ہوگی جو خود قاضی کے لئے واجب الرعایۃ تھے اور لفظ شہادت فطر واضحیٰ کے لئے ضروری ہیں(۵) اگر گواہ ناواقفیت کی بناء پر خود نہ کہے تو اس سے کہلوا لئے جائیں۔

(۴) خطوط کی بنا پر ذاتی طور پر عمل تو کیا جا سکتا ہے جب کہ خطوط پر اعتماد ہو لیکن حکم کے لئے خطوط اگرچہ قابل اعتماد ہوں کافی نہیں ہیں(۶) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ٹیلی فون کی خبر شہادت کے باب میں قابل قبول نہیں اگرچہ اس میں تصویر بھی نظر آئے

(سوال) ہمارے شہر میں جو کہ ساحل بحر پر نشیب میں واقع ہے اور اکثر مطلع بھی صاف نہیں ہوتا بدیں وجہ چاند نظر نہیں آتا مگر ہمارے شہر کے قریب ڈربن نامی مقام سے میرے دوست نے مجھ کو ۲۹ رمضان کے مغرب اور عشا کے درمیان بذریعہ ٹیلی فون خبر دی کہ میں نے ہلال فطر دیکھ لیا ہے میں نے ان سے مزید تاکید کے لئے کہا کیا صرف آپ نے دیکھا یا آپ کے ساتھ کسی اور نے بھی دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ تین چار آدمیوں نے بھی دیکھا ہے میں نے اپنے دوست سے کہا کہ وہ اگر آدمی بھی ٹیلی فون پر آکر ہلال کی رویت کے متعلق مجھ کو اطلاع دیں تو ہم کو تسلی تشفی ہو جائے گی چنانچہ میرے دوست نے ان کو بلوایا اور انہوں نے چاند کی رویت کی اطلاع مجھ کو دی اور یہ خبر دینے والے چار

---

(۱) سئل فی شهادة محلوق اللحية هل تقبل' ام لا ؟ الجواب' لم اجد' فحيث ادمن على فعل هذا المحرم يفسق الخ (فتاوى تنقيح حامدية' الشهادة اذا بطلت الخ ۱/۳۵۱ مكتبه حاجى عبدالغفار' قندهار' افغانستان)

(۲) فلو قضى بشهادة فاسق نفذ واثم قوله بشهادة فاسق نفذ' قال فى جامع الفتاوى' واما شهادة الفاسق' فان تحرى القاضى الصدق فى شهادته تقبل' والا لا اه' وفى فتاوى القاعدية' هذا اذا غلب على ظنه صدقه الخ (رد المحتار' كتاب الشهادات ۵/۴۶۶ ط سعيد)

(۳) دھوتی باندھنا کوئی گناہ نہیں اس لئے شہادت میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(۴) والعالم الثقة فى بلدة لا حاكم فيه قائم مقامه (عمدة الرعاية' على شرح الوقاية' كتاب الصوم ۱/۲۴۶ سعيد كمپنى)

(۵) أما فى العيد فيشترط لفظ الشهادة (البحر الرائق' كتاب الصوم ۲/۲۸۳ بيروت)

(۶) کیونکہ یہ شہادت نہیں اور کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط مفقود ہیں

آدمی معتبر قابلِ اعتماد عند الشرع ہیں اور چونکہ روزمرہ تجارتی کاموں میں ان لوگوں کے ٹیلی فون آتے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کی آواز کو بخوبی میں پہچانتا ہوں۔

اسی طرح اور کئی مقامات مثل میرس برگ، لیڈ سمتھ، نیو کاسل، جوہانسبرگ وغیرہ سے بھی ٹیلی فون پر آکر متعدد ثقہ معتبر اشخاص نے ہلال عید کی خبر دی جن کی آوازوں کو روزمرہ کاروبار کی وجہ سے میں خوب پہنچانتا ہوں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ایسی صورت میں ان خبروں کو معتبر شمار کیا جائے یا نہیں ؟ اور عام حکم دیا جائے یا نہیں ؟ جب کہ تواتر کے ساتھ تمام مقامات والے برابر خبر دے رہے ہیں فطر کی طرح روزہ رکھنے کے بارے میں ثبوت رمضان کے لئے بھی ٹیلی فون کا اعتبار کیا جاوے یا نہیں یہ امر قابل توجہ ہے کہ یہاں کے تجارتی اور خانگی تمام کام بذریعہ ٹیلی فون کے ہوتے ہیں جو ہمیشہ معتبر شمار کئے جاتے ہیں اب تو یہ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والے کا فوٹو بھی جس سے گفتگو ہوتی ہے اس کے سامنے آیا کرے گا اگرچہ اب تک رائج نہیں ہے موجودہ شکل میں اور جو آئندہ آنے والی ہے کچھ فرق ہے یا نہیں ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۸۸ مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب رانديری ضلع سورت ٦ صفر ۱۳۵۳ھ م ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۰) ٹیلی فون کی حیثیت اگرچہ ٹیلی گراف سے مختلف ہے لیکن شہادت کے موقع پر دونوں کا حکم شرعی ایک ہے جس طرح کہ تار کے ذریعہ سے شہادت ادا نہیں کی جاسکتی اسی طرح ٹیلی فون بھی ادائے شہادت کے لئے مفید ومقبول نہیں(۱) قانونی عدالتیں بھی تار یا ٹیلی فون پر شہادت قبول نہیں کرتیں اگر آئندہ فون پر بات کرنے والے کا فوٹو بھی سامنے آجائے تب بھی باب شہادت میں وہ ناقابل اعتبار رہے گا تمام کاروبار کا اس پر مدار ہونا اور روزانہ لوگوں کا تجارتی اور نجی کاموں میں اس کو معتبر سمجھنا اس کے لئے کافی نہیں کہ شہادت میں بھی اس پر اعتبار کیا جائے جیسے کہ حکومت ہند کے اہم سے اہم کام تار کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں لیکن ایگزیکٹو (انتظامی) صیغہ میں تار پر بھروسہ کرنے کے باوجود جوڈیشنل (عدالتی) صیغہ میں اس کو معتبر نہیں سمجھا جاتا۔

ہاں جب کہ کثرت تار یا ٹیلی فون کی وجہ سے کسی کو خبر کا یقین ہو جائے تو وہ شخصی طور پر عمل کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن حکم کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس پر رویت ہلال یا افطار یا عید کا عام حکم نہیں دیا جاسکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ ۲

(۲) رویت ہلال رمضان کے لئے شہادت ضروری نہیں بلکہ خبر کافی ہے البتہ عید کے لئے شہادت ضروری ہے لہذا ٹیلی فون وغیرہ سے اگر یقین ہو جائے تو رمضان کا حکم لگا دیا جائے گا لیکن عید کا نہیں کیونکہ ٹیلی فون میں شروط شہادت مفقود ہیں قال علمائنا الحنفية في كتبهم، و يثبت رمضان لرؤية هلاله، وبا كمال عدة شعبان ثلاثين، ثم اذا كان في السماء علة من نحو غيم، او غبار قبل لهلال رمضان خبر واحد عدل في ظاهر الرواية، او مستور على قول مصحح، لا ظاهر فسق اتفاقا سواء جاء ذلك المخبر من المصر، او من خارجه، وشرط لهلال الفطر مع علة في السماء شروط الشهادة (رسائل ابن عابدين، رسالة تاسعة ۱/ ۲۳٤ سهيل اكيڈمی)

ٹیلی فون کی خبر سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے ؟

(سوال) (۱)اگر رویت ہلال مختلف مقامات سے ٹیلی فون کے ذریعے آوے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز کو شناخت بھی کر لیا جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے اور ٹیلی فون میں بولنے والے کی آواز کو وہ شخص شناخت کر سکتا ہے جس کو اس کا کام پڑتا ہے اور اس وجہ سے ٹیلی فون کی خبر کو ٹیلی گرام سے زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے اور پھر سننے والے کو متفرق مقامات کی خبریں سننے سے اس کا اطمینان بھی ہو جائے کہ یہ خبریں پہنچی ہیں اور ضرور چاند ہو گیا ہے تو ایسی صورت میں ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار کر کے روزہ رکھنے یا افطار کا شرعاً حکم دے سکتے ہیں یا نہیں ؟
(۲)اگر کوئی جگہ نشیب میں واقع ہو جیسے ڈربن (ناٹال ساؤتھ افریقہ) کہ اس کی مغرب کی طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں چنانچہ سال بھر میں شاید ہی ایک دو دفعہ رویت ہلال ہوتی ہو گی اور وہاں رویت ہلال کی کوئی صورت نہیں دوسری جگہ آس پاس سے بھی زبانی شہادت آنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ ٹیلی فون کے ذریعے سے خبر آوے۔المستفتی نمبر ۴۰۷ ۳ مولوی محمد کفایت اللہ مدرسہ عربی کٹھور ضلع سورت ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲٤۱) ٹیلی فون کی خبر شرعی شہادت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی البتہ جس شخص کو یقین ہو کہ ٹیلی فون پر بولنے والا فلاں شخص ہے اور وہ رویت کی خبر دے کہ میں نے چاند دیکھا اور یا اتنے ٹیلی فون آجائیں کہ ان سے چاند ہونے کا غلبہ ظن حاصل ہو جائے تو جس کو یہ یقین حاصل ہو جائے وہ خود عمل کر سکتا ہے لیکن اس ذریعے کو شہادت قرار دیکر عام حکم نہیں دیا جا سکتا(۱)واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

احناف کے نزدیک اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں

(سوال) رویت ہلال کی شہادت بذریعہ تار اور خطوط نیز ٹیلی فون سے معتبر ہے یا نہیں ؟اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں اگر ہے تو ایک مطلع کی حدیا رقبہ کتنے میل کا شمار ہو گا المستفتی نمبر ۳۹۲ محمد امیر (پالن پور) ۲۰ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م یکم ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲٤۲) رویت ہلال میں تار ٹیلی فون کی خبر معتبر نہیں یعنی حکم کے لئے کافی نہیں اختلاف مطالع کا حنفیہ کے نزدیک اعتبار نہیں ہے (۲)محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیس رمضان کو غروب سے کچھ دیر قبل چاند دیکھا تو وہ آئندہ شب کا ہو گا

(سوال) اگر رمضان شریف کی انتیسویں تاریخ کو باوجود مطلع صاف ہونے کے اور انتہائی کوشش کے

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲ (۲) واختلاف المطالع' ورؤیته نهارا قبل الزوال' و بعده غیر معتبر علی ظاهر المذهب' و علیه اکثر المشایخ' و علیه الفتوی' بحر عن الخلاصه (الدر المختار' کتاب الصوم ۲/ ۳۹۳ ط سعید)

عید کا چاند نظر نہ آئے اور تمیں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے آدھ گھنٹہ پہلے نظر آجائے تو آیا روزہ اسی وقت چاند دیکھ کر افطار کر دینا چاہئیے یا وقت افطار کا انتظار کرنا چاہئیے المستفتی نمبر ۶۹۴ سید جمال الدین پھگواڑہ' ۲۸ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۴۳) غروب آفتاب کے کچھ پہلے چاند نظر آجائے تو وہ چاند آئندہ شب کا چاند قرار دیا جائے گا گزشتہ شب کا نہ ہوگا اور قبل غروب دیکھنے والے کو جائز نہیں کہ وہ غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کرلے روزہ آفتاب غروب ہونے پر حسب قاعدہ افطار کرنا چاہئیے اگر پہلے افطار کرلیا جائے تو یہ روزہ نہ ہوگا(۱)اور اس کی قضا رکھنی ہوگی محمد کفایت اللہ

ایک مقام پر اگر چاند نظر آجائے تو دوسرے مقام والوں کو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے

(سوال) شہر اوجین میں ۲۹ شعبان المعظم کو مطلع بالکل صاف تھا اور باوجود پوری کوشش سے دیکھنے کے چاند نظر نہیں آیا مگر دوسرے مقامات سے اب یہ اطلاعات پہنچ رہی ہیں کہ وہاں چاند دیکھا گیا مثلاً جریدہ الجمعیۃ مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۵۵ء میں موضع کھرالہ کی عینی شہادت پر حضرت مفتی صاحب نے دہلی میں دوشنبہ کی پہلی تاریخ قرار دیکر تعین لیلۃ القدر اور ایک روزہ قضا رکھنے کا اعلان شائع فرمایا ہے اسی طرح اسی اعلان کے نیچے امارت شرعیہ پھلواری شریف کا ایک اعلان شائع ہوا ہے ان ہر دو مقامات پر ابر ہونا بھی تصدیق ہوتا ہے مگر جہاں مطلع بالکل صاف ہو اور ہزاروں میں سے ایک شخص کو بھی چاند نظر نہ آیا ہو ایسی صورت میں کیا مندرجہ صدر تصدیقات پر روزہ قضا رکھا جائے۔ المستفتی نمبر ۱۲۵۲۔ ۲۸ رمضان ۱۳۵۵ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۴۴) رویت کی شہادت اگر معتبر ہو تو پھر اس کا اعتبار ہوگا(۲)اور نہ دیکھنے والے خواہ کتنے ہی کثیر ہوں ان کو بھی روزہ رکھنا ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) حنفیہ کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر نہیں
(۲) خط' ٹیلی فون اور تار وغیرہ سے اگر چاند ہونے کا یقین ہو جائے ؟
(۳) مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کرنا جائز ہے

(سوال) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں اور اس میں قول صحیح ظاہر الروایت مفتی بہ کیا

---

(۱)اور کفارہ بھی دینا ہوگا دیکھیں صفحہ نمبر ۲۱۳' حاشیہ نمبر ا

(۲) واختلاف المطالع غیر معتبر علی المذهب' فیلزم اهل المشرق لرؤیته اهل المغرب (تنویر الابصار' کتاب الصوم ۲/۳۹۳' ۳۹۴ طبع سعید)

ہے ؟

(۲) اگر کسی شہر میں رویت صحیح ثابت نہ ہوئی ہو بس دوسرے شہروں سے کہ جہاں رویت تحقیقی ثابت ہو اخبارات یا خطوط متواترہ یا تار برقی یا ٹیلی فون کے ذریعہ خبر منگا کر روزہ افطار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) باوجود بالکل مطلع صاف ہونے کے اس زمانہ میں دو عادل آدمیوں کی شہادت شرعاً معتبر ہے یا نہیں اگر نہیں تو عبارت ذیل در مختار و شامی کا کیا جواب ہے و عن الامام انه یکتفی بشاهدین و اختاره فی البحر (درمختار) (۱) حیث قال و ینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا لان الناس تكاسلت عن ترائی الاهلة الخ اقول وانت خبیر بان کثیراً من الاحکام تغیرت لتغیر الازمان ولو اشترط فی زماننا الجمع العظیم لزم ان لا یصوم الناس الا بعد لیلتین او ثلاث لما هو مشاهد من تكاسل الناس بل کثیرا مارایتا هم یشتمون من یشهد بالشهر ویؤذونه (حینئذ فلیس فی شهادة الاثنین تفرد من بین الجم الغفیر حتی یظهر غلط الشاهد فانتفت علة ظاهر الروایة فتعین الافتاء بالروایة الاخری شامی ص ۱۰۱ ج ۲ (۲)

المستفتی نمبر ۱۳۲۰ مولانا محمد شفیع صاحب مدرس مدرسہ جامعہ اسلامیہ شہر ملتان ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۳۰ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۵) (۱) اختلاف مطالع شرعاً معتبر نہیں اور حنفیہ کے نزدیک صحیح اور محقق یہی ہے (۳)

(۲) دوسرے شہروں کی رویت کی شہادت بطریق شرعی آجائے تو مقام موصول الیہ میں بھی صوم یا فطر کا حکم دیا جائے گا اخبارات اور خطوط اور تار برقی اور ٹیلی فون اتنی کثرت سے آجائیں کہ غلبہ ظن کو مفید ہوں تو صوم اور افطار کا حکم دیا جا سکتا ہے لیکن اگر اتنی کثرت اس حد تک نہ پہنچے تو ان پر حکم دینا جائز نہ ہوگا اور اگر کسی شخص کو کسی خاص خبر یا خط سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے وہ اپنے حق میں اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن عام طور پر ان ذرائع سے حاصل شدہ خبر پر حکم نہیں دیا جا سکتا (۴)

(۳) دو آدمیوں کی جب کہ وہ عادل ہوں اور ان کی شہادت کے ساتھ قرائن صدق بھی ہوں شہادت قبول کر لینا جائز ہے اور اس پر حکم کر دینا بھی درست ہے خواہ شہادت رویت ہلال صوم کے متعلق ہو یا ہلال فطر کے متعلق (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

---

(۱) کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید

(۲) کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۹ حاشیہ نمبر ۲

(۴) دیکھئے صفحہ ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲

(۵) و عن الامام انه یکتفی بشاهدین و اختاره فی البحر الخ حیث قال و ینبغی العمل علی هذه الروایة فی زماننا لتكاسل الناس ....فانتفت علة ظاهر الروایة فتعین الافتاء بالروایة الاخری الخ (رد المحتار کتاب الصوم ۲/۳۸۸ ط سعید)

(۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر سے عید کرنا جائز نہیں
(۲) مطلع صاف ہو تو بھی دو عادل گواہوں کی گواہی معتبر ہے
(۳) مطلع صاف ہو تو عید کے چاند کے لئے کتنے گواہوں کی ضرورت ہے ؟
(۴) رمضان کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی بھی معتبر ہے جس کا فسق ظاہر نہ ہو

(سوال) (۱) انتیسویں رمضان المبارک کو تار یا ٹیلی فون کے ذریعے سے رویت ہلال شوال المکرم کی خبر ملنے پر تیسویں کا روزہ افطار کرنا اور عید الفطر کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟
(۲) انتیسویں رمضان المبارک کو گاؤں کے بہت سے آدمی چاند دیکھنے کے واسطے شہر سے باہر جنگل میں گئے اور مطلع بالکل صاف تھا کسی کو چاند نظر نہیں آیا ایک دو آدمی کہیں کہ ہم کو چاند نظر آتا ہے دوسروں کو بلا لیتے ہیں تو کسی کو نظر نہیں آتا اب جس کو چاند نظر آتا ہے اس کو تیسویں کا روزہ رکھنا چاہئیے یا افطار کرنا چاہئیے اور گاؤں کے لوگوں کو ان چاند دیکھنے والوں کی گواہی قبول کرنی جائز ہے یا نہیں ؟
(۳) اگر مطلع صاف ہو تو انتیسویں رمضان المبارک کو چاند کے واسطے کتنے گواہوں کی شہادت کی ضرورت ہے
(۴) امسال ۲۹ رمضان المبارک کو مطلع بالکل صاف تھا بہت سے اشخاص دیکھ رہے تھے ایک دو شخص نے خواہ مخواہ کہہ دیا کہ چاند نظر آگیا ۳۰ رمضان المبارک کو سب نے روزے رکھ لئے تھے مگر علی الصبح ایک پیر صاحب نے اپنے دوست کو تار دیا کہ "عید مبارک" ان دو کی گواہی اور اس تار کی خبر پر کہ عید ہوگئی چند لوگوں نے بغیر کسی کے دریافت کرنے کے روزے افطار کر لئے اور بہتوں کے کہ ادینے خوب کھا پی کر عید منا کر نماز کے لئے تیار ہوئے جب زیادہ شور و شغب ہوا ایک مولوی صاحب سے دریافت کرنے گئے کہ اب کیا کرنا چاہئیے مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم امساک کر لو تمہارا روزہ ہے کوئی بات نہیں لہذا صائم بن گئے تاکہ اس قسم کی آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو المستفتی نمبر ۲۱۹۹ مولوی محمد عمر صاحب (اڑیسہ) ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۹ اجنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۲٤٦) (۱) تار یا ٹیلی فون کی خبر رویت ہلال میں معتبر نہیں عینی شہادت ہونی چاہئیے (۱)
(۲) اگر یہ چاند دیکھنے والے معتبر اور نیک پابند شرع لوگ ہوں تو ان کی شہادت مقبول ہوگی (۲)
(۳) مطلع صاف ہو تو اتنے آدمیوں کی شہادت ضروری ہے کہ اس سے چاند ہونے کا یقین ہو جائے تعداد قاضی کی رائے پر مفوض ہے (۳)

---

(۱) کیونکہ عید کے چاند کے لئے شہادت ضروری ہے اور شہادت روبرو دینا ضروری ہے اس لئے ٹیلی فون پر شہادت جائز نہیں دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۲ (۲) فی الدر المختار، وعن الامام انه یکتفی بشاهدین، واختاره فی البحر وفی الشامیة: واختاره فی البحر حیث قال و ینبغی العمل علی هذه الرؤیة فی زماننا الخ (رد المحتار، کتاب الصوم ۳۸۸/۲ سعید) (۳) والصحیح من هذه کله انه مفوض الی رای الامام ان وقع فی قلبه صحة ما شهدوا به (رد المحتار، کتاب الصوم، ۳۸۸/۲ طبع الحاج محمد سعید)

(۴) رمضان المبارک کے چاند کے لئے ایسے گواہوں کی گواہی قبول کرلی جاتی ہے جن کا فسق ظاہر نہ ہو محض تار کی خبر پر روزے افطار کر لینا جائز نہ تھا اور دو آدمی اگر نیک اور قابل اعتماد تھے تو ان کی گواہی قبول کی جاسکتی تھی(۱) بسا اوقات مطلع پر ایسا غبار یا غیر مرئی ابر ہوتا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مطلع صاف ہے حالانکہ وہ صاف نہیں ہوتا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

رمضان میں اگر نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ شمار ہوگا

(سوال) یہاں رمضان المبارک کا چاند انتیس کو نظر نہیں آیا ابر کافی تھا رات کے ساڑھے بارہ بجے پڑوس میں معلوم ہوا کہ ریڈیو سے خبر آئی ہے کہ کہیں کہیں چاند ہوگیا (شہر کے پیش امام یا عالم نے کوئی حکم نہیں دیا تھا) کچھ لوگ سحری کو جگانے آئے اور زید یہ سمجھا کہ کسی فیصلے کے بعد سحری کے لئے جگایا جارہا ہے' زید نے روزہ رکھ لیا دوسرے دن تقریباً بارہ بجے یہ معلوم ہوا کہ ریڈیو کی خبر نہیں مانی جاتی اور آج کا روزہ افطار کرنا چاہئے زید نے یہ سن کر نیت نفل روزے کی کرلی اور روزہ نہیں افطار کیا زید کا یہ فعل درست ہے ؟

اب پندرہ دن بعد یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ چاند انتیس کا ہوا ہے اور یہاں کے مسلمانوں پر قضا واجب ہے کیا یہ صحیح ہے ؟ اس حالت میں کیا زید کا روزہ رمضان میں شمار ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی حاجی شبیر حسن دہلوی فوٹوگرافر

(جواب ۲٤۷) ہاں زید کا وہ روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا (۲) ریڈیو کی خبر پر اگر دل کو یقین ہو جائے تو خود عمل کر سکتا ہے دوسرے لوگوں کے لئے حجت نہیں(۳) روزہ منگل سے ہوا ہے دہلی میں بھی چاند دیکھا گیا تھا اور عام طور پر لوگوں نے دیکھا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

اختلاف مطالع واقع ہے مگر شریعت میں اس کا اعتبار نہیں

(سوال) متعلقہ اختلاف مطالع

(جواب ۲٤۸) جناب محترم مکرم دام مجدہم بعد سلام مسنون۔ میں آپ کے تمام خطوں کا جواب مرسلہ کتابوں کی تفصیل' حمائل میر ٹھی نہ ہونے کی اطلاع سب لکھ چکا ہوں صرف رویت کے متعلق

---

(۱) حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ۲۲۲

(۲) و بمطلق النیۃ' و بنیۃ النفل لعدم المزاحم' و بخطا فی وصف' کنیۃ واجب آخر فی اداء رمضان فقط' لتعینه بتعین الشارع الخ و لو صام مقیم عن غیر رمضان ' ولو لجهله به ای برمضان فهو عنه' لا عما نوی لحدیث الا اذا جاء رمضان فلا صوم الا عن رمضان الخ (الدر المختار' کتاب الصوم ۲/۳۷۷' ۳۷۹ ط سعید)

(۳) ویشهد علی محجب بسماعه منه الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیره الخ (الدر المختار' کتاب الشهادات ٥/٤٦٨ ط سعید)

جو امر آپ نے دریافت فرمایا تھا وہ لکھنا باقی تھا جواب لکھ رہا ہوں۔

حنفیہ نے احکام میں اختلاف مطالع کا شرعاً اعتبار نہیں کیا(۱) نہ یہ کہ وہ در حقیقت اختلاف مطالع کے منکر ہیں فی الواقع مطالع میں اختلاف ہوتا ہے لیکن احکام شرعیہ میں اس کا اعتبار نہیں ہے(۲) حنفیہ کا استدلال حدیث صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته (۳) سے ہے یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے اور صحیح ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو صوموا کا خطاب عام ہے تمام مکلفین اس میں داخل ہیں اور رویت کا لفظ لرؤیته میں مصدر ہے جس کا فاعل مذکور نہیں کہ کس کے دیکھنے پر روزہ رکھو پس اگر مخاطبین کو ہی فاعل مانا جائے اور معنی یہ ہوں کہ جو دیکھے وہ روزہ رکھے تو یہ خرابی ہے کہ بہت سے مکلفین بھی روزے سے بچ جائیں گے جنہوں نے باوجود شہر میں رہنے اور شہر میں رویت ہونے کے بھی چاند نہیں دیکھا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے کہ جو اپنی آنکھ سے چاند نہ دیکھے اس پر روزہ نہ ہو پس لا محالہ رویت کا فاعل بھی عام لینا ہوگا کہ کسی دیکھنے والے کے دیکھنے پر روزہ رکھو خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں جب کہ رویت کا ثبوت ہو جائے کہ کسی نے چاند دیکھا ہے خواہ کہیں دیکھا ہو تمام مکلفین پر روزہ فرض ہو گیا اس حدیث میں جیسے رویت کا فاعل مذکور نہیں ایسے ہی محل رویت بھی مذکور نہیں اس لئے وہ بھی عام ہے کہ کہیں دیکھا جائے صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ دیکھنا ثابت ہو جائے اور ثبوت کا طریق شہادت شرعیہ ہے جو رمضان کے چاند کے لئے ایک شخص کی بھی کافی ہے اور عید کے لئے دو آدمیوں کی ضروری ہے یہ جب کہ مطلع صاف نہ ہو ابر غبار وغیرہ ہو اور مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان و عید دونوں کے لئے جم غفیر شرط ہے (۴)

حضرت عبداللہ بن عباس کا واقعہ کہ انہوں نے خبر رویت قبول نہ کی حنفیہ کے مخالف نہیں ہے کہ اول تو وہ حسب قاعدہ شرعیہ شہادت نہیں تھی دوسرے یہ کہ جب تک وہ امام کے سامنے پیش نہ ہوتی اور امام حکم نہ کرتا اس وقت تک ابن عباس کا یہ فرمانا کہ فلانزال نصوم حتی نراہ او نکمل ثلاثین یوما (۵) بالکل صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس اسی کے مکلف ہیں اور اگرچہ ایک شخص کی شہادت

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۲۰ حاشیہ نمبر ۲

(۲) اعلم ان نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى انه قد يكون بين البلد تين بعد' بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في احد البلد تين' واما الخلاف في اعتبار اختلاف المطالع بمعنى انه هل يجب على كل قوم اعتبار مطالعهم الخ (رد المحتار' كتاب الصوم' مطلب في اختلاف المطالع ۲/۳۹۳ سعيد)

(۳) ترمذی' كتاب الصوم' باب ماجاء ان الصوم لرؤية الهلال' والافطار له ۱/۱۴۸ سعيد)

(۴) وشرط للفطر نصاب الشهادة و لفظ اشهد...... ...' و بلا علة جمع عظيم يقع العلم بخبر هم' وهو مفوض الى رأى الامام من غير تقدير بعدد الخ (تنوير الابصار' كتاب الصوم ۲/۳۸۶' ۳۸۷ ۳۸۸ طبع محمد سعيد)

(۵) اخبر نی كريب' ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام' فقضيت حاجتها واستهل على هلال رمضان' وانا بالشام فراينا الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر' فسالنى ابن عباس' ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم الهلال' فقلت رايناه ليلة الجمعة فقال' انت رايته ليلة الجمعة' فقلت رأه الناس' و صاموا' و صام معاوية' قال لكن رايناه ليلة السبت' فلا نزال نصوم حتى نكمل ثلثين يوما' او نراه فقلت' الا تكتفى برؤية معاوية' و صيامه قال' لا هكذا امرنا رسول الله ﷺ (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء لكل اهل بلد رؤيتهم' ۱/۱۴۸ طبع سعيد)

معتبر ہے لیکن جب کہ امام کے سامنے پیش ہو اور وہ قبول کر کے حکم دیدے اور یہ بات ابھی تک حاصل نہ ہوئی تھی جب کہ حضرت ابن عباس کے سامنے کریبؓ یہ تذکرہ کر رہے تھے۔
علاوہ ازیں شریعت میں کوئی حد اس امر کی مقرر نہیں کی گئی کہ کتنی مسافت کی رویت معتبر ہے اور کس قدر فاصلے کی معتبر نہیں اگر کوئی فاصلہ ایسا ہوتا کہ اس کی رویت کا اعتبار نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کو بیان کیا جاتا ابن عباس کی روایت سے بھی فقط ا ا اور هكذا امرنا الخ (۱) کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوتا اور یہ اس کے لئے کافی نہیں ہے کہ فاصلے کی کوئی تحدید کی جاسکے اور اگر عام چھوڑ دیا جائے تو لازم آتا ہے کہ دو تین کوس کے فاصلے کی رویت بھی معتبر نہ ہو وھذا باطل جداً فقط محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ سنہری مسجد، دہلی

دوسرے شہر میں چاند کا نظر آنا جب تک شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو مقامی رؤیت ہی کا اعتبار ہوگا

(سوال) اکثر عام طور پر تو رویت ہلال ماہ رمضان چار شنبہ کو ہوئی ہے اور پہلا روزہ جمعرات کا ہوا لیکن بعض بعض جگہ کی خبریں رؤیت ہلال بروز منگل اور پہلا روزہ بدھ کا سننے میں آئی ہیں نہ معلوم پہلا روزہ بدھ کا صحیح ہے یا یوں ہی غل غپاڑہ ہے اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ آپ کو شہادت پختہ کون سی پہنچی ہے آپ نے شہادت بدھ کے روزہ کی قبول فرمائی ہے یا نہیں ؟ اگر واقعی پہلا روزہ بدھ کا ہے تو تیس رمضان کو جمعرات ہوتی ہے اگر تیس تاریخ بروز جمعرات گرد و غبار یا ابر ہوا یا مطلع صاف بھی ہوا اور پھر چاند شوال کا نظر نہ آیا تو اس صورت میں جمعہ کو عید کی جائے یا روزہ رکھا جائے ؟
المستفتی فیض الحسن از جونڈلہ ضلع کرنال
(جواب ۲۴۹) یہاں دہلی میں معتبر شہادت پر پہلا روزہ بدھ کا رکھا گیا آپ اپنے یہاں کی رؤیت پر جب تک شرعی ثبوت اس کے خلاف نہ ہو عمل کریں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

شرعی شہادت سے ہی روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہئے عام خبر کا اعتبار نہیں

(سوال) زید بظاہر ایک دیندار شخص ہے اور مولوی بھی ہے وہ خود کسی پیر کا مرید بھی ہے اور خود ان کے بھی مرید ہیں ان کا یہ قاعدہ ہے کہ رمضان شریف کا چاند نظر آنے سے پہلے یعنی ۲۹ شعبان کو کبھی ۲۸ شعبان کو رمضان شریف کا روزہ رکھنا شروع کرتا ہے مولوی صاحب کے حکم کے مطابق ان کے مرید بھی روزہ رکھتے ہیں اس گنتی کے حساب سے ۲۸ یا ۲۹ رمضان کو تیس روزے پورے کر کے عید الفطر

(۱) فيلزم اهل المشرق برؤية اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤية اولئك بطريق موجب (الدر المختار' كتاب الصوم ۲/ ۳۹۴ سعيد)

کرتے ہیں جب کوئی مولوی صاحب سے کہے کہ آپ سب لوگوں کے خلاف ہلال رمضان سے پہلے رمضان کے روزے کیوں رکھتے ہیں اسی طرح ہلال شوال سے پہلے کیوں افطار کرتے ہیں جواباً مولوی صاحب فرماتے ہیں چونکہ ہمارا ملک چھوٹا ہے یہاں چاند نہیں ہو سکتا بڑے بڑے ملکوں میں انہی تاریخوں میں چاند نظر آتے ہیں اس کی بابت مجھ کو میرے پیر صاحب جہاں کہیں بھی ہوں خبر دیتے ہیں الغرض مولوی صاحب کے رویہ پر لوگوں میں سخت اختلاف پیدا ہو رہا ہے لہذا چاند نظر آئے' یا کہیں سے خبر آنے سے پہلے ایسی باتوں پر اعتبار کر کے روزہ رکھنا اور افطار کرنا قرآن و حدیث وائمہ دین سے ثابت ہے یا نہیں ؟ مدلل جواب تحریر فرمایئے المستفتی نمبر ۲۷۶۹ محمد سلطان ولد علی داؤد ساکن خاپولو ریاست کشمیر وارد حال دہلی۔ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ ۹ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۵۰) مولوی صاحب کا یہ عمل شریعت کے احکام کے خلاف ہے اور ان کا جواب بھی شرعی اصول کے لحاظ سے درست نہیں رمضان کا چاند دیکھ کر یا رویت کی معتبر ذریعہ سے خبر پا کر رمضان المبارک کا روزہ رکھنا چاہئے اور فطر کا چاند دیکھ کر یا رویت کی شہادت معتبرہ پر روزے ختم کرنے چاہئیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته (۱) ان کا یہ کہنا کہ میرے پیر مجھے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں شرعاً ناقابل اعتماد ہے یعنی ایسی خبر حکم رویت کے لئے شرعاً معتبر نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

عید کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں

(سوال) (۱) فی زماننا چونکہ عدالت کالعدم ہے پس ہلال رمضان و شوال کے لئے کیسے آدمی کی شہادت معتبر ہے (۲) انتیس رمضان ۱۳۴۳ھ کو آسمان پر ابر تھا اور سوائے تین شخصوں کے کسی نے ہلال نہیں دیکھا انہوں نے تین عالموں کے پاس آکر شہادت دی کہ ہم نے ہلال شوال دیکھا ہے ان میں سے ایک گواہ نے کہا کہ میں نماز ہمیشہ پڑھتا ہوں اور دو گواہوں نے کہا کہ ہم کبھی نماز پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے اس پر دو عالموں نے کہا کہ چونکہ عدالت شرط ہے اور وہ یہاں پائی نہیں جاتی پس شرع میں ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ایک عالم نے کہا کہ اس زمانے میں اسی پر فتویٰ ہے کہ اگر طبیعت کا رجحان گواہوں کی سچائی پر ہو تو ان کی گواہی معتبر ہے ورنہ نہیں بعد ازاں دو عالموں نے کہا کہ ہمارے خیال میں یہ لوگ سچے معلوم ہوتے ہیں اور ایک عالم نے کہا کہ میں نہ سچا سمجھتا ہوں نہ جھوٹا کسی جانب کو ترجیح نہیں

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ لا تصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان حالت دونه غياية فاكملوا ثلثين يوما قال ابو عيسى حديث ابن عباس حديث حسن صحيح قد روى عنه من غير وجه (ترمذي ابواب الصوم باب ماجاء ان الصوم لرؤية الهلال والافطار له ١٤٨/١ ط سعيد)

دیتا ہوں بعد ازاں چونکہ دو عالموں کی رائے میں یہ لوگ سچے ٹھہرے اس واسطے اعلان کیا گیا کہ کل صبح کو عید الفطر ہے اس بنا پر شہر کے اکثر مسلمانوں نے علما کی اتباع کا خیال کر کے دوگانہ ادا کیا اور تھوڑے لوگوں نے بایں خیال کہ ان علما کا حکم مطابق شرع شریف نہیں ہے عید نہیں کی اور روزہ رکھا پس اس صورت میں کون غلطی پر ہے۔ المستفتی فقیر بلدار خاں الملقب بہ نبی بخش چشتی مالیگاؤں

(جواب ۲۵۱) (۱)و(۲) عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہوں کی ضرورت ہے بغیر ایسی گواہی کے افطار کا حکم دینا صحیح نہیں صورت مذکورہ فی السوال میں شہادت معتبرہ نہیں تھی اور حکم افطار صحیح نہیں تھا اور اس بنا پر جن لوگوں نے افطار نہیں کیا اور عید کی نماز نہیں پڑھی ان پر کوئی شرعی الزام نہیں شہر کا مفتی یا بڑا عالم جو قاعدہ شرعیہ کے موافق حکم صوم یا افطار کرے اس بارے میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرس مدرسہ امینیہ دہلی سنہری مسجد
الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند ۲۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

ٹیلی فون کی خبر کا اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جاتی ہو

(الجمعیتہ مورخہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) چند مسلمان ایک شہر سے جو انچاس (۴۹) میل کے فاصلے پر ہے بذریعہ ٹیلی فون کے رمضان مبارک کے چاند ہونے کی خبر دیتے ہیں اور ان حضرات کی آوازیں بھی پہچانی جاتی ہیں کیا ان کی خبر پر اعتبار کیا جائے گا؟

(جواب ۲۵۲) ٹیلی گراف اور ٹیلی فون رویت ہلال کی خبر اور شہادت کے لئے نا قابل قبول ہیں اگرچہ ٹیلی فون پر آواز پہچانی جاتی ہو کیونکہ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہو سکتی ہے اور جب تک اشتباہ قائم ہے خبر یا شہادت کے موقع پر اعتبار کے قابل نہیں ہے ہاں زیادہ سے زیادہ جس شخص نے خبر دینے والے کی آواز پہچان لی ہے وہ اس کے نزدیک معتبر شخص ہے اور اپنی رویت کی خبر دیتا ہے تو اس آواز کو پہچاننے والے کے حق میں ہلال رمضان کے بارے میں عمل کر لینا اور روزہ رکھ لینا جائز ہے مگر نہ تو عام حکم دیا جا سکتا ہے اور نہ اس شخص پر بھی وجوب صوم کا حکم ہو سکتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مختلف فیہ مسئلے میں بادشاہ کا حکم نافذ ہو گا (چند متفرق مسائل)

(الجمعیتہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) جس ملک میں ہم ساکنان مقیم ہیں یہ سارا ملک مذہب اسلام امام شافعیؒ کے پیرو ہیں سلطان

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۴ حاشیہ نمبر ۱
(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۵ حاشیہ نمبر ۱

بھی مسلم ہے لیکن انتظامی حکومت ڈچ ہے تاہم سلطان اپنی خاص رعایا کے مقدمات شرعی و غیر شرعی خود ہی فیصل کیا کرتا ہے صرف ہم غیر حکومت کی رعایا کا مقدمہ ڈچ حکومت کرتی ہیں اور بارش قریب قریب ہمیشہ ہوا کرتی ہے اگر بارش نہیں بھی ہوتی تو ابر کثرت سے رہتا ہے جس کی وجہ سے چاند دیکھنا امر محال ہے بایں وجہ رمضان شریف کے روزے کے لئے سلطان اپنے عالموں سے جو کہ حساب فلکی کے ماہر ہوتے ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں کہ چاند کس تاریخ کو ہوگا لہذا ہمیشہ علماء ۲۹ تاریخ ہونا بتلاتے ہیں چونکہ علما کے بتائے ہوئے دن کو سلطان دو چار روز پہلے ہی اعلان کر دیتا ہے کہ فلاں روز روزہ رکھنا ہوگا اسی اعلان پر لوگ روزہ رکھتے ہیں اب ہم سانالان کو یہ دشواری ہے کہ ہم امام ابو حنیفہ کے پیرو ہیں اور امام صاحب کا حکم ہے کہ بغیر دیکھے رمضان شریف کا روزہ رکھنا حرام ہے اگر ہم ۳۰ تاریخ کو چاند قرار دیکر روزہ رکھتے ہیں تو ہماری عید ایک روز بعد کو ہوگی جس روز یہاں والے عید کریں گے ہم لوگ روزے سے ہوں گے لہذا حسب ذیل جوابات نمبروار عطا فرمائیے۔

(۱) کیا ہم سلطان کے اعلان پر روزہ رکھیں (۲) اور یہ امام ابو حنیفہ کے مسلک کے خلاف ہوگا یا نہیں ؟ (۳) اگر امام صاحب کے خلاف ہے تو ہم گناہ گار تو نہیں ہوں گے ؟ (۴) اگر ہم بروئے مذہب حنفیہ تیس کا چاند قرار دیکر روزہ رکھیں تو کیا ہمارا روزہ حرام ہوگا ؟ (۵) بالفرض انکی عید کے دن ہمارا روزہ حرام نہ بھی ہو تو کیا اس تفریق کے مرتکب ہم لوگ نہ ہوں گے ؟

(جواب ۲۵۳) (۱) ہاں سلطان کے اعلان کے موافق روزہ رکھنا چاہئیے (۱) (۲) اس صورت میں صاحب الامر یعنی سلطان کے حکم کی اطاعت حنفی مذہب کے خلاف نہیں (۲) (۳) گناہ گار نہیں ہوں گے (۳) (۴) نہیں ایسا اختلاف نہیں کرنا چاہئیے سب کو روزہ اور عید میں متفق رہنا چاہئیے (۴) (۵) یہ تفریق صحیح نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

رمضان اور عیدین کی چاند کے لئے شرائط

(سوال) ترجمہ اردو در مختار جلد اول ص ۵۰۳ میں ہے وشرط للفطر مع العلة والعدالة (نصاب الشهادة و لفظ اشهد) و عدم الحد في قذف لتعلق نفع العبد (۵) (ترجمہ) اور ہلال عید میں غبار وغیرہ کے ہوتے ہوئے عادل ہونے کے ساتھ نصاب شہادت اموال (یعنی دو مرد یا ایک مرد دو

---

(۱) واما الامير فمتى صادف فصلا مجتهدا' نفذ امره
وفي الشامية' فقول الشارح نفذ امره بمعنى وجب امتثاله الخ (رد المحتار' كتاب القضاء ٥/٤٠٩ طبع سعيد)
(۲) کیونکہ احناف کے ہاں بھی مسئلہ مجتہد فیہا میں سلطان کا حکم رفع اختلاف کا فائدہ دیتا ہے کما مر بالا
(۳) جب خلاف نہیں تو گناہ گار بھی نہیں
(۴) اختلاف کی ضرورت باقی نہیں
(۵) كتاب الصوم ۲/۳۸٦ طبع محمد سعيد

عورتیں) شرط ہے اور لفظ اشہد اور محدود فی القذف نہ ہونا شرط ہے کیونکہ نفع بندہ کا تعلق ہے"
اور عدالت وہ ملکہ ہے کہ ہمیشہ تقویٰ اور مروت پر قائم رہے اور یہاں ادنیٰ درجہ شرط ہے یعنی کبائر کا ترک اور عدم اصرار صغائر پر مروت کے خلاف سے بچنا اور لازم ہے کہ مسلمان عاقل بالغ ہو۔
یہاں پر دیہات میں عدالت بالکل مفقود ہے یعنی اکثر لوگ داڑھی منڈے ہیں اور جو داڑھی والے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ جوا کھیلتے ہیں اور ناچ دیکھنے والے اور تعزیہ دیکھنے والے اور قوالی سننے والے ہیں اگرچہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور وعظ بھی سنتے ہیں یہاں پر چار مسجدیں اور عید گاہ بھی ہے لیکن کسی مسجد میں کوئی امام و مؤذن مقرر نہیں ہے جمعہ و عیدین اور پنج وقتہ نماز میں آپس میں لوگ خود ہی امام و مؤذن بن جاتے ہیں مغرب و عشا کی جماعت ہوتی ہے بقیہ وقتوں میں اگر آدمی جمع ہو گئے تو جماعت ہو گئی ورنہ لوگ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر چلے جاتے ہیں کوئی کسی کا انتظار نہیں کرتا ہے غرض کہ یہ لوگ مستور الحال بھی نہیں ہیں بلکہ ان کی بھلائی برائی نظروں کے سامنے ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی عید کا چاند دیکھے تو بوجہ عدالت نہ ہونے کے ان کی شہادت رد کر کے رمضان شریف کے تیس روزے پورے کر کے عید کریں یا شہادت قبول کرنے میں شرعاً کوئی گنجائش ہے ؟
لفظ اشہد کی جو شرط ہے اس کے کیا معنی ہیں ؟ مثلاً چاند دیکھنے والا یوں کہے کہ اشہد میں نے چاند دیکھا ہے یا یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں یا شہادت دیتا ہوں کہ میں نے چاند دیکھا ہے شہادت لینے کا طریقہ کیا ہے ؟ المستفتی مولوی عبد الرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۵۴) ان لوگوں میں سے کسی کا صادق ہونا قاضی کے نزدیک متحقق ہو اور وہ شہادت قبول کر لے تو اسے اس کا حق ہے(۱) اشہد عربی لفظ کہنا ضروری نہیں بلکہ میں شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں کافی ہے رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی کی شہادت بھی کافی ہے یہ آدمی مستور الحال بھی ہو تو بھی گواہی مقبول ہے(۲) عیدین کے لئے دو ثقہ آدمیوں کی لفظ شہادت سے حلفیہ ہونی چاہئے اس میں ظاہر الفسق یا مستور کی شہادت کافی نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک فقہی لطیفہ

ایک دفعہ ریاست چترال سے ایک تار برائے دریافت رویت ہلال عید حضرت مفتی صاحب

---

(۱) یعنی اگر قاضی اس کی گواہی قبول کر کے رمضان کا حکم دے تو سب کو روزہ رکھنا لازم ہوگا ولو شهد فاسق و قبلها الامام او اصر الناس بالصوم' فافطر هو' وواحد من اهل بلدة قال عامة المشائخ' تلزمه الكفارة (عالمگيرية' كتاب الصوم' باب رؤية الهلال ۱/۱۹۸ كوئٹه)
(۲) و قبل بلا دعوىٰ' و لفظ اشهد للصوم مع علة كغيم خبر عدل' او مستور على ما صححه بزازى على خلاف ظاهر الرواية' لا فاسق اتفاقا الخ (الدر المختار' كتاب الصوم ۲/۳۸۵ طبع سعيد)
(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۴' حاشیہ نمبر ۱

کے نام آیا حضرت موصوف سفر میں تھے مدرسے میں چند چترالی طالب علم تھے انہوں نے تار کا جواب دے دیا کہ "چاند ہو گیا" اس کے بعد چترال کا مندرجہ ذیل خط آیا

۱۰ شوال ۱۳۵۳ھ از چترال اسٹیٹ

معدن فضل و کمال ' مخزن علم و افضال مولانائے اکرم مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب مکرم و معظم دامت بر کاتہم

بعد سلام مسنون خیر الانام مکشوف ضمیر منیر آنکہ بحصول مراسلہ گرامی ازیاد آوری آں جناب بہجت و سرور و ممنونیت حاصل شد اگر بایں طریق مراسلت واز دعاہایاد آوری بفر مائید عین سعادت خود خواہیم دانست

در قران عید الفطر فقہائے ما در بحثے افتادہ بودند کہ آیا برائے ہلال عید بہ خبر تار برقی اعتبار جائز است یانہ ؟ در سند عدم جواز خبر تار برقی یک رسالہ تالیف آں جناب را حوالہ می دادن' مگر عجب اتفاق افتاد کہ عین در اثنائے نزاع آنہا از جانب آنجناب تار در رسید کہ "ہلال عید را دیدہ شد"

وایں خبر نزاع آنہا را فیصلہ کرد زیادہ آداب فقط

مخلص صادق شجاع الملک ہز ہائینس والئی چترال

(ترجمہ) بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آنجناب کا گرامی نامہ موصول ہو کر موجب مسرت وامتنان ہوا اگر اسی طریقہ سے آپ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں تو ہماری سعادت ہوگی

عید الفطر کے قریب ہمارے فقہاء و علماء کے درمیان یہ بحث ہو رہی تھی کہ آیا رویت ہلال عید کے لئے تار کی خبر قابل اعتبار ہے یا نہیں ؟

عدم جواز کی سند میں آپ کے مرتب کردہ رسالے کا حوالہ دیا جا رہا تھا مگر عجیب اتفاق ہوا کہ آنجناب کا ٹیلی گرام پہنچا کہ "عید کا چاند دیکھ لیا گیا" اور اس خبر نے علماء کے اختلاف و نزاع کا فیصلہ کر دیا زیادہ حد ادب

مخلص صادق شجاع الملک ہز ہائینس والئی چترال

حضرت مفتی اعظم نے فوراً مذکورہ بالا خط کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ " یہ واقعہ جو آنجناب نے اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا ہے اس امر کی بہت بڑی قوی دلیل ہے کہ تار کی خبر ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ نہ مجھے آپ کا تار ملا نہ آپ نے کوئی تار بھیجا اب آپ ہی کے خط سے معلوم ہوا کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تار موصول ہوا تھا" (۱)

(۱) یعنی حضرت نے عدم اعتبار کا الزامی جواب دیا کیونکہ نہ تو یہ تار حضرت نے بھیجا تھا اور نہ ہی حضرت کو اس کی خبر تھی

استفتاء
ٹیلی گراف، خط کی خبر اور خبر مستفیض کی تحقیق
(منقول از رسالہ البیان الکافی مرتبہ مولانا حکیم ابراہیم راندیری)
مطبوعہ ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماقولکم (متع الله المسلمين بعلومكم) في اختلاف جرىٰ بين علمائنا في هلال رمضان والفطر حين غم انه اذا ورد في بلدة تلغراف زائد على الخمسة الى العشرة من بلدة او بلاد متباينة مختلفة المطالع و متفقتها علىٰ رجل او رجال مكتوب فيه راينا او روى عندنا الهلال او ذكر فيه كلمة على حسب اصطلاح وقع بين الطرفين بانه اذا ترىٰ الهلال نذكر كلمة مثلاً بغداد بليا من من التخليط والتغيير والا شتباه فمنهم من يقول بالتعويل علىٰ هذا الخبر مستدلا انه خبر مستفيض والخبر والمستفيض يعول عليه في امر الهلال فقد ذكر في الدر المختار نعم لو استفاض الخبر في البلدة لزمهم على الصحيح من المذهب (۱) وقال ابن عابدين في حاشيته ناقلاً عن شمس الائمة الحلواني الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض و تحقق فيما بين اهل البلدة الاخرىٰ يلزمهم حكم هذه البلدة (۲) علىٰ انه قد تعارف بين الناس التعويل عليه في معاملا تهم حتى في الموت والولادة وامثالهما من الامور المهمة وهذايدل على انه يفيد غلبة الظن لا سيما اذا كان متعددا وغلبة الظن موجبة للعمل وخالفهم اخرون وقالوا لايعول على هذا الخبر مع تسليم استفاضته و شيوعه بوجوه ما (اولاً) فلانه يشترط في الخبر المستفيض الاسلام لان اهل الاصول عدوه في الاخبار الاحاد والخبر الواحد لا يقبل الا بنقل عدل والعدل ماخوذ في تعريفه الاسلام كما لا يخفى قال ابن عابدين في رد المحتار و في عدم اشتراط الاسلام نظر لانه ليس المراد هنا بالجمع العظيم ما يبلغ مبلغ التواتر الموجب للعلم القطعي حتى لايشترط له ذلك بل ما يوجب غلبة الظن كما ياتي و عدم اشتراط الاسلام له لا بدله من نقل صريح انتهىٰ (۳) و خبر التلغراف انمايتلقاه من مخبره من هو قائم بدق السلك و نقره فيخبربه من كان في الجانب الاخر بنقراته فيستنبط منها هذا الخبر و يكتبه و يؤديه الىٰ من ضرب له التلغراف وهؤلاء غالبهم من المخالفين لملة الاسلام (وثانيا) فلان الخبر المستفيض انمايكون حجة لكونه نقلا عن

(۱) کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید
(۲) کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید
(۳) رد المحتار کتاب الصوم ۲/ ۳۸۸ طبع سعید

قضاء القاضی و حکمہ کما قال ابن عابدین فی حاشیتہ علی الدران ہذہ الا ستفاضۃ لیس فیہا شہادۃ علی قضاء قاض ولا علی شہادۃ لکن لماکانت بمنزلۃ الخبر المتواتر وقد ثبت بہا ان اہل تلک البلدۃ صاموا یوم کذا لزم العمل بہا لان البلدۃ لا تخلو عن حاکم شرعی عادۃً فلا بد من ان یکون صومہم مبنیاً علی حکم حاکمہم الشرعی فکانت تلک الاستفاضۃ بمعنی نقل الحکم المذکور انتہی(۱) ولا یخفی علیکم ان ہذہ البلاد لیس فیہا حاکم شرعی ولا قاض فلا یکون الحکم المستفاد من التلغراف نقلاً عن قضاء القاضی و حکمہ بل انما ہو حکایۃ عن الرؤیۃ والا عتماد علیہا لا یجوز کما فی الدر لالو شہدوا برؤیۃ غیر ہم لانہ حکایۃ (۲) قال ابن عابدین فانہم لم یشہد وابا لرؤیۃ ولا علی شہادۃ غیر ہم وانما حکوارویۃ غیر ہم کذافی فتح القدیر قلت وکذا لو شہدوابرؤیۃ غیر ہم وان قاضی تلک المصر امر الناس بصوم رمضان لانہ حکایۃ لفعل القاضی ایضاً و لیس بحجۃ بخلاف قضائہ (۳) وقال فی البحر لو شہدجماعۃ ان اہل بلد کذار ؤ ا ہلال رمضان قبلکم بیوم فصا موا وہذا الیوم ثلاثون بحسابہم ولم یروا ہؤلاء الہلال لا یباح فطر غدو لا تترک التراویح ہذہ اللیلۃ لان ہذہ الجماعۃ لم یشہد وابا لرویۃ ولا علی شہادۃ غیرہم وانما حکوارویۃ غیر ہم (۴)(وثالثا) فقال ابن عابدین فی حواشیہ علی البحر اعلم ان المراد بالا ستفاضۃ تواتر الخبر من الواردین من بلدۃ الثبوت الی البلدۃ التی لم یثبت بہا لا مجرد الا ستفاضۃ انتہیٰ (۵) وَلا اظنکم شاکین ان الخبر المستفیض الحاصل بالتلغراف لا یکون من الواردین من بلدۃ ثبوت بل من جہۃ الکتاب المکتوب علی التلغراف المعہود بین اہلہ وقد ذکر الفقہاء ان کتاب شہادۃ لا یعول علیہ مالم یکن لہ شاہد ان عالمان بمافیہ من الشہادۃ فی الہدایۃ لا یقبل الکتاب الا بشہادۃ رجلین او رجل وامرأتین لان الکتاب یشبہ الکتاب فلا یثبت الا بحجۃ تامۃ وہذا لانہ ملزم فلا بدمن الحجۃ (۶)(ورابعاً) فلان العوام وان کانوا یثقون فی معاملا تہم بالتلغراف لکن الحکومۃ البرطانیۃ مع مخالفتہا للدیانۃ الاسلامیۃ لا تعتمد علیہ فی امرالشہادۃ و لعل ذلک بسبب احتمال تطرق الخطاء الیہ و عدم الانکشاف التام عن احوال الشہود بہ والتنقب عن کیفیۃ شہادتہم ہذا اذا کان

---

(۱) رد المحتار' کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید
(۲) الدر المختار' کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید
(۳) رد المحتار کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید
(٤) البحر الرائق' کتاب الصوم ۲/ ۲۹۰ طبع بیروت
(٥) منحۃ الخالق علی البحر الرائق' کتاب الصوم ۲/ ۲۹۱ طبع بیروت
(٦) الہدایۃ' کتاب ادب القاضی' باب کتاب القاضی الی القاضی ۳/ ۱۳۹ طبع مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

التلغراف زائد علی الخمسة الی العشرة واما اذا کان واحد فی هلال رمضان واثنین فی الفطر وقد غم الهلال فهل یکفی کفایة الواحد العدل فی رمضان والحرین العدلین فی الفطر وهل یقاس الکتاب المرسل بالبوسطة علی التلغراف فیما ذکر من الصور وهل ینزل امام المسجد الجامع او غیره منزلة القاضی فی القضاء بثبوت الهلال خاصة بتراضی المسلمین فی بلاد لا یوجد فیها الحاکم الشرعی ولا القاضی فما کان الحق عند کم افیدوه بالتی تطمئن بها القلوب و تثلج بها الصدور لیزول النزاع من البین و یتیسر العمل بالصحیح من القولین ولکم الحسنی و زیادة' کتبه عبدالحی خطیب جامع رنگون

(الجواب) اعلموا رحمنا الله و ایاکم ان فی الخبر التلغرافی وجوها من الشبهة الوجه الاول انه لایحصل العلم للمرسل الیه بان المرسل فی الواقع هو الذی اظهراسمه فی الخبر ام غیره فانه یمکن ان یذهب زید مثلا الی البوسطة و یقول للعامل ان ارسل من عمر والی فلان انی رایت الهلال لیلة الجمعة مثلا فیرسل العامل من غیر ان یستفسره من انك انت عمرو او رسوله او مفتر علیه وقد شاهدنامرارا ان الذی اظهر فی الخبر التلغرافی مرسلا لم یکن مرسلا وانما ارسل علی لسانه والوجه الثانی انه ربما یقع الغلط فی الفهم من العامل المرسل اوالعامل المرسل لدیه اوالمرسل الیه نفسه بانه یفهم الانشاء خبر الحذف اداة الانشاء او بوجه اخر والوجه الثالث ان المرسل الیه لا یحصل له العلم بعدالة المرسل والوجه الرابع ان المرسل ربما لا یذهب الی البوسطة بل یرسل مضمون الخبر مع خادمه الغیر العدل فهذه الوجوه وامثالها موجودة فی الخبر التلغرافی ولا یصح ان یحکم بقبول هذا الخبر مع وجود هذه الشبه فیه نعم لو فرض خلوه عن هذه الشبهات حکمنا بقبوله لکن من المعلوم ان خلوه من هذه الشبهات امر عسیرو تعدد الطرق غیر نافع فان الاحتما لات اللتی ذکرنا ها سالفا لا یدفعها التعدد وما لم تندفع عنه هذه الاحتمالات لا یکون هذا الخبر مع تعدد طرقه مستفیضا فان معنی الاستفاضة علی ما نقله العلامة الشامی عن الرحمتی ان تأتی من تلك البلدة (ای بلدة الرویة) جماعات متعد دون کل منهم یخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤیة (۱)ومن البین ان هذه الخبر وان کان بحسب الظاهر من المخبر المتعین المعلوم لکنه بحسب الواقع لیس کذلك لعدم الا من من تبدل المخبر کما قد علمت فهذا داخل تحت قول العلامة لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعه کما قد تشیع اخباریتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها (۲) واذا تقرر هذا فنقول ان المجوزین الحاکمین بقبول هذا الخبر لم یمعنوا النظر فی احواله'

(۱ - ۲) رد المحتار' کتاب الصوم ۲/ ۳۹۰ طبع سعید

و قولہم بانہ مستفیض ناش عن عدم التدبر فی معنی الا ستفاضۃ فان الاستفاضۃ کما قد علمت ان یجیئ الواردون بالخبر و یخبرون بہ اہل بلدۃ وردوہا وکانوا من المسلمین وہذا منتف فیما ہنا لک اما الا ستفاضۃ بمعنی الشیوع مطلقا فموجودۃ لکنہا لا تجد نفعاً اما قولہم انہ قد تعارف بین الناس التعویل علیہ فی معاملا تہم حتی فی الموت والولادۃ الخ فہذا ایضا لا یفید فان تعویل الناس علی امرٍ لیس بحجۃ شرعیۃ الا تری انہم یعولون فی معاملا تہم علی اخبار احاد الکفار من عبدۃ الاوثان وغیر ہم و یتیقنون باخبارہم مع ان خبر احاد الکفار غیر معتبر اتفاقاً و این غلبۃ الظن مع وجود الشبہات المذکورۃ ولو سلم ان الغلبۃ تحصل بہ لم ینفع فیما ہنالک فان الظن اذا کان ناشیا من المظان الشرعیۃ کان موجبا للعمل اما اذا کان ناشیا من المظان الغیر الشرعیۃ لم یعتد بہ مع کونہ اشد واقوی الا تری انہ لو کان فی البلد احد من الکفار امینا وصدوقا علما فی الصدق بحیث لایکذب اصلا فیخبر برؤیۃ الہلال لم یلتفت الی خبرہ مع حصول الظن الغالب بل الیقین ولم یہمل ہذا الخبر والشہادۃ مع وجود غلبۃ الظن الا لکون الظن بہ ناشیا عن المظان الغیر الشرعیۃ وأنت خبیر بان التلغراف مع وسائطہ لیس من المظان الشرعیۃ فلاینفع الظن الحاصل بہ ہذا واذا لم یعتمد علیہ مع تعدد طرقہ فکیف یجوز الاعتماد علیہ اذا کان واحدا او اثنین

اما الکتاب المرسل بالبوسطۃ فہو وان کان اقوی من التلغراف ایضاً غیر معتبر اذا لم یبلغ حد الشہرۃ اما اذا تعدد الکتب وزادت علی الخمسۃ و تیقن المرسل الیہ انہا مکتوبۃ بخط المرسل نفسہ و جزم بعدالتہ وکانت بلفظ یصلح للشہادۃ علی الرؤیۃ فینبغی ان یعتمد علیہا فان الشبہات اللتی فی الکتاب اقل منہا فی التلغراف و مع ذلک فلا نحکم بقبولہ جزما لان رعایۃ شروط القبول لا یتیسر لکل احدٍ- اما نزول امام الجامع او الخطیب مقام القاضی فی بلاد لیس فیہا حاکم شرعی بتراضی المسلمین فامر ثابت حق (۱) فان الامام اذا ارتضاہ المسلمون لاقامۃ امر دینہم یصلح ان ینوب عن السلطان کما فی امر الجمعۃ فان السلطان او نائبہ من شروط اقامتہا ومع ذلک حکم الفقہاء فی بلاد لیس فیہا حاکم شرعی ان الامام اذا اجتمع الناس علیہ وصلے بہم جاز وذلک لان الاہمال فی تلک المواضع یوجب ترک فریضۃ ہی من شعائر الاسلام

قال فی رد المحتار (۲) نقلا عن التتارخانیۃ واما بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۷ حاشیہ نمبر ۲
(۲) کتاب القضاء: ۵/۳۶۹ طبع سعید

للمسلمين اقامة الجمع - - - - - - - والاعياد و يصير القاضي قاضيابتراضي المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوا واليامسلما منهم انتهى و فيه نقلا عن الفتح واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كماهو في بعض بلاد المسلمين كقرطبة الأن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى قاضيا ويكون هو الذي يقضي بينهم وكذا ينصبوا امامايصلي بهم الجمعة انتهى ومن البين ان المسلمين اذا ولوا امرهم رجلا من المسلمين كان هذا مواضعة محضة فان تولية الامارة الحقيقية مع وجود سلطان كافر متغلب ليست بممكنة ولما صحت تولية الامارة من المسلمين فاولىٰ ان تصح عنهم تولية القضاء و دلت عبارة التتارخانية على الصحة هذا والله اعلم بالصواب و اليه المرجع والمآب كتبه الراجي رحمة مولاه كفاية الله الشاهجهانفوري مدرس مدرسة الامينية الدهلويه

(ترجمہ) علمائے شرع متین (خدا تعالیٰ آپ کے علوم سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے) اس اختلاف میں کیا فرماتے ہیں جو آج کل ہمارے علماء میں دربارہ رویت ہلال رمضان و عید ہو رہا ہے اور وہ یہ کہ جب کسی وجہ سے کسی شہر میں رویت ہلال نہ ہو اور دوسرے مقامات سے جن کے مطالع اس شہر کے مطالع سے مختلف یا متفق ہوں ایک شخص یا چند شخصوں کے پاس پانچ سے دس تک تار آجائیں جن میں یہ لکھا ہو کہ ہم نے چاند دیکھا یا ہمارے یہاں چاند دیکھا گیا یا اور کوئی اصطلاحی لفظ ذکر کیا گیا ہو مثلاً طرفین نے یہ اصطلاح مقرر کرلی ہو کہ جب رؤیت ہلال کی خبر دینی ہوگی تو ہم لفظ بغداد تار میں لکھ دیا کریں گے تاکہ تبدیل و تخلیط کا احتمال نہ رہے۔

تو ایسے تاروں کے اعتبار کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہو رہا ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا تار خبر معتبر ہے کیونکہ یہ خبر مستفیض ہے اور خبر مستفیض رویت ہلال کے بارے میں قابل اعتبار ہے در مختار میں ہے (ہاں جب کہ کسی شہر میں خبر مستفیض ہو جائے تو وہاں کے لوگوں کو (روزہ) مذہب کی صحیح روایت پر لازم ہو جائے گا انتہی) اور علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا ہے (ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ کسی شہر میں خبر جب مستفیض اور متحقق ہو جائے تو ان پر بلدہ رویت کا حکم لازم ہو جائے گا انتہی) اس کے علاوہ لوگوں میں تار کی خبر امور مہمہ میں معتبر سمجھی جاتی ہے موت اور ولادت میں اس کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ متعدد طریقوں سے حاصل ہو اور غالب ظن پر عمل واجب ہے اور علماء کا دوسرا فریق اس کا مخالف ہے اور کہتا ہے کہ یہ خبر باوجود مستفیض شائع تسلیم کئے جانے کے چند وجوہ غیر معتبر ہے (۱) یہ کہ خبر مستفیض میں مخبرین کا مسلمان ہونا شرط ہے

ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کے اعلان کے متعلق علمائے ہند کا اجتماعی فیصلہ کتاب الحظر والاباحہ سولہویں باب میں دیکھو

کیونکہ اہل اصول نے اس کو اخبار احاد میں شمار کیا ہے اور اخبار احاد کے مقبول ہونے کے لئے ناقلین کا عادل ہونا ضروری ہے اور عادل کی تعریف میں اسلام بھی داخل ہے اور یہ سب ظاہر ہے علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں کہتے ہیں (کہ مستفیض میں اسلام مخبرین کا شرط ہونا محل نظر ہے کیونکہ یہاں جمع عظیم سے وہ جمع عظیم مراد نہیں ہے جو حد تواتر تک پہنچ جائے اور علم قطعی کا فائدہ دے اور اس میں اسلام کی شرط نہ ہو بلکہ صرف اس قدر مراد ہے کہ غلبہ ظن حاصل ہو جائے جیسا کہ قریب آئے گا اور ایسی صورت میں بھی اسلام کی شرط نہ ہونے کے لئے کوئی نقل صریح ضروری ہے انتہی اور تار خبر اصل مخبر سے وہ تار بابو لیتا ہے جو تار دینے پر متعین ہے اور دوسری جانب کے تار بابو کو خبر دیتا ہے اور وہ اسے حاصل کر کے ایک کاغذ پر اس شخص کے حوالہ کرتا ہے جو اسے مکتوب الیہ تک پہنچا دے اور یہ تمام واسطے بسا اوقات غیر مسلم ہوتے ہیں (۲) دوسرے یہ کہ یہ خبر مستفیض کا حجت ہونا بھی اس بنا پر تھا کہ وہ قضاء قاضی کی نقل ہوتی تھی جیسا کہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں (کہ اس استفاضہ میں نہ تو شہادت علی القضاء ہے نہ شہادت علی الشہادت لیکن چونکہ وہ بمنزلہ خبر متواتر کے ہے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں روز روزہ رکھا گیا تو اس پر عمل لازم ہو گیا کیونکہ اکثری طور پر شہر حاکم شرعی سے خالی نہیں ہوتے تو ضروری ہے کہ شہر والوں کا روزہ ان کے حاکم کے حکم سے ہوا ہو گا یہ استفاضہ درحقیقت حکم حاکم کی نقل ہے انتہی) اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ہمارے ان شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی موجود نہیں پس تار خبر باوجود استفاضہ کے قضاء قاضی کی نقل نہیں ہوئی بلکہ محض حکایت رویت ہوئی اور حکایت رویت پر اعتماد جائز نہیں در مختار میں ہے (اگر لوگ محض دوسروں کی رویت بیان کریں تو یہ ناقابل اعتبار ہے کیونکہ محض حکایت ہے) اور علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں (کیونکہ نہ انہوں نے رویت کی شہادت دی اور نہ شہادت پر شہادت دی بلکہ صرف رویت کی حکایت کی ہے کذا فی فتح القدیر۔ میں کہتا ہوں ایسی ہی یہ صورت ہے کہ وہ شہادت دیں کہ لوگوں نے چاند دیکھا اور اس شہر کے قاضی نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم کیا کیونکہ یہ بھی فعل قاضی کی حکایت ہے اور حجت نہیں بخلاف قضاء قاضی کے اور بحر میں ہے کہ اگر ایک جماعت نے گواہی دی کہ فلاں شہر والوں نے چاند رمضان کا تم سے ایک روز قبل دیکھا تھا اور روزہ رکھا تھا اور آج ان کے حساب سے تیس تاریخ ہے اور ان لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو ان کو جائز نہیں کہ یہ کل روزہ نہ رکھیں اور نہ اس رات کی تراویح چھوڑی جاوے کیونکہ جماعت مذکورہ نے رویت کی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ نہیں دی ہے بلکہ صرف حکایت رویت کی ہے) (۳) یہ کہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں (جاننا چاہئے کہ استفاضہ سے یہ مراد ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے وہاں کی رویت بیان کریں نہ صرف کیف ما اتفق خبر کا پھیل جانا انتہی) اور اس میں آپ کو شک نہ ہوگا کہ تار خبر ایسی نہیں ہے یعنی جو بلدہ رویت سے بکثرت آنے والوں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو بلکہ وہ اس کاغذ یا خط کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے جو کہ تار کی اصطلاح معہود کے

ذریعہ سے لکھا اور بھیجا جاتا ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ کتاب شہادت اسوقت تک معتبر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے لئے دو گواہ اسے جاننے والے نہ ہوں ہدایہ میں ہے (کہ کتاب یعنی خط جب تک کہ اس پر دو گواہ مرد یا ایک مرد دو عورتیں نہ ہوں مقبول نہیں کیونکہ خط خط کے مشابہ ہو تا ہے پس بغیر حجت تامہ کے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ اس لئے کہ وہ ملزم ہے اور الزام بغیر حجت کے نہیں ہو تا ۔(۴) اگرچہ عوام اپنے معاملات میں تار خبر کا اعتبار کرتے ہیں لیکن برٹش گورنمنٹ باوجود غیر مسلم ہونے کے شہادت میں تار کا اعتبار نہیں کرتی اور شاید اس کا منشاء یہی ہے کہ تار میں تطرق خطا کا احتمال موجود ہے اور گواہوں کی حالت پوری طور پر منکشف نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت شہادت کی چھان بین نہیں ہو سکتی۔

یہ تمام کلام اس تقدیر پر ہے کہ تار پانچ سے زیادہ دس تک ہوں لیکن اگر صرف ایک تار ہو تو وہ رمضان کے چاند کے ثبوت کے لئے اور دو ہوں تو عید کے چاند کے ثبوت کے لئے ایک گواہ عادل یا دو گواہوں عادل کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور ڈاک کے ذریعہ سے بھیجا ہوا خط تار پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور جن شہروں میں حاکم شرعی اور قاضی نہیں ہے ان میں امام جامع مسجد یا اور کوئی شخص حکم ثبوت ہلال میں قائم مقام قاضی کے ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں جو بات حق ہو اس کو ایسے طور پر بیان فرمائیں کہ قلوب مطمئن ہو جائیں اور باہمی نزاع مرتفع ہو جائے اور صحیح قول پر عمل کرنے میں آسانی ہو۔

ولکم الحسنی و زیادۃ کتبہ عبدالحی خطیب جامع رنگون

(الجواب)(ترجمہ) جان لو (خدا تعالیٰ ہم پر اور تم پر رحمت نازل فرمائے) کہ تار خبر میں کئی قسم کے شبہات ہیں اول یہ کہ مکتوب الیہ کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ تار بھیجنے والا فی الواقع وہی شخص ہے جس کا نام تار میں ظاہر کیا گیا ہے یا کوئی دوسرا کیونکہ ممکن ہے کہ مثلاً زید تار آفس میں جاکر تار بابو سے کہے کہ عمرو کی طرف سے فلاں شخص کو یہ تار بھیج دے کہ میں نے جمعہ کی رات میں چاند دیکھا ہے اور تار بابو اس مضمون کا تار بغیر دریافت اور تحقیق کے روانہ کر دے کہ آیا تم خود عمرو ہو یا اس کے قاصد ہو یا اس پر بہتان باندھنے والے ہو اور اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ جس شخص کا نام تار بھیجنے والے کی حیثیت میں ظاہر کیا گیا وہ خود بھیجنے والا نہ تھا بلکہ اس کی طرف سے کسی دوسرے نے بھیج دیا تھا دوم یہ کہ تار دینے والے بابو یا تار لینے والے بابو یا خود مرسل الیہ سے غلطی ہو جائے کہ وہ انشاء کو خبر سمجھ لے یا اور کسی وجہ سے غلطی واقع ہو جائے سوم یہ کہ مرسل الیہ کو مرسل کی عدالت کا علم حاصل نہیں ہوتا چہارم یہ کہ تار دینے والا بسا اوقات خود تار آفس کو نہیں جاتا بلکہ مضمون خبر اپنے ملازم غیر عادل کے ذریعہ سے تار آفس کو بھیج دیتا ہے پس یہ اور اسی قسم کی بہت سی وجوہ شبہ تار خبر میں موجود ہیں اور ان شبہات کے ہوتے ہوئے اس کے مقبول ہونے کا حکم دینا صحیح نہیں ہاں اگر یہ خبر ان شبہات سے خالی فرض کرلی جائے تو اس کے قبول

کرنے کا حکم دینا ممکن ہے لیکن یہ معلوم ہے کہ اس کا ان شبہات سے خالی ہونا ایک دشوار امر ہے اور تعدد طرق کچھ نافع نہیں کیونکہ یہ احتمالات جو ہم نے ذکر کئے تعدد طرق سے مندفع نہیں ہوتے اور جب تک کہ یہ احتمالات دفع نہ ہوں اس وقت تک یہ خبر باوجود تعدد طرق کے جب تک کہ حد تواتر کو نہ پہنچے مستفیض نہیں ہو سکتی کیونکہ جیسا علامہ شامی نے رحمتی سے نقل کیا ہے استفاضہ کے معنی یہ ہیں کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے یہ بیان کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خبر اگرچہ بظاہر ایک مخبر معلوم متعین کی جانب سے حاصل ہوئی ہے لیکن واقع میں ایسی نہیں ہے کیونکہ مخبر کے تبدل کا احتمال موجود ہے جیسا کہ تم اوپر معلوم کر چکے ہو پس یہ صورت علامہ شامی کے اس قول کے ذیل میں داخل ہے (کہ مجرد شیوع کا اعتبار نہیں ہے کہ شائع کنندہ کا علم نہ ہو جیسا کہ بعض خبریں ایسی پھیل جاتی ہیں کہ تمام شہر والوں کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں اور اصل شائع کنندہ کا پتہ نہیں چلتا) جب کہ یہ بات ثابت ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے تار خبر کے اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے اس کے حالات کو بنظر غور نہیں دیکھا ان کا یہ کہنا کہ یہ خبر مستفیض ہے استفاضہ کے معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ استفاضہ سے مراد یہ ہے کہ بلدہ رویت سے بکثرت آنے والے خبر رویت کو بیان کریں اور جس شہر میں آئے ہیں اس کے لوگوں کو رویت کی خبر دیں اور مسلمان بھی ہوں اور یہ بات تار کی خبر میں منتفی ہے ہاں استفاضہ بمعنی مطلق شیوع پایا جاتا ہے لیکن وہ نافع نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ لوگ اس خبر کا اپنے معاملات حتی کہ موت اور ولادت میں اعتبار کرتے ہیں الخ یہ بھی مفید نہیں کیونکہ لوگوں کا کسی شے پر اعتبار کر لینا حجت شرعیہ نہیں ہے آپ کو معلوم نہیں کہ لوگ اپنے معاملات میں احاد کفار کی خبروں پر اعتبار کر لیا کرتے ہیں خواہ وہ بت پرست ہوں یا اور کوئی اور ان کی خبروں پر یقین کر لیتے ہیں حالانکہ کفار کی خبر دیانات میں اتفاقاً ناقابل اعتبار ہے اور غلبہ ظن باوجود ان شبہات محتملہ کے کس طرح حاصل ہو سکتا ہے اور اگر غلبہ ظن کا حصول تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم نافع نہیں کیونکہ عمل اسی غلبہ ظن پر واجب ہوتا ہے جو مظان شرعیہ سے حاصل ہو اور اگر غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہو تو خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو معتبر نہیں ہوتا دیکھو اگر شہر میں کوئی کافر اعلیٰ درجہ کا صادق اور امانتدار ہو اور اپنی سچائی میں ایسا مشہور ہو کہ کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور وہ رویت ہلال کی خبر دے تو باوجودیکہ اس کی خبر سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے گا لیکن ہرگز اس کی طرف التفات اور توجہ نہ کی جائے گی اور یہ کیوں صرف اس لئے کہ یہ غلبہ ظن مظان غیر شرعیہ سے حاصل ہوا ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ ٹیلی گراف مع اپنے تمام وسائط کے مظان شرعیہ میں داخل نہیں ہے پس اس سے حاصل ہونے والا غلبہ ظن مفید نہیں اور جب کہ یہ خبر باوجود تعدد طرق کے ناقابل اعتبار ہے تو صرف ایک یا دو طریقوں سے حاصل ہونے کی صورت میں کیسے معتبر ہو سکتی ہے اور خطوط جو ڈاکخانہ کے ذریعے سے آتے ہیں وہ اگرچہ تار سے قوی ہیں پھر بھی غیر معتبر ہیں جب تک کہ حد شہرت کو نہ

پہنچیں ہاں اگر متعدد طریقوں سے حاصل ہوں اور پانچ سے زیادہ ہو جائیں اور مرسل الیہ کو اس امر کا یقین ہو جائے کہ بھیجنے والے کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور اس کی عدالت کا بھی یقین ہو جائے اور ایسے الفاظ سے لکھے گئے ہوں جن میں شہادت رویت کی صلاحیت ہو تو مناسب ہے کہ (صرف مرسل الیہ کے لئے) ان پر اعتماد کر لیا جائے کیونکہ خطوط میں جو شبہات ہیں وہ تار کے شبہات سے کم ہیں اور باوجود اس کے ہم یہ حکم نہیں کرتے کہ یقیناً یہ مقبول ہیں کیونکہ شروط کی رعایت ہر شخص کے لئے آسان نہیں اور امام جامع مسجد یا خطیب کا ایسے شہروں میں قاضی کے قائم مقام ہو جانا جہاں حاکم شرعی نہ ہو ثابت اور حق ہے کیونکہ جس امام کو تمام مسلمان اپنے امور دینیہ کی اقامت کے لئے پسند کر کے مقرر کر لیں وہ سلطان کا نائب ہو جانے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسا کہ جمعہ میں ہوا ہے کہ سلطان یا اس کا نائب جمعہ کی شروط میں داخل تھا باوجود اس کے فقہاء نے حکم دیدیا کہ جس جگہ حاکم شرعی نہ ہو جب وہاں مسلمان کسی شخص کو اتفاقاً اپنا امام بنالیں اور وہ جمعہ پڑھاوے تو جائز ہے اور یہ اس لئے کہ ایسے مقامات میں اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو ایک ایسا فرض جو شعائر اسلام میں سے ہے چھوٹ جاتا ہے رد المحتار میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے واما بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والا عیاد و یصیر القاضی قاضیاً بتراضی المسلمین فیجب علیھم ان یلتمسوا والیا مسلما منھم انتھی اور اسی میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منہ کما ھو فی بعض بلاد المسلمین کقرطبۃ الان یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منھم یجعلونہ والیا فیولی قاضیا ویکون ھو الذی یقضی بینھم وکذا ینصبوا اماماً یصلی بھم الجمعۃ انتھی اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مسلمان کسی شخص کو اپنا والی بنائیں گے تو یہ محض ایک قرارداد ہوگی ورنہ یہ ناممکن ہے کہ سلطان کافر متغلب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حقیقی والی بنالیں تو جب کہ مسلمانوں کا کسی شخص کو والی بنالینا جائز ہے تو قاضی بنالینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا اور تاتارخانیہ کی عبارت اس کی صحت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ شاہجہانپوری صدر مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (مہر)

الجواب صحیح۔ بندہ ضیاء الحق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، الجواب صحیح۔ محمد قاسم مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ انظار حسین مدرس مدرسہ امینیہ دہلی، ما احسن الجواب۔ بندہ محمد امین الدین مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ بندہ محمود صدر مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح۔ محمد عبدالغفور مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

دوسرا باب
قضاو کفارہ

بلا عذر روزہ نہ رکھنے والا فاسق اور منکر کافر ہے

(سوال) زید مسلمان نے رمضان المبارک میں عام دعوت کی اور بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھا اور بعض کا روزہ تڑوادیا اور حقہ اور پان مہمانوں کو علانیہ طور پر کھلایا صبح سے شام تک کھانا کھلانا اور تقسیم کرنا جاری رہا شہر میں اس کا بہوا چرچا ہوا اور اہل ہنود نے بھی طعن کیا اور یہ بھی کہا کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں ہے ایسا شخص فاسق ہے یا کافر ؟ اور السلام علیک اسے کرنا چاہئے یا نہیں ؟ بیعت اس کے ہاتھ پر مسلمان کریں یا نہ کریں اور پہلے جس جس مسلمان نے بیعت کی تھی وہ باقی ہے یا ٹوٹ گئی اور جس مسلمان نے روزہ رکھ کر دوپہر یا عصر کے وقت بسبب غلبہ بھوک و پیاس کے روزہ توڑ دیا اس پر کیا حکم ہے اور توبہ ایسے شخص کی اعلان سے ہو یا تنہائی میں درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۵٦) جو شخص بغیر کسی عذر کے روزہ نہ رکھے وہ فاسق ہے(۱) اور رکھ کر توڑ ڈالے اس پر قضاو کفارہ دونوں واجب ہیں اذا اکل متعمداً ما یتغذی به او یتد اوی به یلزمه الکفارة (هندیه ص ۲۱۸ ج ۱)(۲) اور جو شخص یہ کہے کہ رنج و غم میں روزہ فرض نہیں وہ شخص کافر ہے(۳) ایسے شخص کی بیعت گزشتہ فسخ ہو گئی اور آئندہ اس سے بیعت کرنا حرام ہے اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے بھی روزہ پورا نہ ہو سکے تو بھی رمضان المبارک میں کھانا پینا شام تک ممنوع ہے تو بلا عذر کھلم کھلا کھانے پینے کا جرم عظیم ہونا ظاہر ہے وکذا من وجب علیه الصوم فی اول النهار لوجود سبب الوجوب والاهلیة ثم تعذر علیه المضی فیه بان افطر متعمداً واصبح یوم الشك مفطرا ثم تبین انه من رمضان او تسحر علی ظن ان الفجر لم یطلع ثم تبین انه طالع فانه یجب علیه الامساك فی بقیة الیوم تشبهاً بالصائمین کذافی البدائع فی فصل حکم صوم الموقت (هندیه ص ۲۲۸ ج ۲)(۴) اور ان لوگوں کی توبہ بھی اسی اعلان کے ساتھ ضروری ہے۔

---

(۱) اعلم ان الفرض حتی یکفر جاحده و یفسق تارکه بلا عذر (رد المحتار کتاب الاضحیة ٦/۳۱۳ سعید)
(۲) کتاب الصوم الباب الرابع النوع الثانی یوجب القضاء والکفارة ۱/۲۰۵ مکتبه رشیدیه کوئٹه)
(۳) اعلم ان صوم رمضان فریضة لقوله تعالیٰ : کتب علیکم الصیام و علی فرضیة انعقد الاجماع ولهذا یکفر جاحده (هندیة کتاب الصوم ۱/۲۱۱ شرکت علمیه ملتان)
(٤) کتاب الصوم المتفرقات ۱/۲۱٤ مکتبه رشیدیه کوئٹه)

کفارہ کے روزے اگر چاند کے حساب سے رکھے
تو دو ماہ ضروری ہے اگرچہ ساٹھ سے کم ہو

(سوال) روزہ رمضان کے کفارہ میں دو مہینے پے در پے روزہ چاند کی پہلی تاریخ سے شروع کرے تو دو مہینے چاند کے حساب سے کافی ہیں یا دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے رکھنا ضروری ہے ؟

(جواب ۲۵۷) اگر چاند دیکھ کر کفارہ رمضان کے روزے رکھے جائیں تو ساٹھ روزے پورے کرنا ضروری نہیں بلکہ پورے دو مہینے کے روزے رکھنا کافی ہے خواہ وہ ساٹھ ہوں یا ساٹھ سے کم ہوں وان لم يجد المظاهر ما تعتق صام شهرين ولو ثمانية و خمسين بالهلال والا فستين يوماً متتابعين وكذا كل صوم شرط فيه التتابع (۱)(درمختار ملتقطا) قوله وكذا كل صوم الخ ككفارة قتل اوافطار الخ (رد المحتار) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) قضاء روزوں کی اس طرح نیت "میرے ذمے جتنے قضاء روزے ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں" صحیح ہے
(۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو وہ ہر روزے کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دے سکتا ہے

(سوال) (۱) قضا روزوں کی نیت اس طرح کرنا کہ میرے ذمہ جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ رکھتا ہوں صحیح ہے یا نہیں ؟ (۲) جس شخص میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے کا کفارہ بصورت غلہ یا نقد ادا کر سکتا ہے یا نہیں اگر ادا کر سکتا ہے تو کس طرح ادا کرے ۔ المستفتی نمبر ۱۳۰۴ امانت علی صاحب (روڑکی ضلع سہارنپور) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ م ۲۱ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۸) (۱) قضا روزوں کی یہ نیت درست ہے کہ میرے جتنے روزے قضا ہیں ان میں سے پہلا روزہ قضا رکھتا ہوں (۳) (۲) کفارہ کے روزے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان کا کفارہ بصورت نقد یا بصورت غلہ ادا کرنا جائز ہے (۴) ساٹھ روزوں کے کفارہ کا غلہ فی روزہ پونے دو سیر گیہوں کے حساب سے ادا کیا جائے یا اتنی مقدار کی قیمت دی جائے (۵) ایک روزہ توڑنے کا کفارہ گیہوں کی صورت میں ایک

(۱) باب الكفارة ۳/۴۷۵ طبع سعيد
(۲) باب الكفارة' ۳/۴۷۶ طبع سعيد
(۳) كثرت الفوائد نوى اول ظهر علية' او آخره (الدر المختار' كتاب الصلاة' باب قضاء الفوائت ۲/۷۶ سعيد)
(۴) و كفر ككفارة المظاهر' قوله' ككفارة المظاهر' و كفر اى مثلها فى الترتيب' فيعتق اولا. فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع اطعم ستين مسكينا' لحديث الاعرابى المعروف فى الكتب الستة الخ (رد المحتار' كتاب الصوم' مطلب فى الكفارة ۲/۴۱۲ سعيد)
(۵) وان عجز عن الصوم اطعم ستين مسكينا كالفطرة' قوله كالفطرة اى نصف صاع من براو صاع من تمراو شعير (ردالمحتار' باب الكفارة ۳/۴۷۸ سعيد)

من ۲۵ سیر گیہوں ہوئے ادائیگی کی صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک دن پونے دو سیر پونے دو سیر گیہوں دے دیئے جائیں یا ایک مسکین کو ہر روز پونے دو سیر گیہوں دے دیئے جائیں ساٹھ دن تک دیتے رہیں(۱) مجموعی قیمت کسی مدرسہ کو بھیجیں تو اس میں بھی تصریح کردیں کہ یہ کفارہ کی رقم ہے تاکہ قاعدہ کے موافق صرف کی جاسکے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا بعد میں چاند ہونے کی تحقیق ہو جائے تو قضاء ضروری ہے

(سوال) صوبہ بمبئی میں ۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ یوم جمعرات بعد نماز مغرب عام طور پر چاند نہیں دیکھا گیا چنانچہ صوبہ بمبئی میں سنیچر کے روز روزہ رکھا گیا سات یوم کے بعد احمد آباد جو تقریباً ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے اور جام نگر جو تقریباً ایک ہزار میل کے فاصلے پر ہے وہاں کی اطلاع دو عینی شہادت پر مبنی تھی موصول ہوئی اور جمعیۃ العلماء بمبئی نے بلا حدود قائم کئے ہوئے فتویٰ جاری کیا کہ ایک روزہ قضا رکھا جائے اور چاند ۲۹ شعبان کا مانا جائے لہذا ایک ورق اشتہار منسلک تحریر ہذا بنابر تحقیق و صدور فتویٰ ارسال ہے براہ کرم مطلع فرمائیں کہ ہم اس روزہ کی قضا کریں یا نہیں اور یہ ہم پر واجب ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۱۴۴ عبدالرحمن میمن باندرہ (بمبئی) ۲۱ شوال ۱۳۵۶ھ م ۲۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۹) ہاں ثبوت رؤیت کے بعد ایک روزہ کی قضا واجب ہے اور اشتہار مطبوعہ میں جو حکم دیا گیا ہے وہ صحیح ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بوس و کنار سے انزال ہو جائے تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) اگر کوئی شخص روزے میں جان بوجھ کر عورت یا مرد سے لپٹ جائے اور اس کو شہوت ہو اور انزال ہو جائے تو روزہ کی قضا واجب آئی یا کفارہ بھی ؟

(جواب ۲۶۰) اس صورت میں روزے کی قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) قے ہوئی تو اس خیال سے کہ اب روزہ نہ رہا پانی پی لیا تو صرف قضا ضروری ہے !

(۱) کماجاز لو اطعم واحد استین یوما (تنویر الابصار' باب الکفارات ۳/۴۷۹ سعید)

(۲) فیلزم اهل المشرق برزیة اهل المغرب اذا ثبت عندهم رؤیة اولئك بطریق موجب کما مر الخ (الدر المختار' کتاب الصوم' ۲/۳۹۴ طبع سعید)

(۳) وکذا فی تقبیل الامة' والغلام' و تقبیلها زوجها اذا رات بللاً' وان وجدت لذة ولم تر بللاً فسد عند ابی یوسف الخ (هندیة' کتاب الصوم' الباب الرابع فی ما یفسد ومالایفسد ۱/۲۰۴ مکتبه رشیدیه' کوئٹه)

(۲) پیٹ میں تکلیف کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو صرف قضا لازم ہے!
سوال) (۱) ہیضہ پھیلا ہوا تھا ایک شخص کو قے اور دست آنے لگے رمضان شریف کا مہینہ تھا وہ روزہ سے تھا جب قے آئی تو وہ شخص یعنی مریض خود اور اس کے پاس والوں نے یہ سمجھا کہ اب روزہ ٹوٹ گیا ہے مریض نے پانی مانگا لوگوں نے پانی پلا دیا اب اس کے ذمے کفارہ اور قضا دونوں ہیں یا صرف قضا ؟(۱)
(۲) اسی طرح ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا وہ رمضان شریف میں روزے سے تھا لوگوں نے اس کو مجبور کر کے دوا پلا دی حالانکہ وہ انکار کر رہا تھا گھر والوں نے کہا کہ جو کچھ کفارہ کے بدلے میں فدیہ دینا ہوگا ہم دے دیں گے اب اس پر قضا و کفارہ دونوں ہیں یا صرف قضا[۲] ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد
جواب ۲۶۱) دونوں کے ذمے صرف قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسویں کو غروب سے پہلے چاند دیکھ کر افطار کیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں
سوال) امسال رمضان شریف کی تیسویں تاریخ کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے چاند نکل آیا تھا بعض جاہلوں نے چاند دیکھتے ہی فوراً روزہ افطار کر لیا ان پر اس دن کی صرف قضا ضروری ہے یا قضا و کفارہ دونوں ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور
جواب ۲۶۲) جن لوگوں نے غروب سے پہلے افطار کر لیا ان پر قضاء و کفارہ دونوں واجب ہیں(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
اعتکاف

معتکف کا ٹھنڈک کے لئے غسل کی خاطر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں
سوال) معتکف کو محض تبرید اور دفع گرمی کی وجہ سے غسل خانہ مسجد میں غسل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
جواب ۲۶۳) معتکف کو محض تبرید اور دفع گرمی کے واسطے غسل خانہ مسجد میں جو خارج مسجد ہوتا ہے جانا درست نہیں اگر جائے گا تو اس کا اعتکاف جاتا رہے گا ثم ان امکنه الاغتسال فی المسجد

....

(۱) وكذا لو ذرعه القئ و ظن انه يفطره فافطر' فلا كفارة عليه' لوجود شبهة الاشتباه فان القئ والا ستسقاء شابهان الخ (رد المحتار' كتاب الصوم ۲ / ۲ ۰ ٤ طبع سعيد)
(۲) و مفطر لو مكرها' او خطاء' و صبى بلغ' و كافر اسلم' و كلهم يقضون الخ (الدر المختار' كتاب الصوم ۲/ ٤۰۸ طبع سعيد)
(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۱۳ حاشیہ نمبر ا

من غیر ان یتلوث المسجد فلا باس والا فیخرج و یغتسل و یعود الی المسجد (عالمگیری ص ۲۲۶ ج ۱)(۱) اور یہ حکم غسل واجب کا ہے کہ اس کے لئے بھی نکلنا اس شرط سے جائز ہے کہ مسجد میں کوئی برتن وغیرہ رکھ کر اس میں غسل نہ کر سکے اور اگر کوئی ٹب یا لگن ایسی میسر ہو کہ اس میں غسل کرنے سے مسجد ملوث نہ ہوتی ہو تو غسل واجب بھی مسجد میں ہی کرنا ضروری ہے

(۱) معتبر شہادت سے معلوم ہو جائے کہ انتیس کو چاند ہو گیا تھا تو اعتکاف اسی حساب سے شروع کریں
(۲) معتکف کو جمعہ کی نماز کے لئے جانا
(۳) معتکف کو سگریٹ یا حقہ پینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں
(۴) معتکف اگر مریض دیکھنے کے لئے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا
(۵) اعتکاف کے دوران تلاوت 'نماز اور درود شریف بہترین اشغال ہیں

(سوال) (۱) مظفر نگر کی رویت ہلال سے روزہ سہ شنبہ کا ہوا کیا اسی حساب سے اعتکاف شروع کیا جائے؟
(۲) اگر معتکف کسی ایسے موضع کی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں جمعہ نہیں ہوتا تو کیا وہ جمعہ پڑھنے کے لئے قصبہ میں یا کسی ایسے قریبی مقام پر جا سکتا ہے جہاں جمعہ بھی ہوتا ہو' یا کیا حکم ہے یا اس جمعہ کا وجوب ہی نہیں ہوتا یا کسی ایسی جگہ اعتکاف کرنا چاہئیے جہاں جمعہ ہوتا ہو یا کیا بہر حال افضلیت بھی ظاہر فرمادی جائے (۳) معتکف اگر حقہ یا سگریٹ کا عادی ہے' وہ مسجد سے باہر اس ضرورت کو رفع کرنے کے لئے جا سکتا ہے یا نہیں یا مسجد ہی کے بیرونی فرش پر اس صورت سے کہ حقہ باہر رکھا ہو اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے' یا حقہ پینے کی اسے قطعاً اجازت نہیں (۴) معتکف طبابت پیشہ ہے اور کسی ایسے اہم اور ضروری مریض کو وہ دیکھنے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا نہیں خصوصاً جب کہ وہاں کوئی دوسرا شخص اس کام کو کرنے والا نہ ہو' یا مریض کا دوسرے پر اطمینان نہ ہو (۵) معتکف کو دوران اعتکاف میں زیادہ تر کس ورد کو کرنا چاہئیے یا کثرت تلاوت کافی ہو گی' یا کوئی خاص دعا جس کا ورد رکھا جانا نافع ہو۔ المستفتی نمبر ۱۲۴۸ حکیم محمود الحسن صاحب مظفر نگر ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۴) (۱) پیر کے پہلے روزے یعنی اتوار کی رویت کی خبریں اب اتنی جگہ سے آگئی ہیں کہ ان سے ظن غالب حاصل ہو گیا ہے کہ اتوار کی رویت درست اور پیر کا پہلا روزہ صحیح ہوا اس لئے اگرچہ یہاں سہ شنبہ کا پہلا روزہ ہوا ہے اور ابھی تک اتوار کی رویت کا حکم عام نہیں دیا گیا مگر اعتکاف شروع

(۱) کتاب الصوم' الباب السابع فی الاعتکاف ۱/۲۱۳ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ

کرنے میں احتیاط یہ ہے کہ اتوار کی رویت کے حساب سے شروع کیا جائے (۱)
(۲) اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا بہتر ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو (۲) اگر ایسے گاؤں میں اعتکاف کیا جائے کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تو معتکف کو دوسرے قصبہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہو جانا جائز نہیں مقامی مسجد جامع میں جمعہ کے لئے جانا جائز ہے (۳)
(۳) حقہ اور سگریٹ مسجد میں بیٹھ کر پینا جائز نہیں اور معتکف کے لئے مسجد سے باہر جانا بھی جائز نہیں اگر معتکف ان چیزوں کا عادی ہے تو اسے مدت اعتکاف میں ان چیزوں کو ترک کر دینا چاہئیے (۴)
(۴) مریض کو دیکھنے کے لئے معتکف مسجد سے باہر نہیں جا سکتا یعنی اگر ضرورۃً جانا پڑے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور ضرورت کی وجہ سے ابطال اعتکاف کا گناہ نہ ہوگا (۵)
(۵) تلاوت 'نماز' درود شریف بہترین اشغال ہیں (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

شب قدر مقامی روزوں کے حساب سے سمجھی جائے

(سوال) دہلی میں اتوار کا روزہ ہوا ہے اور دوسرے بعض مقامات پر ہفتہ کا' تو شب قدر یہاں کے روزوں کے حساب سے شمار کی جائے گی یا دوسرے مقامات کے بیسویں روزہ اکیسویں شب یا انیسویں روزہ اور بیسویں شب۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۶۵) یہاں کے حساب سے ہی شب قدر سمجھی جائے اور اگر کوئی احتیاطاً دوسری جگہ کی رویت کا حساب کر کے ان راتوں کو بھی جاگے اور عبادت کرے تو بہتر ہے (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

---

(۱) یعنی اعتکاف ۲۰ تاریخ کی شام سے شروع ہوتا ہے تو پیر کو پہلے روزہ کے حساب سے ۲۰ تاریخ سے اعتکاف کیا جائے اگرچہ مقامی روزہ کے اعتبار سے انیسویں تاریخ بن جائے فقط

(۲) واما افضل الاعتکاف ففی المسجد الحرام' ثم فی مسجدہ ' ثم فی المسجد الاقصی' ثم فی الجامع قیل' اذا ان یصلی فیہ' بجماعۃ فان لم یکن' ففی مسجدہ افضل' لئلا یحتاج الی الخروج' ثم ما کان اهلہ اکثر (رد المحتار' کتاب الصوم' باب الاعتکاف ۲/۴۴۱ سعید)

(۳) و حرم علیہ الخروج الا لحاجۃ الانسان طبعیۃ کبول' و غائط' او شرعیۃ' کعید' واذان لو مؤذنا' و باب المنارۃ خارج المسجد' و الجمعۃ وقت الزوال الخ (الدر المختار' کتاب الصوم' باب الاعتکاف' ۲/۴۴۴ سعید)

(۴) حقہ اور سگریٹ وغیرہ کو فقہاء نے اعذار میں شمار نہیں کیا لہذا اس کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے

(۵) عیادۃ المریض کی طرح علاج المریض بھی حوائج میں داخل نہیں اس لئے فاسد ہوگا ولو خرج لجنازۃ یفسد اعتکافہ' وکذا لصلاتہا ولو تعینت علیہ' اولا نجاء الغریق' او الحریق الخ (ہندیہ' کتاب الصوم' باب الاعتکاف ۱/ ۲۱۲ کوئٹہ)

(۶) ان سب کی بڑی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں قرآن میں بھی اور احادیث میں بھی ویلازم التلاوۃ' والحدیث، والعلم و تدریسہ' و سیر النبی ﷺ الخ (ہندیہ' کتاب الصوم' باب الاعتکاف' ۱/ ۲۱۲ کوئٹہ)

(۷) جیسے روزے میں مقامی رؤیت کا اعتبار کیا جاتا ہے ایسے ہی شب قدر کے لئے بھی مقامی رویت کا اعتبار ہوگا' الا یہ کہ شرعی شہادت سے دوسرے مقام کی رؤیت ثابت ہو جائے

(۱) معتکف غسل کے لئے مسجد سے باہر جائے' تو پانی وغیرہ بھی لا سکتا ہے
(۲) مسجد میں غسل خانہ نہ ہو تو قریب تالاب میں غسل کے لئے جا سکتا ہے
(۳) مدرسے کے طلباء ضرورت کے وقت کھانا پکانے کے لئے مطبخ جا سکتا ہے

(سوال) (۱) معتکف کو جنابت لاحق ہوئی اس نے غسل خانے میں جاکر غسل کیا اور ساتھ ساتھ اس ناپاک کپڑے کو بھی جو جنابت کے وقت ناپاک ہو گیا تھا اسی غسل خانے میں نہایت عجلت کے ساتھ صاف کر لیا اور فراغت کے بعد واپس آتے وقت پانی کے اس مٹکے سے جو غسل خانہ کے متصل موجود ہے لوٹا بھر کر اپنی ضروریات کے لئے لایا اب اس صورت میں معتکف مذکور کا اعتکاف فاسد ہو گیا یا باقی رہا اور فاسد ہونے کی تقدیر پر باقی ایام کو اعتکاف کے ساتھ گزارے تو اس کے ذمے سے اعتکاف ساقط ہو جائے گا یا دوبارہ اس کی قضا لازم آئے گی؟
(۲) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں غسل خانہ نہیں ہے بلکہ اس کے قریب تالاب ہے اس تالاب میں ناپاک کپڑا پہن کر اتر کر غسل کرتے وقت پانی کے اندر کھڑے ہو کر اس ناپاک کپڑے کو پاک کر سکتا ہے یا نہیں؟
(۳) اگر طلبہ دارالعلوم مسجد دارالعلوم میں اعتکاف کریں اور دوسر الغیر کے ان کو مطبخ دارالعلوم سے ان کا کھانا نہیں پہنچاتا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے کو تکلیف نہ دے کر معتکفین خود مطبخ میں حاضر ہو کر اپنا کھانا لا سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۷۵ محمد اظہر الاسلام' نواکھالی' دارالعلوم دیوبند ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۶) اگر اعتکاف واجب النذر تھا تو اس میں صرف غسل کرنے کی مقدار مسجد سے باہر گزارنے کی اجازت ہے کپڑا دھونا یا پانی بھرنے کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور اس صورت میں اس کو اعتکاف واجب کی قضا کرنی پڑے گی (۱) اور اگر اعتکاف نفل ہو (اس میں اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ رمضان بھی شامل ہے) تو اس میں کپڑا دھو لینے اور لوٹا بھر لینے کی گنجائش ہے بشرطیکہ خروج من المسجد غسل کے لئے ہوا ہو (۲)
(۲) یہی حکم سوال دوم میں بھی سمجھا جائے گا
(۳) اگر مسجد میں کھانا پہنچانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا لینے کے لئے جانا اور کھانا لیکر فوراً واپس آجانا

---

(۱) و یرجع الی المسجد کما فرغ من الوضوء ولو مکث فی بیتہ ساعۃً فسد اعتکافہ عند ابی حنیفۃ (ھندیۃ' کتاب الصوم' باب الاعتکاف ۱/۲۱۲ ط کوئٹہ) یہ اس صورت میں ہے جب اس کے پاس دوسرے کپڑے موجود ہوں اور اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے موجود نہ ہوں تو اس کے لئے کپڑے صاف کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حاجت انسانی میں داخل ہے
(۲) ولیس کالمکث بعدھا ما لو خرج لہا ثم ذھب لعیادۃ المریض او صلاۃ جنازۃ من غیر ان یکون خرج لذا قصداً' فانہ جائز (رد المحتار' کتاب الصوم' باب الاعتکاف' ۲/۴۴۵ ط سعید)

چاہئیے (۱) مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے باہر کھانا نہ کھایا جائے (۲) اور مسجد میں کھانا پہنچنے کی سبیل ہو تو پھر کھانا خود لینے بھی نہ جائے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

چوتھا باب
افطار و سحری

غیر مسلم کی بھیجی ہوئی افطاری سے افطار کرنا جائز ہے

(سوال) بموقع افطار روزہ اگر کوئی غیر مسلم کھجور یا مٹھائی وغیرہ روزہ داروں کے واسطے مسجد میں برائے افطاری بھیجے تو قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۶۹۵ شیخ چراغ الدین پھگواڑہ ۵ شوال ۱۳۵۴ھ م یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۷) غیر مسلم کی بھیجی ہوئی اشیاء قبول کرنا اور ان اشیاء کو افطار کے وقت استعمال کرنا جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ

نقارے کی آواز سن کر افطار کرنا جائز ہے

(سوال) ایک گاؤں میں ایام سلف سے دو محلے ہیں ایک محلے میں زمانہ سابق سے تاحال جامع مسجد ہے دوسرے محلے میں خالص پنج وقتی کے لئے مسجد تعمیر کی گئی ہے امسال دوسرے محلے والوں نے رمضان شریف کے ایام میں روزہ افطاری کے لئے پہلے نقارہ بجاکر روزہ افطار کرنے کے بعد پھر اذان دیتے ہیں جامع مسجد والوں نے ان کو منع کیا اور کہا کہ روزہ افطاری کے لئے بجز اذان کے اور کوئی حکم نہیں مذہب کی کسی کتاب میں نقارہ کی آواز پر روزہ افطار کرنا نظر نہیں آتا دونوں محلے والے مقلد شافعیہ ہیں سوال یہ ہے کہ آیا شافعی مذہب کی رو سے روزہ افطار کرنے کے لئے نقارہ بجانا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۷۰۰ امیر الدین شیخ (ضلع قلابہ) ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۸) نقارہ بجانا غروب شمس کی عام اطلاع کے لئے ہوتا ہے اور جب کہ نقارہ غیر مشتبہ طور پر سنا جائے اور ظن غالب ہو کہ یہ نقارہ وہی ہے جو اطلاع افطار کے لئے بجایا جاتا ہے تو اس کی آواز سن کر افطار کر لینا مذہب حنفی اور شافعی دونوں میں جائز ہے علامہ قلیوبی نے شرح منہاج الطالبین کے حاشیہ

---

(۱) قوله: الا لحاجة الانسان الخ ولا يمكث بعد فراغه من الطهور الخ (رد المحتار' كتاب الصوم' باب الاعتكاف' ۲ / ۴۴۵ طبع سعيد)

(۲) واما الاكل' والشرب' والنوم' فيكون في معتكفه (هندية' كتاب الصوم' باب الاعتكاف ۱/ ۲۱۲ كوئٹه

(۳) پاک غذا ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں فقط

میں لکھا ہے و منه سماع الطبول و ضرب الدفوف و نحو ذلك ممايعتاد فعله اول الشهر واخره ۱ھ ' قلت و كذا اول الصوم واخره (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

جماع کے ذریعے افطار کرنا

(سوال) کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ صحابہ کرامؓ نے رمضان شریف کا روز جماع سے افطار کیا ہو اور نماز مغرب میں تاخیر ہو گئی ہو المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس امام (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۹) ایسی حدیث خیال میں نہیں فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

سحری وافطاری کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا اور نقارہ بجانا جائز ہے

(سوال) رمضان شریف میں افطاری و سحری کے لئے نقارہ بجانا ٹھیک ہے یا گولہ چھوڑنا بہتر ہے کیونکہ اگر گولہ چھوڑا جائے تو آٹھ میل تک دیہات کے لوگ ہیں وہ بھی سن سکتے ہیں اور نقارہ سوائے محلہ کے سنائی نہیں دیتا گزشتہ سال میں لوگوں کو افطاری سحری کا بذریعہ گولہ پتہ لگ جاتا تھا اس واسطے دیہات او شہر کے اکثر لوگوں کا خیال گولہ چھوڑنے کا ہے کیا گولہ منگایا جائے یا نقارہ؟ شریعت میں تو اذان ہی کا ذ ہے (۲) المستفتی نمبر ۱۹۱۱ محمد موسیٰ صاحب امام مسجد منچن آباد (بہاولپور) ۷ اشعبان ۱۳۵۶ھ ' ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۰) سحری اور افطار کے وقت کی اطلاع کے لئے گولہ چھوڑنا جائز ہے نقارہ بجانا بھی جائز ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

غروب آفتاب کے بعد ہی افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے 'مگر اس میں دو چار منٹ تاخیر کی گنجائش ہے

(سوال) وقت نماز مغرب و افطار کب سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت نماز و افطار میں کس قدر د کر سکتے ہیں ؟ یا جلدی کرنا چاہئیے المستفتی نمبر ۱۹۲۲ حاجی غلام احمد ولد عیسیٰ (مارواڑ) ۱۹ شعبان ۱۳۵۶ھ م ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۱) غروب آفتاب کے بعد وقت افطار شروع ہو جاتا ہے اور یہی نماز مغرب کا وقت ہے

---

(۱) حاشیۃ قلیوبی علی شرح منہاج الطالبین' کتاب الصیام' ۲/ ۹۴ دار احیاء الکتب العربیۃ' مصر)

(۲) اذان کی مشروعیت نماز کے لئے ہے افطار کے لئے نہیں لیکن چونکہ مغرب کی اذان غروب آفتاب سے پہلے درست نہیں بلکہ آفتاب غروب ہونے پر دی جاتی ہے اور وہی وقت افطار کا بھی ہوتا ہے لہذا جیسے اذان سے افطار کا اندازہ ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر کسی اور جا ذریعے سے افطار کا اندازہ ہوتا ہو تو جائز ہے

افطار میں دو چار منٹ کی تاخیر ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر افضل ہے

(سوال) قوله علیه السلام ثلاث من اخلاق الانبیاء تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع یده الیمنی علی الیسری تحت السرة فی الصلوٰة (۲) بعض نادان لوگ سحری کو اٹھتے نہیں اور یونہی روزہ رکھ لیتے ہیں بعض بارہ ایک بجے کھا کر سو رہتے ہیں ایسا کرنا خلاف شریعت ہے یا نہیں ؟
المستفتی نظیر الدین امیر الدین (اسلیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۲۷۲) یہ صحیح ہے کہ افطار میں آفتاب غروب ہونے کے بعد دیر نہ کرنی چاہئے بلکہ آفتاب غروب ہوتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہئے (۳) اور یہ بھی صحیح ہے کہ سحری جس قدر دیر کر کے کھائی جائے بشر طیکہ صبح صادق ہونے سے پہلے کھالے تو بہتر ہے یہ دونوں باتیں حدیثوں سے ثابت ہیں (۴) بہت پہلے سحری کھالینا اچھا نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ہندو کے مال سے افطار جائز ہے

(سوال) ہندو کے مال سے روزہ افطار کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۳) ہندو کے مال سے جب کہ اس نے اپنی خوشی سے دیا ہو یا اس سے بقیمت خرید ا ہو روزہ افطار کرنا جائز ہے (۵) محمد کفایت اللہ

حالت جنابت میں سحری کھانا خلاف اولیٰ ہے مگر اس سے روزے میں کچھ خلل نہیں آتا

(سوال) رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اسے یقین ہے کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی سے غسل نہیں کیا اور کھانا کھالیا تو اس کا روزہ ہو گا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانے سے گناہ گار ہو گیا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں اگر

---

(۱) مگر بہتر یہ ہے کہ جیسے ہی افطار کا وقت ہو فوراً افطار کریں عن سهل بن سعدؓ قال : قال رسول اللہ ﷺ : لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی تعجیل الافطار ۱/ ۱۵۰ ط سعید)

(۲) لم اجد بهذه الالفاظ' انما رایته ببعض تغیر الالفاظ' ثلاث من اخلاق النبوة' تعجیل الافطار و تاخیر السحور و وضع الیمین علی الشمال فی الصلوة (مجمع الزوائد' باب وضع الید علی الاخری ۲/ ۱۰۵ دار الفکر' بیروت)

(۳) عن سهل بن سعدؓ قال : قال رسول اللہ ﷺ : لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر (ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی تعجیل الافطار ۱/ ۱۵۰ طبع سعید)

(۴) ثم تاخیر السحور مستحب کذافی النهایة' ویکره تاخیر السحور الی وقت وقع فیه الشك (هندیه' کتاب الصوم' باب ما یکره للصائم' وما لایکره ۱/ ۲۰۰ رشیدیه' کوئٹه)

(۵) ہندو کا دیا ہوا مال پاک ہے اس لئے کوئی مضائقہ نہیں

جائز ہے یا کس طرح سے کھانے وضو کر کے یا ہاتھ دھو کے کھائے ؟بینوا توجروا

(جواب ۲۷٤) حالت جنابت میں بغیر منہ ہاتھ دھوئے ہوئے یا وضو کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان ہو یا غیر رمضان میں خلاف اولیٰ ہے بشر طیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو سحری کھاتے ہوئے مناسب تو یہ ہے کہ غسل کر ڈالے یا وضو کر لے یا کم از کم ہاتھ دھو ڈالے (۱) واللہ اعلم

صرف وضو کرنا اور نماز نہ پڑھنا اور صرف سحری کھانا اور روزہ نہ رکھنا

(سوال) ایک شخص دن میں پچاس ساٹھ بار وضو کرتا ہے اور ہمیشہ سحری کھاتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا ہے نہ کبھی روزہ رکھتا ہے تو کیا یہ شخص وضو و سحری کا ثواب پانے کا مستحق ہے ؟المستفتی نمبر ۲۷٦٥ حکیم محمد ایوب 'سنبھل ضلع مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳٦۲ھ م ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء

(جواب ۲۷۵) ہاں اس کو وضو کرنے اور سحری کھانے کا ثواب اس شرط سے ملے گا کہ ان افعال کو بہ نیت قربت و ادائے سنت عمل میں لاتا ہو (۲) یہ دوسری بات ہے کہ ترک فرائض کے عذاب کے مقابلہ میں ان سنتوں کی ادائیگی کا ثواب کچھ کار آمد اور مفید نہ ہو جیسے کوئی شخص ایک گلاس پانی میں دو تولے شہد ملائے تو اس کی شیرینی بجائے خود مفید اور پانی کو میٹھا کر دینے والی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ دو تولے ایلوا بھی ملا دے تو شکر کی شیرینی اور فائدہ مغلوب ہو جائے گا اسی طرح معصیت کی شدت یا کثرت فضائل اعمال کے ثواب کو مغلوب کر دے گی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

افطار کا وقت ہوتے ہی افطار کرنا افضل ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) وقت ہوتے ہی دعائے ماثورہ پڑھ کر روزہ افطار کرنے کی فضیلت آئی ہے لیکن وقت ہونے کے بعد فاتحہ پڑھنا بھی از روئے ادلہ شرعیہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷٦) افطار کا وقت ہو جانے کے بعد فوراً روزہ افطار کر لینا افضل اور بہتر ہے (۳) فاتحہ پڑھنے سے آپ کا مطلب کیا ہے اگر مراد ایصال ثواب کی غرض سے کچھ پڑھنا اور ثواب بخشنا ہے تو افطار کر لینے کے بعد بھی یہ کام ہو سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) ولا باس للجنب ان ينام ' وان اراد ان ياكل او يشرب فينبغي' ان يتمضمض' و يغسل يديه (هنديه' كتاب الطهارة' فصل المعاني الموجبة للغسل ۱/ ۱٦ مكتبه رشيديه' كوئٹه)

(۲) انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرء مانوى' الخ (صحيح بخارى' باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله ﷺ ۱/ ۲ قديمي كتب خانه)

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۴۹ حاشیہ نمبر ۲

پانچواں باب
نفلی روزہ

مسافر و مریض کا رمضان میں غیر رمضان کا روزہ رکھنا

(سوال) مسافر یا مریض رمضان میں نفل وغیرہ کی نیت سے روزہ رکھیں تو انکا نفلی وغیرہ روزہ ہوگا یا فرضی ؟

(جواب ۲۷۷) مسافر یا مریض رمضان میں اگر نفل کی نیت سے روزہ رکھیں گے تو وہ رمضان کا ہی ہوگا لیکن اگر مسافر کسی دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھے گا تو وہ اسی واجب کا ہوگا مریض کا اس صورت میں رمضان کا ہی روزہ ہوگا فی اوائل الاشباہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان سوی مسافر نوی واجباً اٰخر واختارہ ابن الکمال وفی الشرنبلالیۃ عن البرھان انہ الا صح (درمختار) (۱) قولہ الصحیح وقوع الکل عن رمضان الخ المراد بالکل ماا ذا نوی المریض النفل او اطلق او نوی واجباً اٰخر وما اذا نوی المسافر کذلک الا اذا نوی واجباً اٰخر فانہ یقع عنہ لا عن رمضان لان المسافر لہ ان لا یصوم فلہ ان یصرفہ الی واجب اٰخر لان الرخصۃ متعلقۃ بمظنۃ العجز وھو السفر وذلک موجود بخلاف المریض فانھا متعلقۃ بحقیقۃ العجز فاذاً تبین انہ غیر عاجز (ردالمحتار) (۲)

دس ذوالحجہ کو روزہ رکھنا

(سوال) عرفہ کے دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے اور دہلی میں عرفہ دو شنبہ کا ہے اور دو شنبہ کو بعض مقامات پر عید ہوگی اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ دو شنبہ کے دن عرفہ کا روزہ رکھ سکتے ہیں کہ نہیں المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۲۷۸) ہاں چاند کی خبر آجانے کے بعد نویں تاریخ کو جو دوسری جگہ کی دسویں ہوگی روزہ نہ رکھنا چاہئے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

عاشورہ کے دن کوئی خاص نماز مشروع نہیں البتہ روزہ مستحب ہے

(سوال) عاشورہ کے دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص نماز کسی خاص وضع کے ساتھ ثابت ہے یا

---

(۱) کتاب الصوم ۲/۳۷۸ طبع سعید

(۲) کتاب الصوم ۲/۳۷۸ طبع سعید (۳) کیونکہ عرفہ نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اور دس ذی الحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے والمکروہ تحریما کالعیدین (الدر المختار کتاب الصوم ۲/۳۷۵ طبع سعید)

نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۴۵۷ منشی الطاف حسین صاحب وزیر گنج گونڈہ ۲ محرم ۱۳۵۸ھ م ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۲۷۹) عاشورے (۱۰ محرم) کے روز روزہ رکھنا مسنون ہے اس روزے کا بہت ثواب ہے (۱) اور یہ بھی مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی وسعت کے موافق اس روز اپنے بال بچوں کو اور دنوں سے اچھا کھانا کھلائے (۲) کوئی خاص نماز اس دن میں ثابت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

چھٹا باب
سفر اور دیگر عذر

(۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں
(۲) عذر کی وجہ سے روزے رہ گئے تو قضاء کرنے پر پورا ثواب ملے گا

(سوال) (۱) اگر سفر میں کوئی شخص روزہ رکھتا ہے تو یہ مکروہ تو نہیں ہے اس کو رکھنے کی اجازت ہے ؟
(۲) کسی عذر سے اگر رمضان میں روزے نہ رکھے اور اس کی گنتی رمضان کے بعد پوری کرلے تو اس کو رمضان کی طرح ثواب ملے گا یا کچھ فرق ہوگا ؟ المستفتی مولوی محمد رفیق دہلوی

(جواب ۲۸۰) (۱) سفر میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں نہ رکھنے کی اجازت ہے ضروری نہیں کہ افطار کرے (۳) (۲) اگر عذر صحیح ہے تو بے شک اس کو روزوں کا پورا ثواب ملے گا (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) عن ابی قتادة ان النبی ﷺ قال : صیام یوم عاشوراء انی احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله (ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء ۱/۱۵۸ طبع سعید)

(۲) قوله حدیث التوسعة الخ وهو (من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها) قال جابر : جربته اربعین عاما الخ (رد المحتار ' کتاب الصوم ' باب ما یفسد الصوم وما لایفسد مطلب فی حدیث التوسعة علی العیال ۲/۴۱۸ ط سعید)

(۳) عن عائشة ان حمزة بن عمرو الا سلمی سال رسول الله ﷺ عن الصوم فی السفر ' وکان یسرد الصوم ' فقال رسول الله ﷺ ان شئت فصم وان شئت فافطر (ترمذی ' ابواب الصوم ' باب ماجاء فی الرخصة ' فی الصوم فی السفر ۱/۱۵۲ سعید)

(۴) یعنی اگر عذر شرعاً معتبر ہو مثلاً بیماری وغیرہ یعنی اگر بیمار نہ ہوتا تو رمضان کا روزہ رکھتا لہذا بعد میں رکھنے سے بھی اللہ کے فضل سے امید ہے کہ پورا ثواب عطاء فرمائے گا۔

ساتواں باب
مفسدات و غیر مفسدات روزہ

انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

(سوال) ماہ رمضان کے روزوں میں روزہ دار شخص انجکشن یعنی سوا لگوائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں اگر فاسد ہو جاتا ہے تو صرف روزہ کی قضا ہے یا کفارہ بھی دینا لازم ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۰۵ مولوی محمد غالب (وزیرستان) ۶ رمضان ۱۳۵۶ھ ۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸۱) انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا نہ قضا واجب ہوتی ہے نہ کفارہ(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

پیشاب و پاخانہ کی جگہ دوائی ڈالنا اور انجکشن لگوانا

(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ حقنہ (اینما) اورا

(جواب ۲۸۲) پاخانہ کے مقام میں دوا پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے(۲) مرد اپنے ذکر کے سوراخ میں دوا ڈال سکتا ہے(۳) انجکشن سے دوا اگر سینہ یا پیٹ میں نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ

روزے میں عود' لوبان اور اگر بتی سلگانا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) اگر قرآن مجید پڑھتے وقت کوئی روزہ دار عود لوبان یا اگر بتی سلگا کر پاس رکھے یا ایسے مقام پر کوئی روزہ دار جا کر بیٹھے تو عمداً سونگھنے یا دھواں داخل کرنے کا اطلاق اس پر ہو گا یا نہیں ؟

---

(۱) انجکشن سے منافذ کے ذریعے جوف بطن یا جوف دماغ میں کچھ نہیں پہنچتا ہے اور روزہ فاسد اس وقت ہوتا ہے جب منافذ کے ذریعے جوف دماغ یا جوف بطن میں کچھ پہنچے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جب روزہ نہیں ٹوٹتا تو قضا و کفارہ بھی نہیں' فی تنویر الابصار: اوادھن او اکتحل اواحتجم' وان وجد طعمہ فی حلقہ' و فی الشامیۃ' لان الموجود فی حلقہ اثر داخل من المسام الذی ہو خلل البدن' والمفطر' انما ہو الداخل من المنافذ الخ (رد المحتار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم ومالا یفسدہ ۲/۳۹۵ سعید)

(۲) ومن احتقن او استعط' او اقطر فی اذنہ دھنا' افطر ولا کفارۃ علیہ' ھکذا فی الہدایۃ (ہندیہ' کتاب الصوم' الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد ۱/۲۰٤ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۳) واذا اقطر فی احلیلہ' لا یفسد صومہ عند ابی حنیفۃ و محمدؒ (ہندیہ' کتاب الصوم' الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسدہ ۱/۲۰٤ رشیدیہ' کوئٹہ) (۴) اسی طرح اگر مسام کے ذریعے پہنچے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا' وما یدخل من مسام البدن من الدھن لا یفطر (ہندیہ' کتاب الصوم' باب ما یفسد وما لا یفسد ۱/۲۰۳ کوئٹہ)

(جواب ۲۸۳) عود لوبان اگر بتی وغیرہ سلگانا اور اس کے قریب بیٹھ کر تلاوت کرنا روزے میں ناجائز نہیں ہے عمداً سونگھنا بھی روزے میں ناجائز نہیں کیونکہ یہ صورت دھواں داخل کرانے کی نہیں ہوتی (۱) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے اور رمضان کا مہینہ ہے بعض روزہ داروں نے روزہ کی حالت میں بخیال حفظان صحت سوئی لگوائی یعنی بذریعہ انجکشن دوا جسم کے اندر داخل کی گئی روزہ جاتا رہا یا نہیں ؟

(جواب ۲۸۴) انجکشن (جس کے ذریعہ سے دوا براہ راست منفذ غذا و دوا اور بطن میں نہ پہنچے) موجب افطار صوم نہیں اگرچہ عروق میں دوا پہنچتی ہے مگر یہ موجب افطار نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا
(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۷ء)

(سوال) متعلقہ

(جواب ۲۸۵) انجکشن کے ذریعہ سے اگر دوا کا جسم جوف بدن میں نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ دوا کا اثر سارے جسم میں سرایت کر جاتا ہو (۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) ولو دخل حلقہ غبارا لطاحونة...... اوالدخان..... واشباہ ذلک لم یفطر (ھندیہ: حوالہ بالا)
(۲-۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ۱

کتاب الزکوٰۃ والصدقات

پہلا باب
کن چیزوں پر زکوٰۃ ہے

مال تجارت میں نفع شامل کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے

(سوال) ایک شخص نے ہزار روپے ایک کاروبار میں لگائے اور اس ہزار روپے سے وقتاً فوقتاً خرید و فروخت کرتا رہا سال بھر کے بعد اس کو تین سو روپے فائدہ ہوا تو زکوٰۃ ہزار روپے پر نکالی جائے گی یا تیرہ سو روپے پر ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۸۶) مال تجارت اگر ابتدا میں مقدار نصاب ہو تو بعد حولان حول اس کے ساتھ منافع کی بھی زکوٰۃ دینا چاہئیے(۱) فقط

زکوٰۃ آمدنی پر واجب ہے مشینری پر نہیں

(سوال) میرا انگریزی چھاپہ خانہ تقریباً بیس ہزار روپے کا بلاشرکت غیرے ہے اور سود بٹا و ہر قسم کے بار کفالت سے پاک و صاف ہے آٹھ عدد مشین و دیگر سامان سے مرتب ہے مشین و دیگر سامان گھسنے اور ٹوٹ پھوٹ ہونے والا ہے اور جو مشین و دیگر سامان خرید کیا جاتا ہے وہ اگر فروخت کیا جائے تو نصف قیمت یا کم و بیش پر فروخت ہوتا ہے اور بعد پرانا ہونے کے تو بہت کم قیمت رہ جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ نیاز مند امیر مرزا

(جواب ۲۸۷) چھاپہ خانہ اور اس کی مشینیں مال تجارت نہیں ہیں بلکہ آلات طبع ہیں ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ان سے جو آمدنی ہوتی ہے اس پر بشروط معینہ معلومہ زکوٰۃ واجب ہو گی یا جو سامان کہ فروخت کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہو یا خریدا جاتا ہو یا تبادلہ میں آتا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی(۲) واللہ اعلم

سونا' چاندی کے زیور میں جڑے ہوئے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) جس چاندی سونے کے زیور میں جواہرات جڑے ہوئے ہوں اس زیور پر زکوٰۃ واجب ہے یا

---

(۱) من کان له' نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الی ماله وزکاه سواء کان المستفاد من نمائه' اولا (هندیه' کتاب الزکاة ۱/۱۷۵ رشیدیه' کوئٹه) (۲) یعنی آلات پر تو زکوٰۃ واجب نہیں البتہ جو آمدنی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی و لیس فی دور السکنی' و ثیاب البدن. .... ' و سلاح الاستعمال زکوٰة لانها مشغولة بالحاجة الاصلية' و ليست بنامية ايضاً' و على هذا كتب العلم لا هلها' وآلات المحترفين' لما قلنا الخ (الهداية' كتاب الزكاة ۱/۱۸۶ مکتبه شرکت علمیه)

نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۰۶ حافظ نور جمال امام مسجد سمرالہ ضلع لدھیانہ ' ۲۷ شوال ۱۳۵۲ھ م ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۸) زیور جو چاندی اور سونے کا ہو اس میں بقدر چاندی سونے کے زکوٰۃ فرض ہے(۱) یعنی اگر اس میں جواہرات ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے(۲) صرف چاندی سونے کی مالیت پر زکوٰۃ ہے کیمیائے سعادت میں زکوٰۃ کا مسئلہ امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھا ہے کیونکہ مصنف اس کے شافعی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

سود کی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں

(سوال) سیونگ بینک سے جو سود وصول کیا جائے اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۵ ماسٹر یونس خاں لاہور ۸ محرم ۱۳۵۳ھ م ۲۳ اپریل ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۸۹) سود کی خالص رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ ساری رقم واجب التصدق ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

نوٹ پر زکوٰۃ

(سوال) اگر کسی شخص کے پاس نقد روپیہ نہ ہو بلکہ دو چار سو روپے کے نوٹ ہوں اور سال بھر گزر چکا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ نیز نوٹ کی زکوٰۃ میں نوٹ دے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۴۱۵ محمد سلیمان میواتی' ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۹۰) جس کے پاس نقد روپے کی جگہ کرنسی نوٹ ہیں اس پر زکوٰۃ فرض ہے زکوٰۃ میں نوٹ دینا جائز ہے مگر جس کو نوٹ دیا ہے جب وہ اس کو کام میں لے آئے اس وقت زکوٰۃ ادا ہو گی اگر نقد روپیہ زکوٰۃ میں دیا جائے تو دیتے ہوئے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

---

(۱) واللازم فی مضروب کل منہما' و معمولہ' و لو تبرا' او حلیا مطلقا........ لانہما خلقا اثمانا فیز کیہا کیف کانا الخ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ' باب زکوٰۃ المال ۲/۲۹۸ طبع سعید)

(۲) لازکاۃ فی اللآلی' والجواہر' وان ساوت الفا اتفاقا' الا ان تکون للتجارۃ' والا صل ان ما عدا الحجرین' والسوائم انما یزکی بنیۃ التجارۃ الخ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۷۳ سعید)

(۳) فان علم عین الحرام' لا یحل لہ' و یتصدق بہ بنیۃ صاحبہ الخ (رد المحتار' کتاب البیوع' باب البیع الفاسد' مطلب فیمن ورث مالا حراماً ۵/۹۹ سعید)

(۴) یہ حکم اس وقت تھا کہ جب کرنسی کے پیچھے سونا ہوتا تھا لیکن اب اس کرنسی نوٹ کے پیچھے سونا نہیں ہوتا بلکہ اب یہ خود ثمن بن گیا ہے لہذا کرنسی نوٹ ہی سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی' چاہے لینے والا اس کو کام میں لائے یا نہیں

تنخواہ جو بچتی نہ ہو اور مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) زید ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے اور بہت عرصے سے ملازمت کرتا ہے جتنی اس کی تنخواہ ہے وہی اس کا خرچ ہے اتنے عرصے میں وہ تنخواہ میں سے کچھ بھی اپنے یا اپنے بچوں کے لئے پس انداز نہیں کر سکا اس کی گھر والی کے پاس آٹھ نو سو روپے کا زیور ہے جس کی وہ برابر زکوٰۃ دیتا رہتا ہے مگر زیور پہننے سے ٹوٹ گیا ہے اور چار پانچ سال سے رکھا ہوا ہے اور وہ پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے بنوا نہیں سکا اب اس نے وہ زیور فروخت کر کے اور چار پانچ سو روپے بلا سود قرض لیکر ایک مکان خرید لیا جس کے دس روپے ماہوار آمدنی ہے اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۱۱ مہر الٰہی صدر بازار دہلی ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ م ۶ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۱) اس مکان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۱) اور اس کی کرایہ کی آمدنی پر بھی جب کہ وہ خرچ ہوتی رہتی ہے 'جمع نہ ہوتی ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

شیئرز پر زکوٰۃ

(سوال) بعض لوگ کسی کمپنی کے شیئرز خرید لیتے ہیں اور وہ کمپنی تاجر ہوتی ہے پھر ان کو سالانہ آمدنی سے بطور حصہ رسدی منافع دیتی ہے مثلاً دو ہزار روپے کے شیئرز خرید کئے اور سالانہ نفع اس کا ہم کو تیس روپے ملا جو بقدر زکوٰۃ شرعی بھی نہیں ہے کیونکہ دو ہزار کی زکوٰۃ پچاس روپے ہوتی ہے دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ ان شیئرز کے نفع پر ہے یا اصل رقم پر جو ہم نے کمپنی کو جمع کرائی ہے۔ المستفتی نمبر ۶۵۰ ابو محمد عبدالجبار (رنگون) ۲۳ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۲) کمپنی تجارت کرتی ہے تو زکوٰۃ جمع شدہ رقم پر ہوگی اور اگر کرایہ وصول کرنے کی کمپنی ہے تو جمع شدہ مال پر زکوٰۃ نہیں بلکہ حاصل شدہ نفع پر ہوگی (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہے کیا اس میں بھی زکوٰۃ فرض ہے ؟ المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۷ رجب ۱۳۵۴ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۶ حاشیہ نمبر ۱۲ کرایہ کا مکان مال نامی نہیں اور زکوٰۃ کے لئے نامی ہونا شرط ہے و منہا کون النصاب نامیا الخ (ہندیہ' کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۷٤ ط کوئٹہ)

(۲) و منہا فراغ المال عن حاجتہ الاصلیۃ' الخ (ہندیہ' کتاب الزکوۃ ۱/ ۱۷۲ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۳) یعنی کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر چیزوں ہی کو فروخت کرتی ہو 'لہذا جمع شدہ مال' مال تجارت ہوگا اور اس پر زکوٰۃ ہوگی اور اگر کمپنی جمع شدہ رقم سے چیزیں خرید کر پھر ان کو فروخت نہیں کرتی بلکہ لوگوں کو کرایہ پر دیتی ہے تو یہ خرید کردہ چیزیں مال تجارت نہ ہوئیں تو زکوٰۃ بھی صرف منافع پر ہوگی

(جواب ۲۹۳) زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اولاد کی شادی کے اخراجات مانع زکوٰۃ نہیں

(سوال) ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے اور ظاہری اسباب معاش اولاد کے واسطے بھی نہیں ہیں ضروریات مذکورہ باقی حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۸۳ مولوی اعظم الدین زنجبار (افریقہ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۴ھ ۹ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۴) اولاد نابالغ یا بالغ معذورین کا نفقہ تو باپ کے ذمہ ہے (۲) اس لئے محض نفقہ حوائج اصلیہ میں داخل ہے لیکن ان کی شادیوں کے رسمی اخراجات کا تصور حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے اور نہ وہ مانع وجوب زکوٰۃ ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

واجب الزکوٰۃ چیز پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے

(سوال) ایک رقم یا شئی واجب الزکوۃ پر زکوٰۃ صرف ایک مرتبہ دینی چاہئیے یا جب تک وہ شے یا رقم مالک کے پاس رہے ہر سال برابر اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے مثلاً زید کے پاس یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو سو روپے کی رقم یا سو روپے کا زیور فراہم ہوا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ایک سال ختم ہونے پر اس نے اس روپے یا زیور کی زکوٰۃ ادا کر دی اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اگر یہ روپیہ یا زیور دس سال تک بدستور زید کے پاس رہے اور اس میں اضافہ مطلق نہ ہو تو ان تمام سالوں میں اس پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئیے یا صرف ایک ہی مرتبہ ؟ اگر دسوں سال دی جائے گی تو اس تمام مدت میں رقم قابل زکوٰۃ سو روپے ہی رہے گی یا جس قدر رقم زکوٰۃ کی ادا ہو چکی ہے وہ اس میں سے مجرا کر کے بقیہ رقم قابل زکوٰۃ متصور ہوگی دسوں سال دینے کی صورت میں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ ہر سال رقم گھٹتی رہے گی اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہوگی در آنحالیکہ زکوٰۃ ایسی چیز نہیں جو کمی رقم اور مالک کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ المستفتی نمبر ۶۹۲ مسعود حسن صدیقی (علی گڑھ) ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۹۵) ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی(۳) اور اگر ہر سال تمام پر پوری رقم موجود ہوگی تو

---

(۱) کیونکہ یہ فقراء کا حق ہے اور وہ اب تک مالک نہیں بنے اور ان پر زکوٰۃ نہیں فی الدر' و سببہ ای سبب افتراضہا ملک نصاب حولی' و فی الشامیۃ' فلا زکوۃ فی سوائم الوقف' والخیل المسبلۃ' لعدم الملک (رد المحتار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۵۹ سعید)

(۲) و نفقۃ اولاد الصغار علی الاب (ہدایہ' باب النفقۃ ۲/۴۴۴' شرکت علمیہ' ملتان)

(۳) وشرطہ ای شرط افتراض ادائہا حولان الحول' وہو فی ملکہ' و ثمنیۃ المال کالدراہم والدنانیر لتعینہما للتجارۃ باصل الخلقۃ' فتلزم الزکاۃ کیفما امسکہما الخ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۷' سعید)

موجودہ رقم (یعنی پورے سو روپے) کی زکوۃ دینی ہوگی البتہ اگر ایک مرتبہ سو روپے کی زکوۃ (مثلاً ۸ر) ادا کرنے کے بعد سو روپے نہ رہیں اور دوسرے سال کے ختم پر ۸ر رہ جائیں تو ۸ر کی زکوۃ واجب ہوگی لیکن اگر سو روپے پر ہی پھر سال گزرا تو سو روپے کی زکوۃ واجب ہوگی اور روپیہ حقیقتہً رکھنے کے لئے نہیں ہے بلکہ کام کے بڑھانے کے لئے ہے اس کو بیکار محفوظ رکھنا اصل کے خلاف ہے اس لئے اس کے رہنے اور رکھنے میں زکوۃ ساقط نہیں ہو سکتی۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(نوٹ از مبوب) زکوۃ کا حساب کرنے کے لئے قمری سال کا اعتبار ہوگا(۲)

(۱) بیمہ کمپنی میں جمع کرائی ہوئی رقم پر زکوۃ نہیں
(۲) پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وصول نہ کرے زکوۃ نہیں
(۳) شیئرز پر زکوۃ
(۴) ڈاکخانہ کے کیش سرٹیفکیٹ پر زکوۃ
(۵) نابالغ کے مال پر زکوۃ نہیں' ولی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا
(۶) حساب زکوۃ کے لئے مہر کی رقم کا اعتبار

(سوال) (۱) زید نے اپنی زندگی کا بیمہ تین ہزار روپے میں کسی کمپنی میں کرایا اور ہر سال ایک سو بتیس روپے (۱۳۲) بیمہ کمپنی کو بھیجتا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کو اس قسم کے روپے پر زکوۃ ادا کرنا چاہئیے یا نہیں اور اگر وہ ادا کرنا چاہے تو آیا تین ہزار روپے پر ادا کرنا چاہئیے یا اس روپے پر جو سال میں بھیجا گیا ہے یا اس رقم پر جو ابتدا ئے بیمہ سے ابھی تک کمپنی کو دی جا چکی ہے (بیمہ کے معمولی قواعد و ضوابط سے آپ غالباً واقف ہوں گے کہ تا انقطاع میعاد مقررہ یا ناگہانی وفات جمع شدہ روپیہ کمپنی سے واپس نہیں لیا جا سکتا)

(۲) زید اپنی تنخواہ سے کچھ روپیہ ماہوار پراویڈنٹ فنڈ نکالتا ہے اور وہ روپیہ خزانہ سرکاری میں جمع ہوتا رہتا ہے اور یہ رقم منہا کر کے تنخواہ ملتی ہے لہذا زید پر اس قسم کے جمع شدہ روپے پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟

(۳) زید نے کسی تجارت کے کمپنی میں تین ہزار روپے کے حصے خریدے ہیں لیکن ابھی تک اس کو نہ کوئی نفع ملا ہے اور نہ حساب سے واقف کیا گیا ہے لہذا ایسی صورت میں زید کو اس روپے پر جو اس نے خریداری حصہ کے لئے کمپنی کو دیئے ہیں زکوۃ دینی چاہئیے یا نہیں؟

---

(۱) فی الدر المختار' نام ولو تقدیرا بالقدرۃ علی الاستنماء ولو بنائبہ وفی الشامیۃ' قولہ' نام ولو تقدیرا' النماء فی اللغۃ .... ' وفی الشرع' ھو نوعان' حقیقی' و تقدیری' فالحقیقی ھو الزیادۃ بالتوالد' والتناسل' والتجارات' والتقدیری تمکنہ من الزیادۃ بکون المال فی یدہ' او ید نائبہ' (ردالمحتار کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۳ طبع سعید)

(۲) و منھا حولان الحول علی المال' العبرۃ فی الزکاۃ للحول القمری' کذافی القنیہ(ھندیہ' کتاب الزکاۃ' الباب الاول' ۱/۱۷۵ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

(۴) زید نے ڈاکخانے سے کیش سر ٹیفکیٹ خریدا ہے لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا زید کو اس روپے پر زکوٰۃ دینا چاہئیے جتنے میں اس نے کیش سر ٹیفکیٹ خریدا ہے یا اس پر جو اس وقت اس کی قیمت حساب سے ہوتی ہے؟

(۵) زید ایک نابالغ بچہ کا ولی ہے اور نابالغ صاحب جائیداد ہے ولی کو نابالغ کے مال میں سے نابالغ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئیے یا نہیں؟

(۶) حساب زکوٰۃ کے لئے مہر کی رقم بطور قرضہ کے سمجھی جائے گی یا نہیں؟

المستفتی نمبر ۹۷۲ عزیز الرحمٰن عباسی (ضلع جونپور) ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۶) (۱) بیمہ کی رقم پر (تین ہزار مثلاً) یا ادا کردہ رقم پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ اس کی وصولیابی اس شخص کے لئے متیقن نہیں (۱)

(۲) پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوٰۃ نہیں بعد وصولی کے حولان حول پر زکوٰۃ ہو گی (۲)

(۳) ہاں اس روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی (۳)

(۴) اس پر بھی زکوٰۃ دینی ہو گی اور اتنی رقم کی جتنے کو خریدا ہے (۴)

(۵) نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں نہ اس کا ولی اس کی جائیداد اور مال میں سے زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے (۵)

(۶) ہاں اگر عورت وصول کرنے کا ارادہ رکھتی ہو اور خاوند ادا کرنے پر تیار اور قادر ہو (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

بیوی کے زیور کا مالک کون اور زکوٰۃ کس پر؟

(سوال) (۱) مستورات کے پاس زیورات بمقدار نصاب ہیں جن میں سے کچھ خاوند کی طرف سے چڑھائے ہوئے ہیں اور کچھ اپنے میکے سے لائی ہیں کسی کا زیور الگ الگ خاوند والا اور میکہ والا نصاب کے برابر ہوتا ہے اور کسی کا دونوں مل کر نصاب کے برابر اور ہندوستان میں یہ زیورات خاوند کی ملکیت شمار کی جاتی ہے اس لئے کہ جب کبھی موقع پڑتا ہے گہنے رکھ کر کام چلا لیتا ہے اور چڑھاتے وقت بھی کچھ مشرح نہیں سمجھا جاتا کہ بیوی کی ملکیت بنا دیا ہے یا نہیں محض یہ چرچا ہوتا ہے کہ یہ لڑکی کی سسرال سے آیا ہے یا خاوند کے کنبے والے کہتے ہیں کہ بہو پر اسقدر زیور چڑھایا ہے حضور کو پوری واقفیت ہو گی کہ سب قسم

---

(۱) یعنی بیمہ دار کے لئے وصولی یقینی نہیں ورنہ ورثاء کو بیمہ دار کے وقت مقررہ سے پہلے مر جانے پر ساری رقم مع سود کے واپس مل جاتی ہے فقط

(۲) کیونکہ ابھی تک یہ مال اس کی ملکیت میں نہیں آیا ہے

(۳) اگرچہ نفع کی تفصیل معلوم نہ ہو

(۴) یعنی وقت ادائے زکوٰۃ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا

(۵) قوله عقل و بلوغ الخ فلا تجب على مجنون و صبي لانها عبادة محضة و ليسا مخاطبين بها الخ (رد المحتار كتاب الزكاة مطلب في احكام المعتوه ۲/۲۵۸ سعيد)

(۶) لہذا شوہر زکوٰۃ ادا کرتے وقت بقدر مہر مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

کے گھروں کے کاروبار کا علم ہے کیا ملکیت خاوند کی رہتی ہے یا عورت کی ہو جاتی ہے اور زکوٰۃ خاوند اپنی کمائی سے دے یا بیوی اپنے کسی اندوختہ میں سے یا ہر دو الگ الگ ؟ جب کہ زیور نہ تڑائے جائیں ؟
المستفتی نمبر ۷۴۶ نور محمد ہیڈ ماسٹر (ضلع کرنال) ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ م ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۷) جو زیور عورت کے ماں باپ کے یہاں سے آیا ہے وہ تو عورت کی ملک ہے اور جو مرد کے یہاں سے زیور چڑھایا جاتا ہے وہ بھی ہمارے اطراف میں عورت کی ملک ہوتا ہے ہاں اگر دیتے وقت تصریح کر دی جائے کہ زیور عاریت ہیں یا عرف اتنا واضح ہو کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہ ہو تو اس صورت میں عورت پر صرف اپنے میکے کے زیور کی زکوٰۃ لازم ہو گی اور جو زیور کہ خاوند کی ملک ہے اس کی زکوٰۃ خاوند کو ادا کرنی پڑے گی خاوند کی کمائی سے بھی ادا ہو سکتی ہے بشر طیکہ عورت پر جس قدر زکوٰۃ واجب ہے خاوند اتنی رقم عورت کو دیکر مالک کر دے اور عورت زکوٰۃ ادا کر دے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ماہانہ بچت پر سال ختم ہونے کے بعد حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے

(سوال) کسی شخص کو ہفتہ وار یا ماہوار ساٹھ روپے کی بچت ہو اور کسی ماہ یا ہفتہ کم و بیش ہو تو سال کے بعد وہ کیسے زکوٰۃ دے ؟ حساب باقاعدہ اس کے پاس نہیں ہے ؟ المستفتی نمبر ۸۶۲ علی محمد صاحب (ڈنڈی' اسکاٹ لینڈ) ۲۲ محرم ۱۳۵۵ھ ۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۸) ختم سال پر جس قدر مالیت موجود ہو جس میں اصل اور نفع سب شامل ہو گا اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی مثلاً ابتدائے سال میں دو ہزار روپے تھے اور سال ختم ہونے پر دو ہزار پانچ سو کی مالیت تھی تو دو ہزار پانچ سو کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے خواہ نفع کا ماہواری حساب اور مقدار معلوم ہو یا نہ ہو(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

امانت پر زکوٰۃ

(سوال) زید کے پاس یتیم' نابالغ کی امانت بصورت روپیہ اور سونے کے ہے زید نے امانت بجنسہ اپنے پاس رکھی ہے اسے اپنے کاروبار میں کبھی نہیں لگایا کیا امانت کے مال پر زید کا فرض ہے کہ زکوٰۃ ادا کرے ؟
المستفتی نمبر ۱۲۵۲ شیخ محمد صدیق صاحب دہلی ۷ ۲ رمضان ۱۳۵۵ھ م ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹۹) نابالغ کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں زید امین ہے مالک نہیں ہے مالک نابالغ غیر مکلف ہے اس لئے نہ امین پر اور نہ مالک پر کسی پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) یعنی اس بارے میں عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا اور یہ دونوں علاقے کے اعتبار سے بدلتے رہتے ہیں پس جہاں پر عورت کی ملک سمجھا جاتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں (۲) ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله' و زکاه سواء کان المستفاد من نمائه' اولا' و بای وجه استفاد' ضمه الخ (هندیه' کتاب الزکاة ۱/۱۷۵ رشیدیه)
(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۰' حاشیہ نمبر ۵

زکوۃ سال گزرنے کے بعد واجب ہوتی ہے

(سوال) زید کے پاس چاندی سونے کی کوئی چیز نہیں اور گزشتہ سال زید مقروض تھا اس سال آٹھ ماہ کے اندر زید کے پاس یکصد سے کم روپے ہیں ابھی مال مذکور پر ایک سال نہیں گزرا ایسی صورت میں تو زید پر زکوۃ واجب نہیں۔ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۰) ہاں ابھی واجب نہیں سال پورا ہوا اور رقم موجود رہے تو زکوۃ واجب الادا ہوگی(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کسی کے قرض لینے سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) ہندہ بیوہ ہے اور اس کے پاس آٹھ تولے سونا ہے ہندہ کے بھائی وغیرہ ہندہ سے لے کر رہن رکھ دیتے ہیں پھر لا کر دے دیتے ہیں پھر رکھ آتے ہیں مسلسل کئی سال تک یہی کیفیت رہتی ہے اب البتہ تین سال سے ہندہ کے پاس مذکورہ بالا سونے کی چیزیں موجود ہیں ایسی صورت میں ہندہ پر زکوۃ کب سے واجب ہے؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

(جواب ۳۰۱) جب سے ہندہ ان زیورات کی مالک ہے اس پر زکوۃ واجب ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شوہر مقروض ہو تو بیوی سے زکوۃ ساقط نہیں ہوتی

(سوال) میں مبلغ پانچ سو روپے کا قرضدار ہوں اور میری بیوی کے پاس مبلغ ۵۰۰ / صد روپے کا زیور ہے یہ صرف اس کی ملکیت ہے اس کے تمام اخراجات کا میں کفیل ہوں نیز یہ کہ میرے پاس کوئی رقم جمع شدہ نہیں ہے اس زیور کی زکوۃ ادا کرنی چاہئیے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۶۱۸ محمد اور اشد صاحب انصاری پانی پتی ضلع کرنال ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۱ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۲) زیور کی مالک بیوی ہے وہ قرضدار نہیں زیور کی زکوۃ ادا کرنی اس پر لازم ہے(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

رہائشی مکان اور گھریلو استعمال کی چیزیں نصاب زکوۃ میں شمار نہیں

(سوال) ایک آدمی مبلغ دو ہزار تین سو روپے کے قریب مقروض ہے اس کے پاس ایک مکان رہائشی

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۳۳ حاشیہ نمبر ۲

(۲) ولو كان الدين على مقر .... فوصل الى ملكه لزم زكاة مامضى (تنوير الابصار كتاب الزكاة ۲/۲۶۶-۲۶۷ سعيد)

(۳) کیونکہ شوہر کا قرض اتارنا بیوی کے ذمہ نہیں فقط

قیمت دو ہزار روپے کا ہے اور رہائشی اسٹیٹ کے اندر تین قطعے ہیں جس کی قیمت تین سو سے زائد ہوگی اور مویشی گائے بیل بھینسا قریب چالیس راس کے ہیں جن کی مجموعی قیمت یہاں دواڑھائی صد روپے سے زائد نہیں ہے اور قریب دس بارہ راس بکری ہیں علاوہ اس کے گھر کا مصرفی سامان ہے جو مکان دو ہزار روپے کا ہے وہ کرایہ پر دوسرے کو دیا گیا ہے مگر جب ضرورت ہوتی ہے تو خود بھی اس میں رہائش کرنی پڑتی ہے کیونکہ اگر اس میں نہ رہیں تو پھر دوسرا مکان کرایہ پر لینا پڑتا ہے اور باقی تین مکان اپنی رہائش کے لئے ہیں تو ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ وہ شخص صاحب نصاب ہوگا کہ نہیں اور کن کن چیزوں میں اس کو کتنی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے؟ المستفتی نمبر ۱۹۹۵ محمد حسین صاحب (ج پور اسٹیٹ) ۲ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۳) مکانات اور گائے بیل، بھینسا، بکریاں اور گھر کے اندر استعمال کرنے کا سامان نصاب زکوٰۃ میں محسوب نہیں ہوتا (۱) جانور اگر سائمہ ہوں یعنی ان کو کھلانا نہ پڑے جنگل میں چر کر زندگی بسر کریں تو ان کی خاص تعداد پر زکوٰۃ آتی ہے مثلاً تیس گائے بھینس (۲) اور چالیس بھیڑ بکری (۳) اور اگر ان کو گھر سے کھلانا پڑے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) رہائش سے زائد مکان پر بھی زکوٰۃ نہیں
(۲) ادھار فروخت کئے ہوئے مال پر زکوٰۃ
(۳) زکوٰۃ مکان کی قیمت پر نہیں آمدنی پر ہے
(۴) گھر کی ضرورت سے زائد غلہ پر زکوٰۃ نہیں
(۵) تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ
(۶) تجارتی سامان رکھے ہوئے مکان پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) (۱) اگر کوئی مکان علاوہ رہائشی مکان کے رہن رکھا گیا ہو تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

---

(۱) قوله وفارغ عن حاجته الاصلية...... و هي ما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقاً كالنفقة، ودور السكنى وآلات الحرب، والثياب المحتاج اليها لدفع الحر والبرد، او تقديراً كالدين، فان المديون محتاج الى قضائه...... وكالآلات الحرفة، واثاث المنزل، و دواب الركوب، و كتب العلم لا هلها الخ (رد المحتار، كتاب الزكاة ۲/۲۶۲ سعيد)

(۲) نصاب البقر والجاموس ثلاثون سائمة الخ (تنوير الابصار على الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة البقر ۲/۲۸۰ سعيد)

(۳) نصاب الغنم ضاناً او معزاً اربعون، و فيها شاة الخ (تنوير الابصار، كتاب الزكاة، باب زكوٰة الغنم ۲/۲۸۱ سعيد)

(٤) حتى لو علفها نصف الحول، لا تكون سائمة ولا تجب فيها الزكاة (هنديه، كتاب الزكاة، باب في صدقة السوائم ۱/۱۷۶ كوئٹه)

(۲) تاجر لوگ ادھار مال فروخت کرتے رہتے ہیں اور یہ حد نصاب کی زائد رقم کئی کئی سال تک وصول نہیں ہوتی لیکن وصولی کی امید ہوتی ہے اب وصول شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا کل اصل رقم پر ؟

(۳) اگر کوئی مکان بالفرض پانچ ہزار میں خرید کیا جائے اور اس کا کرایہ چالیس روپے سال آتا ہو یا زائد تو زکوٰۃ مکان کی آمدنی پر واجب ہے یا اصل خرید پانچ ہزار پر ؟

(۴) گھر میں علاوہ ضروریات کے غلہ پڑا رہتا ہے نیت فروخت کی نہیں ہوتی لیکن زائد بچنے پر فروخت کر دیا جاتا ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے ؟

(۵) مال تجارت میں اکثر الٹا پلٹی رہتی ہے سال میں ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے تو ڈیڑھ ہزار کا مال ادھار میں چلا جاتا ہے اس صورت میں زکوٰۃ کس طرح دی جائے ؟

(۶) علاوہ رہائشی مکان کے اگر دو تین مکان خرید کئے جائیں اور ان میں کچھ تجارتی سامان ڈال دیا جائے تو ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۰۹۳ حافظ محمد رفیق صاحب (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ ۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰٤) (۱) مکان پر یا اس کی قیمت پر تو کسی حال میں زکوٰۃ نہیں خواہ رہائشی ہو یا نہ ہو(۱) ہاں اگر مکانات کی تجارت کی جاتی ہو تو بحیثیت مال تجارت ہونے کے ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی۔

(۲) وصول شدہ پر زکوٰۃ اب واجب ہے اور غیر وصول شدہ پر بعد وصولی کے(۲)

(۳) نمبر ا دیکھو

(۴) نہیں ایسے غلہ پر جس کو فروخت کرنے کی نیت نہیں ہوتی زکوٰۃ واجب نہیں(۳)

(۵) سال تمام پر جو مال اور نقد موجود ہے اس میں سے قرض منہا کر کے باقی کی زکوٰۃ ادا کی جائے(۴)

(۶) اگر خود مکانوں کو بہ نیت تجارت خرید اگیا ہو تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں(۵) محمد کفایت اللہ

....

(۱) کیونکہ یہ مال غیر نامی ہے البتہ جب مال تجارت بن جائے تو پھر مال نامی ہوگا اور چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہوگا ولا ... و دور السکنی و نحو ھا اذا لم تنو للتجارۃ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/ ۲٦٤'۲٦٥' ط سعید)

(۲) ولو کان الدین علی مقر ملئ' او علی معسر' او مفلس ای محکوم با فلاسہ...... ' فو صل الی ملکہ' لزم زکاۃ مامضی الخ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲ /۲٦٦، ۲٦٧ طبع سعید)

(۳) تجارت کی نیت کرے تب بھی زکاۃ نہیں' ہاں جب اس کو بیچ دے گا تو اس وقت اس کی قیمت پر زکاۃ واجب ہوگی ومن اشتری جاریۃ' ونو اھا للخدمۃ' بطلت عنہا الزکاۃ...... ' وان نواھا للتجارۃ بعد ذلک'لم تکن للتجارۃ حتی یبیعھا' فیکون فی ثمنہا زکوٰۃ(ھدایۃ' کتاب الزکاۃ' ۱ /۱۸۷ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

(٤) من کان علیہ دین یحیط بما لہ......... وان کان مالہ اکثر من دینہ' زکی الفاضل اذا بلغ نصابا (ھدایہ' کتاب الزکوٰۃ ۱ /۱۸٦ شرکت علمیہ ملتان)

(٥) او نیۃ التجارۃ فی العروض اما صریحا' ولا بد من مقارنتہا لعقد التجارۃ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲ '۲٦٧ سعید)

امدادی فنڈ پر زکوٰۃ!

(سوال) متعلقہ زکوٰۃ امدادی فنڈ

(جواب ۳۰۵) محلے کا وہ روپیہ جو جماعت کا مشترک روپیہ ہو اور لوگوں کے کام آنے کے لئے جمع ہو یا مسجد کا روپیہ ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جو روپیہ کسی کی ملکیت ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے(۱)۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) کیا سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ دینی آتی ہے (۲) معلوم ہوا ہے کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے کیا ایک شخص حنفی کہلاتا ہوا حضرت امام شافعیؒ کے اجتہاد سے استفادہ کر سکتا ہے؟

(جواب ۳۰۶) سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت سے دریافت فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو یا نہیں؟ (جو وہ پہنے ہوئے تھی) اس نے کہا نہیں! تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ خدا ان کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے؟(۲) حنفی کو امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق اس بارے میں عمل کرنا جائز نہیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جہیز کی زکوٰۃ اور قربانی بیوی پر ہے

(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) دستور دنیاوی کے مطابق بیوی کو جہیز میں زیورات ملتے ہیں وہ خود کوئی روپیہ نہیں کما سکتی اس حالت میں زیور کی زکوٰۃ کس پر عائد ہوتی ہے' بیوی پر یا خاوند پر' اگر ایسے زیور کی زکوٰۃ خاوند نہ دے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا؟ اگر خاوند جہیز کے مال اور اپنے کمائے ہوئے روپے سب کی زکوٰۃ خود ادا کرے تو عید الاضحیٰ کی قربانی اسے دو شخصوں کی طرف سے علیحدہ علیحدہ کرنی چاہئے' یا ایک شخص یعنی اپنی طرف سے کرنی

---

(۱) و سببه ای سبب افتراضها ملك نصاب حولي' و في الشامية' قوله' ملك نصاب ' فلا زكاة في سوائم الوقف' والخيل المسبلة' لعدم الملك (رد المحتار' كتاب الزكاة ۲/۲۵۹ سعيد)

(۲) عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده' ان امرا تين اتتا رسول الله ﷺ وفي ايديهما سواران من ذهب' فقال لهما' اتؤديان زكوته' فقالتا' لا فقال لهما' اتحبان ان يسوركم الله بسوارين من نار' قالتا' لا' قال' فاديا زكوته' (ترمذي' ابواب الزكاة' باب ماجاء في زكاة الحلي ۱/۱۳۸ طبع سعيد)

(۳) کیونکہ دوسرے کے مذہب پر عمل بغیر ضرورت شدیدہ کے جائز نہیں' اور یہاں کوئی ضرورت نہیں قوله' عند الضرورة' ظاهره انه عند عدمها لايجوز (رد المحتار' كتاب الصلاة ۱/۳۸۲ ط سعيد)

کافی ہوگی؟

(جواب ۳۰۷) عورت اپنے زیور اور جہیز کی مالک ہوتی ہے اور اسی کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے(۱) اور چونکہ اس کے پاس زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے روپیہ نہیں ہوتا اس لئے خاوند سے لے کر ادا کرتی ہے' یا اس کے امر و اجازت سے خاوند ادا کر دیتا ہے' اگر خاوند ادا نہ کرے' نہ روپیہ دے تو عورت پر واجب ہوگا کہ وہ اپنا سامان بیچ کر ادا کرے' کیونکہ واجب اسی کے ذمہ ہے' اسی طرح جب کہ عورت مالک نصاب ہو تو اس پر علیحدہ قربانی واجب ہوگی ایک قربانی دونوں کے لئے کافی نہ ہوگی(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ

زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) زکوٰۃ کن چیزوں پر ہے' کیا جائداد پر بھی ہے؟

(جواب ۳۰۸) چاندی سونے اور مال تجارت پر زکوٰۃ فرض ہے(۳) جائداد جو تجارت کے لئے نہ ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ

زکوٰۃ' قرض دینے والے کے ذمے ہے مقروض کے ذمے نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) روپیہ کسی کو قرض حسنہ دیا گیا اور کسی قسم کا نفع مد نظر نہیں تو اس صورت میں زکوٰۃ مالک کے ذمہ ہے یا مدیون کے ذمہ؟

(جواب ۳۰۹) روپے کے مالک کو زکوٰۃ دینی ہوگی قرض لینے والے کے ذمہ زکوٰۃ نہیں(۵)
محمد کفایت اللہ

---

(۱) الزکاۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصابا ملکاتاما' و حال علیہ الحول الخ (ہدایۃ' کتاب الزکاۃ ۱/۱۸۵ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

(۲) قال' الاضحیۃ واجبۃ علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسہ' و عن ولدہ الصغار' (ہدایۃ' کتاب الاضحیۃ' ۴/۴۴۳' شرکت علمیہ' ملتان)

(۳) نصاب الذہب عشرون مثقالا' والفضۃ مائتا درہم ' او فی عرض تجارۃ قیمتہ نصاب (تنویر الابصار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ المال ۲/۲۹۵'۲۹۸ سعید)

(۴) ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیہا لدفع الحر والبرد' ابن ملک' واثاث المنزل' ودور السکنی' و نحوہا اذا لم تنو للتجارۃ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۴'۲۶۵ سعید)

(۵) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۳' حاشیہ نمبر ۳

کمپنی کے شیئرز پر زکوٰۃ

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) کسی کمپنی کے شرکاء کو کس رقم پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہیئے آیا رقم ادا کردہ پر ؟ یا حصوں کے ڈیویڈینڈ پر جو کمپنی حصہ داروں کو ہر سال کے اختتام پر دیا کرتی ہے واضح ہو کہ کمپنی کے حصوں کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور کبھی کمپنی فیل بھی ہو جاتی ہے جس سے حصہ داران کے راس المال بھی ضائع ہو جاتے ہیں ؟

(جواب ۳۱۰) کمپنی کے شیئرز کی ادا کردہ رقم پر جب کہ تجارتی ہو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

نابالغ کے مال پر زکوٰۃ نہیں

(سوال) نابالغ کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں ؟ اگر اس کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے تو اس کے مال سے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ولی اپنے پاس سے دے یا نابالغ کے مال سے نکالے ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۳۱۱) نابالغ کے مال میں زکوٰۃ لازم نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسرا باب
نصاب زکوٰۃ

سونے اور چاندی کے نصاب کی تحقیق

(سوال) چاندی و سونے کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے حضرت مولانا عبدالحئی صاحبؒ نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں نصاب چاندی ' تولے ساڑھے پانچ ماشے اور نصاب سونا پانچ تولے ڈھائی ماشے تحریر فرمایا ہے (اعلم ان الوزن المعروف فی بلادنا ماهجه و تولجه وهو الذی یقال له توله اثنا عشر ماهجة وهو الذی یقال له ماشه' والماهجة یکون ثمانیة اجزاء کل جزء منها یسمی بالفارسیة سرخ و یقال له بالهندیة رتی و تسمیه بالاحمر وهذا الجزء یکون بقدر اربع شعیرات فیکون المثقال الذی هو مائة شعیرة خمسة و عشرین جزء احمر وهو ثلث ماهجة واحمر واحد فیکون نصاب الذهب وهو عشرون مثقالا مقدار خمس تولجة واثنتین و نصف ماهجة کما یعلم من ضرب ثلث ماهجة واحمر فی عشرین هذا فی

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۷ حاشیہ نمبر ۳

(۲) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۶۰ حاشیہ نمبر ۵

الذهب. واما الفضة فقد عرفت ان نصابه ماتنا درهم وكل درهم اربعة عشر قيراطا يعني سبعين شعيرة فتحصل في درهم سبعة عشر و نصف احمر و هوما هجتان و واحد و نصف من ذلك الاحمر فيكون مقدار مائتي درهم ستاو ثلثين تولجة و نصف ماهجة)(۱) اور مولانا قطب الدین صاحب مرحوم نے مظاہر حق میں ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا ارقام فرمایا ہے(۲) اور آنجناب نے تعلیم الاسلام میں چون تولے دو ماشے چاندی کا نصاب اور سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونے کا نصاب تحریر فرمایا ہے(۳) ان میں سے کون سا قول اصح ہے اور علامہ شامی کی یہ عبارت (ان الدرهم المتعارف اكبر من الشرعي) (۴) کس کی تائید کرتی ہے۔

المستفتی نمبر ۲۰۹۷ محمد یسین صاحب اعظم گڑھ ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ م ۱۹ جنوری ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۱۲) مولانا عبدالحئی صاحبؒ کی یہ تحقیق کہ چاندی کا نصاب تولے ساڑھے پانچ ماشے ہے' اس نظریہ پر مبنی ہے کہ انہوں نے رتی کو احمر قرار دیکر چار جو کا فرض کر لیا ہے(۵) یہ ایک محض فرضی نظریہ ہے ورنہ آپ کسی احمر (گھونگچی) کو خود معتبر کانٹے میں رکھ کر جو سے وزن کر کے دیکھیں گے تو وہ ڈھائی جو کے برابر ہو گی پس ایک مثقال کے سو جو انہوں نے پچیس رتی یعنی تین ماشے ایک رتی قرار دے لئے حالانکہ ایک مثقال کے سو جو تقریباً چالیس رتی یعنی پانچ ماشے ہوتے ہیں یہ تقریباً کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ احمر پورے ڈھائی جو کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے میں نے خود تول کر اور حساب کر کے وہ وزن لکھا ہے جو تعلیم الاسلام میں درج ہے اور مظاہر حق کے وزن میں اور میرے وزن میں لفظی فرق ہے حقیقۃً دونوں تقریباً برابر ہیں کیونکہ انہوں نے باون تولے چھ ماشے دہلی کے قدیم تولے سے بتایا ہے اور میں نے چون تولے ۲ ماشے روپیہ بھر وزن کے تولہ سے جواب دہلی میں رائج بتایا ہے قدیم تولہ موجودہ انگریزی روپیہ سے بقدر ۴ ۱/۲ رتی کے زیادہ تھا مولانا عبدالحئیؒ درہم کی مقدار ۲ ماشے ۱ ۱/۲ رتی قرار دیتے ہیں اور ہمارے حساب سے تقریباً ساڑھے تین ماشے ہوتی ہے اور درھم متعارف ۴ ۱/۲ ماشے کا ہوتا ہے تو شامی کا یہ قول ان الدرهم المتعارف اكبر من الشرعي ہمارے حساب کے بھی موافق ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

قرض اگر مال تجارت سے زائد ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص قرضدار ہے اور اس کا کاروبار چل رہا ہے لیکن یہ نہیں کہ اس کا سرمایہ قرضہ کی

(۱) كتاب الزكاة' بيان نصاب الذهب' والفضة ۱/ ۲۲۹ سعيد
(۲) كتاب الزكاة' باب ما تجب فيه الزكاة ۲/ ۹۹ ادارة اشاعت دينيات' لاهور
(۳) حصہ چہارم' مال زکوٰۃ اور نصاب کا بیان ص ۷۸ مکتبہ الشیخ کراچی
(۴) رد المحتار' كتاب الزكاة' باب زكاة المال' ۲/ ۲۹۶ طبع سعيد
(۵) دیکھیں صفحہ موجودہ حاشیہ نمبر ا

ادائیگی تک ہے ادائیگی بشرطیکہ وصول بھی ہو جائے تو بھی ہزار تک قرضہ رہے گا لیکن زیور خانگی آٹھ نو سو روپے کا بھی ہے جو ہر طرح سے محفوظ ہے ایک مکان رہائشی بھی ہے علاوہ ازیں حسب حیثیت سامان گھر کا بھی ہے ؟

(جواب ۳۱۳) رہائشی مکان اور گھر کے اسباب خانہ داری میں زکوٰۃ نہیں ہے(۱) چاندی سونے کے زیور اور گوٹہ ٹھپہ اور مال تجارت میں زکوٰۃ ہے جبکہ وہ دین سے فارغ ہو(۲) اگر قرض اتنا ہے کہ مال تجارت اور زیور وغیرہ سب کو ادائے قرض میں محسوب کرنے کے بعد بھی قرض باقی رہتا ہے یا نصاب زکوٰۃ باقی نہیں بچتا تو ان صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے بعد اتنا مال بچتا ہو جو نصاب زکوٰۃ کے برابر ہو اور حاجات ضروریہ پوری ہونے کے بعد اس پر سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ واجب ہو گی(۳) فقط محمد کفایت اللہ غفرلہ'

زکوٰۃ ہر سال ادا کرنا ضروری ہے
(الجمعیتہ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

(سوال) زکوٰۃ نکالا ہوا روپیہ دوسرے سال زکوٰۃ کے لئے احتساب میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ مثلاً ایک شخص نے ایک سو روپے میں ڈھائی روپے زکوٰۃ کے لئے نکال دیئے پھر دوسرے سال اسی زکوٰۃ نکالے ہوئے ساڑھے ستانوے پر اگر بچ رہیں تو زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۳۱٤) زکوٰۃ سالانہ وظیفہ ہے' اس لئے جس روپے کی زکوٰۃ ایک سال ادا کر دی گئی ہے' اگر وہ روپیہ آئندہ سال تک محفوظ رہے اور بقدر نصاب ہو تو پھر اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی جب نصاب سے کم رہ جائے تو پھر زکوٰۃ نہیں دی جائے گی(٤) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) سونا اور چاندی ملا کر چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی
(۲) چاندی بقدر نصاب اور سونا کم ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی

(سوال) (۱) ایک شخص کے پاس تھوڑا سا اسباب چاندی کا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑا سا سونا بھی ہے اور دونوں علیحدہ علیحدہ نصاب کو نہیں پہنچتے اگر دونوں کی قیمت کا اندازہ کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا

---

(۱) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۵۵' حاشیہ نمبر ۲
(۲) قال اصحابنا' كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع وجوب الزكاة الخ (هنديه' كتاب الزكاة' ۱/۱۷۲ مكتبه رشيديه' كوئٹه)
(۳) ومن كان عليه دين يحيط بماله........' وان كان ماله اكثر من دينه' زكى الفاضل اذا بلغ نصابا (هداية' كتاب الزكاة ۱/۱۸٦ شركت علميه'ملتان)
(٤) و شرطه اى شرط افتراض ادائها حولان الحول ....' فتلزم الزكاة كيفما امسكها الخ (الدر المختار' كتاب الزكاة ۲/۲۷٦' سعيد)

ہے تو اس پر زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟
(۲) ایک شخص کے پاس چاندی کے اسباب اتنے ہیں جو بقدر نصاب ہیں اور وہ زکوۃ دیتا بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک تولہ یا دو تولے سونا بھی ہے اور وہ نصاب کو نہیں پہنچتا ہاں اگر اس کی قیمت کا لحاظ کیا جائے تو بے شک چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے تو ایسی صورت میں اس کو سونے کی زکوۃ کا ادا کرنا فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں، جگن پور ضلع فیض آباد
(جواب ۳۱۵) (۱) ہاں بہتر یہی ہے کہ وہ زکوۃ ادا کرے (۱)
(۲) سونے کی چاندی سے قیمت لگا کر چاندی میں شامل کر کے زکوۃ ادا کرے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صرف سونا نصاب سے کم ہو مگر قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب نہیں

(سوال) ایک شخص کے پاس سونے کا زیور ایک تولہ کا ہے اس وقت اگر فروخت کیا جائے تو چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتا ہے اس پر زکوۃ فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پوری
(جواب ۳۱۶) اگر اس کے پاس چاندی کا زیور بقدر زکوۃ ہو تو سونے کی قیمت بھی اس میں شامل کر کے زکوۃ ادا کرلے (۳) اور اگر دونوں جدا جدا نصاب سے کم ہیں مگر مجموعہ مل کر نصاب ہو جاتا ہے تو زکوۃ ادا کر دینا اولیٰ ہے (۴) اور اگر صرف سونا ہے چاندی نہیں ہے تو اگرچہ اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر ہو زکوۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ویضم الذهب الی الفضة' و عكسه بجامع الثمنية قيمة وقالا اجزاء (الدرالمختار كتاب الزكاة' باب زكوة المال ۳۰۳/۲ سعید)
(۲) و تضم قيمة العروض الى الثمنين' والذهب الى الفضة قيمة' كذافى الكنز' حتى لوملك مائة درهم' وخمسة دنانير' او خمسة عشر ديناراو خمسين درهما' تضم اجماعاً (هندية' كتاب الزكاة ۱۷۹/۱ مكتبه رشيديه' كوئٹه)
(۳) ويضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية (هداية' كتاب الزكاة' باب زكوة الاموال ۱۹٦/۱ شركت علميه' ملتان)
(٤) من كان له مائة درهم' و خمسة مثا قيل ذهب' و تبلغ قيمتها مائة درهم' فعليه الزكاة' عنده خلافا لهما (هداية' كتاب الزكاة' باب زكاة الاموال ۱۹٦/۱ شركت علميه ملتان)
(٥) فاما اذا كان له ذهب مفرد' فلا شئ فيه حتى يبلغ عشرين مثقالاً' فاذا بلغ عشرين مثقالاً' ففيه نصف مثقال الخ (بدائع الصنائع' كتاب الزكاة ۱۸/۲ سعید)

تیسرا باب
مصارف زکوٰۃ

مہتمم کا مدرسے کے مال سے اہل وعیال پر خرچ کرنا

(سوال) وہ مہتمم مدرسہ جس کی تنخواہ مدرسہ سے مقرر نہیں اور نہ وہ لیتا ہے اور وہ صاحب حاجت اور قرضدار ہے اس کو اپنے اہل وعیال پر اس کھانے وغیرہ کی چیزوں کا صرف کرنا جو طلبہ کے مال صدقہ اور زکوٰۃ سے لے کر لوگوں نے دی ہیں جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز اگر دہندگان اشیائے صدقہ وزکوٰۃ اس بات کو پسند نہ کریں کہ ہمارا صدقہ وزکوٰۃ کا مال دیا ہوا کوئی سوائے طلبہ کے صرف کرے تب بھی جائز ہے یا نہیں ؟ نیز مدرس مدرسہ بھی اشیائے مذکورہ کو اپنی تنخواہ میں لے سکتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۷) مہتمم وقف زکوٰۃ صدقہ دینے والوں کا وکیل ہوتا ہے اسکو دینے والوں کی شرط کے خلاف تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں (۱) جب کہ لوگوں نے کچھ اشیاء خاص طالب علموں کے لئے دی ہیں تو مہتمم کو خود یا مدرسین کو استعمال کرنا جائز نہیں نیز زکوٰۃ کا مال مہتمم یا مدرسین کی تنخواہ میں صرف کرنا جائز نہیں (۲)

سید کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی

(سوال) سید کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟ اور دینے والا گناہ گار تو نہ ہو گا ؟

(جواب ۳۱۸) دینے والا گناہ گار تو نہ ہو گا مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہو گی دوبارہ ادا کرنی ہو گی (۳)

محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(۱) غیر مستحق کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینا
(۲) بعض علماء کے قول پر عمل کر کے سید کو زکوٰۃ دینا

(سوال) بهشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ

---

(۱) فی الدر المختار : و للوکیل ان یدفع لولدہ الفقیر و زوجتہ' لا لنفسہ' و فی الشامیۃ ' وھذا الوکیل انما یستفید التصرف من المؤکل ' وقد امرہ بالدفع الی فلان' فلا یملک الدفع الی غیرہ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۶۹ سعید)

(۲) ولو نوی الزکاۃ بمایدفع المعلم الی الخلیفۃ' ولم یستاجرہ ان کان الخلیفۃ بحال لولم یدفعہ یعلم الصبیان ایضا اجزاہ والا فلا (ھندیۃ' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/۱۹۰ کوئٹہ) (۳) ولا تدفع الی بنی ھاشم (ھدایۃ' کتاب الزکاۃ' باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز ۱/۲۰۶ شرکت علمیہ' ملتان)

مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں تھی یا میری لڑکی تھی یا اور کوئی ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا ہو گئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو وہ واپس کر دے اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ میں نے کافر کو زکوۃ دی ہے تو دوبارہ ادا کر دے (۱) حوالہ در مختار ص ۱۰۸ ج ۲ ہدایہ ص ۱۸۹ ج ۱

(۲) اگر کئی شخصوں نے چند علمائے حنفیہ سے دریافت کیا کہ سید کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں انہوں نے جواب دیا کہ جائز ہے اور ایسے علماء جیسے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ دیوبندی مولوی عبدالغفور صاحب مدنی شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی و مولوی محمد معصوم صاحب پیش امام مسجد نبیل والی و مولانا مولوی شفیع الدین صاحب مہاجر مکی اور دیگر علمائے مکی و حضرت مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنفین جن کے جواب کی نقل حسب ذیل ہے۔

سوال۔ کیا اس زمانے میں سیدوں کو زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں؟ جواب۔ فقہ حنفی کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ سادات کو زکوۃ دینی درست نہیں (۲) یہی ظاہر الروایات ہے لیکن اس زمانے میں بیت المال نہ ہونے کی وجہ سے سادات کا وہ شرعی حصہ جو ان کے لئے مقرر تھا ان کو نہیں ملتا اور نہ بحالت موجودہ اس کا کوئی امکان ہے اس وجہ سے فقہ حنفی کے بہت بڑے امام علامہ ابو جعفر طحاویؒ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ایسی صورت میں سیدوں کو زکوۃ دینا درست ہے (۳) اور شوافع میں امام فخر الدین رازیؒ بھی امام طحاوی کے ہم نوا ہیں امام طحاوی کے فتویٰ کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ یا سیدوں کے لئے کوئی مخصوص بندوبست ہونا چاہئے تاکہ ان کے مفلس اور نادار طبقہ کی ضرورتیں جو قرابت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے گری ہوئی اعانت سے اس لئے محروم کیا گیا ہے کہ قوم ان کے لئے بہتر انتظام کرے جو اس سے پوری کی جائیں ورنہ امام طحاویؒ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے فقہ کا بنیادی اصول یہ ہے **من لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل** (۴) یعنی جو اہل زمانہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں سے نا آشنا ہے وہ عالم نہیں ہے (بے خبر ہے) اس اصول کے ماتحت بھی ہمیں سیدوں کے نادار طبقہ کے حالات اور ان کی ضرورتوں کی طرف غور کرنا چاہئے عرف الشذی شرح ترمذی میں ہے **وفی عقد الجید افتی**

(۱) حصہ سوئم زکاۃ کا بیان جن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز ہے ان کا بیان ص ۳۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

(۲) لا یدفع الی بنی ھاشم' لقولہ علیہ السلام' یا بنی ھاشم' ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم غسالۃ الناس' واوساخھم الخ (ھدایۃ' کتاب الزکاۃ' باب من یجوز دفع الصدقات ومن لا یجوز ۱/۲۰۶ شرکت علمیہ)

(۳) وقد اختلف عن ابی حنیفۃ فی ذالک' فروی عنہ' انہ قال' لا باس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم' (طحاوی' کتاب الزکاۃ' الصدقۃ علی بنی ھاشم ۱/۳۵۲ ط سعید) لیکن راجح یہی ہے کہ امام علامہ طحاویؒ بھی عدم جواز کے قائل تھے جیسا کہ اسی صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں قال ابو جعفر' فھذہ الآثار کلھا قد جاء ت' بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم' ولا نعلم شیئا نسخھا' ولا عارضھا حوالہ بالا

(۴) رد المحتار' کتاب القضاء ۵/۳۵۹ سعید

الطحاوی من الحنفیة و فخر الدین الرازی من الشافعیة بجواز الزکوۃ للهاشمی فی هذه الصورة الخ (۱) دستخط عتیق الرحمٰن عثمانی ندوۃ المصنفین قرول باغ دہلی

اب حضور عالی سے دریافت طلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے مندرجہ بالا حضرات کے فتوے پر عمل کر کے زکوٰۃ دیدی ہے وہ اپنی زکوٰۃ لوٹائیں یا نہیں اور نہ لوٹائیں تو گناہ گار ہوں گے یا نہیں اور جن لوگوں کو پتہ نہیں کہ لوٹانی چاہئیے یا نہیں تو ان کا گناہ بتانے والے پر ہوگا یا نہیں ؟

اور نمبر ایک مسئلہ کو نمبر ۲ والے مسئلہ پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اس میں بھی جائز سمجھ کر یعنی مستحق جان کر غیر مستحق کو دیدی بجز کافر کے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (لوٹانے کی ضرورت نہیں) ایسے ہی نمبر ۲ والے مسئلہ میں جائز سمجھ کر دی تھی اب بعد میں معلوم ہوا کہ سید کو زکوٰۃ دینی مفتی بہ (راجح قوی) مذہب نہیں ہے آئندہ نہ دے لیکن جو دے چکا ہے اس کو پھر ادا کرے براہ کرم مدلل تحریر فرمائیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۱۹) نمبر ایک کا مسئلہ تو اس صورت سے متعلق ہے کہ دینے والے غیر مستحق کو مستحق یعنی غنی کو فقیر اور ہاشمی کو غیر ہاشمی خیال کر کے زکوٰۃ دیدی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہاشمی کو ہاشمی جانتے ہوئے زکوٰۃ دی لہذا یہ دونوں صورتیں جدا جدا ہیں (۲) اب جس شخص نے ان علما کے فتوے پر زکوٰۃ دیدی ہے ان کے ذمہ اعادہ نہیں اور ذمہ داری فتویٰ دینے والے پر ہے آئندہ اگر وہ ناجائز بتانے والے کے فتوے پر عمل کرے تو اسے اختیار ہے گزشتہ کا اعادہ نہ کرنا اس کے لئے مباح ہے

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

(جواب دوم ۳۲۰) راجح اور قوی مذہب یہی ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں (۳) ابو عصمہ کی روایت جو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے کی ہے مفتی بہ نہیں ہے پس سید کو زکوٰۃ نہ دینی چاہئیے اگر پہلے دی جا چکی ہے اور اتنی وسعت ہے کہ دوبارہ دیدے تو دیدے ورنہ کوئی حرج نہیں (۴) وکیل نے اگر دیدی تو اس کی ذمہ داری وکیل پر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

(۱) افطاری و شبینہ میں زکوٰۃ دینا
(۲) زکوٰۃ کے مال سے مسافروں اور طلباء کو کھانا کھلانا درست ہے
(۳) زکوٰۃ سے کسی مستحق کی شادی کرنا

---

(۱) ابواب الزکاة، باب کراهیة الصدقة للنبی ﷺ ۱/۱۴۳ طبع سعید

(۲) اور یہ قیاس صحیح نہیں

(۳) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۲ حاشیہ نمبر ۲

(٤) عملا علی روایة ابی عصمة، و تسهیلاً علی المزکی، والله اعلم، فقط گلگتی

(۴) زکوٰۃ سے کسی محتاج کا علاج کرانا

(سوال) (۱) زکوٰۃ کا مصرف رمضان شریف کے مہینہ میں مسجد کی افطاری میں یا مسجد میں شبینہ میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ (۲) عام طور سے مسافروں کو یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا کھلایا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ (۳) اگر کسی ایسے لڑکے کی شادی کہ جو خود قابل کمائی کے ہو اور جو کماتا ہو وہ روزانہ اخراجات والدین اور بہنوں میں صرف کر دیتا ہو اور ضرورت اس کو شادی کی ہو تو زکوٰۃ کے روپے سے اس کی شادی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۴) کوئی شخص بیمار ہے علاج کے واسطے والدین کا مقدور نہیں کہ صرف کر سکیں لہذا اس کے علاج کے خرچ میں جو روپیہ ڈاکٹروں کو دیا گیا ہے زکوٰۃ کے نام لکھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۲۱) (۱) رمضان کی افطاری یا شبینہ میں زکوٰۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطاری کھانے والے یا شبینہ کا کھانا کھانے والے مسکین ہوں اور تملیکاً ان کو افطاری یا کھانا تقسیم کر دیا جائے (۱) اگر غنی ہوں تو جائز نہیں ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملك نصابا ای مال کان دنا نیر او دارهم او سوائم اوعروضا للتجارة او لغیر التجارة فاضلا عن حاجته جمیع السنة هکذا فی الزاهدی (هندیه) ص ۲۰۰ ج ۱) (۲) (۲) عام طور سے مسافروں یا طالب علموں کو زکوٰۃ کے پیسے سے کھانا تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ و منها ابن السبیل (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۳) (۳) اگر وہ فی الحال مالک نصاب نہ ہو تو اس کی شادی کے لئے اس کو تملیکاً زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز ہے والحق به کل من هو غائب عن ماله وان کان فی بلده لان الحاجة هی المعتبرة (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۴) لیکن ایک شخص کو مقدار نصاب یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعداً وان دفعه جاز کذافی الهدایه (هندیه ص ۲۰۰ ج ۱) (۵) (۴) کسی غیر مستطیع مریض کو اس کے علاج کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ دیا جاسکتا ہے (۶)

سید کا زکوٰۃ مانگنا اور اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) سید صاحب کو معلوم ہے کہ زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے اس پر بھی سید صاحب زکوٰۃ کا پیسہ مانگتے ہیں اس حالت میں اگر انکو زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۳۲۲) سید صاحب کا یہ جانتے ہوئے کہ سید کو زکوٰۃ لینا حرام ہے زکوٰۃ مانگنا اور لینا سخت گناہ ہے اور جو شخص یہ جان کر کہ یہ سید ہیں انہیں زکوٰۃ دے گا تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی (۷) اس شخص کو دوبارہ زکوٰۃ دینا

---

(۱) فلو اطعم مسکینا ناویا الزکاة' لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم' (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲/۲۵۷ سعید)
(۲) کتاب الزکاة' الباب السابع فی المصارف ۱/۱۸۹' کوئٹه)
(۳ ٤ ٥) کتاب الزکاة' باب المصارف ۱/۱۸۸ کوئٹه
(٦) لو قضی بها دین حی او میت بامره جاز (فتح القدیر' کتاب الزکاة' باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز ۲/۲٦۸ مصطفی مصر)
(۷) دیکھئے صفحہ نمبر ۲۷۴ حاشیہ نمبر ۲

پڑے گی۔ ھکذا فی کتب الفقه و الله اعلم

مؤلفۃ القلوب کو مصارف زکوٰۃ سے خارج کرنے پر حنفیہ پر اشکال کا جواب

(سوال) زید سورہ توبہ کی آیت انما الصدقات الخ (۱) سے آٹھ مصارف زکوٰۃ بیان کرتا ہے اور مذہب حنفیہ کے مؤلفۃ القلوب کے ساقط ہونے کی نص طلب کرتا ہے اور تفسیر بیان القرآن مؤلفہ مولانا تھانویؒ سے اجماع صحابہ ہو کر آیہ مؤلفۃ القلوب کا ساقط ہونا ثابت ہے (۲) جس پر زید معترض ہے کہ صریح آیت کے مقابلہ میں اجماع صحابہ حجت نہیں ہے ایسی ہی نص قرآنی سے ثبوت دینا چاہئے اب گزارش ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے جواب شافی عطا فرمایا جائے بینوا توجروا؟ نیاز مند ممتاز علی (کلانور ضلع رہتک)

(جواب ۳۲۳) مؤلفۃ القلوب کا حصہ باجماع صحابہؓ ساقط ہو گیا ہے تفسیر مدارک میں ہے و سهم مؤلفة قلوبهم سقط باجماع الصحابة فی صدر خلافة ابی بکرؓ لان الله اعز الا سلام و اغنی عنهم والحکم متی ثبت معقولا لمعنی خاص یرتفع و ینتهی بذهاب ذلك المعنی انتهی (۳) یعنی مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرت ابو بکرؓ کے شروع زمانہ خلافت میں صحابہ کرامؓ کے اتفاق و اجماع سے ساقط ہو گیا اور حکم شرعی جب کہ کسی علت پر مبنی ہو تو اس علت کے اٹھ جانے سے حکم بھی اٹھ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کا مال دینے کی اجازت اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی کمی کی وجہ سے ہو گئی تھی اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور قوت و غلبہ عطا فرمادیا اور مسلمانوں کی جماعت زیادہ ہو گئی تو اجازت ارتفاع علت حکم کی وجہ سے خود مرتفع ہو گئی البرہان شرح مواہب الرحمٰن للشیخ المحدث الفقیہ ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی میں ہے اخرج ابن ابی شیبة عن عامر الشعبی انما کانت المؤلفة علی عهد رسول الله ﷺ فلما ولی ابوبکر انقطعت "(۴) یعنی ابن ابی شیبہ نے عامر شعبیؒ سے روایت کی ہے کہ مؤلفۃ القلوب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے (یعنی ان کا حصہ قائم تھا) پھر جب ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو یہ لوگ منقطع ہو گئے (یعنی ان کا حصہ بند ہو گیا) واللہ اعلم

جن چیزوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ جائز نہیں

(سوال) تالاب ' چاہ ' مسجد ' مسافر خانہ تعمیر کرنا ' اسلامیہ مدارس قائم کرنا ' تعلیم میں امداد دینا وغیرہ ان

(۱) التوبة : ٦٠
(۲) مستحقین صدقات ۱/۱۱۹ تاج پبلشرز دهلی
(۳) ۲/۲۳۲ ط المکتبة العلمیة لاهور
(٤) کتاب الزکاة' باب لمصارف ۱/۵۲۸' ۵۲۹

میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۹ غلام علی معرفت داروغہ جیل دھر مسالہ ضلع کانگڑہ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۲۴) زکوٰۃ کی رقم میں حنفیہ کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ رقم مستحق زکوٰۃ کو تملیکاً دی جائے(۱) تو جن صورتوں میں تملیک نہیں ہوتی ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کیا جاسکتا اور بنائے مسجد یا تعمیر مسافر خانہ و چاہ وغیرہ میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے ان میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے (۲) مدارس وغیرہ میں زکوٰۃ کی جو رقم آتی ہیں وہ یا تو طلبہ مساکین پر خرچ کی جاتی ہیں یا پھر تملیک کر کے دوسرے مصارف میں لائی جاتی ہیں واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مہتمم کا بچوں کو بطور تملیک دی گئی رقم لیکر تعمیر پر خرچ کرنا
(۲) مہتمم کا کئی مدات کی رقوم کو ملا کر رکھنا

(سوال) (۱) یتیم خانے میں بالغ نادار لڑکوں کو زکوٰۃ دی جائے پھر مہتمم ان سے لیکر حساب یتیم خانے میں جمع کرے اور مصارف یتیم خانہ مثلاً تعمیر جائیداد وغیرہ میں صرف کرے تو زکوٰۃ دینے والے کی ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟
(۲) ایک مدرسہ عربیہ میں چند مدات میں روپیہ وصول ہوتا ہے مثلاً زکوٰۃ' تعمیر مسجد' خیرات اور مہتمم مدرسہ جملہ مدات کا روپیہ ایک جگہ شامل کر کے رکھتا ہے اور حساب میں آمد و جمع علیحدہ علیحدہ کرتا ہے بوقت خرچ جس کھاتے کی رقم ہوتی ہے اس میں خرچ کر ڈالتا ہے اس طریقے میں زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں اور جس نے تعمیر مسجد میں رقم دی تھی اس کی رقم تعمیر مسجد میں لگی کہ نہیں اگر مذکورہ بالا مہتمم نے زکوٰۃ کی رقم کسی دوسرے مصرف میں خرچ کر دی اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہوئی تو زکوٰۃ ادا ہو گی یا نہیں اور اگر خبر ہو گئی تو زکوٰۃ دہندہ کیا کرے ؟ **المستفتی** نمبر ۸۳ حاجی عبداللطیف مجتبائی دہلی ۴ رجب ۱۳۵۲ھ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب) (از حبیب المرسلین صاحب نائب مفتی) (۱) زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مہتمم ان کو راضی کر کے یہ رقم ان سے لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کر دے گا تو مہتمم کا یہ فعل بھی جائز ہوگا اور اگر ان سے ناراضگی کی صورت میں لیکر یتیم خانے کے مصارف پر صرف کرے گا تو گناہ گار ہوگا مگر بہر صورت زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

---

(۱) فهي تمليك المال من فقير مسلم غيرهاشمي' ولا مولاه بشرط قطع المنفعة الخ (هندية' كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ رشيديه)
(۲) ويشترط ان يكون الصرف تمليكا' لا اباحة' كما مر لا يصرف الى بناء نحو مسجد'ولا إلى كفن ميت' و قضاء دينه' الخ و في الشامية' قوله نحو مسجد' كبناء القناطر' والسقايات' واصلاح الطرقات و كرى الانهار' والحج' والجهاد' و كل مالا تمليك فيه' زيلعي (رد المحتار' كتاب الزكاة' باب المصرف ۲/ ۳۴۴ سعيد)

(۳) اگر عرف مخلوط کر دینے مہتمم کا مختلف مدات کی رقوم کو نہ ہو گا تو یہ فعل مہتمم کا ناجائز و موجب ضمان ہو گا اور اگر عرف ہو گا تو یہ فعل مہتمم کا جائز ہو گا اور موجب ضمان نہ ہو گا بشرطیکہ ان مختلف مدات کی رقوم کے مالکین کو بھی علم اس عرف پر ہو گا اور اس جواز کی صورت میں مہتمم بمقدار رقم ہر مالک مؤکل کے رقوم مخلوطہ میں سے لیکر اس کے مصرف معین پر صرف کر دے گا تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور مسجد تعمیر کنندہ کی طرف سے مسجد تعمیر ہو جائے گی اور اگر مہتمم زکوٰۃ کی رقم کو جان کر غیر مصرف میں خرچ کر دے گا اور زکوٰۃ دہندہ کو خبر نہ ہو گی تو اس کا مواخذہ اخروی مہتمم پر ہو گا لیکن زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر زکوٰۃ دہندہ کو خبر ہو جائے گی تو اس کو یہ حق نہ ہو گا کہ مہتمم سے اپنی رقم تلف شدہ کی ضمان لیکر زکوٰۃ ادا کرے ویتصل بھذا العالم اذا سال للفقراء شیئاً و خلط یضمن قلت و مقتضاہ انہ لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الا ذن حینئذٍ دلالۃ والظاھر انہ لا بدمن علم المالک بھذا العرف لیکون اذنامنہ دلالۃ (ردالمحتار جلد ثانی ص ۱۲)(۱) فقط واللہ اعلم

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ، دہلی

(جواب ۳۲۵) (از حضرت مفتی اعظمؒ) (۱) اگر دینے والے نے بچوں کو تملیک کے طور پر زکوٰۃ دیدی اور بچے نادار اور بالغ تھے تو اس کی زکوٰۃ تو دیتے ہی ادا ہو گئی اب مہتمم یتیم خانہ نے اگر بچوں سے جبراً لے لی تو اس کا یہ فعل ناجائز ہے مگر زکوٰۃ کی صحت ادا پر اس کا کوئی اثر نہ ہو گا...... اور بچوں نے اپنی خوشی سے اسے دیدی تو پھر ناجائز بھی نہیں اور اس صورت میں وہ یتیم خانہ کے ہر مصرف میں بچوں کی رضامندی سے صرف ہو سکتی ہے۔

(۲) اس میں پہلی بات تو قابل غور ہے کہ مختلف مدات کی رقوم کو علیحدہ رکھنے اور اپنے مصرف میں صرف کرنے کا حکم روپیہ اور پیسوں اور گنی اور گلٹ کے سکوں کے ساتھ متعلق ہے جو رقوم کہ کاغذی نوٹوں کی صورت میں دی جائیں ان کے ساتھ یہ حکم متعلق نہیں کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہیں محض وثائق ہیں(۲) اگر مختلف مدات کے لئے دیئے ہوئے نوٹ ملا دیئے جائیں اور ہر ایک مد کی رقم کے موافق اس مد میں انکو صرف کر دیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہر مد میں رقم صرف کر دی جانے پر معطی کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

اب رہے دھات کے سکے تو ان کا حکم یہ ہے کہ مختلف مدات بلکہ ایک مد میں دی ہوئی مختلف اشخاص کی رقم بھی علیحدہ رکھنی چاہئے اس اصول کے ماتحت مہتمم پر یہی لازم نہیں کہ وہ مد زکوٰۃ کی تمام رقم علیحدہ رکھے بلکہ یہ بھی لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بھی ہر ایک شخص کی علیحدہ رکھے خواہ رقم چار آنے کی ہو یا روپے کی یا دس روپے کی اور اگر زکوٰۃ دینے والے تین سو چار سو آدمی ہوں جن میں آنہ دو آنہ سے مثلاً

(۱) کتاب الزکاۃ ۲۶۹/۱ ط سعید

(۲) یہ حکم اس وقت تھا جب نوٹوں کے پیچھے بینکوں میں سونا ہوتا تھا لیکن اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں اس کے پیچھے سونا نہیں ہوتا

سینکڑوں روپے تک کی مختلف رقوم ہوں تو اصول بالا کی بنا پر تین چار سو تھیلیاں یا پڑیاں علیحدہ رکھنی پڑیں گی (کیونکہ الخلط استھلاک[1] جس طرح خلط قسم بقسم اخر پر صادق آتی ہے اسی طرح خلط مال واحد بمال اخر پر بھی صادق ہے) اور اس کی دشواری اور عدم استطاعت مخفی نہیں اس لئے فقہانے یہ حکم دے دیا ہے کہ جب کہ رقوم جمع شدہ مختلطہ اپنی اپنی مد میں صرف کردی جائیں اور اختلاط کا عرف ہونے کی وجہ سے مالکوں کی جانب سے دلالتہً اذن بالخلط ہو جائے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور مہتمم پر بھی کوئی گناہ یا ضمان نہ ہوگا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ضرورت مند سید' فوج اور رفاہی اداروں کو زکوٰۃ دینا

(سوال) مفلس سید کو اس وجہ سے زکوٰۃ دینا کہ آج کل ان کو مال غنیمت سے حصہ ملنے کی کوئی صورت نہیں ہے' جائز ہے یا ناجائز ؟ سنا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ کے روپے سے سپاہیوں کو تنخواہیں ملتی تھیں اور یہ روپیہ سلطنت کے دوسرے کاموں میں خرچ ہوتا تھا کیا آج کل بھی رفاہ عام (اسلامی کام) کے کاموں میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴ بابو محمد رشید خاں قرولباغ دہلی ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۲۶) مفلس سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں(۳) زکوٰۃ کے روپے سے فوج کو تنخواہ نہیں دی جاتی تھی رفاہ عام کے کاموں میں ایسے طور پر خرچ ہو سکتا ہے کہ اس میں تملیک ہو سکے(۴) مثلاً غریبوں کو لباس و خوراک تقسیم کرنا۔ محمد کفایت اللہ

سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا' زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی کر کے ادا کرنا سال گزرنے سے پہلے دینا

(سوال) اپنے سب عزیز سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے یا نہیں اور صدقہ خیرات دے سکتے ہیں یا نہیں ؟ زکوٰۃ اگر کوئی اکٹھی ادا نہ کر سکے تھوڑی تھوڑی ماہوار ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں ؟ ایک زیور اگر کسی کے پاس دس مہینے رہا پھر اس نے اپنی بہو کو بطور چڑھاوا دے دیا تو اس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے یا بہو کے والدین پر ؟ المستفتی نمبر ۲۷۵ والدہ ابن احمد صاحب رہتک۔ ۲۱ محرم ۱۳۵۳ھ م ۶ مئی ۱۹۳۴ء

(۱) لان الخلط استهلاك اذا لم يكن تمييزه عند ابی حنيفة (الدر المختار' كتاب الزكاة ۲/ ۲۹۰ ط سعيد)

(۲) قلت : و مقتضاه' انه لو وجد العرف' فلا ضمان لو جود الاذن حينئذ دلالةً والظاهر انه لا بد من علم المالك هذا العرف' ليكون اذنامنه دلالة (ردالمحتار' كتاب الزكاة ۲/ ۲۶۹ ط سعيد)

(۳) ولا يدفع الى بنی هاشم' وهم آل علی' و آل عباس' و آل جعفر' و آل عقيل' و الحارث بن عبدالمطلب كذافی الهداية الخ (هندية' كتاب الزكاة' باب المصارف ۱/ ۱۸۹ ط رشيدية كوئٹه)

(۴) ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً الخ (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب المصرف ۲/ ۳٤٤ ط سعيد)

(۵) ولا يدفع الى اصله' وان علا' و فرعه وان سفل' كذافی الكافی (هنديه' كتاب الزكاة' باب المصارف ۱/ ۱۸۸ ط رشيديه كوئٹه)

(جواب ۳۲۷) سوائے اصول و فروع یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی اور اولاد اور اولاد کی اولاد کے دوسرے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینی جائز ہے بھائی بہن بھانجے بھتیجے چچا خالہ پھوپھی ماموں ان سب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے والدین کو نہیں دی جاسکتی سید کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں(۱) زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے صدقات نافلہ اور خیرات سیدوں کو بھی دے سکتے ہیں(۲) اور والدین کو بھی مدرسے میں زکوٰۃ کا روپیہ غریب طلبہ کے طعام و لباس و سامان تعلیم میں خرچ کرنے کے لئے دیا جاسکتا ہے زکوٰۃ اکٹھی ادا نہ ہو سکے تو ماہوار بھی دی جاسکتی ہے(۳) اور اخیر میں حساب کرلیا جائے دس مہینے زیور ملک میں رہنے کے بعد بہو کو دیدیا تو اس کی زکوٰۃ دینے والے کے ذمہ نہیں بہو کے پاس جب سال پورا گزرے گا تو اس پر واجب ہو گی(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جس سے غریب اور امیر دونوں قسم کے طلباء فائدہ حاصل کرتے ہوں

(سوال) جس فنڈ سے یتیم اور غریب طلباء کے کھانے پہننے اور تعلیم کا انتظام ہوتا ہو اس میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ؟ جس مدرسے میں غریب اور تونگر ہر دو قسم کے بچے تعلیم پاتے ہوں اس مدرسے میں زکوٰۃ کا مال دینا درست ہے یا نہیں ؟ یتیم خانہ میں تونگر کا بچہ خرچہ دے کر رکھنا درست ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۴۰۴ عبدالکریم (ہمت نگر) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ م یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۲۸) زکوٰۃ کا روپیہ یتیم بچوں کے خرچ میں جو نادار اور غریب ہوں لانا جائز ہے یعنی ان کے کھانے کپڑے سامان تعلیم میں تملیکاً خرچ کیا جاسکتا ہے لیکن مدرسین کی تنخواہیں یا مدرسے کی تعمیر یا ایسے ہی دوسرے مصارف میں جس میں تملیک نہ ہو خرچ نہیں کیا جاسکتا(۵) تونگر کے بچوں کو زکوٰۃ کے روپے میں سے کچھ دینا یا اس پر خرچ کرنا جائز نہیں(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) مال زکوٰۃ سے غیر مسلم' محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

---

(۱) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گزشتہ ملاحظہ فرمائیں
(۲) فاما التطوع فیجوز الصرف الیهم (هندیة' کتاب الزکاة' باب المصرف ۱۸۹/۲ ط کوئٹه)
(۳) و تجب علی الفور عند تمام الحول حتی یاثم بتاخیره من غیر عذر (هندیة' کتاب الزکاة ۱۷۰/۱ ط کوئٹه)
(٤) وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲۶۷/۲ ط سعید)
(٥) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا' لا اباحة' کمامر' لا یصرف' الی بناء نحو مسجد' ولا الی کفن میت' وقضاء دینه الخ (الدرالمختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۳٤٤/۲ ط سعید)
(٦) یعنی نابالغ بچوں پر خرچ کرنا' کیونکہ وہ باپ کے تابع ہوتے ہیں ولا یجوز دفعها الی ولد الغنی الصغیر (هندیة' کتاب الزکاة' باب المصرف ۱۸۹/۱ ط کوئٹه)

المستفتی نمبر ۸۳۸ ۵دین محمد (ضلع روہتک) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۲۹) مال زکوٰۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں یتیموں کی امداد کرنا جائز نہیں صدقات نافلہ ذمی کو دے سکتے ہیں(۱) محمد کفایت اللہ

بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی سید ہیں ان کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں.

(سوال) بنو فاطمہ کے علاوہ بقیہ بنی ہاشم بھی سید ہیں یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۸۲۲ محمد نذر شاہ (ضلع گجرات) ۶ محرم ۱۳۵۵ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۰) بنو فاطمہ کے علاوہ دوسرے ہاشمی بھی لغتہً واحتراماً سید ہیں اور حرمت صدقہ کے حکم میں شامل ہیں(۲) مگر اصطلاحاً سید کا لفظ صرف بنو فاطمہ کے لئے خاص ہو گیا ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

زکوٰۃ سے کنواں، مسجد، مقبرہ تعمیر کرنا اور میت کو کفن دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے پاس زکوٰۃ کا روپیہ جمع ہے آیا وہ اس سے کنواں، تالاب، مسجد کے متصل مسافر خانہ کسی بزرگ کا مزار یا مقبرہ بنا سکتا ہے یا کسی لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو زکوٰۃ کا روپیہ کن امور میں صرف کر سکتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۸۵۱ شیخ چمن میاں (ضلع غازی پور) ۲۰ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۳۱) زکوٰۃ کی رقم ادائیگی میں تملیک بلا عوض لازم ہے یعنی فقراء و مساکین کو بغیر کسی معاوضہ کے مالک بنا کر رقم زکوٰۃ دی جائے کنواں، تالاب، مسجد، مسافر خانہ، مزار، مقبرہ کی تعمیر کرانے میں تملیک نہیں ہے اس لئے یہ سب ناجائز ہے (۴) مسکینوں، طالب علموں، یتیموں، بیواؤں کو زکوٰۃ کی رقم دینی چاہئے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

والدین اور اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) معطی اپنے والدین یا اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں ؟

---

(۱) واما الحربی ولو مستامنا فجمیع الصدقات ولاتجوز له اتفاقا بحر عن الغایة وغیرها لکن جزم الزیلعی بجواز التطوع له (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/۳۵۲ ط سعید)

(۲) بنو لہب کے علاوہ تمام بنو ہاشم کو زکاۃ دینا جائز نہیں' ولا الی بنی هاشم الا من ابطل النص قرابته وهم بنو لهب (الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/۳۵۰ ط سعید)

(۳) باقی اہل بیت میں آتے ہیں جو کہ سیدت سے عام ہے

(٤) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة کما مر، ولایصرف الی بناء نحو مسجد، ولا الی کفن میت، وقضاء دینه قوله: نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تملیك فیه الخ (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/۳٤٤ ط سعید)

المستفتی نمبر ۸۷۸ محمد عمر صاحب (ضلع کرنال) ۵ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۳۲) کسی غیر شخص کو جو مسکین اور مستحق ہو زکوٰۃ کی رقم دیکر مالک بنادیا جائے اور وہ اپنی طرف سے معطی کے والدین یا اولاد کو دیدے تو جائز ہے(۱) بشرطیکہ دینے والا اس سے یہ شرط نہ کرے اور نہ اسے مجبور کرے بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو جائے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صاحب نصاب امام کا زکوٰۃ لینا

(سوال) جو امام صاب نصاب ہو بسبب امامت کے وہ لوگوں کو تنگ کر کے زکوٰۃ لے تو وہ مال زکوٰۃ اس کے واسطے حرام ہے یا حلال ہے اور تنگ اس طرح کرے کہ میں نماز نہ پڑھاؤں گا تمہارے جنازے اور عیدین نہ پڑھاؤں گا المستفتی نمبر ۱۲۸۸ محمد اسمٰعیل (امرتسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ م ۷ جنوری ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۳۲) صاحب نصاب کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے(۳) اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے لوگوں کو تنگ کرنا تو غیر صاحب نصاب کے لئے بھی جائز نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

زکوٰۃ دوسرے ملک میں موجود رشتہ داروں کو بھیجنا

(سوال) زید کے عزیز و اقارب پاکستان میں رہتے ہیں اور وہ زکوٰۃ کے مستحق ہیں زید انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)
(جواب ۳۳٤) اعزا و اقارب جو پاکستان میں ہیں ہندوستان میں رہنے والا ان کو اپنی رقم کی زکوٰۃ دے سکتا ہے ان کو دینے سے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی(٤) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مالک نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) زید کے قرابتدار زید کو زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں کیا زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اور دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی زید کے پاس یکصد سے کم روپے ہیں المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی

---

(۱) جائز ہے مگر ایسا حیلہ کرنا مکروہ ہے: ویکرہ ان یحتال فی صرف الزکاۃ الی والدیہ المعسرین بان تصدق بہا علی الفقیر ثم صرفہا الفقیر الیہما (ردالمحتار کتاب الزکاۃ باب المصرف ۲/۳٤٦ ط سعید)
(۲) ہندیہ میں ہے ولایدفع الی اصلہ وان علا و فرعہ وان سفل (ہندیۃ کتاب الزکاۃ باب المصرف ۱/۱۸۸) لیکن اگر مذکورہ حیلہ سے دیا جائے تو کراہت جائز ہوگا
(۳) ولا یحل ان یسال شیئا من القوت من لہ قوت یومہ بالفعل او بالقوۃ (الدر المختار کتاب الزکاۃ باب المصرف ۲/۳۵٤ ط سعید)
(٤) ویکرہ نقل الزکاۃ من بلد الی بلد الا ان ینقلہا الانسان الی قرابتہ او الی قوم ہم احوج الیہا من اہل بلدہ الخ (ہندیہ کتاب الزکاۃ الباب السابع فی المصارف ۱/۱۹۰ ط کوئٹہ)

(جواب ۳۳۵) زید کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں' کیونکہ وہ مالک نصاب ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسے کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) قصبہ عبداللہ پور میں پہلے اسلامی مدرسہ ایک چھپر میں قائم تھا اب یہاں کے غریب لوگوں نے کوشش کر کے ایک اسلامی مدرسہ تعمیر کرایا ہے اس کی تعمیر میں کچھ کمی رہ گئی ہے غریبوں کا روزگار بہت مندا ہے اس وجہ سے چندہ حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے اب آیا فطرہ کے اناج کا مصرف اس کی تعمیر میں ہو سکتا ہے یا نہیں المستفتی عزیز احمد مدرس مکتب عبداللہ پور (ضلع میرٹھ)

(جواب ۳۳۶) صدقات فطر کی رقم اس عمارت میں نہیں لگ سکتی (۲) وہ تو صدقہ کر دینا ہی لازم ہے
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صاحب نصاب علماء کو زکوٰۃ لینا (چند متفرق مسائل)

(سوال) ہمارے ملک بلوچستان علاقہ پہاڑی میں علماء کا گزارہ قدیم سے آج تک زکوٰۃ و عشر و اسقاط مردگان پر ہے اس آمدنی سے بھی پورا گزارہ نہیں ہو سکتا ایک وجہ یہ ہے کہ آباد ملک نہیں پہاڑی علاقہ ہے بارانی پانی سے اکثر آبپاشی ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ چرائی کا کام کرتے ہیں اور گزارہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ زکوٰۃ وغیرہ آمدنی بھی پوری طرح ادا نہیں کرتے اور جو ادا کرتے ہیں مثل تنخواہ مقررہ علماء کو سب دی بھی نہیں جاتی اکثر اقرباء وغیرہ کو دی جاتی ہے علماء کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا اگرچہ اذان جماعت چھوڑ کر چلا ہی جائے اور یہ لوگ بوجہ کم علمی و جہالت علماء کی تنخواہ کا تو نام بھی نہیں لیتے بالا آمدنی بھی مرضی پر ہے چاہے دیں یا نہ دیں مقرر نہیں اس وجہ سے علماء نایاب ہیں بعض جگہوں پر اذان و امامت بھی نہیں ہوتی تعلیم کی یہ حالت ہے کہ مدرسہ اسلامیہ کا نام بھی نہیں نہ کوئی حافظ قرآن موجود ہے تدریس جماعت و جنازہ' نکاح خوانی یہ سب کام پیش امام مسجد کے ذمہ ہیں طلباء کی یہ حالت ہے کہ اکثر صبح سویرے ناظرہ سبق قرآن شریف پڑھ کر مال چرانے کو چلے جاتے ہیں واپسی شام کو ہوتی ہے اکثر ناظرہ قرآن شریف پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں بعضے کچھ قدر تھوڑی سی چھوٹی کتابیں پڑھ کر فراموش کر دیتے ہیں علم کی قدر نہیں جانتے اور دین کی یہ حالت ہے کہ بعضے لوگ جماعت سے نماز پڑھنا بجائے خود رہا نماز بھی نہیں پڑھتے اور عورتوں کو پردہ شرعی بھی نہیں دیتے باہر کا کام کرتی پھرتی

---

(۱) ولا (یصرف) الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الا صلیۃ الخ (الدر المختار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۳۴۷/۲ ط سعید)

(۲) اس لئے کہ اس میں تملیک نہیں ہوتی اور صدقہ فطر میں تملیک ضروری ہے فی الدر المختار' و صدقۃ الفطر کالزکاۃ فی المصارف' وفی کل حال و فی الشامیۃ' قولہ و فی کل حال ..... بل المراد فی احوال الدفع الی المصارف من اشتراط النیۃ' واشتراط التملیک (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۳۲۹/۲ ط سعید)

ہیں اور میراث فقط مردوں پر تقسیم کرتے ہیں عورتوں کو کوئی حصہ بھی نہیں دیتے اگرچہ یتیم لڑکی کیوں نہ ہو بعضے لوگ میراث تو بجائے خود ہے عورتوں کو بھی فروخت کر دیتے ہیں چاہے لڑکی بہن ہی کیوں نہ ہو یعنی اتنی دین میں سستی ہے اور دین کے مددگار کم ہیں پہلے عرض یہ ہے کہ دعا فرمادیں کہ خداوند تعالے ہم کو اس گمراہی سے نکالے ہدایات دین نصیب کرے بعدہ عرض ہے کہ بوجہ کم ہونے مددگار دین اور نہ دینے تنخواہ کے علماء کو بالا آمدنی مذکورہ زکوٰۃ لینی جائز ہے یا نہیں ؟
جس طرح علماء متاخرین اس زمانہ میں مددگار دین کم دیکھ کر تنخواہ لینے پر فتویٰ جواز کا دیا ہے جس جگہ تنخواہ ملتی ہے اب ہمارے ملک کی یہ حالت ہے جو آپ کو عبارت بالا سے معلوم ہوئی تنخواہ بجائے خود زکوٰۃ وغیرہ آمدنی سے بھی پورا گزارہ اکثر جگہ نہیں ہوتا مسجدیں بلا امام و مؤذن ہی کھڑی ہیں اب کیا ہم بوجہ تنخواہ نہ ملنے کے زکوٰۃ و صدقات لے سکتے ہیں یہ زکوٰۃ تنخواہ کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں ؟
(۲) اسراف اور صدقہ میں کیا فرق ہے ؟
(۳) مبذرین و مسرفین میں کیا فرق ہے ؟ یہ لوگ سب کو خیرات جانتے ہیں
(٤) الحب للہ والبغض للہ اور غیبت میں کیا فرق ہے ؟
(٥) صدقہ فی سبیل اللہ اور خیرات ریا میں کیا فرق ہے ؟
(٦) بعضے لوگ شادی و غمی میں بہت خرچ کرتے ہیں اور زکوٰۃ و عشر وغیرہ میں فرض واجب چھوڑ کر مستحب ادا کرتے ہیں خیرات کرتے ہیں کیا ان کی یہ خیرات مفید ہے ؟
المستفتی نمبر ۱۶۵۱ پیش امام حاجی باسو مقام لہمہ زیرین ڈاکخانہ یار خاں ضلع لورالائی ۲۴ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۳۷ء
(جواب ۳۳۷) (۱) علما جو صاحب نصاب ہوں ان کے لئے اخذ زکوٰۃ کا جواز نص صریح کے خلاف ہے لا یحل الصدقۃ لغنی (۱) اور قرآن پاک کی آیت انما الصدقات للفقراء (۲) کے سیاق اور لفظ انما کے مفاد کے خلاف ہے پس اسکو جائز کرنے کی کوئی صورت نہیں اور اخذ اجرت تعلیم کے فتوے جواز پر جو متاخرین حنفیہ نے دیا ہے اس کا قیاس صحیح نہیں کیونکہ اجرت علی الطاعات کا جواز مجتہد فیہ تھا اس میں پہلے ہی سے گنجائش تھی تو ایک ضرورت کی وجہ سے حنفیہ نے اس میں دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیا زکوٰۃ کا اغنیا کے لئے جائز نہ ہونا متفق علیہ اور منصوص ہے بعض علماء نے صرف اتنی اجازت دی ہے کہ عالم کی کتابیں جن سے وہ فتوے کا کام کرتا ہے اس کی حاجات اصلیہ میں شمار کر کے نصاب سے خارج کر دی

(۱) و جاءت بصیغۃ المؤنث (مرتب) لا تحل الصدقۃ لغنی (مجمع الزوائد، باب فیمن لا تحل لہ الزکاۃ ۳/ ۹۱ ط دار الفکر، بیروت)
(۲) انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل التوبۃ ٦٠

ہیں یعنی ایسے عالم کو زکوٰۃ لینا جائز ہے جس کے پاس نصاب کی قیمت کی کتابیں تو ہوں (۱) مگر اور کوئی مالیت نہ ہو لیکن جس کے پاس چاندی سونے کا نصاب ہو زمین زراعت کی ہو گائے بھینس بکریاں جانور ہوں اس کے لئے زکوٰۃ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
(۲) صدقہ وہ ہے جو حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کی غرض سے دیا جائے اور اسراف (۲) وہ ہے جو بغیر حاجت کے صرف کیا جائے یعنی خرچ کرنے کی داعی کوئی چیز سوائے خواہش نفس کے نہ ہو
(۳) مبذر اور (۳) مسرف کے معنی قریب قریب ہیں زیادہ فضول خرچی کو تبذیر کہتے ہیں
(۴) البغض للہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے اعمال شرعیہ کی خرابی کی وجہ سے اس سے اللہ واسطے بغض رکھا جائے اور غیبت کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں بیان کرنے کو کہتے ہیں (۴)
(۵) صدقہ اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی نیت سے کسی حاجت مند کی حاجت رفع کرنے کے لئے کچھ دیا جائے اور خیرات ریا اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کو دکھانے اور نام اور شہرت حاصل کرنے کے لئے دیا جائے۔
(۶) حقوق واجبہ زکوٰۃ و عشر وغیرہ ادا نہ کرنا اور بیاہ شادی میں بہت زیادہ رقم خرچ کر دینا گناہ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ و یتیم خانہ کی تعمیر جائز نہیں

(سوال) دہرہ دون میں ایک مدرسہ تجوید القرآن و یتیم خانہ ایک مدت سے قائم ہے اس مدرسہ میں تعلیم قرآن دی جاتی ہے اور حساب و اردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اس میں یتیم بچوں کے علاوہ اور مسلمان بچے بھی تعلیم پاتے ہیں کسی سے کوئی فیس نہیں لی جاتی یتیم بچوں کی رہائش و خورد و نوش وغیرہ کا انتظام بھی ہے اس وقت تک اس مدرسہ و یتیم خانہ کی اپنی عمارت بھی نہیں تھی مگر اب عمارت زیر تعمیر ہے براہ کرم مطلع فرمائیے کہ آیا اس عمارت و یتیم خانہ میں رقومات زکوٰۃ فطرہ و چرم قربانی صرف کرنا مطابق شریعت جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۱۴۵ سکریٹری انجمن نصرۃ الاسلام' دہرہ دون ۲۱ شوال ۱۳۶۵ھ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۶ء

---

(۱) لا باس ان یعطی من الزکاۃ من له مسکن' و مایتاثث به فی منزله' لو خادم' و فرس' و سلاح' و ثیاب البدن' و کتب العلم إن کان من اهله الخ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/۳۴۷ ط سعید)
(۲) الاسراف صرف الغنی فیما ینبغی زائد علی ما لا ینبغی (رد المحتار' کتاب الفرائض ۶/۷۵۹)
(۳) التبذیر صرفه (ای الشی) فیما لا ینبغی (حوالہ بالا)
(۴) عن ابی هریرۃ قال : قیل' یا رسول الله ! ما الغیبة؟ قال ذکرک اخاک بما یکره' قال ارایت ان کان فیه ماأقول' قال : ان کان فیه ما تقول' فقد اغتبته' وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته (ترمذی' ابواب البر والصلة' باب ماجاء فی الغیبة ۲/۱۵ ط سعید)

(جواب ۳۳۸) زکوٰۃ کی رقم عمارت میں خرچ نہیں کی جاسکتی کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ کی حنفیہ کے نزدیک بدون تملیک کے کوئی صورت جائز نہیں(۱) ہاں حیلہ تملیک کر کے زکوٰۃ کی رقم تعمیر میں صرف کی جائے توگنجائش ہے (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

پھوپھی 'خالہ' چچااور بھائی کوزکوٰۃ دینا جائز ہے

(سوال) زکوٰۃ کا پیسہ سگی خالہ یا پھوپھی اور چچا کو یا سگے بھائی کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۵ اربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۳۹) زکوٰۃ کی رقم پھوپھی' خالہ' چچا' بھائی کو دینا جائز ہے سگے ہوں یا سوتیلے (۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مدرسے کے سفیر کوزکوٰۃ کی رقم سفر میں خرچ کرنا

(سوال) (۱) مدرسہ کے جو سفیر باہر چندہ کی وصولیابی کے لئے مقرر ہوئے ہیں ان سے یہ کہا گیا ہے کہ دو قسم کی رقمیں تم کو ملیں گی مد تعلیم 'مد زکوٰۃ' سفر خرچ میں ان میں سے نصف نصف خرچ کرنا اور جو تنخواہ تم کو ملے گی وہ بھی اسی حساب سے ملے گی تنخواہ میں تو کچھ شبہ نہیں 'لیکن جو رقم سفر خرچ میں صرف ہوئی ہے چونکہ وہ قبل تملیک صرف ہو گئی اس لئے یہ شبہ ہے کہ جائز بھی ہے یا نہیں اگر نا جائز ہے تو اب تک جو ایسا کیا گیا اس کا کیا ہونا چاہئے

(۲) چرم قربانی شہر میں سے مدرسہ کے لئے مزدور کے ذریعہ سے منگائے جاتے ہیں بعض اصحاب نقد کی صورت میں اس کی قیمت دیتے ہیں کیا اس نقد میں سے اس مزدور کی اجرت دی جاسکتی ہے 'جس نے کھالیں جمع کی ہیں یا نہیں المستفتی نمبر ۲۴۷۶ جناب مولوی محمد سعید صاحب جامع مسجد نگینہ (بجنور) ۱۹ صفر ۱۳۵۸ھ م ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۴۰) ہوالموفق اموال زکوٰۃ و قیمت چرم قربانی میں سے اجرت عامل دینے کا جواز تو نا قابل تردد ہے (۴) اور اس صورت میں حیلہ تملیک کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی مہتمم مدرسہ اپنے سفیر

---

(۱) ویشترط' ان یکون الصرف تملیکاً' لا اباحۃ' کمامر' ولا یصرف الی بناء نحو مسجد' ولا الی کفن میت' و قضاء دینہ' قولہ نحو مسجد' کبناء القناطر' والسقایات' واصلاح الطرقات' و کری الانہار' والحج والجہاد' وکل مالا تملیک فیہ الخ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/ ۳٤٤ ط سعید)

(۲) جیسے فقراء کو تملیک کرائے اور بعد میں وہ خوشی سے تعمیر میں لگائے دیکھیں صفحہ نمبر ۲۵۳ حاشیہ نمبر ا

(۳) والا فضل فی الزکاۃ' والفطر' والنذور الصرف اولاً الی الاخوۃ' والا خوات' ثم الی اولادہم' ثم الی الاعمام' والعمات' ثم الی اولادہم' ثم الی الاخوال' والخالات' ثم الی اولادہم (ہندیہ' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹہ)

(۴) کیونکہ یہ منصوص علیہ ہے جیسے قرآن مجید کی آیت ہے والعاملین علیہا التوبۃ ٦٠

کو اپنی طرف سے وکیل بالتصرف بنا سکتا ہے یا استقراض کی اجازت دے سکتا ہے(۱) اور بوقت حساب تنخواہ اور مصارف سفر کو خرچ میں ڈال سکتا ہے ان تمام رقوم میں جس قدر رقم بطور نوٹ کے وصول ہوتی ہے اس میں تعین نہ ہونا تو ظاہر ہے اور جس قدر رقم روپیہ پیسوں کی صورت میں وصول ہوتی ہے اس میں بھی تعین پر عمل تقریباً ناممکن ہے کیونکہ تعین کا مقتضا تو یہ ہے کہ ہر معطی کی دی ہوئی رقم علیحدہ رکھی جائے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت تقریباً ناممکن ہے پس نوع صدقہ کی علیحدگی اور حساب مجموعی پر اکتفا کیا جاتا ہے (۲) اور متعدد معطیوں کی رقم زکوٰۃ کا مجموعی حساب کرلیا جاتا ہے رقوم زکوٰۃ سب مختلط ہو جاتی ہیں پس جیسے کہ زید' عمرو' بکر کی دی ہوئی رقمیں مخلوط ہو جاتی ہیں' اسی طرح مختلف مدات کی رقمیں بھی مخلوط ہو جائیں اور صرف کا حساب علیحدہ علیحدہ کردیا جائے یہ دونوں صورتیں یکساں ہیں واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مدرسہ کے سفیر کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دینا

(سوال)(۱) مدارس عربیہ میں بمد زکوٰۃ جو روپیہ پہنچتا ہے کیا اس میں سے مدرسہ کے سفیر کو جو چندہ کی فراہمی کے لئے مقرر ہوتا ہے والعاملین علیہا کی مد میں داخل سمجھ کر اس کو تنخواہ میں وہ روپیہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) مدرسہ کا کوئی ایسا مبلغ یا مدرس ہو جس کے پاس کسی رقم کا نصاب نہیں صرف ماہواری تنخواہ پر جو مدرسہ سے حاصل کرتا ہے نہایت تنگی اور دشواری سے اس پر گزارہ کرسکتا ہے کیا ایسے مبلغ یا مدرس کو بھی مدرسہ میں بمد زکوٰۃ آمدہ رقم سے تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۵۱ مولانا محمد چراغ صاحب مدرس مدرسہ گوجرانوالہ ۲۱ رجب ۱۳۵۹ھ ۲۶ اگست ۱۹۴۰ء

(جواب ۳۴۱) (۱) زکوٰۃ کی رقم وصول کر کے لانے والوں کو اس رقم میں سے اجرت عمل دینے کی گنجائش ہے خواہ وہ غنی ہوں (۳) مگر کسی حال میں ان کی وصول کی ہوئی رقم کے نصف سے زیادہ نہیں دی جائیگی(۴)

---

(۱) یعنی سفیر سے یوں کہے کہ آپ اس سے خرچ کرتے رہیں' آخر میں حساب برابر کردیا جائے گا فقط

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۷۸ حاشیہ نمبر ۲'۱

(۳) وعامل' یعم الساعی' والعاشر' ولو غنیا لا هاشمیاً' لانه فرغ نفسه لهذا العمل' فیحتاج الی الکفایة' والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة' کابن السبیل' بحر عن البدائع (الدر المختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/۳۳۹ ط سعید)

(٤) قوله' فیحتاج' الی الکفایه' لکن لا یزاد علی نصف ما قبضه' کما یاتی (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۲/۳٤۰ ط سعید)

(۲) کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم کسی عمل کے معاوضہ میں (سوائے تحصیل و جمع زکوٰۃ کے) نہیں دی جاسکتی کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک (۱) بلا عوض شرط ہے ملازمین مدرسہ تعلیم و تبلیغ کو تنخواہ بطور عقد اجارہ دی جاتی ہے جو تملیک بلا عوض نہیں ہے البتہ اگر ان کو بطور وظیفہ ماہواری رقم دی جائے اور مستاجر کی حیثیت سے ان کے عمل کی جانچ نہ کی جائے اور اجیر کی طرح ان سے مواخذت نہ ہوں تو پھر ان کو زکوٰۃ میں سے ماہواری وظیفہ دینا جائز ہوگا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی
الجواب صحیح فقیر محمد یوسف دہلوی مدرسہ امینیہ' دہلی

زکوٰۃ کے متعلق چند مسائل

(سوال) الف (۱) کونسے روپے یا نقدی پر زکوٰۃ واجب ہے اور کس حساب سے ؟
(۲) جیسا کہ بعض مولوی صاحبان نے فرمایا کہ "زکوٰۃ صرف زائد روپے پر واجب ہے" تو زائد روپے کی تعریف فرمائیے
(۳) مثال کے طور پر اختتام سال پر یعنی ماہ زکوٰۃ میں ایک شخص کی کل مالی حالت کے ایک سو روپے ہے اس میں سے پچاس روپے اس کے پاس جمع ہیں' بقایا پچاس روپے تجارت یا کاروبار میں ملے ہوئے ہیں اور وہ تجارت فائدہ مند ہے اب ان تجارت والے پچاس روپوں میں سے پچیس روپے کا اس کے پاس تجارتی سامان ہے اور بقیہ پچیس روپے لوگوں کے ذمہ واجب الوصول ہیں اس صورت میں اس کے کتنے روپے پر زکوٰۃ واجب ہو سکتی ہے کیا کل مالی حالت پر یا زائد جمع روپے پر یا زائد تجارتی مال پر یا سب پر
(۴) ایک شخص اس سال کچھ رقم پر زکوٰۃ نکالتا ہے اگلے برس وہ رقم ڈیوڑھی ہو جاتی ہے تو کیا کل رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا صرف زیادتی پر ؟
(ب) زیورات' سونا' چاندی وغیرہ
(۱) کیا تمام زیور پر زکوٰۃ ہونا چاہئے یا اس میں روز مرہ کے استعمال میں آنے والے اور نہ آنے والے کی تخصیص ہے کیونکہ بعض مولوی صاحبان کا فرمان ہے کہ جو زیور روز مرہ کے استعمال میں نہ آوے صرف اس پر زکوٰۃ فرض ہے' دوسرے پر نہیں
(۲) سونے کی ایک مقدار یا زیور جس پر کہ آپ ایک برس زکوٰۃ دے چکے ہوں کیا اس پر دوسرے برس بھی فرض ہے یا اس کی زیادتی پر
ج۔ جائیداد' مکان و زمین وغیرہ

---

(۱) ولو نوی الزکاۃ' بما یدفع المعلم الی الخلیفة' ولم یستاجره ان کان الخلیفة بحال لو لم یدفعه' یعلم الصبیان ایضا' اجزاه' والا فلا (هندیه' کتاب الزکاۃ' باب المصارف' ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹہ)
(۲) یہاں مدرسین کا مستحق زکوٰۃ ہونا بھی ضروری ہے البتہ اس تفصیل سے شبہ بعوض دور کرنا مقصود ہے نہ کہ مدرس کو عامل کے زمرے میں داخل کرنا فقط

(۱) کیا تمام جائیداد پر زکوۃ واجب ہے ؟
یا صرف اس جائیداد پر جس سے کوئی آمدنی ہو

۲- مستحقین زکوۃ

(۱) ایک شخص کا حقیقی بھائی یا بہت نزدیکی رشتہ دار بالکل اپاہج نہ ہو ' کام کاج کرتا ہو لیکن بہت عسرت کے ساتھ گزارہ ہو اور مقروض بھی ہو تو کیا اس کا قرضہ زکوۃ سے اتارا جا سکتا ہے ؟
(۲) کیا کسی عزیز یا دوسرے قریبی طالب علم کو بطور وظیفہ زکوۃ کا روپیہ دیا جا سکتا ہے ؟ **المستفتی نمبر ۲۴۷۲** خاکسار فضل کریم پارسی بازار فورٹ (بمبئی) ۵ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ ۲۰ جون ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۴۲) جس شخص کے پاس چھپّن روپے (۱) ایسے ہوں کہ اس کے کھانے کپڑے وغیرہ ضروریات پوری ہونے کے بعد فاضل بچے ہوئے ہوں اور ان پر اسی طرح ایک سال گزر جائے تو اس پر چالیسواں حصہ زکوۃ واجب ہوگی (۲) یعنی ایک روپیہ پانچ آنے ۷ پائی زکوۃ ہوئی نقد روپیہ موجود ہو یا اتنی قیمت کا مال تجارت موجود ہو یا تجارتی سلسلہ میں لوگوں کے ذمہ قرض ہو سب کا حساب لگالیا جائے گا مگر قرض کی زکوۃ قرض کی رقم وصول ہونے سے پہلے ادا کرنی لازم نہیں (۳) جس رقم کی زکوۃ ایک سال ادا کردی گئی ہو اگر وہ رقم دوسرے سال بھی رہے تو دوسرے سال پھر زکوۃ ادا کرنی ہوگی اگر اتنی ہی رہی تو اتنی کی زکوۃ لازم ہوگی اور بڑھ گئی تو ساری رقم کی زکوۃ دینی ہوگی (۴) مثلاً ایک سال سو روپے تھے ختم سال پر سو روپے کی زکوۃ ادا کردی اور بقیہ رقم دوسرے سال بھی محفوظ رہی تو سال پورا ہونے پر اس کی زکوۃ ادا کرنی ہوگی چاندی سونے کے زیور پر وزن کے لحاظ سے زکوۃ ہوگی (۵) زیور میں جواہرات خواہ کتنے ہی قیمت کے ہوں ان پر زکوۃ نہیں الا یہ کہ وہ مال تجارت ہوں زیور میں چاندی سونے پر بہر صورت زکوۃ ہوگی خواہ استعمال ہوں ' خواہ تجارتی ' خواہ یوں ہی رکھے رہیں (۶) جائیداد ' زمین ' مکانات کی قیمت پر زکوۃ نہیں۔

---

(۱) اس چھپّن روپے کی قیمت اس وقت کے اعتبار سے چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہوگی جو کہ ساڑھے باون تولہ ہے
(۲) وشرعا تمليك جزء مال عينه الشارع' وهو ربع عشر نصاب حولي (الدر المختار' كتاب الزكاة ۲/۲۵٦ ط سعيد)
(۳) ولو كان الدين على مقر ملئ ...... فوصل الى ملكه' لزم زكاة مامضى (تنويرالابصار' كتاب الزكاة ۲/۲٦٦'۲٦۷ ط سعيد)
(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۵۹ حاشیہ نمبر ۳
(۵) وكذا في حق الوجوب يعتبر ان يبلغ وزنها نصابا' ولا يعتبر فيه القسمة بالا جماع (هندية' باب زكاة الذهب والفضة والعروض ۱/۱۷۹ ط كوئثه)
(٦) لازكاة في اللآلي' والجواهر' وان ساوت الفا الا ان تكون للتجارة والا صل ان ماعدا الحجرين' والسوائم انما يزكى بنية التجارة (رد المحتار' كتاب الزكاة ۲/۲۷۳ ط سعيد)

اصول (یعنی ماں' باپ' دادا' دادی' نانا' نانی) اور فروع (یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد) کو زکوٰۃ دینا اور زوجین کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں(۱) بھائی ' بہن' چچا' پھوپھی' ان کی اولادوں کو ماموں' خالہ اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے(۲) کسی عزیز یا طالب علم کو بطور وظیفہ زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
(۲) تملیک کر کے زکوٰۃ کو مدرسے کے دوسرے کاموں میں خرچ کر سکتے ہیں
(۳) امین یا وکیل' زکوٰۃ کو اپنی خرچ میں لائے تو ادائیگی کی صورت

(سوال) (۱) سید کو بحالت عسر و فقر زکوٰۃ کا روپیہ بلا حیلہ شرعی کے دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲) ایک شخص ایک مدرسہ میں زکوٰۃ کا روپیہ بھیجتا ہے اب وہاں کوئی طالب علم ایسا نہیں ہے جس کو زکوٰۃ دیجائے تو یہ روپیہ کسی دوسرے مدرسہ کو یا ایسے اشخاص کو جو ضرورت مند ہوں باجازت زکوٰۃ دہندہ یا بلا اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ (۳) اگر کوئی شخص وکیل یا امین زکوٰۃ کے روپے کو اپنے صرف میں لے آیا ہو تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ المستفتی نمبر سید ظفریاب حسن نگینہ ضلع بجنور ۳۰ محرم ۱۳۶۴ھ

(جواب ۳۴۳) (۱) سید کو زکوٰۃ و عشر کا روپیہ یا غلہ دینا درست نہیں(۳) ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو مضائقہ نہیں حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غیر سید غریب کو یہ کہہ کر دیدیا جائے کہ فلاں سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں لہذا تم کو دیتے ہیں اگر تم یہ کل یا بعض اس کو بھی اپنی طرف سے دیدو تو بہتر ہے اور وہ لیکر دیدے تو سید کے لئے جائز ہے(۴)

(۲) زکوٰۃ کی تملیک کر کے مدرسہ کے کسی دوسرے کام میں خرچ کر سکتے ہیں(۵)

(۳) جس قدر زکوٰۃ کی رقم اپنے خرچ میں لے آیا ہے اس کا ضامن ہے اتنی رقم بطور ضمان کے ادا کر دے تو زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ولا الی من بینهما' ولاد' ولو مملوکاً فقیراً' او بینهما زوجیه (الدر المختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۳٤٦/۲ ط سعید)

(۲) و قید بالولاد لجوازه لبقیة الا قارب' کالا خوة' والاعمام' والا خوال الفقراء' بل هم اولیٰ' لانه صلة' و صدقة' (رد المحتار' کتاب الزکاة' باب المصارف ۳٤٦/۲ ط سعید)

(۳) ولا یدفع الی بنی هاشم' وهم آل علی' وآل عباس' و آل جعفر' وآل عقیل' وآل الحارث بن عبدالمطلب کذافی الهندیة' (هندیة' کتاب الزکاة' باب المصارف ۱۸۹/۱ ط کوئٹه)

(٤-٥) و حیلة التکفین بها التصدق علی فقیر' ثم هو یکفن' فیکون الثواب بهما' وکذافی تعمیر المسجد (الدر المختار' کتاب الزکاة ۲۷۱/۱ ط کوئٹه)

(٦) ولو خلط زکاة مؤکلیه' ضمن' وکان متبرعا' الا اذا وکله الفقراء (وفی الشامیة) لکن' قد یقال' تجزی عن الآمر مطلقاً لبقاء الاذن بالدفع (ردالمحتار' کتاب الزکاة ۲٦۹/۲ ط سعید)

مالدار شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(سوال) ایک مسجد کے امام صاحب ہیں ان کی لڑکی شادی شدہ بالغ ہے اس کا شوہر اسے نہیں لے جاتا ہے وہ کچھ بیمار بھی رہتی ہے امام صاحب کو بستی کے لوگ فطرہ اور زکوٰۃ حقدار سمجھ کر دیتے ہیں اب یہ امام صاحب اس فطرہ اور زکوٰۃ کی آمدنی کو اس اپنی لڑکی کو دیدیں تو دینے والوں کی زکوٰۃ اور فطرہ ادا ہو گا یا نہیں ؟ امام صاحب ایسا جو کرتے ہیں تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟ یہ لڑکی صاحب نصاب بھی نہیں ہے اور بیمار بھی رہتی ہے پھر اگر یہ لڑکی اپنی خوشی سے اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اس رقم کو دیدے تو والدین کو اپنے صرف میں لانا جائز ہو گا یا نہیں ؟ المستفتی میاں جی نور محمد موضع نی ضلع گوڑگانوہ

(جواب ۳۴۴) صاحب نصاب کے لئے فطرہ اور زکوٰۃ جائز نہیں(۱) ہاں لڑکی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے زکوٰۃ اور فطرہ جائز ہے وہ لیکر قبضہ کر لے تو پھر اسے اختیار ہے کہ وہ اپنے والدین کو جو صاحب نصاب ہیں اپنی طرف سے بطور ہدیہ کے اس میں سے دے یا کھلائے تو جائز ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مہتمم مدرس اور متولی مسجد کو زکوٰۃ دینا.

(سوال) اگر صاحب نصاب کو فطرہ زکوٰۃ عشر وغیرہ کا مالک بنادیا جائے اور پھر ضرورت مند کو یہ خرچ کرتے رہا کریں جیسے کہ مدرسہ کا مہتمم یا مدرس یا مسجد کا متولی تو اس طرح زکوٰۃ و فطرہ وغیرہ ادا ہو گا یا نہیں ؟

(جواب ۳۴۵) صاحب نصاب کو زکوٰۃ فطرہ عشر کا مالک بنانا ہی جائز نہیں ہے جو صاحب نصاب ہو وہ ان تینوں قسم کے مال کا مستحق نہیں نہ اس کو دینا جائز (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چند آیات کا مطلب.

(سوال) مندرجہ ذیل آیات کا مطلب بیان فرمائیں (۱) وآت ذاالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا(۴) (۲) وبالوالدین احسانا و بذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمساکین (۵)

---

(۱) ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملك نصاباً ای مال کان' دنانیر' او دراهم' او سوائم' او عروضا للتجارۃ' او لغیر التجارۃ فاضل عن حاجته الا صلیة (هندیة' باب المصارف ۱/۱۸۹ ط کوئٹه)

(۲) وطاب لسیدہ' وان لم یکن مصرفا ما ادی الیه من الصدقات' فعجز کما فی وارث فقیر مات من صدقة اخذها وارثه الغنی (تنویر الابصار' کتاب المکاتب' باب موت المکاتب' وعجزہ' وموت المولیٰ ٦/١١٦ ط سعید) ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملك نصابا ای مال کان' دنانیر او دراهم' او سوائم او عروضا للتجارۃ الخ

(۳) (هندیه' کتاب الزکاۃ' باب المصارف' ۱/۱۸۹ ط کوئٹه) لیکن مدرسوں کے مہتممین کو جو زکاۃ دی جاتی ہے وہ درحقیقت طلباء ہی کو دی جاتی ہے کیونکہ مہتمم زکاۃ دہندگان کا وکیل ہوتا ہے اور وکیل جب زکاۃ کو مصرف میں خرچ کرے تو زکاۃ ادا ہو جاتی ہے' تو مہتمم جب زکاۃ کو مصرف پر خرچ کرے گا تو ادا ہو جائے گی لہذا مہتممین کو زکاۃ دینا جائز ہے (۴) الاسراء : ۲۶

(۵) النساء ۳۶

(۳) واذا حضر القسمة اولو القربیٰ والیتمیٰ والمساکین فارزقوھم وقولوالھم قولا معروفا(۱) المستفتی نمبر ۲۰۲۷ محمد سرور (جہلم) ۱۷ محرم ۱۳۶۱ھ م ۴ فروری ۱۹۴۲ء

(جواب ۳۴٦) ان آیات کریمہ میں ذوی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربیٰ سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب وبعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق بھی مختلف ہیں بعض کے حقوق مؤکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور مؤخر مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور ماں باپ کا نفقہ واجب ہے مگر ایسے شخص پر اولاد کا نفقہ مقدم ہے جو یا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو' یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا (۲)

صدقات واجبہ یعنی زکوٰۃ' فطرہ' عشر کفارہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتا (۳) ان کے علاوہ باقی تمام قرابتداروں کو جب کہ وہ مسکین ہوں دے سکتا ہے بلکہ اجنبی مساکین سے ان کا حق مقدم ہے صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبہ میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہئے ان کے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہئے ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوٰۃ یا صدقہ جتا کر دے بلکہ جتا کر نہ دینا ہی بہتر ہے' کیونکہ زکوٰۃ' صدقہ' خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالدار اگر مفلس ہو جائے تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں

(سوال) حمید چوتھی رمضان کو اہل زکاۃ تھا مال میں سے زکوٰۃ نکال کر مساکین کو تقسیم کر دی پھر چار پانچ روز کے بعد حمید مسکین ہو گیا اور کل تیس بتیس روپے حمید کے پاس رہ گئے اب اگر سعید زکات حمید کو دیوے تو حمید کو زکات کا روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی فیض الحسن از جونڈلہ ضلع کرنال

(جواب ۳۴۷) اب جب کہ حمید صاحب نصاب نہیں رہا تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
(۲) سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
(۳) مالدار بیوہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

---

(۱) النسآ ۸

(۲) وان کان للرجل اب و ابن صغیر' وھو لا یقدر الا علی نفقة احد ھما فالا بن احق (ھندیة' کتاب الطلاق' باب النفقات' فصل فی نفقة ذوی الارحام ۱/۵٦۵ کوئٹه)

(۳) ولا یدفع الی اصله' وان علا' و فرعه وان سفل (ھندیة' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/۱۸۸ ط کوئٹه)

(٤) ویجوز صرفھا الی من لا یحل له السوال اذا لم یملك نصابا...... ' و یجوز دفعھا الی من یملك اقل من النصاب وان کان صحیحا مکتسبا (ھندیة' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱۸۹/۲ ط کوئٹه)

(۴) ملکیت میں لانے کے بعد زکوٰۃ کو مدرسوں اور یتیم خانوں کو دینا جائز ہے۔
(اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) میرے والدین مرچکے ہیں میرے سوتیلے بھائی بہن میرے بڑے بھائی کے پاس پرورش پاتے ہیں کیا میں ان چھوٹے بھائی بہنوں کی امداد زکوٰۃ کے روپے سے کر سکتا ہوں ؟(۲) میں افغان ہوں میری ہمشیرہ کے خاوند سید ہیں اور مقروض ہیں کیا میں بہنوئی کا قرضہ زکوٰۃ کے روپے سے ادا کر سکتا ہوں (۳) کیا میں ایسی بیوہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتا ہوں جس کا گزارہ دوسروں کی کمائی پر ہے اور خود اس کے پاس بہت سارو پیہ موجود ہے مگر خرچ نہیں کرتی (۴) کیا زکوٰۃ کا روپیہ قومی اور تبلیغی کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے کیا یہ مدرسوں اور یتیم خانوں میں دیا جاسکتا ہے کیا یہ روپیہ مرزائیوں اور خواجہ حسن نظامی کے تبلیغی جلسے میں دیا جاسکتا ہے ؟

(جواب ۳۴۸) (۱) غریب بھائی بہنوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیا جاسکتا ہے خواہ وہ سوتیلے ہوں یا سگے(۱) (۲) آپ اپنی ہمشیرہ کو زکوٰۃ کا روپیہ دے سکتے ہیں وہ اپنے خاوند کو ادائے دین کے لئے اپنی جانب سے دے سکتے ہیں(۲) (۳) جو بیوہ خود مالدار ہے اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا جائز نہیں ہے(۳) (۴) زکوٰۃ کے روپے میں تملیک ضروری ہوتی ہے یعنی مستحق کو دیکر مالک بنادینا چاہئیے پس مدارس دینیہ میں غریب مستحق طلبا پر زکوٰۃ کا روپیہ تملیکاً خرچ ہو سکتا ہے اسی طرح تبلیغ میں بھی مستحقین کو دینے کے لئے خرچ ہو سکتا ہے لیکن جس کام میں تملیک نہ ہو جیسے تعمیر مساجد و تکفین موتیٰ اس میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا (۴)

محمد کفایت اللہ غفر لہ 'مدرسہ امینیہ' دہلی

نادار طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔
(الجمعیۃ مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۷ء)

(سوال) زکوٰۃ کی رقم کسی ایسے نادار مگر ہونہار طالب علم مسلمان کو اس نیت سے دینا کہ وہ اسکول کی تعلیم حاصل کر کے دنیاوی زندگی کو بہتر بنا سکے از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟

(۱) والا فضل فی دفع الزکاۃ......... اولا الیٰ الاخوۃ والا خوات (ہندیۃ' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/ ۱۹۰ ط کوئٹہ)
(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۹ حاشیہ نمبر ۴، ۵
(۳) ولا یجوز دفع الزکاۃ الی من یملک نصاباً ای مال کان الخ (ہندیۃ' کتاب الزکاۃ' باب المصارف ۱/ ۱۸۹ ط کوئٹہ)
(۴) و یشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ' کما مر' ولا یصرف الی بناء نحو مسجد' ولا الی کفن میت' و قضاء دینہ' قولہ نحو مسجد' کبناء القناطیر' والسقایات' و کل مالا تملیک فیہ (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعید)

(جواب ۳۴۹) زکوٰۃ کی رقم نادار طالب علم کو دینا جائز ہے(۱) خواہ وہ دینی تعلیم حاصل کرتا ہو یا معاشی 'زکوٰۃ کا روپیہ اس کو بصورت تملیک دیا جانا شرط ہے(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ جائز نہیں
(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۰) زکوٰۃ کا روپیہ مدرسین وملازمین مدرسہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں(۳) طلبہ کو بطور وظائف دیا جاسکتا ہے نیز ان کے کھانے 'لباس' سامان تعلیم میں خرچ کیا جاسکتا ہے مگر جو چیز ان کو زکوٰۃ کے روپے سے دی جائے وہ تملیکاً دی جائے محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مصرف زکوٰۃ کے متعلق چند سوالات
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء)

(سوال) (۱) تبلیغ دین کے لئے مد زکوٰۃ میں سے روپیہ صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں (۲) مبلغ دین صاحب نصاب ہو کیا اس کی تنخواہ زکوٰۃ کے روپے سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟(۳) مبلغ مذکور علاوہ تبلیغ کے اگر فراہمی زکوٰۃ کا کام بھی کرے تو زکوٰۃ سے اس کا سفر خرچ یا تنخواہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں (۴) اگر فراہم شدہ رقم اس کی ماہواری تنخواہ سے کم ہو اور غیر زکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جائے تو اس مخلوط تنخواہ کا کیا حکم ہے (۵) کیا زکوٰۃ میں تبلیغ دین کے لئے رسالوں کی اشاعت اور مفت تعلیم دی جاسکتی ہے یا نہیں (۶) مبلغ اگر سادات میں سے ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا (۷) اگر مسلمانوں کو تبلیغ دین کی دعوت دی جائے تو اس دعوت میں طعام وغیرہ پر زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟(۸) تبلیغ دین کے لئے خط وکتابت میں زکوٰۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں (۹) تبلیغ دین کے لئے غیر مذاہب کی کتب مطالعہ کے لئے زکوٰۃ سے خرید کی جاسکتی ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۱) حنفیہ کے نزدیک ادائے زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ تملیک مستحق بغیر عوض کے طور پر دی جائے پس مال زکوٰۃ سے قاعدے' سیپارے' دینیات کے رسالے ٹریکٹ غریبوں اور ان کے بچوں کو مفت تقسیم کرنا تو جائز ہے اسی طرح تعلیم کا اور سامان اور نقد وظائف بھی دیئے جاسکتے ہیں مبلغ کی تنخواہ نہیں دی جاسکتی خواہ صاحب نصاب ہو یا نہ ہو غیر زکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے سادات میں سے

---

(۱) ویجوز دفعها الی من یملك اقل من النصاب' وان کان صحیحا مکتسبا (هندیه' کتاب الزکاة' باب المصارف ۱۸۹/۱)

(۲) ویشترط ان یکون الصرف تملیکا' لا اباحة (الدر المختار' کتاب الزکاة' باب المصرف ۳۴٤/۲ ط سعید)

(۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۷ حاشیہ نمبر ۱

مبلغ مقرر کئے جائیں یا غیروں میں سے طعام مہمانان بھی زکوٰۃ کے روپے سے دینا جائز نہیں (۱) کہ اس میں بھی تملیک مستحق نہیں ہوتی (۲) اسی طرح تبلیغ کے لئے خط و کتابت میں بھی زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں ہو سکتا (۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

اصول و فروع' مالدار اور سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء)

(سوال)

(جواب ۳۵۲) زکوٰۃ اپنے باپ' دادا' دادی' نانا' نانی اور اولاد کی اولاد کو اور غنی کو اور بنی ہاشم کو نہ دی جائے (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

چوتھا باب
ادائیگی زکوٰۃ

فصل اول۔ صحت ادائیگی

زکوٰۃ سے قرضہ ادا کرنا

(سوال) زید ایک مدرسے میں زکوٰۃ کی مد میں سے ہمیشہ کچھ رقم دیا کرتا تھا حسب معمول مدرسہ کا محصل چندہ لینے کی غرض سے آیا زید نے کہا کہ کل آکر لے جانا اتفاق سے زید دوسرے روز باہر سفر میں چلا گیا چونکہ محصل کو اسی روز واپس جانا تھا اس لئے اس نے وہ رقم بکر سے لے لی اور کہا کہ تم زید سے لے لینا اب اگر زید واپس آکر وہ رقم بکر کو دیدے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں اگر ادا نہ ہو تو کیا صورت کی جائے گی؟ المستفتی نمبر ۱۲۳ حافظ صبیح الدین صاحب سوداگر اسلحہ میرٹھ ۵ رمضان ۱۳۵۲ھ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۳) محصل نے جو رقم بکر سے لے لی ہے وہ قرض ہے اب زید کو چاہئے کہ وہ رقم محصل کو

---

(۱) اگر کھانا بطور تملیک دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی دیکھیں صفحہ نمبر ۲۷۴ حاشیہ نمبر ا

(۲) فہی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ہاشمی' ولا مولاہ بشرط قطع المنفعۃ عن المملک من کل وجہ (ہدایۃ کتاب الزکاۃ ۱/ ۱۷۰ ط کوئٹہ)

(۳) کیونکہ یہاں تملیک نہیں پائی جاتی اور زکاۃ میں تملیک شرط ہے دیکھیں صفحہ مذکورہ حاشیہ نمبر ا

(٤) ولا من بینہما ولاد ... ' و بنی ہاشم (تنویر الابصار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/ ۳٤٦' ۳۵۰ ط سعید)

ادا کرے اور محصل اس رقم سے بکر کا قرض ادا کرے یا زید بکر کو وہ رقم دیکر یہ ہدایت کرے کہ یہ رقم محصل کو دینے کے لئے میں تمہیں وکیل کرتا ہوں تم اس کی طرف سے قبضہ کرلو تو زید کی زکوۃ ادا ہو جائے گی (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سونے چاندی کے نصاب میں وزن کا اعتبار ہو گا .

(سوال) (۱) اگر کسی کے ذمے سو تولے چاندی زکوۃ کی نکلتی ہے اور بازار کے نرخ کے حساب سے سو تولہ چاندی پچاس روپے کی ہوتی ہے تو اگر کوئی شخص پچاس روپے زکوۃ میں نکال دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) اگر کسی کے ذمہ پچاس روپے زکوۃ واجب ہوتی ہے اور وہ شخص پچاس روپے کا نوٹ زکوۃ میں نکالتا ہے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) کسی شخص نے ایک سائل کو زکوۃ میں سے پانچ روپے دینے چاہے تو اس نے پانچ روپے کا نوٹ دے دیا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں مطلب یہ ہے کہ نوٹ کی صورت میں زکوۃ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۷ راؤ بہادر محمد عبدالحمید خاں رئیس باغپت میرٹھ ۱۰ شوال ۱۳۵۴ھ م ۶ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵٤) زکوۃ وزن کے لحاظ سے واجب اور وزن سے ہی ادا ہوتی ہے اگر سو تولے چاندی زکوۃ کی واجب ہوئی ہے تو سو تولے دینے سے ہی زکوۃ ادا ہو گی (۲) ہاں سو تولے چاندی کی قیمت غیر جنس سے مثلاً المونیم کے سکے سے ادا کی جائے تو ادا ہو جائے گی (۳)

(۲'۳) پچاس روپے زکوۃ کے واجب ہوں تو پچاس روپے کے نوٹ دینے سے زکوۃ (۴) ادا ہو جائے گی (۵) محمد کفایت اللہ

---

(۱) اور چونکہ محصل نے بکر کو قبضہ کر کے اپنے قرض رکھنے کی اجازت پہلے سے دے رکھی ہے لہذا اس کو دینے کی ضرورت نہیں

(۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۸ حاشیہ نمبر ۵

(۳) وان ادی من خلاف جنسہ یعتبر القیمۃ بالا جماع (ھندیۃ' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الذھب' والفضۃ' والعروض ۱/۱۷۹ کوئٹہ)

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ زکوۃ میں نوٹ دینا جائز ہے نوٹ کی تحقیق کے لئے کتاب الصرف باب کرنسی نوٹ میں فتویٰ نمبر ۲ ملاحظہ فرمایا جائے (واصف)

(۵) زکوۃ ادا ہو جائیگی کا مطلب یا تو یہ ہے کہ جب زکوۃ دینے والا نوٹ کو استعمال کرے گا تب نوٹ کے ذریعے دی ہوئی زکوۃ ادا ہو جائے گی جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے جلد ششم ص ۱۱۲ کتاب الصرف کے دوسرا باب کرنسی اور نوٹ کے متعلق سوال نمبر ۲ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ "مگر جسکو نوٹ دیا ہے جب وہ اس کو کام میں لائے اس وقت زکوۃ ادا ہو جائے گی" اور یا حضرت مفتی صاحب کی تحقیق بدل گئی جیسا کہ آج کل نوٹ ہی سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے کہ اب یہ ثمن عرفی بن گیا ہے کیونکہ مفتی صاحب کا کتاب الصرف والا جواب ۱۹۳۴ء میں اور یہ زکوۃ والا جواب ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا ہے ۔ لیکن پہلا احتمال غالب ہے کیونکہ نوٹ کے پیچھے سونے کو مکمل طور پر ۱۹۷۱ء میں ختم کیا گیا ہے جو بالاتفاق اب نوٹ ثمن عرفی بن گئے ہیں

گائے بیل وغیرہ اگر سال کا اکثر حصہ چر کر گزارتے ہوں تو زکوٰۃ واجب ہے!

(سوال) گورنمنٹ عالیہ نے مجھے کچھ زمین پر اس شرط پر پٹہ دے رکھی ہے کہ اس زمین پر پانچ سو گائیں رکھ کر نسل کشی سے گاؤں کو ترقی دوں اس زمین پر بہت کافی مالیہ ادا کرتا ہوں جانوروں کی کمی بیشی ہر سال ہوتی رہتی ہے ان گایوں پر زکوٰۃ دینا چاہتا ہوں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ گایوں کے بدلے چھوٹی بچھڑیاں زکوٰۃ میں دینی چاہئیں مطلع فرمائیں کہ شرعی طور پر کیا حکم ہے گایوں کے بدلے کیا دیا جائے؟ بیل جو زراعت میں کام آتے ہیں ان کی زکوٰۃ ہے یا نہیں بھیڑ بکری پر کیا دینا چاہئے تمام گائیں سارے دن باہر ذخیرہ میں چر کر شام کو گھر آجاتی ہیں المستفتی نمبر ۹۵۰ دوست محمد خاں (ضلع ملتان) ۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ م ۲۵ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۵) اگر ان گایوں کو کھانے کے لئے چارہ وغیرہ دینا ہوتا ہے یعنی ان کی زندگی سال کے اکثر حصہ میں صرف چرنے پر نہیں ہے تو ان پر سوائم کی زکوٰۃ واجب نہیں (۱) بلکہ اگر وہ تجارت کے لئے ہیں تو ان کی قیمت پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا واجب ہے اور اس صورت میں زکوٰۃ بصورت نقدیا اتنی قیمت کے بچھڑے یا گائے سب دینا جائز ہے (۲) اور اگر گائے سال کے اکثر حصہ میں چرنے پر گزارہ کرتی ہے تو ان کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں بلکہ گنتی پر ہے اور اس صورت میں بچھڑے زکوٰۃ میں دینا درست نہیں بلکہ اسی قاعدے سے دینی ہوگی جو سوائم کی زکوٰۃ کے لئے مقرر ہے (۳) اس کو کسی مقامی عالم سے تفصیل وار دریافت کرلیں۔

زراعت کے بیلوں پر زکوٰۃ نہیں (۴) بھیڑ بکریاں جو صرف چر کر گزارہ کرتی ہیں ان پر زکوٰۃ ہے ان کا حساب بھی معین ہے (۵) جو کسی مقامی عالم سے دریافت کرلیا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی.

(سوال) زید نے اپنی زکوٰۃ میں نوٹ نکالے اور یہ نوٹ بکر کو دے دیئے کہا یہ روپے میرے فلاں عزیز کو پاکستان میں دے دینا یا پہنچوا دینا بکر نے زید سے نوٹ لے کر محمود کو پاکستان رقعہ لکھ دیا کہ میں نے زید سے مبلغ اتنے روپے لے لئے ہیں اتنے ہی روپے تم زید کے فلاں عزیز کو دے دینا اسی طرح سے دیئے

---

(۱) و لیس فی العوامل، والحوامل، والعلوفۃ صدقۃ (ھدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم ۱/۱۹۲ ط شرکۃ علمیہ ملتان)
(۲) یعنی جب تجارت کے لئے ہوں تو ان پر عروض تجارت کے احکام جاری ہوں گے
(۳) لیس فی اقل من ثلثین من البقر صدقۃ فاذا کانت ثلثین سائمۃ وحال علیھا الحول، ففیھا تبیع او تبیعۃ (ھدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم فصل فی البقرۃ ۱/۱۸۹ ط شرکۃ علمیۃ ملتان)
(۴) حاشیہ نمبر ا دیکھیں
(۵) فاذا کانت اربعین و حال علیھا الحول، فیھا شاۃ (ھدایۃ، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ السوائم، فصل فی الغنم ۱/۱۹۰ ط ملتان)

میں زید کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں یا زید خود براہ راست ڈاک خانہ کے ذریعہ سے اپنے عزیز کو نوٹ بھیج سکتا ہے' جب کہ ڈاک خانہ والے یہاں سے نوٹ وصول کر کے وہاں نوٹ ادا کرتے ہوں ایسی صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں۔ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (بلیماران دہلی)

(جواب ۳۵۶) نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے مگر اس وقت ادائیگی کا حکم دیا جائے گا جس وقت کہ ان نوٹوں کے بدلے کوئی مال حاصل کر لیا جائے (۱) دوسرے شخص نے اگر زید کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

زکوٰۃ دینے والے کا وکیل اگر رقم ضائع کر دے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی!

(سوال) زید نے مد زکوٰۃ و فطرہ مشترکہ کسی مدرسہ یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری مذکورہ بالا رقوم کو روانہ کیا مدرسہ مذکورہ کے ناظم کا خط آیا کہ رجسٹری مذکور مہر بند دستیاب ہوئی جس میں ایک رقعہ بھی ہمراہ تھا وہ بر آمد ہوا لیکن رقوم نہ ملیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کے ذمے سے ہر دونوں زکوٰۃ و فطرہ ساقط ہو گئے یا نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۳۸۱ حاجی محمد ظہور احمد خاں صاحب (شانزد' مانڈوے) ۰ ۳ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۵۷) اس صورت میں بھیجے جانے والے کے ذمہ سے زکوٰۃ اور فطرہ ادا نہیں ہوا کیونکہ ڈاک خانہ مرسل کا وکیل ہے مرسل الیہ کا نہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

زکوٰۃ کو دوسرے کی ملکیت میں دینا ضروری ہے۔

(سوال) ایک شخص زکوٰۃ کے روپے سے یہ کام کرنا چاہتا ہے کہ ایک یتیم خانہ جاری کرے اور یتیم بچوں کو مختلف قسم کے کام سکھائے' ازاں جملہ بیڑی بنانے کا کام بھی سکھایا جائے اور جو بیڑی اس طرح تیار ہوں وہ فروخت کی جائیں اور وہ رقم یتیم خانہ میں صرف ہو چونکہ تمباکو میں ایک قسم کا نشہ ہے گو یہ ہر جگہ اور ہر ملک میں خصوصاً عرب میں عام رواج ہے اور بیڑی کثرت سے فروخت ہوتی ہے' تاہم چونکہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے اس لئے یہ اطمینان کرنا ضروری ہے کہ یہ کام جائز ہو گا یا نہیں دوسری بات دریافت طلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ یتیم خانہ کی عمارت تعمیر کرانے میں اور اس کا سامان مثلاً فرش' پلنگ وغیرہ خریدنے

(۱) اب یہ حکم نہیں بلکہ اب نوٹ خود ثمن عرفی بن گئے ہیں جن کو دیتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے آگے چاہے تابض استعمال کرے یا نہ کرے یا ضائع کرے فقط

(۲) ولو تصدق عنه بامره جاز (ردالمحتار' كتاب الزكاة ۲/۲۶۹ ط سعيد)

(۳) لہذا تملیک نہیں پائی گئی اور تملیک شرط ہے' اذا فات الشرط فات المشروط تو جس طرح موکل خود اگر نہ دیتا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوتی اسی طرح وکیل کے ضائع کرنے سے بھی زکاۃ ادا نہیں ہوئی' فان فعل الوكيل كفعل المؤكل (طحطاوى على الدر المختار كتاب الزكاة ۱/۳۹٤ بيروت دار المعرفة)

میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۵۳۲ ایچ محمد سمیع اللہ صاحب (علیگڑھ) ۲۸ جمادی ثانی ۱۳۵۸ھ ۱۶ اگست ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۵۸) زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مستحقین زکوٰۃ کو بغیر عوض تملیکاً دی جائے (۱) پس زکوٰۃ کی رقم یتیم خانہ کی تعمیر میں نہیں ہو سکتی ایسا سامان بھی نہیں خریدا جاسکتا جو بطور تملیک کے مستحقین کو نہ دیا جائے مثلاً یتیم خانہ کے پلنگ، فرش، فرنیچر، ظروف وغیرہ زکوٰۃ کا روپیہ ملازمین یتیم خانہ کو تنخواہ کے طور پر خدمات مفوضہ کے عوض میں بھی نہیں دیا جاسکتا (۲) ہاں یتیموں کی خوراک، لباس میں خرچ ہو سکتا ہے یا وظائف کی شکل میں نقد دیا جاسکتا ہے بیڑی کا کام کرنا اور یتیموں سے بیڑی بنوانا اور اس کی تجارت کرنا مباح ہے زکوٰۃ کی رقم ایسے کاروبار میں لگانا بھی مباح ہے مگر زکوٰۃ اس وقت ادا ہو گی جب رقم مستحق کی ملک میں بغیر عوض داخل ہو گی (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

سال آنے سے پہلے زکوٰۃ نکالنا جائز ہے۔

(سوال) بکر صاحب نصاب ہے سال آنے سے پہلے وقتاً فوقتاً کسی کو کپڑا کسی کو غلہ کسی کو نقدی زکوٰۃ میں دیدیتا ہے دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت بھی کر لیتا ہے سال پورا ہونے پر جو پیسہ حساب سے زکوٰۃ کا نکلتا ہے اس میں سے پیشگی دی ہوئی مذکورہ چیزوں کی صحیح قیمت اور نقدی کا جوڑ ملا کر اصل رقم مذکورہ سے نکال لیتا ہے اور کمی بیشی کا حساب بدستور نوٹ کر لیتا ہے اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۹) بکر اپنی زکوٰۃ سال بھر ادا کرتا رہتا ہے اور اخیر میں ادا شدہ زکوٰۃ کی قیمت پوری کر دیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ جائز ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

تجارت میں نفع پر سال گزرنا ضروری نہیں، اصل مال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ ضروری ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۶ء)

(سوال) ایک شخص نے دو ہزار روپے کے سرمائے سے ایک کام جاری کیا اور ایک سال کے بعد چھ ماہ بند رہنے پر اس کو کچھ نفع بھی ہوا تو اس کی زکوٰۃ مع نفع کے دینی چاہئے یا اس کے نفع پر ایک سال گزرنا چاہئے ؟

---

(۱) فهي تمليك مال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه الخ (هندية كتاب الزكاة ۱/ ۱۷۰ ط كوئٹه)

(۲) ان تمام صورتوں میں یا تملیک نہیں یا تملیک ہے لیکن بلا عوض نہیں

(۳) حاشیہ نمبر ا دیکھیں

(٤) ويجوز تعجيل الزكوة بعد ملك النصاب ولا يجوز قبله (هندية كتاب الزكاة ۱/ ۱۷٦ ط كوئٹه)

(جواب ۳۶۰) سال ختم ہونے پر کل مال یعنی اصل و نفع دونوں کے مجموعہ کی زکوٰۃ دینی چاہئے(۱)
محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوٰۃ کی رقم دوسری رقوم میں ملا کر پھر مصرف میں خرچ کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اد سمبر ۱۹۲۷ء)
(سوال) ایک شخص کی آمدنی کو جس میں زکوٰۃ وغیرہ ہے خلط کر دیتا ہے اور قرض بھی دے دیتا ہے اور خود بھی لے لیتا ہے اس کی ادائیگی شرعاً کس طور پر کرے؟
(جواب ۳۶۱) زکوٰۃ کی آمدنی کو دوسری آمدنی میں ملانا نہیں چاہئے ملانے کے بعد ملانے والا ضامن ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ روپیہ ہلاک ہو جائے تو اسے دینا پڑے گا اگر ہلاک نہ ہو تو مصرف زکوٰۃ میں خرچ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور قرض بھی وصول ہونے اور مصرف میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے فقط محمد کفایت اللہ غفر لہ'

مہر کی رقم پر زکوٰۃ.

(الجمعیۃ مورخہ ۱۸ اد سمبر ۱۹۲۷ء)
(سوال) زید کی زوجہ کا پانچ سو روپے دین مہر ہے وہ ادا کرنا چاہتا ہے مگر زوجہ اس کو ایک رسمی چیز سمجھ کر اپنے قبضہ میں نہیں کرتی اور نہ اپنے کو اس کا مالک سمجھتی ہے اور زید کے پاس نقد پانچ سو روپیہ موجود ہے اب اس کا زکوٰۃ کیونکر ادا کیا جائے زید تو اس وجہ سے اس کا زکوٰۃ نہیں دیتا ہے کہ میں بیوی کے دین کا مقروض ہوں اور بیوی اس وجہ سے نہیں دیتی کہ اپنے کو مالک نہیں سمجھتی۔
(جواب ۳۶۲) جب کہ زید کا ارادہ مہر ادا کرنے کا ہے تو زید کے ذمہ اس روپے کی زکوٰۃ نہیں ہے زوجہ کو چاہئے کہ روپیہ وصول کر کے خود زکوٰۃ ادا کرے یا خاوند کو اجازت دے کہ وہ اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے۔(۲) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے' مسجد' تالاب اور شفاخانہ بنانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی.

(الجمعیۃ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۳ء)
(سوال) زید اپنے مال کا زکوٰۃ ادا کرتا رہا اب اس سال لوگوں نے اس سے کہا کہ زکوٰۃ انفرادی طور پر

(۱) ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسه ضمه الی ماله وزکاه سواء کان المستفاد من نمائه اولا' وبای وجه استفاد ضمه الخ (هندیة' کتاب الزکاة ۱ / ۱۷۵ ط کوئٹه)
(۲) کیونکہ یہ حق مہر بیوی کا دین ہے جو قابل وصول ہے لہذا اس کی زکوٰۃ بیوی ہی کے ذمے ہے چاہے خود ادا کرے یا شوہر کو وکیل بنائے

اپنے اختیار سے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ طریقہ صحیح نہیں ہے زکوٰۃ اجتماعی طور پر جمع کر کے کسی کمیٹی کے ماتحت خرچ کرنا چاہئیے اب زید اس کشمکش میں ہے کہ زید جس قریہ میں رہتا ہے وہاں کے لوگ باوجود اہل ثروت ہونے کے زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں پھر کمیٹی اور اجتماعی صرف کس طرح ہو سکتا ہے نیز یتیم خانہ' مسافر خانہ' شفاخانہ' مدرسہ' دارالتبلیغ' کنواں' تالاب' مسجد پر خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۶۳) زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے حنفیہ کے نزدیک تملیک مستحق بغیر عوض ضروری ہے پس جن صورتوں میں تملیک نہ پائی جائے (جیسے مسجد تالاب' مسافر خانہ' دارالاشاعت وغیرہ کی عمارتوں پر خرچ کر دینا) ان صورتوں میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی(۱) یہ ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے کتابیں وغیرہ خرید کر مستحق زکوٰۃ اشخاص کو تملیکاً دیدی جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو تملیکاً دیدی جائے اور وہ اپنی طرف سے جس کام میں چاہے خرچ کر دے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قرضہ معاف کر کے اسے زکوٰۃ میں شمار کرنا

(الجمعیۃ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء)

(سوال) ایک شخص کو بوجہ شراکت کارخانہ روپیہ بطور قرض حسنہ دیا تھا اور وعدہ یہ تھا کہ اس روپے کو میں آہستہ آہستہ اتار دوں گا مگر کچھ دنوں بعد شراکت توڑ دی اور کاروبار تمام اس کے سپرد کر دیا کچھ دنوں بعد اس نے بھی بوجہ تنگ دستی کارخانہ چھوڑ دیا روپیہ شخص مذکور کے ذمہ اسی طرح ہے اور وہ بوجہ غربت ادا نہیں کر سکتا آیا وہ روپیہ مد زکوٰۃ میں کٹ سکتا ہے یا نہیں مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی زکوٰۃ اس روپے میں کاٹ لیں یا نہیں ؟

(جواب ۳۶٤) مدیون مفلس ہو جائے اور اس سے ادائے دین کی امید نہ ہو اور دائن اس سے درگزر کرنا چاہے تو یہ صورت تو جائز نہیں کہ زکوٰۃ کو دین میں محسوب کر کے اس کو بری کر دے(۳) مگر یہ صورت جائز ہے کہ زکوٰۃ کی رقم اس مدیون کو علیحدہ دیدے اور اس کے قبضہ ملک میں چلے جانے کے بعد پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لے لے نتیجہ ایک ہی ہے مگر یہ صورت ادائے زکوٰۃ کی شرعی صورت ہے(٤) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۲۸۰ حاشیہ نمبر ۴

(۲) ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر' ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء (الدر المختار' کتاب الزکاۃ' باب المصرف ۲/۳٤۵ ط سعید)

(۳) واداء الدین عن العین' وعن دین سیقبض' لا یجوز (الدر المختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۷۰ ط سعید)

(٤) وحیلة الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ' ثم یاخذھا عن دینہ ولوامتنع المدیون مدیدہ' اخذھا' لکونہ ظفر بجنس حقہ (الدرالمختار' کتاب الزکاۃ ۲/۲۷۱ ط سعید)

زکوۃ میں سرکاری ریٹ کا اعتبار ہوگا بلیک مارکیٹ کا نہیں

(سوال) ایک شخص نے کوٹہ میں دس بنڈل سوت مقررہ سرکاری ریٹ یا بحساب رٹیل مثلاً دس روپے فی بنڈل کے حساب سے چالیس بنڈل سوت پایا مگر بلیک مارکیٹ میں اس سوت کا تیس روپے فی بنڈل ہے تو اب زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس شخص کو سوت مذکورہ کا دام دس روپے فی بنڈل (جو کہ قیمت خرید ہے)لگانا چاہئیے یا تیس روپے فی بنڈل (جو کہ بلیک مارکیٹ کا دام ہے)المستفتی سعید احمد انصاری زید پوری ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

(جواب ۳۶۵) دس روپے فی بنڈل قیمت لگانی چاہئیے اور اسی حساب سے فروخت کرنا چاہئیے بلیک مارکیٹ سے فروخت کرنا ناجائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

زکوۃ میں سونا چاندی کی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا.

(سوال) (۱) سونا چاندی یا اس کے زیورات جو کہ مثلاً ۱۹۲۵ء میں جب کہ سونا تیس روپے اور چاندی آٹھ آنے تولہ تھی کسی شخص نے بطور گرہستی (جائیداد) کے خرید اتھا نہ بغرض تجارت' تو اب اس شخص کو ۱۹۴۷ء میں جبکہ سونا مثلاً نوے روپے اور چاندی ڈیڑھ روپے تولہ ہے' زکوٰۃ کس حساب سے ادا کرنی چاہئیے ؟

(۲)اگر کوئی شخص مفروضہ زکوٰۃ جو کہ اس پر واجب ہے اس سے زائد رقم لیکر تقسیم کرے اور یہ نیت کرے کہ یہ زائد رقم آئندہ سال کی زکوٰۃ میں وضع (مجرا) کرلوں گا تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ زائد رقم بمد زکوٰۃ ہوگی یا خیرات ؟

(۳) زکوٰۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر سال بھر رفتہ رفتہ خرچ کرنا کیسا ہے ؟

المستفتی سعید انصاری۔زید پور بارہ بنکی

(جواب ۳۶۶) (۱)موجودہ نرخ چاندی سونے کا زکوٰۃ نکالنے کے لئے معتبر ہوگا (۲)

(۲) جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ پیشگی بھی دیدے تو جائز ہے آئندہ سال اس کو حساب میں محسوب کرلے(۳)

(۳)ہاں زکوٰۃ کی رقم علیحدہ رکھ کر آہستہ آہستہ خرچ کرنا جائز ہے مگر بغیر خاص ضرورت کے ایسانہ کرنا

---

(۱) لیکن اگر بلیک مارکیٹ میں فروخت کرلیا تو آمدنی حلال ہوگی مگر حکومت کی خلاف ورزی کا گناہ ہوگا' باقی زکوٰۃ میں ادا کرتے وقت قانونی نرخ کا اعتبار ہوگا

(۲) ان الواجب الا صلی عندهما هو ربع عشر العين' وانما له ولاية النقل الى القيمة يوم الاداء فيعتبر قيمتهما يوم الاداء' والصحيح ان هذا مذهب جميع اصحابنا (بدائع الصنائع' كتاب الزكاة' فصل واما صفة الواجب في اموال التجارة ۲/۲۲ ط سعيد)

(۳) ويجوز تعجيل الزكوة بعد ملك النصاب' ولا يجوز قبله (هندية' كتاب الزكاة ۱/۱۷۶ ط كوئته)

بہتر ہے (۱) ہاں آئندہ سال کی زکوۃ میں سے تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے رہنا جائز ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فصل دوم۔ ادائیگی بسال قمری و شمسی

انگریزی سال کے حساب سے زکوۃ ادا کرنے کی صورت

(سوال) چند روز گزرے کہ مخلصی حاجی داؤد یوسف لبوت صاحب نے آخر ماہ دسمبر میں حساب کرتے ادائی زکوۃ کے متعلق میرے مشورے سے سہارنپور اور آپ کی خدمت میں سوال بھیجا تھا جس کے جواب میں جناب نے اس طرح تحریر فرمایا ہے "مثلاً ۲۰ رمضان تک سال بھر کی زکوۃ بارہ روپے ......ہوئی ہے اور ۳۱ دسمبر تک ۲۰ رمضان سے دو ماہ کا فرق ہے تو پہلی بار بجائے بارہ روپے کے چودہ روپے ادا کئے جائیں اور پھر ہر سال کی زکوۃ میں اگر ایک روپیہ ماہوار کی زکوۃ آتی ہو تو سال کی زکوۃ میں بارہ روپے پانچ آنے چار پائی ادا کئے جائیں" اس کے متعلق یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ مثلاً شروع سال زکوۃ میں کسی کے پاس ایک ہزار روپیہ فارغ بصورت نقد وغیرہ ہے اور آخر سال زکوۃ میں دس ہزار روپیہ ہو گیا یا سو روپیہ رہ گیا تو صورت اول میں دو سو پچاس روپے اور بصورت دیگر ڈھائی روپیہ زکوۃ دینا ہو گی پس اگر انگریزی سال آخر دسمبر کا حساب قائم رکھنے کے لئے ہر سال بحساب سال گزشتہ قمری دس دن کی زکوۃ زیادہ ادا کی جائے تو اس میں یہ خرابی معلوم ہوتی ہے کہ شرعاً یہ دس دن زائد سال آئندہ کے حساب میں آنا چاہیئے اور اکثر یہی ہو گا کہ ان دس دنوں کی زکوۃ سال گزشتہ کے اعتبار سے کم یا زیادہ ہو گی جس سے قاعدہ شرعیہ کی مخالفت لازم آئے گی نیز یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ صورت مذکورہ میں پہلے سال سال زکوۃ قمری اور آخر دسمبر میں مثلاً دس دن کا فرق ہو جائے گا تو دوسرے سال بیس دن اور تیسرے سال تیس دن کا فرق ہو گا وہکذا نتیجہ یہ ہو گا کہ بڑھتے بڑھتے سال زکوۃ اور آخر دسمبر میں چھ سات یا آٹھ ماہ کا فرق مثلاً پڑ جائے گا اور شرعاً یہ چھ سات ماہ زائد آئندہ کے حساب میں آنے چاہئیں لیکن در صورت عمل فتویٰ معلوم گزشتہ کے تابع کرنا پڑیں گے جو کہ بظاہر تجاوز عن حدود اللہ ہو گا۔ المستفتی نمبر ۲۶۸۹ مولانا مولوی عبدالخالق صاحب رنگون (برما) ۲۴ شوال ۱۳۶۰ھ ۱۵ نومبر ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۶۷) انگریزی حساب سے زکوۃ ادا کرنے کا مسئلہ اس طرح ہے کہ جس شخص کا سال یکم محرم سے شروع ہوا اور فرض کیجئے کہ یکم محرم یکم جنوری کے مطابق تھی تو اخیر ذی الحجہ پر قمری سال ختم

(۱) کیونکہ ممکن ہے کہ مکمل ادائیگی سے قبل انتقال ہو جائے لہذا مستحق زکوۃ ملتے ہوں تو بہتر ہے کہ جلدی ادا کرے
(۲) ویجوز تعجیل الزکوۃ بعد ملك النصاب ولا یجوز قبله (هندیة كتاب الزكاة ۱۷٦/۱ ط كوئٹه)

ہو گیا اور انگریزی سال کے دس یا گیارہ دن باقی ہوں گے تو جب کہ اس نے اخیر ذی الحجہ کو سال تمام قرار دیکر زکوٰۃ ادا کر دی تو قمری سال کی زکوٰۃ ادا ہو گئی اب دس گیارہ روز کے بعد اس نے دس گیارہ دن کی زکوٰۃ موجودہ رقم کے حساب سے ادا کر دی (جس کا اسے حق ہے) تو اب ۳۱ دسمبر کو اس کا ذمہ زکوٰۃ سے بالکل فارغ ہو گیا اب اس کے سال کی ابتدا آئندہ محرم کی پہلی تاریخ سے نہ ہو گی بلکہ اب اس کا سال ۱۱ محرم سے شروع ہو گا اور آئندہ دس محرم پر ختم ہو گا پھر یہ دس محرم تک سال بھر کی زکوٰۃ دے گا اور بیس محرم کو جو اب یکم جنوری کے مطابق ہو گی دس دن کی زکوٰۃ ادا کر کے فارغ ہو جائے گا اور اب اس کا سال یکم یا دس محرم کی جگہ ۲۱ محرم سے شروع ہو گا میرے خیال میں تو اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے اور نہ مرور ایام سے آٹھ دس مہینے بنتے ہیں بلکہ ہر سال کی ابتدا دس روز بعد سے ہوتی ہے اور ہر سال کے ختم پر یہ دس دن کی زکوٰۃ موجودہ مالیت کے لحاظ سے ادا کر کے سبکدوش ہو جائے گا کیونکہ ملک نصاب پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور قبل حولان حول ادا صحیح ہے اور صحت ادا فراغ ذمہ کو مستلزم ہے لہذا اب آغاز سال فراغ ذمہ کی تاریخ کے بعد سے ہو گا (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل سوم۔ تملیک اور حیلہ تملیک

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

(سوال) آج کل ماہ رجب میں عموماً ارکان مدارس عربیہ اپنے اپنے مدرسے کے لئے لوگوں سے زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور یہ بھی جناب پر ظاہر ہو گا کہ اکثر مدارس کے چلنے کا ایسی ہی قسم کے روپے پر زیادہ مدار ہے حیلہ کر کے یعنی کسی غریب کو قبضہ کرا کے مدرسہ میں داخل کرنا بعض دفعہ دل کو معیوب معلوم ہوتا ہے اور بعض دفعہ منتج للمطلوب نہیں ہوتا عاملین کے متعلق تو فقہا نے لکھ ہی دیا ہے کہ ان کو بقدر عمل لے لینا جائز ہے کیا مدرسین کی تنخواہیں اس زکوٰۃ کے مال سے کسی جزئیہ کے ماتحت دی جا سکتی ہیں ؟ اگر کوئی ایسا جزئیہ نکل آئے تو مدرسے کے چلنے کی صورت زیادہ آسان ہو جاتی ہے نیز کیا شافعیہ مالکیہ حنابلہ کے ہاں ایسی صورت میں روپیہ زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۱۵ مولوی محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ انوار العلوم' جامع مسجد گوجرانوالہ ۲۶ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۶۸) چونکہ حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک بلا عوض ضروری ہے (۲) اور

---

(۱) بہر حال زکوٰۃ میں اعتبار قمری سال کا ہو گا چاہئے مذکورہ بالا ترتیب سے دیا کرے یا جائے یکم جنوری کے ۲۰ دسمبر اور اس کے بعد تیسرے سال ۱۰ دسمبر اور پھر یکم دسمبر تب بھی صحیح ہے یعنی ہر سال دس دن پہلے زکوٰۃ نکالا کرے ہندیہ میں ہے العبرة فی الزکاة للحول القمری کذافی القنیة (هندیة: کتاب الزکاة ۱/۱۷۵ ط کوئٹه)

(۲) فهی تملیک مال من فقیر مسلم غیر هاشمی' ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملك من کل وجه (هندیة: کتاب الزکاة ۱/۱۷۰ ط کوئٹه) وانظر ایضا ص ۲۵۲ حاشیه نمبر ٤

اس اصل سے سوائے عاملین کے اور کوئی مستثنیٰ نہیں اس لئے حنفی اصول کے مطابق مدرسین کی تنخواہ زکوۃ میں سے نہیں دی جاسکتی البتہ دیگر ائمہ کے مسلک کے موافق جو تملیک کو ضروری نہیں سمجھتے اور امور خیر میں زکوۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں اس کی گنجائش ہے کہ مدرسین کی تنخواہیں زکوۃ کے روپے سے ادا کردی جائیں اس میں شک نہیں کہ دینی تعلیم کا وجود بقا اسلامی عربی مدارس پر موقوف ہے اور مدارس کی زندگی کا مدار آج کل زکوۃ پر ہی رہ گیا ہے معاملہ اہم ہے مگر اسکا فیصلہ حنفیہ کے علمائے متدین و موقع شناس اجتماعی رائے سے کرسکتے ہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حیلہ کے ذریعے زکوۃ کو مدرسہ پر خرچ کرنا.

(سوال) مدرسہ اسلامی کے اندر زکوۃ دینی جائز ہے یا نہیں مدرسہ قوم کا ہے اور اس قوم کے بچے اور دیگر شہر کے بچے اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں آیا اس قومی مدرسے کے اندر صدقہ فطر یا قربانی کی کھال یا زکوۃ کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں قوم کے لوگ مالدار اور صاحب نصاب ہیں ایسے مدرسوں میں زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں دوسرے لوگ اگر بوجہ تعصب کے مدرسے کے اندر چندہ نہ دیں تو خطرہ ہے کہ مدرسہ بند ہو جائے گا آیا اس صورت میں بھی زکوۃ لگ سکتی ہے یا نہیں ؟المستفتی نمبر ۴۳۵ مولوی عبدالرحمن (سکر) ۲۸ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ م ۳ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۶۹) زکوۃ کا روپیہ غریب و مسکین طالب علموں کے کھانے یا کپڑے اور سامان تعلیم پر بطور تملیک طلبہ کو دینے کے لئے خرچ کیا جاسکتا ہے مدرسین و ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیرات میں خرچ نہیں ہو سکتا (۱)اگر اور کوئی آمدنی نہ ہو اور مدرسہ بند ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسے وقت زکوۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ کے ساتھ خرچ کیا جاسکتا ہے یعنی کسی مستحق کو تملیک کردی جائے اور وہ اپنی طرف سے مدرسے کو دیدے تو جائز ہوگا(۲)فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بذریعہ حیلہ زکوۃ سے کنواں 'پل اور مسجد وغیرہ تعمیر کرنا.

(سوال) زید کے پاس کچھ روپیہ زکوۃ کا ہے زید ان روپوں کو مسلمانوں کے لئے ہال (یعنی بڑا مکان تقریر مواعظ اجتماع وغیرہ کے لئے) کنویں' پلیں' مساجد وغیرہ مصارف میں صرف کرنا چاہتا ہے اس لئے زید نے مثل حیلہ مروجہ فی المدارس ان روپوں کا حیلہ کیا تو ان مصارف مذکورہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں حیلہ مذکورہ کی صورت یہ ہوئی کہ زید نے روپیہ اٹھا کر کسی مستحق زکوۃ کو دیدیا اور اس نے ان

---

(۱) فہي تمليك حال من فقير مسلم غير هاشمي' ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه (هندية' كتاب الزكاة' ۱/ ۱۷۰ ط كوئته) وانظر ايضاً ص ۲٦٤ حاشيه نمبر ۳

(۲) وحيلة التكفين بها التصدق على فقير' ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما' وكذافي تعمير المسجد (الدر المختار' كتاب الزكاة' ۲/ ۲۷۱ ط سعيد)

روپوں کو لیکر پھر زید کو واپس دیدے اس کے علاوہ اور کوئی بہتر صورت حیلہ کی ہو تو مطلع فرمائیں ؟
المستفتی نمبر ۵۰۲ اسمٰعیل یوسف گاردی (جوہانسبر گ) ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۶ جون ۱۹۳۵ء
(جواب ۳۷۰) حیلہ مذکورہ سخت حاجت کے مواقع میں جائز ہے اور اس کی صورت یہی ہے جو سوال میں مذکور ہے مسلم ضروری اجتماعات کے لئے کوئی وسیع مکان بنانا بھی ایک معتبر ضرورت ہے اس لئے یہ حیلہ کام میں لایا جاسکتا ہے (۱) محمد کفایت اللہ

جن کاموں پر زکوٰۃ جائز نہ ہو وہاں حیلہ کر کے زکوٰۃ خرچ کرنا.
(سوال) (۱) زکوٰۃ کا روپیہ کیا مسجد میں شرعی حیلہ کر کے یعنی کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کا روپیہ دیکر پھر اس سے لیکر مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) یہ حیلہ شرعی کن کن امور میں ہو سکتا ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۳۲۴ حافظ محمد مسلم صاحب (آگرہ) ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۹ جون ۱۹۳۸ء
(جواب ۳۷۱) ہاں سخت ضرورت کی حالت میں اس طرح حیلہ کر کے زکوٰۃ کی رقم مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو وہ رقم بطور تملیک دیدی جائے اور وہ قبضہ کر کے اپنی طرف سے مسجد میں لگادے یا کسی اور کام میں خرچ کردے جس میں براہ راست زکوٰۃ خرچ نہ کی جاسکتی ہو (۲) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی.
(سوال) ادائیگی زکوٰۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اور ظاہر ہے کہ نوٹ مال نہیں بلکہ مثل قرضہ کے اسٹامپ کے اس بات کی رسید ہے کہ جتنے کا نوٹ ہے اسی قدر مال گورنمنٹ کے ذمہ واجب ہے لہذا اس نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اگر ادا ہو جائے گی تو اسٹامپ سے جو مدیون کے نام ہو ادا ہو جانی چاہیئے کیونکہ وہ بھی مدیون کے ذمہ واجب ہونے کی رسید ہے جس سے انکار نہیں کر سکتا ؟
المستفتی نمبر ۲۷۸۵ عبدالسعید شاہجہانپور مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۲۳ء
(جواب ۳۷۲) نوٹ دینے سے زکوٰۃ اس وقت ادا ہو جاتی ہے جب مسکین اس نوٹ سے کوئی مال حاصل کرلے (۳) نوٹ دینا تسلیط علی التملیک ہے اور جب نوٹ سے مال حاصل کر کے مالک ہو گیا تو تملیک مال متحقق ہو گئی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

....

(۱-۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۲
(۳) یہ مسئلہ اس وقت تھا جب کہ نوٹ کے پیچھے بینک میں سونا ہوتا تھا لیکن اب نوٹ از خود ثمن عرفی بن گئے ہیں لہذا نوٹ ادا کرتے ہی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی چاہے اس سے کوئی چیز خریدے یا ضائع کردے

پانچواں باب
غیر مقبوضہ پر زکوٰۃ
فصل اول ۔ رہن کی زکوٰۃ

قرض پر زکوٰۃ اور رہن رکھی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا

(سوال) زید نے عمر کو روپیہ دیکر کچھ زمین رہن لے لیا زمین کے دو حصے ہیں ایک حصے سے فائدہ لیتے ہیں اور دوسرے حصہ پر صرف قبضہ ہے فائدہ نہیں لیتے ہیں اب یہ فرمایئے کہ زید پر ان روپوں کی زکوٰۃ کب دینا ہوگا حالاً یا کہ جب وصول کرے نیز فائدے والا زمین اور غیر فائدے والی زمین زکوٰۃ کے بارے میں کچھ فرق ہے کہ نہیں اس زمین کے غلہ میں عشر کس پر ہے ؟بینوا توجروا
المستفتی نمبر ۹۷۲ پیش امام عبدالسلام (وزیرستان) ۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ ۴ جون ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۷۳) زمین مرہون سے نفع اٹھانا ناجائز ہے(۱) زید پر اس رقم کی زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ یہ دین (قوی) قرض میں داخل ہے مگر زکوٰۃ کی ادائیگی جب واجب ہوتی ہے جب کم از کم نصاب کا ۵/۱ وصول ہو (۲) وجوب وادائیگی زکوٰۃ کا حکم دونوں زمینوں کا یکساں ہے زمین کے غلہ میں عشر کاشتکار پر واجب ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

فصل دوم ۔ پروویڈنٹ فنڈ اور سود کی زکوٰۃ

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

(سوال) ریلوے ملازمین سے ریلوے کمپنی تنخواہ کا بارہواں حصہ لازمی طور پر وضع کر کے بینک میں جمع کرتی جاتی ہے مثلاً زید مشاہرہ ایک سو بیس روپے کا ملازم ہے ہر ماہ بجائے ایک سو بیس روپے اس کو ایک سو دس روپے ملتے ہیں دس تو وہ جو اس کی تنخواہ سے وضع ہوئے اور دس حق نیک چلنی یا حق پنشن کے طور

---

(۱) لا انتفاع به مطلقاً لا با ستخدام' ولا سكنى' ولا لبس' ولا اجارة' ولا اعادة سواء كان من مرتهن او راهن (الدر المختار' كتاب الرهن ٦/٤٨٢ ط سعيد)
(۲) فتجب زكاتها اذا تم نصابا' وحال الحول' لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى' كقرض' و بدل مال التجارة فكلما قبض اربعين درهما' يلزمه درهم (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب زكاة المال ٢/٣٠٥ ط سعيد)
(۳) العشر على الموجر' كخراج مؤظف' وقالا : على المستاجر' كمستعير مسلم' و في الحاوى و بقولهما ناخذ (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب العشر ٢/٣٣٤ ط سعيد)

پر کمپنی اپنے پاس سے اور جمع کر دیتی ہے گویا ایک سال میں زید کے ایک سو بیس روپے تو اس کی تنخواہ سے وضع ہو کر اور ایک سو بیس کمپنی کی طرف سے اور ان دونوں کے مجموعہ دو سو چالیس .... کا سود جمع ہو تا رہتا ہے اور ہر سال پرچہ حساب ملازمین کو ملتا رہتا ہے یہ جمع شدہ رقم زید کی بیوی بیٹے یا کسی قریبی رشتہ دار کے نام بوساطت زید جمع ہوتی رہتی ہے زید اپنی حیات میں جب تک وہ سلسلہ ملازمت میں ہے اس روپے سے مستفید نہیں ہو سکتا زید کے مرنے پر وہ رقم اس کو ملے گی جس کے نام سے جمع ہوتی رہی ہے لیکن اگر زید خود ملازمت سے دستبردار ہوتا ہے یا کمپنی علیحدہ کرتی ہے تو وہ رقم چار پانچ ماہ بعد زید کو مل سکتی ہے اگر زید خود مستعفی ہو اور کمپنی کے خیال میں اسکا چال چلن نیک اور اچھا نہیں ہے تو کمپنی کو اختیار ہے کہ وہ ملازم کا صرف جمع شدہ روپیہ ہی دیدے جس کو کمپنی کسی حالت میں نہیں روک سکتی لیکن حق نیک چلنی دے یا نہ دے اس کے اختیار میں ہے کیا ایسے جمع شدہ روپے پر قبضہ کے قبل زکوٰۃ فرض ہے یا روپیہ ملتے ہی یا ایک سال پورا قبضہ رہنے کے بعد یا اس وقت سے جب سے ملازم کا روپیہ وضع ہونا شروع ہوتا ہے۔المستفتی حاجی حسین علی سگنلیہ انچارج ٹیلی گراف آفس گنگاپور سٹی

(جواب ۳۷٤) اس جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ اس وقت تک واجب نہیں ہے جب تک یہ وصول نہ ہو اور وصول ہونے کے بعد بھی جب سال گزرے اس وقت واجب الادا ہو گی اور صرف اسی زمانے کی جو وصول رقم کے بعد سے اس پر گزرے گا کیونکہ یہ روپیہ ابھی تک اس شخص کے قبضے میں ہی نہیں آیا اور اس کا ایک حصہ اگرچہ بدل عمل ہے مگر زیادہ حصہ اس کا محض عطیہ ہے دین ضعیف ہے اور اس کا یہی حکم ہے (۱) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرسہ امینیہ دہلی

پراویڈنٹ فنڈ اور اس کی سود پر زکوٰۃ.

(سوال) جن سرکاری ملازموں کی تنخواہ قلیل ہوتی ہے اور ان کو روپیہ پس انداز کرنے میں دقت پیش آتی ہے ان کی سہولت کے لئے گورنمنٹ نے ایک قاعدہ "جنرل پراویڈنٹ فنڈ" جاری کر رکھا ہے کم از کم ایک آنہ فی روپیہ اور زیادہ سے زیادہ دو آنے فی روپیہ کے حساب سے ہر اہلکار اپنی تنخواہ میں سے وضع کرا کر سرکاری خزانہ میں جمع کرا سکتا ہے یہ کل روپیہ جب تک اہلکار کی پنشن نہ ہو یا وہ ملازمت ترک نہ کرے کبھی اور کسی وقت (دوران ملازمت) میں اس کو واپس نہیں مل سکتا اگر اہلکار درمیان میں اپنا حساب بند کرانا چاہے تو حساب بند ہو جائے گا یعنی تنخواہ میں وضع یا جمع ہونا بند ہو جائے گا لیکن جمع شدہ روپیہ اس کے قبضہ میں نہیں آئے گا گویا ملکیت اہلکار کی اور قبضہ سرکار کا ہے درصورت انتقال اہلکار کے جائز وارث

(۱) اس کے تفصیلی احکام کے لئے ملاحظہ ہو مفتی رشید احمد کی کتاب "رسائل الرشید" پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم صفحہ نمبر ۲۱۷ مکتبہ علیہ کراچی حضرت آخر میں بطور خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ "تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے لہذا وصول سے قبل اس پر زکوٰۃ نہیں الخ" رسائل الرشید ص ۲۸۶

یا جن کو اہلکار نے بوقت ابتدائی درخواست نامزد کیا ہے وہ روپیہ پانے کے مستحق ہیں اور اس پراویڈنٹ فنڈ کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ ایسے اہلکاروں کے وارثوں کے لئے ایک سرمایہ بآسانی جمع ہو جائے جو بعد میں ان کے کام آئے۔

اس پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ روپے پر زکوۃ واجب ہے یا نہیں ؟ اگر واجب ہے تو جس اہلکار نے یکم اپریل ۱۹۳۲ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء تک پانچ روپے ماہوار جمع کرائے اور بارہ مہینے میں جو ساٹھ روپے ہوئے ان کی زکوۃ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو واجب الادا ہوگی یا ان ساٹھ روپے پر ایک سال گزرنے کے بعد زکوۃ واجب الادا ہوگی ؟ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے شمسی سال کا اعتبار ہے یا قمری کا ؟ اس فنڈ پر ایک مقررہ شرح سے بھی سود لگایا جاتا ہے جو قاعدہ کے اندر داخل ہے اور اس میں گورنمنٹ خود مختار ہے اور یہ سود ہر سال اس جمع شدہ روپے میں شامل ہوتا رہتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۶ مولانا حافظ محمد اعزاز علی صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند ۲۴ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ م ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۷۵) اس روپے پر جو پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ میں سے وضع ہو کر اور سرکار کی طرف سے اسی قدر رقم جمع ہو کر اور پھر مجموعہ پر سود بڑھا کر جمع ہوتا رہتا ہے زکوۃ واجب نہیں ہے(۱) اور سود کے نام سے جو رقم اس میں اضافہ ہوتی رہتی ہے وہ سود کے حکم میں نہیں ہے(۲) اس کا لینا جائز ہے یہ تمام رقم جب ملازم کو دیجائے اس پر حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہوگی یہ تمام رقم ایک سرکاری انعام کی حیثیت رکھتی ہے اور تنخواہ میں سے وضع ہونے والی رقم تنخواہ کی مقدار سے مستثنیٰ ہے (۳) یعنی جب کہ .... ماہوار کے ملازم کے لئے جبری طور پر ...... ماہوار جمع کرانا لازم ہے اور یہ ..... اس کے قبضہ میں دینے سے پہلے ہی وضع کر لیا جاتا ہے تو گویا یہ ..... کا ملازم ہے اور سرکار اس کے وارث و اس کے وضع شدہ اور ...... اپنی طرف سے اور ...... کا سود اس پر بڑھا کر بطور حق الخدمت آخر میں دے دیتی ہے تو یہ سب رقم ایک انعامی رقم ہے جو قبضہ کے وقت قابض کی ملک میں آئے گی ہاں بطور ایک قانون اور قانونی وعدہ کے ملازم اس کا مستحق ضرور ہوتا ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

پراویڈنٹ فنڈ میں سود کے نام سے دی جانے والی رقم سود نہیں !

(سوال) پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا نہیں اور اس پر سال گزرنے کے بعد زکوۃ دینے کا کیا حکم ہے

(۱) کیونکہ اب تک ملک میں نہیں اور ملک میں قبضہ کے بعد آئے گا البتہ بوجہ معاہدہ اور قانون یہ آدمی مستحق بن گیا ہے
(۲) کیونکہ اس پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی
(۳) گویا معاہدہ اس طور پر ہوا کہ آپ نوکری کرتے رہیں اور ماہانہ تنخواہ لیتے رہیں اور ایک رقم آپ کو اس مجموعی نوکری کا دیں گے جو ایک خاص ترتیب سے مقرر ہوتی ہے
(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۷ حاشیہ نمبر ا

المستفتی نمبر ۵۰۴ مولوی حبیب اللہ (راولپنڈی) ۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۳۰ جون ۱۹۳۵ء
(جواب ۳۷۶) پراویڈنٹ فنڈ کا سود وصول کر کے اپنے خرچ میں لانا بھی درست ہے وہ در حقیقت سود نہیں ہے بلکہ وہ اس رقم کے حکم میں ہے جو محکمہ اپنی طرف سے دیتا ہے پراویڈنٹ فنڈ کے روپے پر وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ لازم نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پراویڈنٹ فنڈ اور بینک میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ.

(سوال) جو رقم ماہانہ تنخواہ سے کاٹ کر جمع ہوتی ہے اور جس کو پراویڈنٹ فنڈ کہتے ہیں اگر نصاب کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور اس طرح سے اگر کوئی رقم بینک یا ڈاکخانہ میں ہو اور جو سود اس رقم میں جمع ہوتا ہے اس کے متعلق شارع علیہ السلام کے کیا احکام ہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۴۶ محمد یوسف صاحب پشاور ۱۴ رجب ۱۳۵۹ھ م ۱۹ اگست ۱۹۴۰ء
(جواب ۳۷۷) (۱) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو تنخواہ میں سے کاٹ لی جاتی ہے یعنی ملازم کے قبضہ میں آنے سے پہلے وضع کر لی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں جب قبضہ میں آئے گی اس وقت زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اس رقم پر جو رقم محکمہ کی طرف سے بڑھائی جاتی ہے اور پھر دونوں کے مجموعہ پر جو رقم انٹرسٹ کے نام سے دی جاتی ہے' یہ سب ملازم کے لئے جائز اور حلال ہے یہ شرعاً سود نہیں ہے (۲)
(۲) ڈاک خانہ یا بینک میں جو رقم کہ خود مالک جمع کرتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے (۳) اور اس پر جو رقم ڈاک خانہ یا بینک انٹرسٹ کے نام سے دیتا ہے وہ سود ہے (۴) مگر اس رقم کو ڈاک خانہ یا بینک سے وصول کر لینا اس لئے ضروری ہے کہ اگر مالک نہ لے تو وہ رقم مسیحی مشنری کو دیدی جاتی ہے اور تبلیغ مسیحیت میں کام آتی ہے اس لئے اس رقم کو وصول کر کے اپنے کام میں نہ لایا جائے بلکہ غرباء و فقراء پر خرچ کر دی جائے اور اس خرچ کرنے میں ثواب کی نیت نہ کی جائے بلکہ محض رفع وبال کی نیت سے خرچ کی جائے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) کیونکہ وصول ہونے سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوتی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ملک تام ہونا شرط ہے' یہاں مستحق تو اگرچہ پہلے سے ہے لیکن ملکیت وصول ہونے کے بعد ثابت ہوگی
(۲) تفصیلی احکام کے لئے احسن الفتاویٰ [illegible] میں پراویڈنٹ فنڈ کے نام پر رسالہ ملاحظہ ہو
(۳) کیونکہ یہ ملکیت میں آنے کے بعد کی رقم ہے لہذا زکوٰۃ واجب ہوگی
(۴) اس لئے کہ کسی جائز عقد مثلاً شرکت یا مضاربت وغیرہ کے تحت نفع نہیں بلکہ محض قرض کے طور پر ہے اور اس پر سود لینا ہے جو کہ حرام ہے
(۵) رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیئا یرجو به الثواب یکفر (رد المحتار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الغنم' مطلب فی التصدق من المال الحرام ۲ / ۲۹۲ ط سعید)

پراویڈنٹ فنڈ پر وصول سے پہلے زکوٰۃ نہیں
(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) ——————————

(جواب ۳۷۸) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر قبل وصول ہونے کے زکوٰۃ نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

چھٹا باب
صدقہ فطر وغیرہ

صاع کی تحقیق

(سوال) فقہا نے صدقہ فطر میں صاع کی مقدار ایک ہزار چالیس درہم بتلائے ہیں(۲) اور درم ستر جو کا علامہ شامی نے باب الزکوٰۃ میں ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی لکھی ہے(۳) اس حساب سے درم دو ماشہ ڈیڑھ رتی اور صاع سکہ رائج الوقت سے ایک سو اٹھانوے (۱۹۸) روپے کے قریب ہے مولانا عبدالحیؒ کے حاشیہ شرح وقایہ میں علامہ شامیؒ کے موافق بیان کیا ہے(۴) اور شاہ ولی اللہؒ نے شرح مؤطا باب الزکوٰۃ ص ۲۰۲ میں بحوالہ بغوی صاع پانچ و ثلث رطل کا لکھا ہے(۵) اور درہم کی مقدار اسی صفحہ پر تین ماشے از روئے تحقیق لکھی ہے اسی باب الزکوٰۃ ص ۲۱۳ پر صاع کی مقدار پانچ و ثلث رطل لکھ کر ایک مثل کے چار سو ساڑھے بائیس ماشے بیان کئے ہیں(۶) جس کے حساب سے صاع کی مقدار علامہ شامی کے بیان سے بھی دو تولے کم ہوتی ہے لیکن درہم یہاں بھی بحوالہ تحقیق سابق تین ماشے لکھا ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی و نیز دیگر علماء نے بھی درہم کی مقدار تین ماشے کے قریب لکھی ہے مالابدمنہ کے حاشیہ پر بحوالہ فتاویٰ جواہر اخلاطی، مفتاح الجنتہ میں بحوالہ شرح اور درہم کی مقدار تقریباً تین ماشے معلوم ہوتی

....

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۷ حاشیہ نمبر ۱
(۲) فاذا کان الصاع الفا واربعین درهماشرعیا (رد المحتار، کتاب الزکاۃ، مطلب فی تحریر الصاع، والمد، والمن، والرطل ۲/۳۶۵ ط سعید)
(۳) کل خرنوبۃ اربع شعیرات او اربع قمحات (باب زکاۃ الاموال ۲/۲۹۶ ط سعید)
(٤) والما هجة يكون ثمانية اجزاء كل جزء منها يسمى بالفارسية " سرخ" و يقال له بالهندية " رتی ۹ ...... و هذا الجزء یکون بقدر اربع شعیرات (عمدۃ الرعایۃ علی هامش شرح الوقایۃ، کتاب الزکاۃ، بیان الذهب، والفضۃ ۱/۲۸۵ مکتبہ حقانیہ، ملتان)
(۵) بغوی گفتہ کہ وسق شصت صاع را گویند، وصاع پنج رطل و ثلث رطل است ...... ازیں جا دانستہ شد کہ درہم سہ ماشہ است (مصفی شرح موطا، کتاب الزکاۃ، باب القدر الذی لا تجب ۱/۲۰۸ کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد، دهلی)
(٦) ومجموع ماشہا کہ رطل چہار صد و بیست و دو و نیم بالا میشود (مصفی، کتاب الزکاۃ، باب تخرص النخل، والکروم اذا طاب ۱/۲۲۰ ط رحیمیہ دهلی)

ہے(۱)اس حساب سے صاع کی مقدار زیادہ ہوتی ہے ان اقوال مختلفہ میں وجہ توافق کیا ہے اور صاع کی صحیح مقدار کیا ہے ؟ کتب احناف معتبرہ سے مع حوالہ و تفصیل حساب بیان فرمایئے بینوا توجروا ؟

(جواب ۳۷۹) درہم کی مقدار وہ صحیح ہے جو شاہ ولی اللہؒ نے لکھی ہے یعنی تین ماشے اور ایک رتی کو قاضی ثناء اللہؒ وغیرہ نے معتبر سمجھا ہے اور اس حساب سے نصف صاع ۸۰ روپے انگریزی کے سیر سے ایک سیر بارہ چھٹانک دس ماشے کا ہوتا ہے جبکہ تولہ اسی انگریزی روپے بھر مانا جائے مولوی عبدالحئی مرحوم لکھنوی کا حساب غلط ہے اور منشائے غلطی یہ ہے کہ علامہ شامی نے جو ایک خرنوبہ (رتی) چار جو کی بتلائی ہے اس کو انہوں نے مبنی قرار دیکر حساب علمی طور پر لگالیا عمل کر کے نہیں دیکھا ہندوستان میں جو تولے رائج ہیں خواہ وہ روپے بھر کے ہوں یا روپیہ ان کے لحاظ سے ساڑھے گیارہ ماشے کا ہو ان میں سے کسی تولے کے رتی چار جو کی نہیں ڈھائی جو یا پونے تین جو کی ہے میں نے خود جواہرات تولنے کا صحیح کانٹا مہیا کر کے رتی کا وزن جو سے کیا ڈھائی یا پونے تین جو کی رتی ہوتی ہے جو متوسط درجے کے لئے گئے پھر اسی طرح متوسط درجے کے جو لے کر ایک درہم کے ستر جو کا وزن کیا وہ بھی تقریباً سوا تین ماشے کے نکلے اس تحقیق اور عمل سے معلوم ہوا کہ ایک رتی کو چار جو کا قرار دینا اور اس پر حسابی قاعدے سے صاع وغیرہ کا وزن متعین کرنا غلطی ہے۔

رہا یہ کہ علامہ شامی نے ایک خرنوبہ کا وزن چار جو کیوں لکھ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ خرنوبہ اور تولہ کا وزن مختلف ہوتا ہے آج کل دہلی میں عام طور پر تولہ انگریزی روپے بھر سمجھا جاتا ہے اور شاہ جہاںپور کا تولہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے حساب سے انگریزی روپیہ سوا دس ماشے کا ہے تو ظاہر ہے کہ اس تولے کے ماشے اور رتیاں دہلی کے ماشے اور رتیوں سے بڑی ہوں گی اسی طرح اگر علامہ شامی کے یہاں کی رتی چار جو کی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان کی رتی بھی چار جو کی ہو۔

غرضیکہ درہم کی مقدار دہلی کے تولے سے ۳ ماشے کی صحیح ہے اور اسی حساب سے نصف صاع کا وزن احوط اسی روپے کے سیر سے تقریباً پونے دو سیر ہوتا ہے پس صدقہ فطر میں گیہوں (اسی روپے بھر کے سیر سے) پونے دو سیر دینے چاہئیں(۲) واللہ اعلم بالصواب محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

(۱) کسی قصبہ میں گندم نہ ہو تو وہ ضلع کی قیمت سے فطرہ ادا کر سکتا ہے
(۲) حدیث شریف میں جن چیزوں کی تصریح نہیں ان میں قیمت کا اعتبار ہوگا

(سوال) (۱) قصبہ سندیپ میں عدالت فوجداری سلطنت انگلشیہ موجود ہے اب صدقہ فطر میں گیہوں

(۱) درہم شرعی از بیں مسکین شنو، کاں سہ ماشہ ہست یک سرخہ دو جو (کتاب الزکاۃ حاشیہ نمبر ۳ ص ۸۷ ط شرکت علمیہ ملتان)
(۲) بہشتی زیور میں بھی احتیاطاً اسی روپے کے سیر کو اختیار کیا ہے اور ان اوزان کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں اوزان شرعیہ مؤلفہ مفتی محمد شفیعؒ اور بسط الباع لتحقیق الصاع مؤلفہ مفتی رشید احمد دامت برکاتہم

کی قیمت اس جگہ کے نرخ سے ادا کرنی ہوگی یا یہ محکمہ جس ضلع کا تابع ہے اس کے نرخ سے دینا ہوگا نیز اس محکمہ میں فقط آٹا ملتا ہے جس کی قیمت بہت زیادہ ہے بہت سے مسلمانوں پر آٹے کی قیمت ادا کرنا دشوار ہے تو اگر ضلع کے نرخ سے گیہوں کی قیمت ادا کی جائے تو مؤدی شرعاً بری الذمہ ہوگا یا نہیں ؟
(۲) دیار بنگلہ میں چونکہ راس الحبہ چاول ہے تو اگر چاول اصل قرار دیکر اس کا نصف صاع ادا کرے تو صدقہ فطر ادا ہوگا یا نہیں ؟ (۳) اسی تولے کے سیر سے کتنے سیر کا صاع ہوتا ہے اور کتنے سے نصف ؟
المستفتی بندہ محمد موسیٰ غفرلہ سپرنٹنڈنٹ مدرسہ سندیپ ضلع نواکھالی
(جواب ۳۸۰) (۱) اگر اس قصبہ میں گیہوں نہیں ہے اور لوگ صدقہ فطر میں گیہوں کی قیمت دینا چاہیں تو ضلع کی قیمت کے حساب سے دے سکتے ہیں (۱) کیونکہ ضلع کی قیمت گویا اسی جگہ کی قیمت ہے اس لئے کہ ضلع اپنے متعلقہ دیہات وقصبات کے ساتھ معنیٰ اتحاد رکھتا ہے اور ان سب کا جامع ہے (۲) غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع جائز نہیں بلکہ نصف صاع گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دینے ہوں گے وما لم ینص علیہ کذرۃ و خبز یعتبر فیہ القیمۃ (درمختار) (۲) (۳) اسی روپے انگریزی کے سیر سے ایک صاع ساڑھے تین سیر اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے اور یہی صحیح اور احوط ہے (۳) واللہ اعلم

صرف فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہوئی زمین سے صاحب نصاب نہیں بنتا .

(سوال) زید بالغ ہے اور اس کے ماں باپ زندہ ہیں مگر اس کے ماں باپ نے اسے الگ کر دیا ہے اور اس کے اور اس کی اولاد کے خرچ کے لئے آٹھ یا دس بیگہ زمین دی ہے مگر اس کو مالک و مختار نہیں بنایا ہو تو اسے بیچ سکے اس زمین کے سوا اس کے پاس اور کوئی چیز نہیں جس پر صدقہ فطر واجب ہو آیا اس زمین کی وجہ سے اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا ؟ المستفتی نمبر ۶۸۸ سیکریٹری انجمن ح ظ الاسلام (ضلع بھروچ) ۲۷ رمضان ۱۳۵۴ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء
(جواب ۳۸۱) زید پر اس زمین کی وجہ سے صدقہ فطر اپنا اور اپنی اولاد کا واجب نہ ہوگا نہ اس کے باپ پر واجب ہوگا (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فطرہ کی مقدار اور بچوں کی طرف سے فطرہ !

(سوال) بختہ سیر سے فطرہ کتنا دینا جائز ہے کیا شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا جائز ہے ؟

(۱) ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازۃ ففی اقرب الامصار الیہ (الدر المختار کتاب الزکاۃ ۲ / ۲۸۶ ط سعید)
(۲) (کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر ۲ / ۳۶۴ ط سعید) (۳) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۸۲ حاشیہ نمبر ۲
(۴) زید پر اس لئے نہ کہ وہ صاحب نصاب نہیں اور باپ پر اس لئے نہیں کہ زید چھوٹا ہے اور نہ ہی مجنون

المستفتی نمبر ۱۰۱۹ ایم عمر صاحب انصاری (سارن) ۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۴ جون ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۸۲) اسی روپے بھر وزن سیر سے فطرہ کی مقدار پونے دو سیر ہے (۱) شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی فطرہ دینا باپ پر لازم ہے۔ (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رمضان کی آخری تاریخ کو پیدا ہونے والے بچے کا فطرہ بھی واجب ہے۔

(سوال) رمضان میں بچہ پیدا ہوا کیا اس کا صدقہ فطر بھی باپ پر واجب ہے کہ ادا کرے یا نہیں؟
المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۳۸۳) رمضان کی آخری تاریخ میں بھی پیدا ہونے والے بچہ کا صدقہ فطر دینا لازم ہے۔ (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قربانی اور صدقہ فطر صاحب نصاب پر واجب ہے۔

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(سوال) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے یا اس کے علاوہ بھی؟
(جواب ۳۸۴) صدقہ فطر اور قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

صدقہ فطر سے امامت کی اجرت دینا جائز نہیں!

(سوال) صدقہ فطر کے مستحق اصلی کون لوگ ہیں آج کل فقراء و مساکین کہلانے والے بھی صاحب نصاب ہیں بہت سے شہروں کے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں وہ بھی صاحب نصاب ہوتے ہیں

بڑے بڑے شہروں میں پیش اماموں کی تنخواہ کافی ہوتی ہے ان کو صدقہ فطر سے تعلق ہی کیا مگر ہمارے ملک مارواڑ میں ہمیشہ سے پیش اماموں کو صدقہ فطر دیتے ہیں سال بھر میں چالیس پچاس روپے چندہ کر دیتے ہیں اور کچھ فطرہ کا دھان آجاتا ہے اس کا ثنات پر امام سال بھر گزارتا ہے اب بہت

---

(۱) صفحہ نمبر ۳۱۱ حاشیہ نمبر ۲ دیکھیں
(۲) یہ اس وقت ہے جب بچہ فقیر ہو ورنہ اگر مالدار ہو تو اس کے اپنے مال سے ادا کیا جائے وطفله الفقير (وفي الشامية) قوله الفقير قيد به لان الغني تجب صدقة فطره في ماله (رد المحتار كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ۲/۳۶۱ ط سعيد)
(۳) و وقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر فمن مات قبل ذالك لم تجب عليه الصدقة ومن ولد او اسلم قبله وجب ... و يتعلق بهذا النصاب وجوب الاضحية (هندية باب صدقة الفطر ۱/۱۹۲ ط رشيديه كوئٹه)
(۴) وهي واجبة على الحر المسلم المالك لمقدار النصاب فاضلا عن حوائجه الاصلية (هندية كتاب الزكاة باب صدقة الفطر ۱/۱۹۱ ط كوئٹه)

سے آدمی کہتے ہیں کہ اماموں کو فطرہ مت دواس پر امام کہتے ہیں کہ مت دو مگر اس کا عوض دیگر دھان دیدو بس اس پر خاموش ہیں اب یہ دائمی فطرہ امام کا حق توڑ کر فقراء کو جو در حقیقت صاحب نصاب ہیں دینا چاہئے یا نہیں المستفتی نمبر ۲۶۷۵ پیر زادہ عبدالرحیم صاحب 'مارواڑ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ م ۸ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۳۸۵) صدقہ فطر صاحب نصاب کو دینا جائز نہیں اور امامت کی اجرت میں تو کسی طرح نہیں دیا جا سکتا یعنی امام صاحب نصاب نہ ہو جب بھی بطور اجرت امامت اس کو نہیں دے سکتے(۱) لہذا امام کو لازم ہے کہ صدقہ فطر کو اپنا حق نہ سمجھے اور لوگوں کو لازم ہے کہ امام کی خدمت دوسرے طریق پر کریں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خاوند پر بیوی کا اور والد پر بڑی اولاد کا صدقہ فطر واجب نہیں.

(سوال) بیوی کا صدقہ فطر اس کے میاں پر واجب ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۸۶) خاوند پر بیوی کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے شامی جلد ثانی ص ۸۲ میں موجود ہے (لاعن زوجته) لقصور المؤنة والو لاية اذ لايلي عليها في غير حقوق الزوجية ولا يجب عليه ان يمونها في غير الرواتب لامداواة (نهر)(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(جواب دیگر ۳۸۷) بیوی اور بڑی اولاد اگر خود صاحب نصاب ہیں تو خود ادا کریں اور صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر صدقہ فطر واجب ہی نہیں اگر کوئی شخص اپنی بیوی اور بڑی اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کردے تو ادا ہو جائے گا(۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

باپ کے ساتھ مل کر کاروبار کرنے والی 'بالغ اولاد کا صدقہ فطر.

(سوال) زید کے چار لڑکے بالغ ہیں اور سب لڑکے زید کے ساتھ کاروبار کرتے ہیں سب کے خورد ونوش کا انتظام یکجائی ہے اور ان لوگوں کے پاس علاوہ حاجات اصلیہ کے ہزاروں روپے کی مالیت ہے پس اس صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا صرف زید پر واجب ہے یا سب پر ؟ زید کی موجودگی میں اگر کسی لڑکے کا انتقال ہو جائے اور وہ بیوی بچے سب چھوڑے تو کل مال زید کا قرار پائے گا یا کچھ میت کا قرار پا کر اس میں وراثت جاری ہو کر بیوی بچے وارث ہوں گے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۵۸ محمد یاسین (مبارکپور

---

(۱) و مصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكاة (هندية' كتاب الزكاة' باب صدقة الفطر ۱/ ۱۹٤ ط كوئته)

(۲) كتاب الزكاة' باب صدقة الفطر ۲/ ۳٦۳ ط سعيد

(۳) لا عن زوجته وولده الكبير العاقل' ولو ادى عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادةً (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب صدقة الفطر ۲/ ۳٦۳ ط سعيد)

ضلع اعظم گڑھ) ۱۶ رمضان ۱۳۵۶؁ھ م ۲۱ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۸۸) اگر زید کے ان لڑکوں کی ملکیت جدا نہیں ہے بلکہ باپ کے ساتھ سب شریک اور باپ کے مددگار ہیں تو ان میں سے کسی کی موت پر اس کی میراث ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس کا اپنا ترکہ کچھ نہیں ہے(۱) ہاں صدقہ فطر ان سب کی طرف سے ادا کرنا پڑے گا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صدقہ فطر میں آٹا دینا جائز ہے .

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۲ء)

(سوال.) یہاں عوام صدقہ فطر کے مسئلہ سے ناواقف ہیں سرداران دیہہ اپنی رائے سے جو بول دیتے ہیں وہی دیا جاتا ہے کوئی چاول' کوئی دھان کوئی مٹر وغیرہ سے نصف صاع یا ایک صاع کے حساب سے دیتے ہیں اور بولتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں یہی پیدا ہوتا ہے' گیہوں نہیں ہوتا نزہۃ المجالس کتاب الصوم میں ہے "صدقہ شہر کی غالب خوراک سے ایک صاع ہے" فتاویٰ عالمگیری میں گیہوں نصف اور جو خرما ... ایک صاع ہے ان کے سوا اور دوسرے اناج میں دینا جائز نہیں مگر باعتبار قیمت ہے(۳) صحیح حکم کونسا ہے ؟ (۲) شہر میں گیہوں نہیں ہے یا کم ہے آٹا چلانی عام جگہ موجود ہے آیا صدقہ آٹے کے حساب سے رکھا جاوے یا گیہوں وغیرہ کے حساب سے ؟

(جواب ۳۸۹) گیہوں ایک صاع نہیں بلکہ نصف صاع ہے جو اور ... کھجور ایک صاع ہے ان کے علاوہ غیر منصوص اشیاء میں سے جو چیز دی جائے اس کی مقدار متعین نہیں' بلکہ وہ اتنی ہی دی جائے کہ اس کی قیمت نصف صاع گیہوں' یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور کے برابر ہو گیہوں کا آٹا صدقہ فطر میں دیا جا سکتا ہے اور نصف صاع آٹا کافی ہے(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا.

(سوال) صدقہ فطر اہل ہنود کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی محمود خاں پیش امام جامع مسجد ...

....

(۱) الاب والابن یکتسبان فی صنعة واحدة' ولم یکن لهما شئ' فالکسب کله للاب ان کان الابن فی عیاله' لکونه معینا له' الا تری لو غرس شجرة تکون للاب (رد المحتار' فصل فی شرکة الفاسدة ٤/٣٢٥ ط سعید)

(۲) ان لڑکوں پر فی نفسہ صدقہ فطر واجب نہیں' لیکن چونکہ یہ اپنا سارا مال والد کو دیتے ہیں اس لئے جس طرح والد کے ذمے بالغ اولاد کا نفقہ واجب نہیں لیکن جب اولاد کی کمائی باپ لیتا ہو تو باپ پر نفقہ لازم ہے' اسی طرح یہاں بھی باپ پر لازم ہے کہ وہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرے واللہ اعلم'

(۳) وهی نصف صاع من بر او صاع من شعیر او تمر ..... وما سواه من الحبوب لا یجوز الا بالقیمة (هندیه' کتاب الزکاة' باب فی صدقة الفطر ١/١٩١' ١٩٢ ط کوئٹه)

(٤) نصف صاع من بر او دقیقة او سویقة او زبیب' وجعلاه کالتمر او صاع تمر او شعیر' ولو ردیئا' وما لم ینص علیه کذره' و خبز' یعتبر فیه القیمة (الدر المختار' کتاب الزکاة' صدقة الفطر ٢/٣٦٤' ٣٦٥ ط سعید)

پور ضلع ہمیر پور
(جواب ۳۹۰) اہل ہنود کو نہیں دینا چاہئے (۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

ساتواں باب
عشر و خراج

سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا.

(سوال) سلطنت برطانیہ کو زمین کا محصول دینے کے بعد عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا
(جواب ۳۹۱) سرکاری محصول ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا (۲) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

(۱) بٹائی پر دی گئی زمین کی کل پیداوار پر عشر واجب ہے.
(۲) جس غلہ کا ایک مرتبہ عشر ادا کیا ہو تو آئندہ اس پر عشر واجب نہیں
(۳) جو جانور کھیتی کے کام آتے ہیں ان میں زکوۃ نہیں.

(سوال) زید گسمارہ موضع میں کاشت کرتا ہے اور ان مواضعات کا مالک ہے زمین بیل بیج اور کل اوزار سامان اور ندالی وغیرہ میں جو خرچ ہوتا ہے وہ زید کا ہے (۱) ملکی رواج کے موافق فصل پیدا ہونے اور کٹنے پر کام کرنے والے چوتھائی حصہ دار ہو کر ¼ حصہ تقسیم کرا لیتے ہیں مثلاً آٹھ ہزار من کل غلہ پیدا ہوا حسب اقرار ¼ حصہ دو ہزار من کام کرنے والے حصہ دار کو دیا گیا بچت میں چھ ہزار من غلہ رہا تو چھ ہزار من پر عشر نکالا جائے گا یا آٹھ ہزار من پر ؟ کٹائی میں جو صرف ہوتا ہے حصہ معافی دونوں کا غلہ اس فصل میں سے صرف ہوتا ہے کام کرنے والے جیسے کہ ¼ حصہ دینے کا اقرار ہے اور دیا جاتا ہے وہ قوم کے ہندو ہیں (۲) بچت غلہ سال آخر میں ایک ہزار من جمع ہے اور سال گزشتہ اس غلہ کی عشر نکل چکی ہے اب اسی حالت میں بچت غلہ کی عشر دوبارہ نکالنا چاہئے یا نہیں ؟ (۳) زید کے پاس تہتر راس کھینچے اور بیل دو سو اکیس راس جو کھیتی کے کام میں رہتے ہیں علاوہ اس کے بھینسیں مع بچہ پانچ راس اور گائے مع بچہ ایک سو اٹھ راس اور بکرا بکری مع بچہ کے اٹھاسی راس ہیں شرعاً کتنا کتنا نکالنا چاہئے المستفتی نمبر

---

(۱) و مصرف ھذہ الصدقۃ ما ھو مصرف الزکاۃ (ھندیہ' کتاب الزکاۃ' باب صدقۃ الفطر ۱ / ۱۹۴ ط کوئٹہ)
(۲) اخذ البغاۃ' والسلاطین الجائرۃ' زکاۃ الاموال الظاھرۃ کالسوائم والعشر والخراج لا اعادۃ علی اربابھا' ان صرف الماخوذ فی محلہ الآتی ذکرہ' والا یصرف فیہ' فعلیھم فیما بینھم' و بین اللہ اعادۃ غیر الخراج (الدر المختار' کتاب الزکاۃ' باب زکاۃ الغنم ۲ / ۲۸۹ ط سعید)

۲۱۴ حاجی محی الدین خاں زمیندار۔ ڈاکخانہ گنجی دریاراج ماندگان ۲ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ م ۱۷ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۹۲) (۱) اس صورت میں زمین کی کل پیداوار کا عشر نکالنا ہوگا بہ ½ وضع کر کے باقی کا عشر نکالنے سے شرعی مطالبہ پورا نہ ہوگا(۱) (۲) جس غلہ کا اس سال عشر نکال دیا گیا اس کی بچت کا غلہ جو آئندہ سال تک باقی رہے اس میں سے دوبارہ عشر نکالنا واجب نہیں ہے(۲) (۳) ان جانوروں پر جو کھیتی کے کام آتے ہیں کوئی زکوٰۃ نہیں گائے بھینس بکریاں جن کو اپنے پاس سے سال کے اکثر حصہ میں کھلانا پڑے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں(۳) جو جانور کہ سال کے اکثر حصہ میں خود چر کر گزارہ کریں اور ان پر چارہ وغیرہ کا کوئی خرچ نہ کرنا پڑے ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے بکرا بکری کو اگر خرچ کر کے کھلانا نہ پڑے اور ان کی تعداد ۸۸ ہے تو سال میں دو بکریاں اللہ واسطے دینی ہوں گی(۴) کھیتی کے کام آنے والے بھینسے اور بیلوں کو علیحدہ کر کے باقی گائے بھینس بھینسے ایسے کتنے ہیں کہ ان کو خرچ کر کے کھلانا نہیں پڑتا ان کی تعداد معلوم ہو تو زکوٰۃ بتائی جا سکتی ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس زمین پر عشر واجب نہ ہو اگر اس سے عشر نکالا جائے تو.

(سوال) عشر سب زمینوں کی پیداوار میں واجب ہے یا کوئی زمین ایسی بھی ہے جس میں عشر واجب نہیں اگر عشر واجب نہ ہو تو اس کا ادا کرنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۷۲۷ بابو محمد احسن (ضلع پورنیہ) ۹ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ م ۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۳) بعض زمینیں ایسی بھی ہوں گی کہ ان کی پیداوار میں عشر واجب نہ ہو(۵) لیکن اگر ان کی پیداوار میں سے بھی احتیاطاً عشر نکال دیا جائے یا اس نیت سے کہ اس کے ذریعہ سے بہت سے دینی کام پورے ہو جاتے ہیں نکال دیا جائے تو اس کے استحسان اور جواز میں شبہ نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و فی المزارعة ان كان البذر من رب الارض' فعليه (وفی الشامية) والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا ..... لما فی البدائع ان المزارعة جائزة عندهما' والعشر يجب فی الخارج (رد المحتار' كتاب الزكاة' باب العشر ۲/۳۳۵ ط سعيد)

(۲) لیکن اگر تجارت کے لئے ہو تو سال گزرنے پر سامان تجارت کی طرح اس پر بھی زکاۃ (چالیسواں حصہ) واجب ہوگی

(۳) وليس فی العوامل' والحوامل' والعلوفة صدقة (هداية' كتاب الزكاة ۱/۱۹۲ ط شركت علميه' ملتان)

(٤) فاذا كانت اربعين سائمة' وحال عليها الحول' ففيها شاة الی مائة و عشرين فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الی مائتين الخ (هداية' كتاب الزكاة' باب صدقة السوائم' فصل فی الغنم ۱/۱۹۰ ط شركت علميه' ملتان)

(۵) جیسے بعض زمینوں میں نصف عشر واجب ہوتا ہے' وما سقی بغرب' او دالية' او سانية' ففيه نصف العشر علی القولين لان المؤنة تكثر فيه (هداية' كتاب الزكاة' باب زكوٰة الزروع والثمار" ۱/۲۰۲ ط شركة علميه ملتان' اسی طرح دار الحرب کی زمینوں میں عشر و نصف عشر اور خراج میں سے کچھ بھی واجب نہیں و يحتمل ان يكون احترازا عما وجد فی دار الحرب فان أرضها ليست ارض خراج' او عشر' (رد المحتار' كتاب الزكاة' باب الزكاة ۲/۳۲۰ ط سعيد)

سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا

(سوال) ہماری طرف کے بعض علماء کا خیال ہے کہ چونکہ ہماری زمینوں میں سے سرکاری مالیہ لیا جاتا ہے اب ان زمینوں کی پیداوار پر عشر لازم نہیں کیونکہ دو چیزوں کا لزوم نہیں ہوا کرتا؟

(جواب ۳۹۴) سرکاری مالیہ دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا(۱) ہاں سرکاری مالیہ جتنا دیا ہے اس کا عشر ساقط ہو گیا جتنا غلہ باقی رہا اس کا عشر ادا کرنا چاہئے مثلاً دس من پیدا ہوا اس میں سے دو من سرکار نے لے لیا تو باقی آٹھ من کا عشر ادا کرے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں.

(سوال) جے پور اسٹیٹ کی زراعتی زمین ملکیت راجہ صاحب کی ہے رعیت کو زمین پر صرف یہ حق حاصل ہے کہ وہ فصل بوئے اور کاٹ کر اپنے کام میں لائے اور جو مالگذاری اسٹیٹ کی طرف سے مقرر ہے وہ سال بسال داخل خزانہ کرے زمین کو بیع ورہن کرنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے اور فصل بارش کے اوپر منحصر ہے اگر بارش ہوئی تو ٹھیک ورنہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تو اس زمین کی پیداوار کے بارے میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے اگر زکوٰۃ نکالنے کا حکم ہو تو کس حساب سے زکوٰۃ نکالنی چاہئے؟ المستفتی نمبر ۱۹۹۵ محمد حسین صاحب (جے پور اسٹیٹ) ۳ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۸ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۹۵) اس ریاست کی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ و عشر نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(سوال) پیداوار کھیتی پر عشر جو طریقہ ہے یعنی نہر کنویں پر بیسواں حصہ اور بارانی پر دسواں حصہ تو کیا اس میں بھی نقدی شرائط ہیں' اگر کسی کے یہاں صرف ایک من ہی پیدا ہو تو اس میں سے عشر نکالے یا نہیں ایسے غلہ میں سے کھانا پکوا کر مدرسہ اسلامیہ کے طلبہ اور تبلیغی حضرات کو جن میں اکثر صاحب نصاب بھی رہتے ہیں کھلا سکتے ہیں یا نہیں المستفتی میاں جی نور محمد' موضع نئی ضلع گوڑگانوہ

(جواب ۳۹۶) عشر ہر پیداوار میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ(۳) عشر یا نصف عشر صرف غریبوں کا حق ہے صاحب نصاب کو دینا یا کھانا کھلانا جائز نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۱۶ حاشیہ نمبر ۲

(۲) یہ علاقہ دارالحرب ہوگا کیونکہ دارالحرب کی زمین میں عشر وغیرہ نہیں فان ارضھا لیست ارض خراج' او عشر (رد المحتار' کتاب الزکوۃ باب الرکاز ۲/ ۳۲۰ ط سعید)

(۳) ویجب العشر عند ابی حنیفۃ' فی کل ما تخرجہ الارض (ھندیہ' کتاب الزکاۃ' الباب السادس فی زکاۃ الزروع والثمار ۱/ ۱۸۶ ط رشیدیہ' کوئٹہ)

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۱۴ حاشیہ نمبر ۱ ..

سابقہ دار الاسلام کی خراجی زمینوں پر عشر

(سوال) ہندوستان کی جو زمینیں حکومت اسلامیہ کے عہد میں خراجی تھیں ان کی پیداوار میں آج جب کہ ہندوستان دار الاسلام نہیں رہا ہے' مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہو گا یا نہیں ؟

(جواب) (از مولوی جمیل الرحمٰن سیوہاروی) وباللہ التوفیق اول چند مقامات ممہد ہیں جن کے نتیجہ میں جواب سوال بوضاحت معلوم ہو سکتا ہے۔

المقدمۃ الاولیٰ ۔ وجوب عشر کے بارے میں کتاب و سنت کا عموم اطلاق تو اس کا مقتضی ہے کہ مسلمانوں کی ہر پیداوار میں خواہ وہ عشری زمینوں کی پیداوار ہو یا خراجی زمینوں کی عشر واجب ہو قال اللہ تعالی یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض (۱) قال المحقق ابن الھمام ان العمومات تقتضیه مثل قوله علیه السلام ما سقت السماء ففیه العشر فانه یقتضی ان یوجب مع الخراج (فتح)(۲) لیکن حنفیہ نے اراضی خراجیہ سے وجوب عشر کو جو مرتفع قرار دیا ہے تو اس کا باعث یہ حدیث مرفوع ہے قال ﷺ لا یجتمع علی مسلم خراج و عشر قال ابن ھمام ذکرہ ابن عدی فی الکامل (فتح جلد ٤)(۳) اور آثار صحابہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اراضی خراجیہ کا خراج ادا کیا کرتے تھے وقد صح ان الصحابة اشتروا اراضی الخراج و کانوا یؤدون خراجھا (ھدایه) (٤) لہذا ابن عدی والی نص مذکور کی بناء پر چونکہ عشر و خراج کے درمیان اجتماع جائز نہیں ہے اس لئے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خراجی زمینوں سے عشر ہی ساقط ہو گا خراج نہیں اس تمہید سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ سقوط عشر کے لئے صرف وجوب خراج ہی مانع ہے ورنہ مقتضائے اصل وجوب عشر ہے قال ابن عابدین ان المانع من وجوبه کون الارض خراجیة لانه لا یجتمع العشر مع الخراج فشمل العشریه وما لیست بعشریة ولا خراجی (شامی جلد ۲ ص ٦٦)(٥) وقال انهم قد صرحوا بان فرضیة العشر ثابتة بالکتاب والسنة والاجماع والمعقول وبانه' زکوٰة الثمار وبانه یجب فی الارض الغیر الخراجیة وبانه یجب فیما لیس بعشری ولا خراجی الی ان قال لعموم قوله تعالیٰ (شامی جلد ۳ ص ۳٥۲) (٦) شامی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فقہاء نے بعض اقسام اراضی کو جو لا عشریہ ولا خراجیہ کہا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ مسلمانوں کی کسی زمین پر نہ خراج واجب ہو اور نہ اس کی پیداوار میں عشر فرض ہو

(۱) البقرۃ ۲٦٦
(۲-۳) کتاب السیر' باب العشر' والخراج' ٦/٤۲ ط مصطفی حلبی مصر
(٤) کتاب السیر' باب العشر' والخراج ۲/٥۹۳ شرکت علمیہ' ملتان
(٥) کتاب الزکاۃ' باب العشر ۲/۳۲٥ ط سعید)
(٦) کتاب الجھاد' باب العشر والخراج' مطلب اراضی المملکۃ' والحوز لا عشریۃ ' ولا خراجیۃ ٤/۱۷۸ ط سعید)

وعلی فرض سقوط الخراج لا یسقط العشر لان الارض المعدۃ للاستغلال لا تخلو من احدی الوظیفتین (شامی ۲/۶۸)(۱) بلکہ ایسی اقسام اراضی کو محض اصطلاح توظیف کی بنا پر الا عشری والا خراجی کہا گیا ہے علامہ شامی نے اراضی مملکت واراضی مصر وشام کے بارے میں جو طویل بحث کی ہے وہاں اس مقصد کو بسط کے ساتھ واضح کیا ہے (شامی باب العشر جلد ۲ باب الخراج جلد ۳)

المقدمۃ الثانیہ　خراج وجزیہ دارالاسلام کی مخصوصات سے ہیں لہذا جو ملک دارالاسلام نہیں رہا وہاں وجوب خراج عقلاً ونقلاً متصور نہیں ہے قال فی البنایۃ فی بیان الجزیۃ والخراج ان کلا منھما من احکام دارنا' فلما رضی بوجوب الخراج علیہ رضی بان یکون من اھل دارنا (حاشیۃ الھدایۃ تحت قولہ فاذا وضع علیہ الخراج فھو ذمی بان خراج الارض بمنزلۃ خراج الراس الخ)(۲) وقال شمس الائمۃ السرخسی ان خراج الارض لا یجب الا علی من ھو من اھل دار الاسلام لانہ حکم من احکام المسلمین و حکم المسلمین لا یجری الا علی من ھو من اھل دارنا (سیر کبیر جلد ٤)(۳) ان خراج الاراضی تبع لخراج الجماجم (مبسوط باب العشر)(٤) انہ بمنزلۃ الفیٔ (ھدایہ باب العشر والخراج)(۵)

المقدمۃ الثالثۃ عشر اور خراج ایسے وظائف نہیں جن میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہ ہو بلکہ حالات کے ساتھ یہ بھی متبدل ہو جاتے ہیں مثلاً عشری زمین اگر کسی کافر کے پاس پہنچ جائے تو وہ خراجی ہو جاتی ہے ایسے ہی خراجی بھی بعض حالات میں عشری بن جاتی ہے ارض الخراج اذاانقطع عنھا ماء الخراج و صارت تسقی بماء العشر فھی عشریۃ (عالمگیریہ باب العشر ص ۲)(٦) اسی طرح تبدل دار کی وجہ سے بھی سابقہ توظیفات ختم ہو جاتی ہیں حتی کہ دارالحرب جدید پر مسلمانوں کے دوبارہ استیلا کے وقت توظیف جدید کے لئے امام کو اختیار حاصل ہے اور وہ توظیف قدیم کا پابند نہیں ہے

ولو ان قوما من المسلمین ارتدواو غلبوا علی دار ھم او علیٰ دار من دیار المسلمین و صارت دار حرب بالاتفاق ثم ظھر علیھم المسلمون (الی) فان اسلم المرتد ون بعد ما ظھر علیھم الامام کانوااحراراً لا سبیل علیھم واما نساؤھم و ذراریھم واموالھم فالامام فیھا بالخیار ان شاء قسمھا بین الغانمین و جعل علی الاراضی العشروان شاء علیھم بالنساء والذراری والاموال والاراضی ووضع علی اراضیھم الخراج ان شاء وان شاء وضع علیھا العشروان رایٰ الامام ان یجعل

---

(۱) کتاب الزکاۃ' باب العشر' مطلب مہم فی حکم اراضی مصر' والشام السلطانیہ ۲/۳۲۷ ط سعید)
(۲) ہدایہ' کتاب السیر' باب المستامن ۲/۵۸٦ ط شرکت علمیہ' ملتان)
(۳) شرح السیر الکبیر
(٤) ۲/۸' ط دار المعرفۃ' بیروت
(۵) ۲/۵۹۰ ط شرکت علمیہ، ملتان
(٦) ۲/۲۳۷ ط ماجدیہ، کوئٹہ

ماکان من اراضیھم عشر یا علی حالہ وما کان خراجیا علی حالہ فلہ ذلک (الی اخر البحث عالمگیری ج ۲ ص ۲۲۸)(۱)

ان مقدمات کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کی پیداوار میں حکم اصلی وجوب عشر ہے لیکن وجوب خراج کے عارض کی بناء پر شرعاً وجوب عشر مرتفع ہو جاتا ہے لہذا جب وجوب خراج کسی علتہ صحیحہ کی بناء پر مرتفع ہو جائے تو مقتضائے اصل یعنی وجوب عشر عود کر آئے گا اور چونکہ ہندوستان کے دارالاسلام نہ رہنے کی شکل میں وجوب خراج مرتفع ہو چکا ہے اس لئے یہاں کی جو زمینیں پہلے سے عشری تھیں اب ارتفاع مانع کی بناء پر ان کی پیداوار میں بھی مسلمانوں کے ذمہ عشر واجب ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانان ہندوستان کی پیداوار میں اس وقت علی الاطلاق عشر واجب ہے۔ لعموم اطلاقات الکتاب والسنۃ کما بیناہ آخر کلام پر دفع دخل کے طور پر یہ اشارہ ناگزیر ہے کہ شرح سیر کبیر جلد چہارم میں اراضی دارالحرب کے بارے میں یہ جو تصریح ہے ان العشر والخراج انما یجب فی اراضی المسلمین وھذہ اراضی اھل الحرب واراضی اھل الحرب لیست بعشریۃ ولا خراجیۃ (۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالحرب میں علی الاطلاق عشر واجب نہیں ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وجوب عشر کے لئے ملک الارض شرط ہے تو اس کے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحبین کے مسلک مفتی بہ کے مطابق وجوب عشر کے لئے محض ملک الخارج کافی ہے قال فی البدائع ملک الارض لیس بشرط لو جوب العشر وانما الشرط ملک الخارج فتجب فی الاراضی التی لا مالک لھا وھی الاراضی الموقوفہ لعموم قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا الخ (بدائع ص ۵۷ ج۲) (۳)قال ابن عابدین قد صرحوا بان فرضیۃ العشر ثابتۃ بالکتب والسنۃ (الی) وبان الملک غیر شرط فیہ ملک الخارج (شامی ص ۳۵۲ ج۳)(۴) اور اسی قول پر وجوب العشر علی المستاجر متفرع ہے وقالا علی المستاجر کمستعیر مسلم و فی الحاوی بقولھما ناخذ (درمختار' باب العشر) (۵)چنانچہ یہی باعث ہے کہ زمین کے مالک اگر کفار ہوں تو اس کے مسلمان کاشتکاروں پر عشر واجب ہے' ولو اعارھا من کافر فکذلک الجواب عندھما لان العشر عندھما فی الخارج علی کل حال (بدائع الصنائع ص ۵۷ ج۲) (۶)واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

(۱) کتاب السیر' باب الرابع فی الغنائم' فصل فی الغنائم ۲/۲۰۵'۲۰۶ ط کوئٹہ
(۲) باب نمبر ۲۰۳ من الخمس فی المعدن ۲۱۶۷/۵ ط حرکت الانقلاب' الاسلامیہ افغانیہ)
(۳) کتاب الزکاۃ' فصل واما شرائط الفرضیۃ ۵۶/۲ ط سعید
(۴) کتاب الجہاد' باب العشر' والخراج ۱۷۸/۴ ط سعید
(۵) کتاب الزکاۃ' باب العشر ۳۳۴/۲ ط سعید
(۶) کتاب الزکاۃ' فصل و اما شرائط الفرضیۃ ۵۶/۲ ط سعید

الاحقر الافقر محمد جمیل الرحمن السیوہاروی غفر لہ۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ
تصدیق شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا (محمد اعزاز علی غفر لہ) صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۵ صفر ۱۳۶۶ھ (مہر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند)
تصدیق مولانا (مسعود احمد عفا اللہ عنہ دارالعلوم دیوبند)
تصدیق فخر العلماء حضرت مولانا سید (فخر الدین احمد غفر لہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد)
(۳۹۷ نوٹ از حضرت مفتی اعظمؒ) ہندوستان کی زمینوں میں نئی صورت پیدا ہو رہی ہے اس پر غور کرنا اور پھر مسلمانوں کو حکم بتانا ضروری ہے یہ تحریر اس پر کافی روشنی نہیں ڈالتی اس لئے ذرا زیادہ غور فرمائیے اور پوری تحقیق سے لکھئے۔ محمد کفایت اللہ دہلی

آٹھواں باب
صدقات نافلہ

غنی کو نفلی صدقہ دینا

(سوال) یہاں پر زبردست نزاع ہے کہ آیا غنی آدمی جس پر زکوۃ دینی فرض ہے صدقہ نافلہ کا مال کھا سکتا ہے یا نہیں ایک فریق مدعی ہے کہ غنی من علیہ الزکوۃ بلا روک ٹوک صدقہ نافلہ کھا سکتا ہے اس پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں صدقہ نافلہ کے اکل میں غریب و امیر کا کوئی امتیاز نہیں دوسرا فریق مدعی ہے کہ غنی من علیہ الصدقہ کے لئے صدقہ نافلہ کا بطور صدقہ کے کھانا ہرگز شرعاً جائز نہیں ہو سکتا ورنہ امراء کے مقابلہ میں غرباء کو کوئی پوچھے گا ہی نہیں۔ المستفتی نمبر ۱۱۰۴ غلام محمد صاحب (ملتان) ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۸ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۹۸) غنی مالک نصاب کو اگر صدقہ نافلہ دیا جائے تو وہ صدقہ نہیں رہتا ہبہ یا ہدیہ ہو جاتا ہے یعنی دینے والے کو صدقہ کا ثواب نہیں ملے گا اور غنی اگر کھالے گا تو صدقہ کھانے والا نہ ہوگا بلکہ ہدیہ کھانے والا قرار دیا جائے گا(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ (الدر المختار' کتاب الہبۃ ۵/۶۹۸ ط سعید

نواں باب
بیت المال اور قومی فنڈ

ایسے اداروں کو زکوۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ دیتے ہیں۔

(سوال) اہل شہر یا اہل قصبہ نے چندہ کے طور پر یا اور کسی صورت سے کچھ روپیہ و مال فراہم کر کے ایک فنڈ قائم کیا اور اس فنڈ کو بیت المال قرار دیا اور اس بیت المال کا مقصد یہ ہوا کہ وقتی تنگی میں غرباء فقراء امداد حاصل کریں اور فراخی وقت میں پھر وہ روپیہ یا مال وصول کریں اب سوال یہ ہے کہ اس بیت المال میں زکوۃ صدقہ فطرہ' قربانی کی کھال کا روپیہ داخل کر سکتے ہیں یا نہیں مسجد کا مال اس کے ساتھ ملا کر رکھ سکتے ہیں یا نہیں مگر حساب الگ رہے گا نیز اس کو واقعی طور پر بیت المال کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نہ کہہ سکیں تو فرمائیے کہ بیت المال کے لئے کیا کیا شرط ہونی چاہئے اس میں کون کون سا مال داخل ہوا کرتا تھا نیز اس بیت المال کو صرف کرنے کے لئے فقرا مساکین کو مع شرط مذکور کے دینے کے علاوہ کسی مدرسہ میں کسی طالب علم کو' مسافر اور اشاعت اسلام کے واسطے وغیرہ وغیرہ سات مواقع جو کہ مصارف بیت المال ہیں ان کو بھی دیا جاتا ہے امید ہے کہ ہمیں شریعت کے صحیح احکام بتلا کر مع استدلال کے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔ المستفتی نمبر ۲۳۳۲ منصور الحق ہردوانی دار العلوم دیوبند ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ ۲۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۹۹) بیت المال کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اموال جمع کئے جائیں اور اپنے اپنے مصرف میں صرف کئے جائیں فقہاء نے چار بیت المال ذکر کئے ہیں (اول) خمس غنیمت اور رکاز رکھنے کے لئے (دوم) زکوۃ سوائم اور عشر وغیرہ رکھنے کے لے (سوم) خراج اور جزیہ وغیرہ کے لئے (چہارم) لاوارث اموال کے لئے (۱) پہلی دو قسموں کے بیت المال کے اموال کا مصرف فقرا و مساکین اور وہ مواقع ہیں جو نص قرآنی (واعلموا ان ما غنمتم الخ (۲) اور انما الصدقات للفقراء الخ) (۳) میں مذکور ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک تملیک ضروری ہے (۴) ان کو بطور قرض کے دینا اور پھر واپس لینا درست نہیں ہے طالب علم کو تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہے اسی طرح مسافر کو اشاعت اسلام میں بھی اگر

---

(۱) شعر: بیو ت المال اربعة لكل' مصارف بينتها العالمونا فاولها الغنائم' والكنوز' ركاز بعدها المتصد قونا (الدر المختار' كتاب الزكاة' باب العشر ۲/۳۳۷ ط سعيد)

(۲) واعلموا انما غنمتم من شئ' فان لله خمسه' وللرسول' ولذی القربی' واليتامی' والمساكين' وابن السبيل (الانفال ۴۱)

(۳) انما الصدقات للفقراء' والمساكين' والعاملين عليها' والمؤلفة قلوبهم' وفی الرقاب' والغارمين' وفی سبيل الله' و ابن السبيل التوبة ۶۰

(۴) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ا

مستحق کی تملیک کے طور پر دیا جائے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اجتماعی ادارے کا قرض دینے کے لئے ٹکٹوں کی شرط لگانا.

(سوال) موضع نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ باغ میں تقریباً دو سو گھر مسلمانوں کے ہیں جس میں ۱۹۳۶ء سے باسم بیت المال کمپنی قائم ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو سودی قرض سے بچانا ہے علاوہ اس کے محتاجوں' لاوارثوں کی بیتوں کی تجہیز و تکفین اور یتیموں' بیواؤں کی امداد کرنا ہے مگر اب تک ذرائع آمدنی ایسے نہیں جس سے خرچ آمد و رفت پورا ہو سکے یہ بھی واضح رہے کسی مسلمان پر کسی قسم کا چندہ نہیں ہے ہاں صرف آمدنی فطرہ' چرم قربانی و عقیقہ اور نکاح آنے پر اب تک چلایا گیا یہ وہ وقت آیا کہ بیت المال بالکل خالی ہے اور مسلمان کاشتکاروں کو روپیہ تخم ریزی کے لئے کہاں سے دیا جاوے آج کمیٹی یہ طے کرتی ہے کہ آمدنی بڑھانے کے لئے ٹکٹ بٹوائے جائیں یعنی ٹکٹ قرض دار لیکر فارم پر چسپاں کر کے درخواست دے تو بلا سودی قرضہ تین ماہ کے لئے دیا جاوے ایک روپے سے پانچ روپے تک کے قرض دار کو دو آنے کا ٹکٹ چسپاں کرنا ہوگا وغیرہ تو اس قسم کا معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۵۷۵ سجاد حسین سکریٹری بیت المال' نواب گنج ضلع پرتاب گڑھ مورخہ ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب) فارم کے ٹکٹوں کی قیمت قرض خواہوں سے لیکر قرض دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ قیمت ٹکٹوں کی لینا قرض خواہوں سے بجنسہ سود ہی ہے(۲) واللہ اعلم

اجابہ و کتبہ حبیب المرسلین نائب مفتی مدرسہ امینیہ' دہلی

(جواب ٤٠٠) ہوالموفق اس ٹکٹ کی اباحت کی گنجائش ہے کیونکہ یہ رقم دفتری مصارف کے کام میں آئے گی کسی شخص کے ذاتی مفاد کے لئے قرض پر کوئی سود نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

موجودہ دور میں بیت المال کی ضرورت.

(الجمعیتہ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

(سوال) موجودہ صدی میں کس قدر مسلمانوں کی جائیدادیں سود بٹہ کی نذر ہو چکی ہیں آئندہ ان کی حفاظت کے لئے ایک اسلامی مالیہ یعنی بیت المال کا افتتاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(جواب ٤٠١) مسلمانوں کی موجودہ تباہی اور ہر طرف سے ذلت آمیز پستی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے

....

(۱) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۲

(۲-۳) دونوں حضرات کے جوابوں کی تفریع شاید الگ الگ ہے' پہلے جواب میں ناجائز اور سود کہا اس لئے کہ قرض دہندہ بھی ڈاکخانہ ہے اور ٹکٹ کی رقم بھی ڈاکخانہ میں جاتی ہے اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ ٹکٹ کی رقم اصل قیمت سے زیادہ ہے جب قرض زیادہ ہے تو ٹکٹ کی قیمت بھی زیادہ وصول کرتا ہے

اور دوسرے جواب میں ٹکٹ پر رقم وصول کرنے والوں کے کاغذات اور دفتری اخراجات کو مد نظر رکھا گیا ہے

کہ اب اس سے غفلت اور اغماض برتنا قومی جرم ہو گیا ہے اس میں بھی شک نہیں کہ مذہبی لاپروائی اور جہالت کے علاوہ اقتصادی کمزوری بھی اسباب تباہی میں سے بڑا سبب ہے سودی قرضوں نے ان کی جائیدادوں تجارتوں کو اندر ہی اندر کھاکر غارت کر دیا ہے اور رات دن ان کو ہلاکت کے عمیق غار کی طرف لئے جارہے ہیں ایسی حالت میں تمام ایسی تدبیریں جو مسلم قومیت کو اس مہیب اور مہلک خطرے سے بچانے میں مؤثر اور مفید ہوں عمل میں لانا بزرگان قوم کا انسانی و ملی فریضہ ہے بلاشبہ اگر قومی بیت المال قائم ہو جائے اور صحیح اصول پر اس کی ترتیب و تنظیم کرلی جائے تو تمام مفاسد کا دفعیہ آسانی سے ہو سکتا ہے اور اس صورت میں قوم مسلم دین و دنیا کے فوائد و برکات سے مالا مال ہو جائے گی۔ واللہ الموفق

محمد کفایت اللہ غفرلہ' دہلی

الجواب صحیح۔ وحید حسین مدرسہ امینیہ' محمد عنایت اللہ عفی عنہ مدرسہ نعمانیہ' تاج الدین عفی عنہ مدرسہ رحیمیہ

خدا بخش عفی عنہ مدرسہ امینیہ' نورالحسن عفی عنہ مدرسہ حسین بخش' محمد فرید اللہ مدرسہ نعمانیہ' ضیاء الحق عفی عنہ (دیوبندی) مدرسہ امینیہ

بیت المال ایک نہایت ضروری چیز ہے بشرطیکہ صحیح ضوابط و قواعد کے ماتحت اس کا اجرا کیا جائے اور معتمد دیانت دار اصحاب کی نگرانی میں اس کی حفاظت کی جائے احمد سعید دہلوی۔ بیت المال کی سخت ضرورت ہے مسلمان اس طرف توجہ کریں اس میں مسلمانوں کی بہتری ہے اس کے متعلق جو شرائط و ضوابط ہوں ان کا لحاظ ضروری ہے بغیر قیام بیت المال مسلمانوں کا کام درہم برہم ہو رہا ہے احمد اللہ دار الحدیث رحمانیہ بیشک اگر معتمدین کی نگرانی میں بیت المال قائم کیا جائے اور وہ اپنے صحیح مصرف پر خرچ کیا جائے تو اس سے بہتر مسلمانوں کی بہبودی کے لئے کوئی دوسرا کام نظر نہیں آتا مگر معاونین بیت المال پر ضروری ہے کہ وہ اس کے کارکنان کا اچھی طرح اطمینان کرلیں تاکہ ان کا مال ضائع نہ ہونے پائے محمد مظہر اللہ غفرلہ' امام مسجد فتح پوری۔ چونکہ قوم کی حالت اکثر اعتبارات سے ناگفتہ بہ ہے خصوصاً قرضہ کی بلائے عام نے جس حضیض تنزل تک قوم کو پہنچایا ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے لہذا اس کا واحد اور مؤثر علاج اگر ہو سکتا ہے تو وہ قوم ہی کی اجتماعی امداد (بیت المال) ہو سکتی ہے لہذا اس کی طرف فوری توجہ کی شدید ضرورت ہے محمد امین وائس پرنسپل طبیہ کالج قرول باغ' دہلی

ایسے ادارے کو زکوٰۃ دینا جو غریبوں کو قرضہ فراہم کرتا ہو

(سوال) دہلی کے پنجابی سوداگران نے جو بغرض تجارت کلکتہ میں بود و باش اختیار کئے ہوئے ہیں اپنی ایک قومی جماعت بنائی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپس میں محبت و شفقت کے جذبہ کو فروغ دیا جائے آپس کے تنازعات کا فیصلہ کیا جائے اور اپنے یہاں کے ناداروں اور بیکاروں کو کام سے لگانے کی کوشش کی

جائے ناداروں کی کفالت اور انسداد بیکاری کے سلسلہ میں ایک امدادی شعبہ قائم کیا گیا ہے اور کچھ روپیہ بھی فراہم کیا گیا ہے لیکن امداد کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ کسی کو رقم بالمقطع نہ دی جائے کسی کے وظیفے مقرر نہ کئے جاویں بلکہ ضرورت مند کی (جو قوم کا فرد ہو) امداد ایک ایسی صورت سے کی جائے کہ جس کے ذریعہ وہ کوئی کام کر سکے اور ایک مدت معینہ کے بعد (جو ضرورت مند کے احوال پر منحصر ہے) جو رقم امداد کے طور پر دی گئی ہو جمعیت کو واپس مل جائے یعنی امداد قطعی نہ ہو بلکہ عارضی بصورت قرض ہو تاکہ ایک رقم سے ہر پھر کر متعدد اشخاص فائدہ حاصل کر لیں اور سلسلہ قائم رہے کیونکہ قوت بازو سے روپیہ پیدا کرنے کے قابل بنانا ہے جو اپنے جائز اخراجات کی کفالت کر سکے اس وجہ سے طالب امداد کے لئے ضروری رکھا گیا ہے کہ کسی قسم کی ضمانت پیش کرے چاہے وہ کسی معتبر شخص کی ضمانت ہو یا کسی ایسی چیز کی ضمان پہلے سے اس کے پاس موجود ہو (مثلاً معمولی زیور اور کپڑا) یا پھر وہی مال جو امداد شدہ رقم سے خریدا جائے وہی بطور ضمانت رکھا جائے اور حساب و کتاب باقاعدہ رکھا جائے مقصد اس شرط سے صرف اتنا ہے کہ سائل کے اوپر ہر ایک وقت ایک قسم کا دباؤ رہے جو اسے اپنے فرائض سے غافل نہ کردے یہ ظاہر ہے کہ ایسی تجویز کے لئے ایک رقم کثیر کی ضررت ہے اور امداد بھی بعض حالات میں سو دو سو اڑھائی سو روپے تک کی گئی ہے مسئلہ در پیش یہ ہے کہ زکوۃ کے روپے سے اس فنڈ کو فروغ دیا جا سکتا ہے یا نہیں روپیہ لینے والی جمعیت ہے اس کو خرچ کرنے کا اختیار بھی جمعیت کو ہے جو شخص اس فنڈ میں ایک دفعہ روپیہ دیدے اس کو واپس نہیں دیا جائے گا اب تک اس معاملے میں حلقے کے علماء سے جو مسئلہ دریافت کیا گیا تو مختلف جوابات ملے اس وجہ سے آپ سے گزارش ہے کہ براہ مہربانی اس بارے میں اپنا فتویٰ دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی نمبر ۲۳۵۵ جمعیت قوم پنجابیان دہلی مقیم کلکتہ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ م ۴ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۴) قوم کی امداد کی غرض سے یہ تجویز بہت اچھی اور مبارک اور مفید تجویز ہے اس میں امدادی رقوم اور صدقات نافلہ دیئے جا سکتے ہیں۔

لیکن زکوۃ اور صدقات واجبہ (صدقہ فطر و کفارات) کی رقم اس میں نہیں دی جا سکتی کیونکہ حنفیہ کے اصول کے بموجب زکوۃ اور صدقات واجبہ کی صحت ادا کے لئے تملیک مستحق شرط ہے (۱) اور اس میں چونکہ رقم تملیکاً نہیں دی جائے گی بلکہ بشرط واپسی بعد ضمانت دی جائے گی اس لئے زکوۃ ادا نہ ہوگی حنفیہ تو ایسی صورتوں میں بھی زکوۃ کی رقم خرچ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں جن میں واپسی بھی نہیں

---

(۱) ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحة کمامر ولا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن المیت وقضاء دینه الخ (وفی الشامیة) قوله: نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار وکل مالا تملیک فیه الخ (رد المحتار، کتاب الزکاة، باب المصرف ۲/ ۳۴۴ ط سعید)

ہوتی مگر تملیک نہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی جیسے تعمیر مسجد' تعمیر چاہ 'تکفین وغیرہ' (۱) اس فنڈ میں زکوۃ کی رقوم جس قدر لی جائیں وہ بطور تملیک بغیر عوض خرچ کرنی ہوں گی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) راجع صفحہ نمبر ۲۹۸ حاشیہ نمبر ۱

كتاب الحج والزيارة

پہلا باب
فرضیت حج
مسودہ قانون حج پر تفصیلی نظر

(۴۰۳) حج پر جانے کیلئے واپسی کا کرایہ پہلے جمع کرانے کی شرط مذہبی مداخلت ہے۔
(سہ روزہ اخبار الجمعیۃ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۱ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۵ء م ۱۹ رجب ۱۳۴۳ھ)

حجاج کے لئے واپسی ٹکٹ کی ناروا قید

آج کل مجلس واضع قوانین ہند (اسمبلی) میں قانون جہاز رانی ہند کے بعض دفعات کی ترمیم و اضافہ کا ایک مسودہ قانون زیر غور ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ زائرین بیت الحرام (حجاج) پر قانوناً لازم کر دیا جائے کہ وہ جاتے وقت واپسی کا ٹکٹ خریدیں یا بقدر ٹکٹ واپسی کی رقم اس افسر کے پاس جمع کر دیں جو گورنمنٹ کی جانب سے اس کام کے لئے نامزد کر دیا جائے گا اس پابندی کے عائد کرنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہندوستانی حاجیوں کی ایک معقول تعداد جدہ میں بوجہ کرایہ واپسی نہ ہونے کے پڑی رہتی ہے اور خود بھی ناداری اور فقر و فاقہ کی وجہ سے طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے اور اہل جدہ کے لئے بھی ایک مصیبت اور بلائے بے درماں ہو جاتی ہے عرب حکومت ایسے حاجیوں کو ہندوستان لے جانے کے لئے تقاضا کرتی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس ایسی کوئی مد نہیں کہ اس میں سے ان نادار حجاج کو کرایہ دیکر ہندوستان پہنچایا جائے اس لئے ضروری ہے کہ اس قسم کا ایک قانون بنایا جائے کہ کوئی حاجی ہندوستان سے اس وقت تک روانہ نہ ہو سکے جب تک وہ اپنی واپسی کا باقاعدہ انتظام نہ کر دے اور اس کی صورت یہی ہے کہ یا واپسی کا ٹکٹ خریدے یا اس قدر رقم جمع کر دے۔

مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف

اسمبلی کے مسلمان ممبروں میں اس قانون کے متعلق اختلاف رائے ہو گیا بعض ممبران نے اس کو مذہبی مداخلت سمجھا اور اس بنا پر اس کی مخالفت کی اور بعض ممبران نے اس کو ایک انتظامی ضروری قانون قرار دیا اور اس میں مذہبی مداخلت کو تسلیم نہ کیا اور اس کے حق میں رائے دی۔

گورنمنٹ نے یہ دیکھ کر کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں اختلاف ہے اس مسودہ قانون کو بہت

سے تعلیم یافتہ اور عہدے داران اور رؤسا کے پاس بھیجا اور جمعیۃ علما کے پاس بھی بھیجا کہ اس کے متعلق اہل الرائے اور مذہبی جماعتیں اپنی رائے کا اظہار کریں جمعیۃ علما کے اجلاس مراد آباد میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا اور دو گھنٹے کامل اس پر مباحثہ ہوتا رہا موافق و مخالف آراء کا اظہار اور طرفین سے استدلال وجواب کا خوب معرکہ رہا بالآخر اجلاس نے اس وقت یہ فیصلہ کیا کہ اس مسئلے کو جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ آخری فیصلے سے گورنمنٹ کو مطلع کردے۔

جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس

۲۸ جنوری کو یہ مسودہ اسمبلی میں پیش ہونے والا تھا اس لئے ۲۶ جنوری کو جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا اور اس میں اس مسئلے پر از سر نو مباحثہ ہوا بالآخر کثرت رائے سے طے ہوا کہ اس قسم کا قانون مذہبی عبادت میں ایک قسم کی رکاوٹ ہے اس لئے مسلمان ہرگز اس قانون سے اتفاق نہیں کر سکتے۔

اس تجویز کی پوری نقل اس سے قبل شائع ہو چکی ہے اور گورنمنٹ ہند کے پاس بھی بھیج دی گئی ہے ۲۸ جنوری کو یہ مسئلہ اسمبلی میں پیش نہیں ہوا بلکہ آج ۹ فروری تک بھی اسمبلی میں نہیں آیا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمان ممبران اسمبلی میں سے کئی صاحب اب بھی اس قانون کے حق میں ہیں اور وہ اس کو مذہبی مداخلت تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کر کے اچھی طرح روشن کر دیا جائے امید ہے کہ ممبران اسمبلی اور دیگر اہل الرائے حضرات سطور ذیل پر پوری توجہ سے غور فرمائیں گے۔

قانون زیر تجویز میں مذہبی مداخلت کیوں ہے ؟

حج بیت اللہ ایک مذہبی عبادت ہے جو مسلمان کہ زاد و راحلہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر فرض ہے اور جو لوگ استطاعت نہیں رکھتے ان پر تو فرض نہیں لیکن اگر حج ادا کریں تو یقیناً ان کا حج بھی عبادت اور موجب ثواب ہے پس غیر مستطیع اصحاب کو روکنا ایک عبادت سے روکنا ہے اور یہی مذہبی مداخلت ہے بہت سے لوگ جن کے پاس جانے کے لئے جہاز کے کرایہ کے سوا کچھ نہیں ہوتا مگر وہ زیارت بیت اللہ کے شوق میں اخلاص قلب کے ساتھ جاتے ہیں اور کسی صنعت و حرفت کے ذریعے سے وہاں روپیہ حاصل کر کے نہ صرف گزارہ کرتے ہیں بلکہ واپسی کا کرایہ بھی مہیا کر لیتے ہیں بہت سے لوگ وہاں رہنے اور واپس نہ آنے یا ایک سال یا دو سال کے بعد واپسی کے ارادہ سے جاتے ہیں بہت سے لوگ بعد فراغ حج دیگر بلاد اسلامیہ کی سیاحت کا ارادہ رکھتے ہیں ایسے تمام لوگوں پر واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینا ان کے ایک نیک کام اور عبادت کے ارادے میں مشکلات پیدا کرنا اور روکنا نہیں تو اور کیا ہے۔

قانون زیر تجویز مسلمانوں کے لئے بحد مضر ہے
حجاج کی جو تعداد واپس نہیں آتی اس میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو حج کر کے دیگر بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے لئے چلے جاتے ہیں دوسرے وہ جنہوں نے ہمیشہ کے لئے یا ایک طویل مدت کے واسطے حجاز میں اقامت کرلی تیسرے وہ جو بیماری یا کسی دوسری وجہ سے انتقال کر گئے گزشتہ سال تقریباً پانچ چھ ہزار ہندوستانی حاجی وفات پا گئے تھے اور ہر سال اس قسم کے واقعات کم و بیش آتے رہتے ہیں ان تمام لوگوں کا کرایہ واپسی ضائع یا مثل ضائع شدہ کے سمجھنا چاہئے۔

اعداد و شمار کے لحاظ سے نقصان عظیم
اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ تقریباً بیس ہزار ہندوستانی حاجی حجاز کو جاتے ہیں اور اگر کرایہ واپسی ۔۔۔۔۔۔ فی کس ہو تو بیس ہزار حاجیوں کا جمع شدہ کرایہ پندرہ لاکھ روپیہ ہوتا ہے اور نادار حاجی جو جدہ میں رہ جاتے ہیں ان کی اوسط تعداد ایک ہزار انکے لئے واپسی کے کرایہ کی مقدار حساب ۔ ۔ ۔ ۔ فی کس پچھتر ہزار روپیہ ہوتی ہے ان اعداد و شمار کے لحاظ سے اب نقصانات ملاحظہ فرمایئے۔

پہلا نقصان
ایک ہزار حاجیوں کی ناداری کے تاوان میں انیس ہزار حاجیوں پر ایک ایسی پابندی عائد کی جاتی ہے جسے وہ مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں اور اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔
انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس چھوٹی سی جماعت کی ناداری کے نتائج رفع کرنے کے لئے سبیل کی جائے نہ یہ کہ اسکا وبال اس سے بیس گنی جماعت اور عام حجاج پر ڈال دیا جائے۔

دوسرا نقصان
ان ایک ہزار نادار حجاج کے کرایہ واپسی (پچھتر ہزار روپیہ) کو محفوظ کرنے کے لئے انیس ہزار حاجیوں سے ۱۴ لاکھ پچیس ہزار روپیہ دو تین مہینے اور بعض حالات میں چار مہینے پہلے وصول کرلینا کون سے تجارتی 'اقتصادی' انتظامی اصول کی رو سے جائز ہے میں پوچھتا ہوں کہ یہ چار لاکھ پچیس ہزار تو ایسے مستطیع اصحاب کا ہے' جن کی واپسی میں کوئی خطرہ ہی نہیں تھا تو یہ روپیہ جہازراں کمپنی یا گورنمنٹ کے افسر مجاز نے تین چار مہینے پہلے کس حق سے ان حجاج سے وصول کیا اور اتنی بڑی رقم کو ایک عرصہ دراز تک اپنے قبضہ میں رکھ کر خود فائدہ اٹھایا اور حجاج کو خسارہ اور نقصان پہنچایا۔

تیسرا نقصان

تجربہ شاید ہے کہ حج کو جانے کے وقت جہازوں کے کرایہ کی شرح زیادہ ہوتی ہے اور واپسی میں بسا اوقات بہت کم کرایہ ہو جاتا ہے اکثر ایسا ہوا ہے کہ جاتے وقت... روپیہ دیکر حاجی گئے ہیں اور واپس میں.... دیکر آئے ہیں پس واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے میں حاجیوں کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ان کو جاتے وقت کی زیادہ شرح کرایہ کے موافق واپسی کا کرایہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور واپسی کے وقت کمی کرایہ کی صورت ان کے لئے مسدود ہو جائے گی کمپنیاں کرایہ کم نہ کریں گی کیونکہ یا تو وہ بذریعہ واپسی ٹکٹ کے پہلے ہی پورا کرایہ وصول کر چکی ہوں گی یا ان کو اطمینان ہوگا کہ باقی ماندہ حجاج کا روپیہ حسب شرح سابق جمع ہے۔

پس اگر.... روپیہ شرح کرایہ سے بیس ہزار حاجی آتے تو ان کو چار لاکھ روپیہ ادا کرنا ہوتا لیکن قانون زیر تجویز کے بموجب ان کو پندرہ لاکھ روپے پہلے ہی دینا ہوگا یعنی گیارہ لاکھ روپیہ کا حاجیوں کو نقصان ہوگا جو جہازراں کمپنی ان سے ناحق وصول کرے گی۔

مسودہ قانون واپسی ٹکٹ قطعاً نا معقول ہے

پس یہ مسودہ قانون کسی طرح معقول اور قابل قبول نہیں کیونکہ ایک ہزار حجاج کی ناداری اول تو کوئی جرم نہیں کیونکہ بسا اوقات ناداری ایسے اسباب سے پیدا ہو جاتی ہے جس میں حاجی بیچارے قطعاً معذور بے گناہ ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ ان کی مجرمانہ کوتاہی بھی ہے تاہم ایک ہزار کی کوتاہی میں انیس ہزار پر پابندی عائد کردینی اور ان سے چودہ لاکھ پچیس ہزار کی رقم خطیر دو یا تین یا چار مہینے پہلے جمع کرالینی کسی طرح معقول نہیں یہ کہنا کہ چونکہ ابتدا میں معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون شخص ناداری میں پڑا رہ جائے گا اور کون نہیں اس لئے مجبوراً سب پر ٹکٹ واپسی لازم کرنے کا قانون بنانا پڑتا ہے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ ریل میں بہت سے لوگ مقدار معین سے زیادہ اسباب لے جاتے ہیں یا اپنے ہمراہیوں کے ٹکٹ کم لیتے ہیں یعنی بجائے چار ٹکٹوں کے تین ہی لئے اور راستہ میں چیکر یا منزل مقصود کا ٹکٹ بابو انہیں پکڑ کر باقی کرایہ مانگتا ہے اور بسا اوقات مجرم کے پاس ادائے مطالبہ کے لئے کچھ نہیں ہوتا اور گھنٹوں جھگڑا رہتا ہے اور ملازمین ریلوے کو سخت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے پس اگر اس کے انسداد کے لئے ایسا قانون بنایا جائے کہ ہر مسافر جو ٹکٹ خریدے وہ ایک خاص مقدار کی مزید رقم بھی جمع کردے تاکہ اس کی کوتاہی یا خیانت ثابت ہونے پر اس رقم سے ریلوے کا مطالبہ وصول کیا جا سکے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قانون کو کوئی ذی رائے آدمی معقول قرار دے سکتا ہے۔

جس طرح ریلوے کے ایسے خائن اور دیدہ دلیر مسافروں کی ان حرکات کا انسداد ضروری ہے

مگر اس کا یہ طریقہ نہیں کہ تمام شریف اور بے گناہ مسافروں سے بلاوجہ روپیہ وصول کیا جائے اسی طرح جدہ کے معذور نادار حجاج کی تکلیف رفع کرنے کی فکر بھی ضروری ہے مگر اس کا یہ طریقہ معقول نہیں کہ بلاوجہ تمام مستطیع حجاج پر ایک خلاف مذہب پابندی عائد کردی جائے اور ان کا چودہ پندرہ لاکھ روپیہ دو تین مہینے پہلے بلاوجہ جمع کرالیا جائے اور واپسی میں کرایہ کی کمی کے فائدے کو مسدود کر کے دس گیارہ لاکھ روپیہ کا صریح نقصان پہنچایا جائے۔

اگر گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی اس مشکل کا کوئی معقول حل نہیں کر سکتے تو میں جو تجویز اس مضمون کے آخر میں ذکر کروں گا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے مجھے امید ہے کہ وہ تجویز اس مشکل کا بہترین حل کر دے گی۔

بعض ممبران اسمبلی کے شبہات کا جواب

اس کے بعد بعض ممبران اسمبلی کے ان شبہات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے ناچیز جوابوں کو غور سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

پہلا شبہ

حج ان ہی لوگوں پر فرض ہے جو زادوراحلہ پر قادر ہوں یعنی کھانے پینے کے علاوہ جانے اور واپس آنے میں ریل جہاز اونٹ وغیرہ سواریوں کے کرایہ پر بھی قدرت رکھتے ہوں(۱) پس جب کہ ان کے پاس واپسی کا کرایہ موجود ہوگا (جیسا کہ شرعی حکم ہے) تو جمع کر دینے یا واپسی کا ٹکٹ خریدنے میں کوئی نئی پابندی عائد نہ ہوئی بلکہ اسی پابندی کو جو شریعت نے مقرر کر دی ہے عمل میں لایا گیا اور اگر ان کے پاس جانے کے وقت واپسی کا کرایہ نہیں ہے تو ان پر حج فرض نہیں ہے پس اگر وہ اس پابندی کی وجہ سے نہ جا سکے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ شریعت نے بھی ان پر حج فرض نہیں کیا ہے لہذا قانون نے ان کو کسی مذہبی فرض سے نہیں روکا اس لئے اس قانون کو مذہبی مداخلت کہنا درست نہیں۔

پہلے شبہ کا جواب

اگرچہ کئی معزز ممبران اسمبلی اس شبہ میں گرفتار ہیں اور اس کو قوی ترین شبہ سمجھتے ہیں مگر میں ان سے پورے غور و تامل کی درخواست کرتا ہوا جواب عرض کرتا ہوں

(۱) الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدر واعلی الزاد والراحلة فاضلاً عن المسکن مما لا بدمنه و عن نفقة عیاله الی حین عوده وکان الطریق آمنا (هدایة' کتاب الحج ۱/ ۲۳۱ ط شرکة علمیه ملتان)

مذہبی مداخلت

ایک لفظ ہے جو اکثر مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے مگر جہاں تک میرا خیال ہے اس کے مفہوم پر پوری طرح غور نہیں کیا جاتا۔

بعض حضرات تو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف فرائض سے روکنے کو مذہبی مداخلت کہتے ہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ مذہب کی چند موٹی موٹی اور کھلی کھلی باتیں ہی ایسی ہیں کہ ان سے روکنا مذہبی مداخلت ہے اور بس مثلاً کسی کو نماز سے روکا جائے یا روزہ سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت ہے اور اگر مسلمان بھائی کی اعانت سے روکا جائے تو مذہبی مداخلت نہیں۔

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ دونوں خیال صحیح نہیں ہیں مذہبی مداخلت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی کے مذہب میں مداخلت کی جائے یعنی کسی مذہبی حکم کے خلاف ایسا حکم دیا جائے جو مذہبی حکم سے متصادم ہو اور ٹکرا جائے یہی تصادم اور ٹکر مداخلت ہے عام اس سے کہ وہ مذہبی حکم کسی چیز کی فرضیت یا مسنونیت یا استحباب یا اباحت کا ہو یا حرمت و کراہت کا مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

پہلی مثال

ظہر کی نماز کے متعلق مذہبی حکم یہ ہے کہ وہ ہر عاقل بالغ مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اس کے خلاف اگر کوئی یہ حکم کرے کہ ظہر کی نماز کو مسنون کہو یا مستحب سمجھو یا اباحت کے قائل ہو تو یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ اس میں اس حکم دینے والے نے ظہر سے منع نہیں کیا لیکن اس کا حکم مذہبی حکم سے متصادم ضرور ہے اس لئے مذہبی مداخلت ہے(۱)

دوسری مثال

شریعت میں دنبہ کی قربانی مباح یا مستحب ہے(۲) اگر کوئی مسلمانوں کو حکم دے کہ تم دنبہ کی قربانی کو فرض سمجھو اور لازمی طور پر دنبہ کی قربانی کرو تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہے کیونکہ اس کا یہ حکم شرعی حکم سے ٹکراتا ہے اور مسلمانوں کے اس اختیار کو جو شریعت نے دیا تھا باطل کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک مباح یا مستحب سے روکا نہیں بلکہ اس کی تاکید کی ہے۔

---

(۱) بلکہ فرض کو مستحب کہنے والا فرضیت کے انکار کے طور پر بغیر کسی تاویل کے کہے تو کفر ہے

(۲) قال والا ضحیة من الابل ، والبقر ، والغنم ، لا نها عرفت شرعاً ولم تنقل التضحیة بغیرها الخ (هدایة کتاب الاضحیة ٤/٤٤٨ ط ملتان)

تیسری مثال

شریعت نے مسلمانوں کے لئے ختنہ مسنون کیا ہے(۱) اگر کوئی حکومت مسلمانوں کے لئے قانون بنادے کہ ختنہ نہ کریں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ حکم شریعت کے حکم سے ٹکراتا ہے' حالانکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فرض سے روکا گیا ہے کیونکہ ختنہ فرض نہیں ہے۔

چوتھی مثال

ہر مسلمان کو شریعت نے اجازت دی ہے کہ وہ شراب کی حرمت بیان کرے اور لوگوں کو اس کے استعمال سے روکے لیکن اگر کوئی حکومت قانون بنائے کہ کوئی مسلمان شراب کی حرمت بیان نہ کرے ورنہ مجرم ہوگا تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی کیونکہ یہ قانون شرعی حکم سے ٹکراتا ہے شریعت ہر مسلمان کو تبلیغ اور اظہار حرمت شراب کی اجازت دیتی ہے (۲) اور یہ قانون روکتا ہے حالانکہ ہر مسلمان کے ذمہ حرمت شراب فرض نہیں۔

پانچویں مثال

اگر آج قانون بنایا جائے کہ مسلمان عمامہ نہ باندھیں ورنہ مجرم ہوں گے تو یقیناً یہ مذہبی مداخلت ہوگی اگرچہ عمامہ باندھنا مسنون ہے فرض نہیں ہے(۳)

چھٹی مثال

بعض مقامات میں مسلمانوں کو اذان کہنے سے روکا جاتا ہے یہ یقیناً مذہبی مداخلت ہے اگرچہ نماز کے لئے اذان سنت ہے فرض نہیں(۴)

ساتویں مثال

نماز سنت و نفل گھر میں افضل ہے مگر مسجد میں بھی جائز ہے اگر حکومت قانون بنائے کہ

---

(۱) لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها الخ (رد المحتار' كتاب الحظر والاباحة' فصل فى النظر والمس ۶/۳۷۱ ط سعيد)

(۲) صرف اجازت ہی نہیں بلکہ ضروری ہے بواسطہ آپ ﷺ کے اللہ نے حکم دیا بلغ ما انزل اليك من ربك الآية اور آپ ﷺ نے حکم دیا " بلغوا عنى ولو آية" جس میں حرمت شراب کی تبلیغ بھی داخل ہے فقط

(۳) جاء رجل الى ابن عمر فقال' يا ابا عبدالرحمن' العمامة سنة' فقال ' نعم (عمدة القارى' كتاب اللباس' باب العمائم ۲۱/۳۰۷ ط ادارة الطباعة المنيرة' دمشق)

(٤) الاذان سنة للصلوات الخمس' والجمعة' لا سواها' للنقل' المتواتر الخ (هداية' كتاب الصلوة' باب الاذان ۱/۸۶ ط ملتان)

مسلمان مسجد میں صرف فرض پڑھا کریں اور سنت و نفل گھر جا کر پڑھیں مسجد میں جو سنت و نفل پڑھے گا وہ مجرم ہوگا یا مثلاً فرض کے بعد فوراً زبردستی مسجد کو سنت و نفل پڑھنے والوں سے خالی کرالیا جائے تو اگرچہ نماز سنت و نفل گھر میں مستحب ہے(۱) مگر یہ قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہے اس لئے یقیناً مذہبی مداخلت میں داخل ہوگا۔

اسی طرح سینکڑوں مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں جن کو ہمارے معزز ممبران بھی مذہبی مداخلت کہنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ مذہبی مداخلت کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو قانون مذہبی حکم سے ٹکراتا ہو وہ مذہبی مداخلت میں داخل ہوگا۔

اب حج کے متعلق دیکھئے یہ صحیح ہے کہ شریعت مقدسہ نے حج اسی شخص پر فرض کیا ہے جو زاد وراحلہ کی استطاعت رکھتا ہو اور جو لوگ کہ زاد وراحلہ پر قادر نہیں شریعت ان پر حج فرض نہیں کرتی(۲) لیکن شریعت کا حکم یہ نہیں ہے کہ ان کے لئے حج کرنا ناجائز ہے بلکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ حج کو جانا ان کے لئے جائز بلکہ مستحسن ہے اور جب کہ وہ اخلاص قلب کے ساتھ جسمانی مشقت برداشت کر کے حج کریں تو زیادہ ثواب کے مستحق ہیں ہاں اگر وہ خود ارادہ نہ کریں یا ان کو نہ جانے کا مشورہ دیا جائے تو مضائقہ نہیں لیکن جبراً روکنا یا روکنے کے اسباب پیدا کرنا یقیناً مذہبی مداخلت ہے کیونکہ جس شخص کو شریعت حج کی اجازت دیتی ہے اسکو یہ قانون روکتا ہے یا روکنے کے ذرائع پیدا کرتا ہے اور یہی مصادمت اور قانون کا حکم شرعی سے ٹکرانا ہے۔

پس جو ممبران اس وجہ سے کہ غیر مستطیع پر حج فرض نہیں اس کو حج سے روکنے کو مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے کیا براہ کرم بتائیں گے کہ اگر مساجد میں قانوناً اذان بند کردی جائے یا قانوناً نماز تراویح یا سنتوں اور نفلوں کے لئے مساجد بند کردی جائیں یا کوئی حکومت (کسی طبّی یا غیر طبّی اصول کی بنا پر) سنت ختنہ کو قانوناً روک دے تو یہ مذہبی مداخلت ہوگی یا نہیں۔

دوسرا شبہ

جب کہ ہندوستانی حاجی واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں اور جہاز کی سواری پر ہی واپس آنا چاہتے ہیں تو اس قانون کا منشا اسی قدر ہوا کہ خود ان کے ارادہ واختیار سے پسند کئے ہوئے طریق (یعنی واپسی اور طریق واپسی) کے لئے ایک اطمینانی صورت پیدا کرلی پس جس طرح کہ جاتے وقت ان سے جہاز کا کرایہ لینا (اس لئے کہ وہ جانے کے بعد جہاز کا استعمال کریں گے) مذہبی مداخلت نہیں ہے اسی طرح واپسی کا ٹکٹ لازم کردینا یا رقم جمع کرالینا (اس لئے کہ وہ جہاز کو واپسی میں بھی استعمال کریں گے) مذہبی

(۱) یہ بھی اس وقت ہے جب کہ گھر میں اطمینان اور یکسوئی کیساتھ پڑھ سکتا ہو ورنہ آج کل تو آدمی گھر جا کر بھول ہی جاتا ہے
(۲) دیکھیں صفحہ ۳۳۲ حاشیہ نمبرا

مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہو سکتی۔

دوسرے شبہ کا جواب

بے شک جہاز کو استعمال کرنے کے لئے کرایہ لینا کسی حال میں مذہبی مداخلت اور رکاوٹ نہیں ہے مگر قانون زیر تجویز میں صرف یہی چیز نہیں ہے کہ جہاز کو استعمال کرنے کا کرایہ لیا جائے بلکہ اس کے علاوہ ایک زائد پابندی بھی ہے وہ یہ کہ واپسی کے وقت دو تین ماہ پہلے کرایہ واپسی ادا کرو اور جب تک واپسی کا کرایہ ادا نہ کرو جانے بھی نہیں دیا جاتا' حالانکہ واپسی میں جہاز کا استعمال بلکہ خود واپسی بھی ابھی یقینی نہیں ہوتی اور یہ یقیناً مداخلت اور رکاوٹ ہے اگر جانے کیلئے بھی ایک کافی مدت پہلے ٹکٹ خریدنے یا کرایہ جمع کر دینے کی پابندی عائد کر دی جائے مثلاً قانون اسی طرح بنایا جائے کہ صرف وہی حاجی حج کو جا سکے گا جو حجاز جانے کے لئے جہاز کی روانگی سے تین ماہ پیشتر جانے کا کرایہ جمع کر دے یا اسی قدر پہلے ٹکٹ خرید ے اور کسی جہاز میں کوئی ایسا حاجی روانہ نہ ہو سکے گا جس نے تین ماہ پہلے ٹکٹ نہ خریدا ہو یا کرایہ جمع نہ کر دیا ہو یقیناً یہ بھی مذہبی مداخلت اور رکاوٹ ہو گی ظاہر ہے کہ جہاز یا ریل کو استعمال کرنے پر اس کا کرایہ لینا تو تجارتی اور اقتصادی اصول کے مطابق مسلمہ مسئلہ ہے مگر استعمال سے دو تین مہینے پہلے کرایہ لے لینا اگر مداخلت اور رکاوٹ اور نا قابل برداشت پابندی عائد کرنا نہیں تو کیا ہے۔

تیسرا شبہ

جب تک واپسی کا ٹکٹ لازم کر دینے کی ممانعت کسی قرآنی آیت سے پیش نہ کی جائے اس وقت تک یہ مذہبی مداخلت نہیں ہو سکتی۔

تیسرے شبہ کا پہلا جواب

یہ شبہ تمام شبہات سے زیادہ خطرناک اور افسوسناک ہے خطرناک اس لئے کہ اس میں شبہ کرنے والے نے قرآن پاک سے دلیل مانگ کر بظاہر اپنی قرآن دانی اور عامل بالکتاب ہونے کا دعویٰ کیا جو ناواقف مسلمانوں کے دلوں میں شبہ ڈال سکتا ہے کہ یہ مسودہ قانون قرآن پاک کے خلاف نہیں ہے اور اس کو مذہبی مداخلت کہنے کے لئے کتاب اللہ میں کوئی دلیل نہیں اور افسوسناک اس لئے کہ اس سے شبہ کرنے والوں کے اصول اسلامیہ سے ایسی گہری اور عمیق ناواقفیت کا پتہ لگتا ہے جو علمی و عقلی شہرت پر نہایت بدنما دھبہ ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کیا ان معزز ممبروں نے قرآن پاک میں اذان کی بندش' قربانی کی بندش نفل نماز کی مسجد میں پڑھنے کی بندش' ختنہ کی بندش' تمام مذہبی امور خیر کی بندش کے مذہبی

مداخلت ہونے کی تصریحات آیات قرآنیہ میں پڑھ لی ہیں اگر ایسا ہے تو وہ آیات بتائی جائیں اور اگر تصریحات نہیں ہیں تو کیا یہ تمام ہندشیں ان کے نزدیک مذہبی مداخلت نہیں ہیں اگر کہا جائے کہ ہاں نہیں ہیں تو اسلام کا خدا حافظ ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ یہ سب باوجود قرآن پاک میں صراحۃً مذکور ہونے کے مذہبی مداخلت میں داخل ہیں تو پھر وجہ بیان کی جائے کہ یہ سب کیوں مذہبی مداخلت ہیں اور غیر مستطیع کو حج سے روکنا کیوں مذہبی مداخلت سے خارج ہے۔

تیسرے شبہ کا دوسرا جواب

قرآن پاک میں فرمایا ہے ارأیت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلیٰ (۱) یعنی کافروں کی مذمت میں حضرت حق نے یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ وہ بندگان خدا کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور اس نماز میں فرض اور نفل سب شامل ہیں اسی لئے حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اوقات مکروہ میں بھی نماز پڑھنے والوں کو اس آیت کے خوف سے نہیں روکا کہ کہیں میرا شمار مانعین نماز میں نہ ہو جائے (۲) اسی طرح حق تعالیٰ نے فرمایا و صدعن سبیل اللہ و کفر بہ والمسجد الحرام الخ (۳) تفسیر خازن و فتح البیان وغیرہما میں سبیل اللہ کی تفسیر حج کے ساتھ کی ہے یعنی حج سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجد حرام (کی زیارت) سے روکنا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور حضرت حق نے فرمایا ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ (۴) یعنی اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کرنے سے روکے تفسیر فتح البیان میں ہے کہ لوگوں کو مسجد میں نماز و تلاوت و ذکر اللہ و تعلیم کے لئے آنے سے روکے (۵) (ملاحظہ ہو تفسیر فتح البیان)

اور جب کہ ہر عبادت اور امر خیر سے روکنا (خواہ وہ فرض ہو یا نفل) سخت گناہ اور ظلم قرار دیا گیا ہے تو ایسے تمام ذرائع جو رکاوٹ پیدا کرتے ہوں اپنے درجات کے موافق گناہ اور ظلم اور مذہبی مداخلت میں داخل ہوں گے۔

---

(۱) العلق ۹-۱۰

(۲) یروی ان علیاً رای فی المصلی اقواما یصلون قبل صلاۃ العید فقال مارایت رسول اللہ ﷺ یفعل ذالک فقیل لہ الا تنھا ھم فقال اخشی ان ادخل تحت قولہ ارایت الذی ینھی عبد اذا صلی فلم یصرح بالنھی (تفسیر غرائب القرآن علی ھامش جامع البیان ۱۲/۱۲۸ ط دار المعرفۃ بیروت)

(۳) البقرۃ ۲۱۷

(۴) البقرۃ ۱۱۴

(۵) یمنع مساجد اللہ ای من یاتی الیھا للصلوٰۃ والتلاوۃ والذکر و تعلیمہ الخ (فتح البیان ۱/۲۰۷ ط مطبعۃ العاصمۃ شارع الفلکی القاھرہ)

انسداد مصائب کی تدابیر

گورنمنٹ اور ممبران اسمبلی کی جانب سے کہا گیا اور کہا جاتا ہے کہ اچھا اگر یہ قانون نہ بنایا جائے اور واپس کا کرایہ پہلے وصول نہ کر لیا جائے تو اس مصیبت کا کیا علاج ہے جو جدہ میں نادار حاجی خود بھی اٹھاتے ہیں اور اہل جدہ کو بھی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔

(اس وقت اس سے قطع نظر کر کے کہ آیا فی الحقیقت گورنمنٹ کا مقصود یہی ہے کہ نادار حجاج کی تکلیف رفع کرنے کی صورت نکالی جائے یا یہ صرف کہنے کی بات ہے کہ مقصود کچھ اور ہے کیونکہ ہندوستان میں لاکھوں آدمی بھوک اور فاقہ سے مر رہے ہیں ہزاروں گداگری کا پیشہ رکھنے والے مخلوق کو ستاتے ہیں لیکن ان تمام مصائب کے رفع کرنے کے لئے مہربان گورنمنٹ کبھی توجہ نہیں کرتی مگر اس کو ہزار بارہ سو نادار حجاج کے جدہ میں پڑے رہنے سے اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ ان کے حج کے لئے جانے میں قانونی رکاوٹیں ڈالنے کے لئے بے چین ہے)

میں اس سوال کے جواب میں اپنی ناچیز شخصی رائے کا اظہار کرتا ہوں اگر اہل الرائے اس کے ساتھ اتفاق کریں تو یہ مشکل رفع ہو جائے گی جیسا کہ سابق الذکر اعداد و شمار سے ثابت ہوا ہے کہ جہاز راں کمپنیاں ہندوستان کے حجاج سے آمد و رفت میں تقریباً تیس لاکھ روپیہ کرایہ کا وصول کرتی ہیں اور اس مقدار میں کئی لاکھ روپیہ خالص منافع ہوتا ہوگا۔

گورنمنٹ نے متعدد تجارتوں میں خاص خاص قیود و شرائط کے لائسنس مقرر کئے اور خاص خاص ٹیکس لگائے ہیں پس اگر گورنمنٹ جہاز راں کمپنیوں پر یہ شرط عائد کر دے کہ حجاج سے جس قدر کرایہ کمپنی وصول کرے اس میں سے فی روپیہ چھ پائی گورنمنٹ کو ادا کرے اور یہ رقم گورنمنٹ نادار حجاج کے جدہ لانے اور ان کی دوسری ضروریات میں خرچ کرے اگر صرف جانے یعنی ایک ہی طرف کے کرایہ میں سے ۶ پائی فی روپیہ وصول کر لیا جائے تو بیس ہزار حاجیوں کے کرایہ (بحساب فی کس) کی رقم پندرہ لاکھ روپے میں سے ۴۶۸۷۵ روپیہ حاصل ہو جاتا ہے جو واپسی میں کمی کرایہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حجاج کو لانے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

کمپنیاں حجاج کے ذریعہ سے لاکھوں روپے کا نفع حاصل کرتی ہیں تو اتنی رقم ان سے لینا نہ کوئی ظلم ہے نہ ان کے تجارتی حقوق میں مداخلت ہے اور اس صورت میں واپسی کے وقت کرایہ کی کمی کا فائدہ بھی حجاج کو پہنچنے کی امید رہتی ہے اور مذہبی مداخلت سے بھی امن ہو جاتا ہے اگر اسی کے ساتھ گورنمنٹ ناداری کے ان اسباب کو رفع کرنے کا بھی انتظام کرے جو کمپنیوں کے اعلان تاریخ اور پھر التوائے روانگی جہازات اور اضافہ کرایہ وغیرہ کے متعلق ہیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مصیبت نہایت آسانی سے دفع ہو سکتی ہیں میں نے مختصر طور پر اس مسئلہ کے پہلوؤں کو واضح کر دیا ہے ضرورت ہوئی تو آئندہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بحث کروں گا۔ محمد کفایت اللہ غفر لہ'

خاوند کے مالدار ہونے سے بیوی پر حج فرض نہیں ہوتا

(سوال) والد صاحب نے ایک مہاجن سے کچھ قرضہ لیا تھا جو کہ کچھ عرصہ کے بعد ایک معقول رقم ہو گئی جب اس کی ادائیگی نہیں ہوئی تو ڈگری ہو گئی جب اس کے اجرا کی نوبت آئی تو میرے چھوٹے بھائی نے اپنے ایک دوست سے دست گرداں ڈگری کا روپیہ ادا کر دیا میرے بھائی نے کوشش کی کہ کسی طرح انکے دوست کا روپیہ واپس ہو جاتا مگر نہیں ہوا یہاں تک کہ ڈگری کی میعاد گزر گئی ایک روز انہوں نے اظہار ناخوشی میں کھانا چھوڑ دیا جب مجھ کو معلوم ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں جس طرح سے ممکن ہوگا میں اس روپے کو رفتہ رفتہ کر کے واپس کروں گا میرا قصد حج کرنے کو جانے کا تھا مگر تاوقتیکہ روپیہ نہ ادا ہو جائے گا نہ جاؤں گا میں نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر میں نہیں جانتا کہ ایک مسلمان حج پر اسی طرح کے قرضہ کو مقدم کر سکتا ہے یا نہیں اس کے بعد میں نے کچھ روپیہ قرضہ میں ادا کر دیا مگر اسی درمیان میری بھانجی بہت سخت علیل ہوئی اور اس کا انتقال بھی ہو گیا اس کی علالت میں میں نے اپنی حیثیت سے بہت زیادہ روپیہ خرچ کیا اس وجہ سے قرض کی ادائیگی بند ہو گئی اور اب تک بند ہے میں اس کے جاری کرنے کا قصد کر رہا ہوں میرا روپیہ تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ اسی قدر ہے جو کہ میرے اور میری بیوی کے حج کے لئے کافی ہو اور اسی قدر روپیہ قرض بھی ادا کرنا ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۶۷ محمد عبدالصبور صاحب (بنارس) ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ٤٠٤) یہ قرضہ نہیں ہے (۱) جو مانع وجوب حج ہو لیکن اگر حج فرض نہیں ہو چکا ہے تو آپ اس قرضہ میں روپیہ ادا کر سکتے ہیں خواہ اس کی وجہ سے روپیہ جمع ہونے کی نوبت نہ آئے جس کے بعد حج فرض ہو جاتا ہے نیز عورت (یعنی بیوی) کو حج کرانا تو کسی حال میں بھی فرض نہیں (۲) جو روپیہ کہ اس کو حج کرانے میں خرچ کرنے کا ارادہ ہے وہ ادائیگی قرضہ میں خرچ کرنا جائز بلکہ افضل ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

غلط نام اور پتہ بتا کر حج پر جانا

(سوال) لوگ اس وقت اپنا غلط نام، پتہ اور ولدیت لکھوا کر اور بتلا کر حج بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں کیونکہ دہلی کا کوٹہ ختم ہو چکا ہے اس لئے دوسرے صوبوں کے کوٹہ سے لوگ جا رہے ہیں۔
(۱) بتایا جائے کہ اس صورت سے حج کے لئے جانا چاہئے یا نہیں (۲) نیز کیا ایسی صورت میں اگر ہم نہ جائیں تو ہم گناہ گار تو نہیں ہوں گے اور حج ہم پر فرض ہے یا نہیں المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب (دلی) ۵-۹-۱۹۴۶

(۱) جو حوائج اصلیہ میں داخل ہو بلکہ یہ ایک تبرع شمار ہوگا
(۲) عورت پر حج اس وقت فرض ہوگا جب اسکے پاس اپنا مال اتنا ہو جس سے شرائط حج پوری ہوں اور یہاں تو مال شوہر کا ہے
(۳) عورت پر حج کرنا واجب نہیں اور بھائی پر قرض کی ادائیگی واجب ہے لہذا واجب کی ادائیگی میں معین بننا غیر واجب کے مقابلے میں افضل ہے

(جواب ٤٠٥) غلط نام اور پتہ لکھوا کر اور بتا کر حج کو جانا درست نہیں اگر جھوٹ بول کر نہ جائیں تو گناہ گار نہ ہوں گے (۱) حج فرض ہے تو آئندہ سال ادا کر لینا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حج کا ارادہ کر کے پھر ترک کرنا

(سوال) ایک دیندار اور محتاج بزرگ حج بیت اللہ شریف کا ارادہ پختہ کر چکے تھے لیکن جنتری سے معلوم ہوا کہ اب کے سال ۹ ذی الحجہ جمعہ کا دن پڑے گا اور سعودی گورنمنٹ غالباً اس دن حج ہونے نہیں دیتی سوال یہ ہے کہ کیا حج کا ارادہ اب کے سال فسخ کر دیا جائے دوسرے یہ کہ اگر ۹ ذی الحجہ کو یوم الجمعہ ہو اور سعودی گورنمنٹ اپنی عادت کے مطابق روک دے تو کیا دس تاریخ کو حج ہو جائے گا ایک کتاب فتاوی عثمانی جلد نمبر ۶ کتاب الحج والزیارۃ مصنفہ مولوی منور الدین دہلوی میں لکھا ہے کہ عرفہ کا دن زوال آفتاب کے وقت سے عید کے روز صبح ہونے سے پہلے تک ہے (نزد امام اعظم)
المستفتی نمبر ۲۰۷۴ علیم اللہ صاحب انصار (گورکھپور) ۲۴ رمضان ۱۳۵۶ھ ۲۹ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٠٦) حج کا ارادہ فسخ کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ خبر کہ سعودی گورنمنٹ جمعہ کے دن حج ہونے نہیں دیتی سراسر جھوٹ اور افترا ہے عرفہ کا دن تو غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے مگر حج میں وقوف عرفات کے لئے زوال آفتاب ۹ ذی الحجہ سے قبل طلوع الفجر (۱۰ ذی الحجہ) وقت ہے (۲) غالباً کتاب الحج والزیارۃ کی عبارت کا یہی مطلب ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

دوسرا باب
عورت بغیر محرم سفر نہ کرے

مالدار عورت کے ساتھ محرم نہ ہو تو حج فرض نہیں

(سوال) ایک عورت حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتی ہے زادراہ وغیرہ سب اس کے پاس موجود ہے مگر اس کے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ اپنے ساتھ کسی محرم کو لے جا سکے ایسی صورت میں اس پر حج کرنا فرض ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۰۹۹ سعید احمد انصاری صاحب ۷ شوال ۱۳۵۶ھ م ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

---

(۱) یندب دخول البیت اذا لم یشتمل علی ایذاء نفسہ او غیرہ (وفی الشامیۃ) و مثلہ فیما یظہر دفع الرشوۃ علی دخولہ (رد المحتار' کتاب الحج' باب الہدی' مطلب فی دخول البیت ۲/۶۲۴ ط سعید)
(۲) ومن ادرک الوقوف بعرفۃ ما بین زوال الشمس من یومہا الی طلوع الفجر من یوم النحر' فقد ادرک الحج' فاول وقت الوقوف بعد الزوال عندنا الخ (ہدایۃ' کتاب الحج' فصل فی ما یتعلق بالوقوف ۱/۲۵۴ ط ملتان)

(جواب ۴۰۷) عورت بغیر محرم کے حج کو نہیں جاسکتی اور نہ اس پر حج فرض ہے(۱) لان المحرم من السبیل محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

عورت کے حج پر جانے کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں 'البتہ محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے

(سوال) اگر عورت بلا اجازت مرد کے حج کو جائے تو اس کا حج قبول ہوگا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے بی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ م ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۴۰۸) عورت پر اگر حج فرض ہو تو اس کو خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے (۲) مگر محرم کے ساتھ جانا ضروری ہے (۲) مثلاً عورت کا باپ 'بھائی 'چچا' ماموں وغیرہ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

محرم کے بغیر عورت کا حج پر جانا درست نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۲ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک بیوہ عمر پچاس سال حج کے واسطے تیار ہے کوئی ہمراہ نہیں ہے بغیر محرم کے حج ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۴۰۹) بغیر محرم کے عورت کو حج کے لئے جانا نہیں چاہئے اگرچہ بوڑھی عورت ہو (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) ومع زوج : وفی الشامیة' هذا' وقوله' ومع عدم عدة علیها' شرطان مختصان بالمرءة الخ (رد المحتار' کتاب الحج ۴۶۴/۲ ط سعید)

(۲) ولیس لزوجها منعها عن حجة الاسلام (وفی الشامیة) ای اذا کان معها محرم' والا' فله منعها' (رد المحتار' کتاب الحج ۴۶۵/۲ سعید)

(۳) ومع زوج او محرم' ولو عبداً' او ذمیاً' او برضاع الخ (درمختار' کتاب الحج ۴۶۴/۲ سعید) والمحرم من لا یجوز منا کحتها علی التابید بقرابة' او رضاع' او صهریة' کما فی التحفة (رد المحتار' کتاب الحج ۴۶۴/۲ سعید)

(۴) ومع زوج' او محرم' ولو عجوزا (الدر المختار' کتاب الحج ۴۶۴/۲ سعید) لیکن اگر حج کرلیا تو ادا ہو جائے گا کراہت تحریمی' کما فی الدر المختار' ولو حجت بلا محرم' جاز مع الکراهة" (الدر المختار' کتاب الحج ۴۶۵/۲ سعید)

تیسرا باب
حج بدل

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے پہلے حج نہ کیا ہو

(سوال) زید کا انتقال ایسی صورت میں ہوا کہ اس نے اپنی زندگی میں حج نہیں کیا اور کچھ اپنا سرمایہ چھوڑ گیا ہے اب اس کے وارثین حج بدل کرانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ حج کے واسطے کس آدمی کو بھیجا جائے آیا جس نے ایک بار حج کیا ہو اس کو ہی بھیجا جائے یا کہ بغیر حج کئے ہوئے آدمی کو بھی بھیجا جاسکتا ہے میت نے وصیت نہیں کی المستفتی نمبر ۱۱۰۱ (معرفت) فضل رحیم طالب علم مدرسہ امینیہ دہلی ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۴ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۰) اگر ایسا شخص مل سکے جو پہلے اپنا حج کر چکا ہو تو افضل ہے اور نہ ملے تو ایسے شخص کو بھیجنا بھی جائز ہے جس پر حج فرض نہ ہو اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ہاں جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور وہ اپنا حج نہ کرے حج بدل کے لئے جانے تو اس کے لئے یہ مکروہ ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حج بدل کے لئے ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے پہلے حج کیا ہو

(سوال) حج بدل اپنے بھائی مرحوم کا کرانا ہے اور دریافت طلب یہ ہے کہ جو حاجی حج کیا ہوا ہو وہ جاسکتا ہے یا نہیں اس کا فتویٰ مذہب حنفی کی رو سے جو ہو تحریر فرمائیے؟ المستفتی نمبر ۱۲۳۱ حاجی عبدالغفور خاں صاحب (ضلع رہتک) ۲۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۱) جس شخص نے اپنا حج کر لیا ہے اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا افضل ہے لیکن اگر ایسا شخص حج بدل کے لئے جائے جس نے اپنا حج نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ادا ہو جاتا ہے حنفیہ کا مذہب یہی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حج بدل کے لئے جس شخص کو رقم دی وہ اس میں سے کچھ رقم رکھ کر دوسرے کو حج پر بھیج دے تو؟

(سوال) زید کو ایک شخص نے اپنے متوفی کی جانب سے کچھ رقم حج بدل کے لئے بالکل دیدی اب زید اپنے عوض کسی دوسرے شخص کو حج میں بھیجنا چاہتا ہے مگر اس میں سے کچھ رقم نہیں دیتا ہے تو یہ لینا اس

(۱ - ۲) فجاز حج الصرورة ... و غيرهم اولى بعدم الخلاف' وفي الشامية' والا فضل ان يكون قد حج عن نفسه حجة الاسلام خروجاً من الخلاف' قال في البحر' والحق انها تنزيهية على الآمر' بقولهم والا فضل الخ تحريمية على الضرورة الما مور الذى اجتمعت فيه شروط الحج' و لم يحج عن نفسه' لانه اثم بالتاخير (رد المحتار' كتاب الحج' باب الحج من الغير' مطلب في حج الضرورة ۲/۶۰۳ ط سعيد)

کا جائز ہے یا نہیں اور یہ دوسرا شخص متوفی کی طرف سے حج کر سکتا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۲۹۴ علی خاں صاحب (مونگھیر) ۲۹ شوال ۱۳۵۵ھ م ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۲) اگر رقم دینے والے نے اس قسم کی اجازت دیدی ہو کہ چاہے خود جاؤ چاہے کسی کو بھیج دو تو وہ دوسرے شخص کو بھیج سکتا ہے اور اگر یہ اجازت نہ تھی تو رقم لینے والے کو خود جانا ضروری ہے (۱) خود جائے یا رقم واپس کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

میت غیر معتبر شخص کے بارے میں وصیت کرے تو وارث کسی معتبر شخص کو حج پر بھیج سکتا ہے

(سوال) (۱) کسی نے اپنے وارث کو وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد فلاں شہر سے حج کرادے لیکن وہ شخص مامور حاجیوں کا معلم ہے آج کل کے معلم لوگ متعدد لوگوں سے حج کرانے کے لئے روپیہ وصول کرتے ہیں مگر شاید ایک آدمی کی طرف سے حج ادا کرادیتے ہیں اس لئے لوگوں کو ظن غالب ہے کہ وہ مامور شخص خائن مہتمم غیر متدین ہے آیا اس صورت میں وارث دوسرے شخص کے ذریعہ سے اپنے والد کا حج کرا سکتے ہیں یا نہیں ؟ (۲) مگر شخص مذکور بارہا تیسرے درجہ کی سواری میں آمد و رفت کرتے ہیں اور وارث کو تیسرے درجہ کا کرایہ دینے کی وسعت ہے اس سے زیادہ دینے کی وسعت نہیں ہے اس صورت میں بھی وارث کو دوسرے شخص سے حج کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۲۶ محمد روح الدین صاحب (کلکتہ) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۱۳) (۱) دوسرے معتمد شخص سے حج بدل کرا سکتے ہیں (۲) (۲) اس کو معمول سے زیادہ صرف دینا جائز نہیں دوسرے شخص کو تیسرے درجے میں بھیجا جا سکتا ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے اس کے آنے تک اس کے گھر کے اخراجات بھی برداشت کرنے ہوں گے

(سوال) امسال ایک ضعیفہ نے فرض حج کی ادائیگی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور قضاء الٰہی سے دوچار روز ہونے ان کا انتقال ہو گیا اب ان کے خاوند اور لڑکوں کا خیال ہے کہ مرحومہ کی جانب سے کسی کو حج بدل کے لئے لے جائیں جس کے لئے ایک غیر مستطیع ہمراہ جانے کے لئے تیار ہے مگر اس کو ایسا خیال ہے کہ اگر حج بدل

---

(۱) و تعیینہ ان عینہ' فلو قال "یحج عنی فلان' لا غیرہ' لم یجز حج غیرہ' ولو لم یقل لا غیرہ' جاز' (الدرالمختار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۰۰ ط سعید)

(۲) کیونکہ موصی نے غیر سے حج کرانے کی نفی نہیں کی' فلو قال' یحج عنی فلان لا غیرہ' لم یجز حج غیرہ' ولو لم یقل' لا غیرہ' جاز (الدرالمختار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ۲ / ۶۰۰ ط سعید)

(۳) چونکہ موصی کو بھی معلوم ہو گا کہ یہ تیسرے درجے میں سفر کرتا ہے اور وہ تیسرے درجے کے کرایے پر راضی ہو گا

کے لئے جاؤں تو دوسرے سال باوجود عدم استطاعت کے حج کے لئے جانا ضروری ہوگا کیا یہ صحیح ہے ؟
یہ مسئلہ ہے کہ حج کے لئے جانے والے کو واپسی تک گھر کے بال بچوں کے خرچہ کا بندوبست کر کے جانا چاہئیے سو مذکورہ خرچہ حج بدل کرانے والے کے ذمہ ہوگا یا جانے والا خود بندوبست کرے ؟ المستفتی مولوی حکیم عبدالکریم قاضی کریمی دواخانہ بھروچ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۰ء

(جواب ٤١٤) بہتر یہ ہے کہ حج بدل کو وہ شخص جائے جو خود حج کر چکا ہو اور اگر ایسا آدمی دستیاب نہ ہو تو ایسا شخص بھی جا سکتا ہے جس نے حج نہیں کیا(۱) اس کے اوپر حج جب فرض ہوگا جب اس کے پاس مصارف ہوں ورنہ وہ اپنا حج نہ ادا کرنے کا گناہ گار نہ ہوگا۔
اس کے گھر والوں کو واپسی تک مصارف دینا بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو حج بدل کے لئے لے جاتا ہے اور جانے سے آنے تک کے تمام مصارف سفر لے جانے والے کے ذمہ ہوں گے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حج کے بارے میں ایک تفصیلی فتویٰ

(سوال) ما قولکم ایھا العلماء الکرام (۱) حاج عن الغیر یعنی فرض حج بدل کے لئے جانے والا قبل اشہر الحج مکہ معظمہ جانا چاہے تو میقات پر کس نیت سے احرام باندھے ظاہر ہے کہ افراد و تمتع و قران میں سے بوجہ اشہر الحج نہ ہونے کے کسی کا احرام نہیں باندھ سکتا اب صرف عمرے کے احرام سے داخل حرم ہو سکتا ہے اور وہاں پہنچ کر ارکان عمرہ سے فارغ ہو کر مقیم ہو جائے اور یوم الترویہ تک حلال رہے پھر اہل مکہ کی میقات (حرم) سے حج کے احرام کی نیت سے ارکان حج ادا کرے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حج مکی ہوا یا آفاقی (میقاتی) اگر مکی ہوا تو عن الغیر سے فرض ساقط ہوگا یا نہیں ؟
تتبع کتب فقہ سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حج عن الغیر میں حج میقاتی یعنی میقات آمر سے حج کی نیت ہونی چاہئیے اور صورت مسئولہ میں میقات آمر سے نیت حج نہ پائے جانے کی وجہ سے حج میقاتی نہ ہوا بلکہ مکی ہوا تو آمر کی جانب سے فرض حج ساقط نہ ہوگا عبارات ذیل ملاحظہ ہوں (۱) وقد سبق ایضا ان من شرط الحج عن الغیر ان یکون میقاتہ افاقیا و تقرران بالعمرۃ ینتھی سفرہ الیھا و یکون حجہ مکیا (عمدۃ ارباب الفتوی مصری ص ۱۰)(۳) (۲) قال فی شرح مناسک ملتقی الابحر و من شرائط جواز النیابۃ ان یحرم النائب من میقات الامر اذا لحلق و اما اذا قید بمحل فمن میقات ذلک المحل (فتاوی الاسعدیہ (۴)مصری جلد اول ص ٢٤)

(۱-۲) دیکھیں صفحہ نمبر ۳۴۳ حاشیہ نمبر ۱، ۲
(۳) کتاب الحج' باب الحج عن الغیر ص ۱۰ المطبعۃ الکبری الامرسیہ' مصر
(٤) لم اطلع علیہ

(۳) العاشر ان یحرم من المیقات ای من میقات الامر یشمل المکی وغیرہ فلو اعتمر وقد امرہ بالحج ثم حج من عامہ لا یجوز الخ (شرح مناسک لعلی القاری) (۱)

(۲) اگر آمر بذات خود یا اس کے ورثہ یا وصی مامور کو اجازت دے کہ وہ قبل اشہر الحج میقات سے عمرہ کے احرام کی نیت سے داخل حرم ہو اور عمرہ سے فراغت کے بعد مقیم ہو جائے اور پھر موسم حج میں مکی حج کرلے تو اجازت کے بعد یہ حج مسقط فرض عن الغیر ہوگا یا نہیں ؟

(۳) عموماً مسائل سے ناواقف لوگ حج کے لئے مامور بناتے ہیں کوئی تفصیل سمجھتا سمجھاتا نہیں کہ اشہر حج کے قبل ہو تو عمرہ کی نیت سے جانا اور حج کا زمانہ ہو تو افراد یا تمتع یا قران کرلینا بلکہ مطلق حج کے لئے مامور بناتے ہیں اور اطلاق کے وقت میں حسب تصریح فقہا (وینصرف مطلق الامر الیہ ای الی الحج قبل اشہر الحج) عمرہ کی نیت اور زمانہ حج میں قرآن یا تمتع کی نیت یقیناً آمر کے خلاف ہوگی تو اس صورت میں یہ حج آمر کی طرف سے ہوگا یا مامور کی طرف سے ؟

(۴) صورت مسئولہ میں اگر مامور موسم حج میں مکہ معظمہ سے واپس آکر میقات آمر (یلملم) سے حج کا احرام باندھے پھر حرم میں داخل ہو کر ارکان حج ادا کرے تو یقیناً حج میقاتی ہوگا تو کیا ایسا کرنا ضروری ہے ؟ (اور ایسا کرنا حاجی کی قدرت سے بظاہر خارج ہے) یا صرف مکی حج ادا کرنا کافی ہوگا ؟

(۵) میقات آمر سے حج کی نیت کی شرط سے فقہ کے اکثر متون و شروح متداولہ و کثیر فتاویٰ خالی ہیں و نیز مولانا عبدالشکور لکھنویؒ مصنف علم الفقہ نے حج بدل کی شروط ضروریہ میں اس شرط کو شمار نہیں کیا اور اخیر میں یہ بھی لکھ دیا کہ ان شروط کے علاوہ احناف کے نزدیک اور کوئی شرط نہیں (۲) و نیز علامہ قاری نے بھی شرط عاشر کے تحت میں اس پر اشکال وارد کردیا کہ میقات سرے سے اصل حج کے لئے ہی شرط نہیں ہے تو حج بدل کے لئے کیسے شرط ہوگا (۳) و نیز یہ شرط موجب حرج عظیم ہے جو ظاہر ہے تو اب شرط ضروری ہے یا نہیں ؟ بینوا بالدلیل

(جواب ٤١٥) خاکسار کے پاس عدۃ ارباب الفتویٰ اور فتاویٰ اسعدیہ موجود نہیں ہے اپنے پاس کی موجودہ کتابوں میں جہاں تک میں نے غور کیا مجھے یہ معلوم ہوا کہ حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قران اور تمتع کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ متمتع میقات سے عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور پھر عمرہ کرکے حلال ہو جاتا ہے اور مکہ سے حج کا احرام باندھتا ہے اور اس کا حج مکی ہوتا ہے پس اگر حج عن الغیر کی صحت اس بات پر مشروط ہوتی کہ اس کا احرام میقات آمر سے باندھا جائے تو حاج عن الغیر کے لئے تمتع کی اجازت نہ ہوتی ہاں اگر آمر نے اجازت نہ دی ہو تو حاج عن الغیر تمتع نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو ضامن ہوگا یعنی اس کا یہ

---

(۱) مطلب فی جواز اخراج البدل من مکۃ عند قلۃ النفقۃ ص ۲۹۲ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر
(۲) حصہ پنجم مسائل حج و عمرہ دوسرے کی طرف سے حج کرنا ص ۹۷ ۵-۸۱ ۵ ط دارالاشاعت کراچی
(۳) المناسک لعلی القاری مع الشرح' مطلب فی جواز اخراج البدل من مکۃ عند قلۃ النفقۃ ص ۲۹۲ ط المکتبۃ التجاریۃ الکبری' مصر

حج جو تمتع میں کیا ہے آمر کی طرف سے واقع نہ ہوگا لیکن اس عدم جواز کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میقات آمر سے احرام باندھا جانا شرط تھا بلکہ عدم جواز کی وجہ مخالفت آمر ہے اور جب کہ آمر نے صرف حج کا امر کیا ہو تو اس وقت بظاہر اس کا امر حج آفاقی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کہ آمر خارج میقات کا رہنے والا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ اس کا حکم ایسے ہی حج سے متعلق ہوگا جس کا احرام میقات سے باندھا گیا ہو تو اس ظاہر حال کی دلالت سے مطلق حج کے امر کو حج عن المیقات کے ساتھ فقہاء نے مقید کر دیا ہے اور اس صورت میں نہ صرف تمتع بلکہ قران کو بھی مخالفت آمر کی مد میں شمار کیا ہے حالانکہ قارن کا حج آفاقی ہے نہ مکی یصیر مخالفا بالقران او التمتع کما مر (درمختار)(۱) ودم القران و التمتع والجناية على الحاج ان اذن له الآمر بالقران والتمتع والا فيصير مخالفاً فيضمن انتهى(درمختار)(۲) اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر حاج عن الغیر آمر کی اجازت سے قران یا تمتع کرے تو جائز ہے ہاں دم قران و تمتع خود اس کے ذمے ہے پس حاج عن الغیر اگر اشہر حج سے پہلے جانا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آمر کی اجازت سے میقات سے حج کا احرام نہ باندھے بلکہ عمرہ کا احرام باندھے اور اس احرام سے اشہر حج شروع ہونے کے بعد مثلاً شوال کی پہلی تاریخ کو عمرہ ادا کرے اور پھر احرام کھول دے اور یوم ترویہ میں حج کا احرام باندھ کر حج ادا کر لے حج کے مہینوں سے پہلے تمتع کے عمرے کا احرام باندھنا جائز ہے مگر تمتع کا عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں یعنی پورا عمرہ یا اس کا اکثر حصہ اگر اشہر حج سے پہلے ہو جائے گا تو تمتع صحیح نہ ہوگا لا يشترط كون احرام العمرة فى اشهر الحج(رد المحتار)(۳) فلو طاف الا قل فى رمضان مثلا ثم طاف الباقى فى شوال ثم حج من عامه كان متمتعا (درمختار)(۴) و بكونه فى اشهر الحج و ليس بقيد بل لو قدمه صح بلا كراهة (ردالمحتار)(۵) ان عبارتوں سے معلوم ہو گیا کہ تمتع کے عمرہ کا احرام قبل اشہر الحج صحیح ہے اور جب کہ عمرہ کا اکثر کی حصہ اشہر حج میں ادا ہو تو تمتع صحیح ہے اور اس احرام کی اشہر حج پر تقدیم مکروہ بھی نہیں اور حاج عن الغیر کے لئے آمر کی اجازت سے تمتع جائز ہے(۶) پس اشہر حج سے پہلے جانے والا میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر جائے اور اشہر حج میں عمرہ ادا کرے اور پھر آمر کی طرف سے حج ادا کرے تو عبارات منقولہ بالا کی رو سے اس میں کوئی قباحت نہیں عبارات منقولہ سوال میں حج آفاقی کی شرط میرے خیال میں اسی بنا پر ہے کہ اس میں آمر سے قران یا تمتع کی اجازت نہ لی گئی ہو بلکہ اس نے مطلق حج کا امر کیا ہو تو ایسا حج بے شک حج آفاقی ہونا چاہئے اگرچہ بالتخصیص میقات آمر کی شرط اس میں بھی محل غور ہے۔

(۱-۲) كتاب الحج' باب الحج عن الغير ۲/۶۱۲ ط سعيد

(۳-۴) كتاب الحج ' باب التمتع ۲/۵۳۵ ط سعيد

(۵) كتاب الحج' باب التمتع ۲/۵۳۶ ط سعيد

(۶) و دم القران' والتمتع' والجناية على الحاج ان اذن له الآمر بالقران' والتمتع' والا فيصير مخالفا' فيضمن (الدر المختار' كتاب الحج' باب الحج عن الغير ۲/۶۱۱ ط سعيد)

رہی یہ بات کہ ورثہ یا وصی کی اجازت بھی آمر کی اجازت کی طرح معتبر ہے یا نہیں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت تو بلاشبہ معتبر ہے کیونکہ وصیت بالحج کو فقہا نے آمر کی طرف سے تبرع بالمال قرار دیا ہے اور اسی لئے اگر میت نے حج کی وصیت کی ہو اور وصی کسی وارث کو حج بدل کے لئے روپیہ دیدے تو اس میں باقی ورثہ کی اجازت کو شرط جواز قرار دیا ہے چنانچہ در مختار و شامی میں اس کی تصریح ہے (۱) اور دلیل یہی بیان کی ہے کہ وارث کو حج بدل کے لئے روپیہ دینا گویا تبرع بالمال ہے جو وارث کے حق میں بلا اجازت دیگر ورثہ کے جائز نہیں ہے اور جب کہ وارث اجازت دے دیں تو حاج عن المیت تمتع یا قران کر سکتا ہے کیونکہ اس میں کچھ ذرا زیادہ قیام کا صرف زیادہ ہوگا اور وہ وارث کی جانب سے اجازت دے دینے پر جائز ہو جائے گا البتہ وصی کی اجازت میں کلام ہے کیونکہ وصی کو تبرع بالمال کا اختیار نہیں ہے اس لئے اس کی اجازت اس زیادتی صرفہ کے لئے معتبر نہ ہوگی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ دہلی

ترجمانی کے لئے مکہ گیا پھر کہا کہ حج بدل کرو تو اس پر حج بدل کرنا لازمی نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) زید 'عمر کے درمیان یہ گفتگو ہوئی کہ ہم دونوں ممالک اسلامیہ مصر بیت المقدس وغیرہ کی زیارت اور حج کے لئے چلیں چونکہ عمر عربی داں ہے زید نے عمر سے کہا کہ میں عربی زبان نہیں جانتا آپ کی وجہ سے مجھے سہولت ہوگی لہذا سفر خرچ آپ کا بھی میں برداشت کروں گا یہ بات طے کر کے دونوں روانہ ہوگئے اول حج کو گئے کئی ماہ پیشتر مکہ مکرمہ پہنچے ایک عرصہ کے بعد زید نے عمر سے کہا کہ تم کو میرے باپ کی طرف سے حج بدل کرنا ہوگا عمر نے کہا کہ تم نے مجھ سے مکان پر یا دوران سفر میں بالکل نہیں کہا اگر وہاں کہتے تو میں چاہتا تو آتا یا نہ آتا اگرچہ تم نے مجھ سے نہیں کہا اور میرا تمہارا اقرار ہے کہ مدینہ طیبہ چلیں گے لہذا تم مجھے مدینہ طیبہ لے چلو میں تمہارے باپ کی طرف سے حج بدل کروں گا زید نے اول تو انکار کیا پھر بہت کچھ کہنے سننے کے بعد کہا کہ میں ایک سال تک عرب میں رہوں گا ٦ ماہ بعد مدینہ جاؤں گا میرے ساتھ چلنا اور ممالک اسلامیہ نہیں جاؤں گا اور زید طرح طرح سے خرچ کی تکلیف دینے لگا ؟

(جواب ٤١٦) جب کہ زید نے پہلے حج بدل کا ذکر نہیں کیا تو عمرو پر لازم نہیں کہ وہ حج بدل کرے (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

---

(۱) قلت' وقد منا ان الوارث ليس له الحج مال الميت الا ان تجيز الورثة' وهم كبار' لان هذا مثل التبرع بالمال (رد المحتار' كتاب الحج' باب الحج عن الغير ٢/ ٦٠٦ ط سعيد)

(۲) کیونکہ بات تو مطلق ہوئی تھی یعنی عربی داں ہونے کی وجہ سے اپنی سہولت کی خاطر ساتھ لیا تھا

چوتھا باب
پیدل جانا

حج فرض فوراً ادا کیا جائے

(سوال) (۱) ہندوستان سے ہر پانچ قدم پر بیٹھ کر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے پاپیادہ باوجود استطاعت سفر حج کیسا ہے؟ (۲) سواری کی استطاعت رکھتے ہوئے پیدل سفر کرنا (۳) ہر پانچ قدم پر اپنے ذمہ دو رکعت نفل لازم کر لینا (۴) بند جگہ کے بجائے کھلی جگہ بیچ راستہ سے ہٹ کر نفل پڑھنا (۵) تکلیف مالا یطاق کے تحمل کا بلا ضرورت ارادہ کرنا (٦) اگر یہ سفر حج فرض ہے تو اسی سال ہونا چاہئے اور اگر نفل ہے تو یہاں سے زیادہ وہاں کی مسجد میں نفل کا ثواب ہے اور شوق کا تقاضا ہے کہ جلد سے جلد پہنچے ایسی صورت میں جب کہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھی جائے یہ سفر تقریباً بیس سال میں طے ہو گا
المستفتی نمبر ۱٦۱ محمد ظہور خاں ضلع فتح پور (یوپی) ۳ رمضان ۱۳۵۲ھ م ۲۱ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ٤١٧) نمبر ایک سے نمبر ۵ تک سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں اگر اخلاص سے ادا کی جائیں تو موجب ثواب ہو سکتی ہیں لیکن ریاؤ نمود اور اکتساب شہرت کے لئے ہوں تو موجب وبال ہوں گی (۱) نمبر ٦ کے جواب میں اول کا تو وہی جواب ہے جو سائل نے خود ہی لکھا ہے کہ حج فرض عام اول ہی میں ادا کرنا چاہئے اور باوجود استطاعت اپنے کسی اختیاری فعل سے اس میں تاخیر نہ کرنی چاہئے (۲) مگر شق دوم کا جواب یہ ہے کہ بصورت اخلاص ریاضت نفس و تزکیہ باطن کے لحاظ سے حج نفل میں یہ صورت فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ریاؤ نمود سے بچنا اس میں بہت مشکل ہے (۳) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

پیدل اور ہر قدم دو قدم پر نفل پڑھتے ہوئے حج کو جانا

(سوال) ایک صاحب حج کے واسطے پیدل جا رہے ہیں اور قدم یا دو قدم چل کر نفل پڑھتے ہیں اسی طریقہ سے ان کا ارادہ ہے کہ مکہ شریف تک پہنچ کر حج کریں ان سے کہا گیا کہ کسی ولی پیغمبر نے ایسا حج

---

(۱) یہ عمل صرف جائز ہے افضل پھر بھی نہیں کیونکہ ایسے موقعوں پر زیادہ تر ریاؤ نمود کا غالب اندیشہ ہوتا ہے لہذا اسے ترک کرنا ہی ہوتا افضل ہے
(۲) على الفور في العام الاول عند الثاني، واصح الروايتين عن الامام، و مالك، واحمد فيفسق وترد شهادته بتاخيره (الدر المختار، كتاب الحج ۲/٤٥٦، ٤٥٧ ط سعيد)
(۳) ریاؤ نمود سے نہ بچنے کی زندہ مثال شیخ سعدیؒ نے اپنی کتاب بوستان میں ذکر فرمائی ہے مندرجہ ذیل اشعار میں ملاحظہ فرمائیں شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز، چناں گرم رو در طریق خدائی، کہ خار مغیلاں نکندے ز پائی "با آخر ز وسواس خاطر پریش، پسند آمدش در نظر کار خویش، تلبیس ابلیس در چاہ رفت کہ نتواں ازیں خوب تر راہ رفت آخر میں فرماتے ہیں باحسانے آسودہ کردن دلے بہ از الف رکعت بہر منزلے (بوستان مترجم باب دوم ص ۸۵ ط میر محمد کتب خانہ)

نہیں کیا تو انہوں نے کہا کہ میری والدہ کا حکم ہے اسی طرح حج کرو یہ جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۸۵۷ حاجی محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ م ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۱۸) ایسا حج اگر مخلصانہ نیت اور ارادہ سے ہو، شہرت اور ریا مقصود نہ ہو اعلان و تشہیر نہ کی جائے تو فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن ان عوارض سے بچنا مشکل ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ فعل بجائے ثواب کے موجب مواخذہ ہو جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حج کے لئے مشقت کا راستہ اختیار کرنا جائز مگر غیر اولیٰ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

(سوال) زید اپنے گھر سے عازم حج بیت اللہ ہو کر چلتا ہے اور ہر پانچ یا سات قدم پر سر راہ مصلی بچھا کر اور جوتا پہنے پہنے نماز پڑھتا ہے اور شہرت کے لئے اشتہارات شائع کرتا اور اخبارات میں مضامین بھیجتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۴۱۹) حج کی فرضیت کے لئے یہ شرط ہے کہ مکہ معظمہ تک سواری پر پہنچنے کے لئے روپیہ ہو اور سفر کے ضروری مصارف اور واپسی تک اہل و عیال کے نفقہ کی رقم بھی رکھتا ہو (۲) جس کے پاس اتنی رقم نہ ہو کہ وہ سواری پر جا سکے اس پر پیدل جا کر حج کرنا فرض نہیں لیکن اگر کوئی شخص پیدل حج کرے تو ناجائز بھی نہیں مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ پیدل چلنے کی طاقت رکھتا ہو تاکہ راستہ کی تکلیف سے دل تنگی اور دشواری پیش نہ آئے اور یہ پیدل جانا محض ثواب اور رضائے الٰہی کے لئے ہو شہرت اور ناموری مقصود نہ ہو (۳) اپنے اس فعل کو اخبارات اور اشتہارات کے ذریعہ شہرت دینا ناجائز ہے کہ اس میں سوائے شہرت کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے جن بزرگوں نے ایسے کام کئے ہیں انہوں نے حتی الامکان چھپانے کی سعی کی ہے اور اس کی غرض بھی ریاضت اور قہر نفس ہے نہ کہ اتباع سنت کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ پیدل حج کیا اور نہ ترغیب دی بلکہ ایک عورت نے منت مانی تھی کہ پیدل حج کروں گی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا تھا مروھا فترکب (۴) کہ اس کو کہو کہ سواری پر جائے نیز حضور ﷺ نے ایسے دشوار اور مشقت کے کام اختیار کرنے سے منع بھی فرمایا ہے۔ خذوا من الاعمال ما تطیقون فان اللہ لا یمل حتی تملوا (۵) رہا ہر قدم یا چند قدم پر نماز پڑھنا تو یہ بھی اگرچہ فی نفسہ

---

(۱) لیکن چونکہ والدہ کا حکم ہے اور جائز امور میں بقدر استطاعت والدین کا حکم ماننا ضروری ہے اس لئے اس طرح حج کے لئے جا سکتا ہے
(۲) الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدر واعلی الزاد' والراحلة فاضلا عن المسكن' ومالا بدمنه' وعن نفقة عياله الى حين عوده' وكان الطريق آمنا (هداية' كتاب الحج ۲/۲۳۱ ط شركت علميه' ملتان)
(۳) حاشیہ نمبر ۳ صفحہ گزشتہ ملاحظہ کریں۔
(۴) ترمذی' ابواب النذور' والایمان باب فيما يحلف بالمشى ولا يستطيع ۲/۲۸۰ ط سعيد
(۵) مسلم' كتاب الصلاة المسافرين' وقصرها' باب فضيلة العمل الدائم ۱/۲۶۷ ط سعيد

جائز ہے مگر اس میں بھی نفس کو ریاؤ عجب سے محفوظ رکھنا سخت دشوار ہے اس لئے اس کا ترک کرنا ہی اسلم واحوط ہے اور بر سر راہ مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھنا مکروہ بھی ہے(۱) رہگزر سے علیحدہ ہو تو خیر۔
یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی اسی لئے امور شاقہ فرض نہیں فرمائے لیکن کسی خاص مصلحت دینیہ سے نفس کو مقہور کرنے اور ریاضت کی نیت سے کوئی دشوار بات کوئی شخص اختیار کرلے تو بشرطیکہ وہ ریاؤ شہرت و ناموری و مقبولیت کی نیت سے پاک ہو جائز ہے مگر اس کو طریق سنت اور افضل نہ سمجھا جائے کیونکہ افضل وہی مراد ہے جو پورے شوق و رغبت اور نشاط سے ہو خواہ تھوڑا ہو لیصل احدکم نشاطہ (۲) کا حکم اسی پر شاہد ہے بزرگوں کے پیادہ سفر حج کو دلیل بنانا بھی درست نہیں کہ ان جیسا خلوص' صفائے قلب بھی میسر نہیں دوسرے ان کے یہ افعال' مصالح مخصوصہ پر بطور ریاضت مبنی تھے نہ یہ کہ جادہ مسلوکہ فی الدین یہی تھا واللہ اعلم بالصواب

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

پانچواں باب
ناجائز روپے سے حج کرنا

زنا سے حاصل شدہ مال سے تجارت اور حج کرنا

(سوال) (۱) کسی عورت کے خریدے ہوئے مکان میں بودوباش کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور تجارت کر سکتے ہیں یا نہیں (۲) اور کسی عورت کے نقد مال سے کچھ تجارت کر کے اس مال کے نفع میں سے حصہ لینا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی عورت نے اپنے نقد مال کو زائل کر کے یعنی عین شے کسی اور شخص کو دیکر اس کے بدلہ میں اور مال اسی شخص سے لیکر حج کرے تو کیا یہ حج ادا ہو جائے گا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۷ (بدست عبدالرزاق متعلم' مدرسہ ہذا) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ م ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۰) کسی اور زانیہ عورت نے زنا سے جو مال کمایا ہے اور اس مال کے ذریعہ سے جائیداد حاصل کی وہ سب خبیث ہے اس سے نفع اٹھانا ناجائز ہے اس مال سے تجارت کرنا بھی خباثت سے خالی نہیں (۳)

(۱) وتکرہ الصلاۃ فی الطریق (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی' کتاب الصلاۃ' فصل فی المکروہات ص ۱۹۶ ط قدیمی)
(۲) مسلم' کتاب صلاۃ المسافرین' و قصرہا' باب فضیلۃ العمل الدائم ۱/۲۶۶ ط سعید
(۳) لیکن اگر ناجائز مال سے بھی حج کرے تو اس کے ذمے سے فرض ادا ہو جائے گا۔
قولہ ' کالحج بمال حرام' قد یقال ان الحج نفسہ الذی ہو زیادۃ مکان مخصوص الخ لیس حراما' بل الحرام ہو انفاق المال الحرام' ولا تلازم بینہما' کما ان الصلاۃ فی الارض المغصوبۃ تقع فرضا' وانما الحرام شغل امکان المغصوب' مع انہ یسقط الغرض عنہ معہا (رد المحتار' کتاب الحج' باب الحج عن الغیر' مطلب فیمن حج بمال حرام ۲/۴۵۶ ط سعید)

ہاں اگر وہ کسی شخص سے قرض لے اور اس قرض لئے ہوئے روپے کو کسی کو دیدے اور وہ شخص اس سے تجارت کرے تو یہ تجارت جائز ہوگی اور اسی طرح قرض لئے ہوئے مال سے حج کر سکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چھٹا باب
حج نفل

کسی کو حج کرانے کی منت مانی اور وہ رقم کسی غریب کو دیدیا

(سوال) میری والدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی کہ اگر یہ تندرست ہو جائیں گی تو میں ایک ایسے آدمی کو حج کراؤں گا جس نے حج نہ کیا ہو اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا فرمائی اب میں نے ایک شخص کو تجویز کر کے یہاں سے دہلی لکھا مگر انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ ایک ایسے شخص کثیر الاولاد ہیں بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے 'لہذا بجائے میرے حج کرانے کے ان کو روپیہ دیدیجئے تاکہ اس رقم سے یہ کچھ کام کاج کر لیں اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں مگر میری دلی تمنا ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہئے المستفتی نمبر ۱۱۲۸ سلطان احمد صاحب (کلکتہ) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۱) اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کر سکتے ہیں یعنی کسی کو حج کرادیں اور دوسری صورت اختیار کرنا یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دے دینا جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی ہو یہ بھی جائز ہے جو صورت آپ پسند کریں اس کی شرعی اجازت ہے اولیٰ اور بہتر دوسری صورت ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حج کی نیت سے جمع کی ہوئی رقم کو خرچ کرنا جائز ہے

(سوال) ایک بیوہ عورت نے اس ارادے سے اپنا زیور اور کچھ رقم جمع کر کے رکھا تھا کہ زیور کو فروخت کر کے اور رقم مذکور کو ملا کر جب اس قدر رقم ہو جائے جو سفر حج کے لئے کافی ہو تو سفر حج کروں گی لیکن

---

(۱) اس صورت میں سقوط فرض کے ساتھ استحقاق اجر وثواب بھی ہوگا

(۲) بخلاف النذر المطلق' فانه لا یجوز تعجیله (وفی الشامیة) اما تاخیره' فیصح الانعقاد السبب قبله' وکذا یظهر منه انه لا یتعین فیه المکان' والدرهم' والفقیر (ردالمحتار' کتاب الصوم' باب ما یفسد الصوم' وما لا یفسده ۴۳۷/۲ ط سعید)

کل رقم اس مقدار کو نہ پہنچی جو سفر حج کے لئے کافی ہو اس لئے اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اس رقم موجودہ میں سے اپنی ضرورت کے موقع پر کچھ خرچ بھی کرتی رہی اب وہ بقایا رقم کو اور زیور کو فروخت کر کے اپنے کھانے پینے میں صرف کر سکتی ہے یا نہیں ؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور

(جواب ۴۲۲) وہ روپیہ اس کی ملک ہے جس کام میں چاہے خرچ کرے اپنے کھانے پینے اور ہر کام اور ہر ضرورت میں خرچ کر سکتی ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ساتواں باب
فصل اول احرام

محرم آدمی سانپ ' بچھو ' کوا ' گرگٹ وغیرہ کو قتل کر سکتا ہے

(سوال) محرم کو حالت احرام میں کن کن موذی جانوروں کا مارنا جائز ہے اور ان موذی جانوروں کو بغیر حملہ کرنے پر بھی مار سکتا ہے یا نہیں زید کی حالت احرام میں گرگٹ پر نظر پڑی گرگٹ حملہ آور نہیں ہوا' لیکن زید نے گرگٹ کو مار ڈالا ایسی حالت میں زید مجرم قرار دیا جائے گا یا نہیں اگر مجرم ہے تو اس کو ایک گرگٹ کا کتنا جرمانہ ادا کرنا چاہئے اگر زید نے کسی سے امداد لی ہے تو وہ مدد کرنے والا بھی مجرم ہو گا یا نہیں ؟ المستفتی حاجی محمد داؤد صاحب تاجر (بازار بلیماران دہلی)

(جواب ۴۲۳) ان جانوروں کو محرم بغیر حملہ کے مار سکتا ہے سانپ 'بچھو' کوا' چیل' کاٹنے والا کتا' چوہا' مچھر' پسو' چیچڑی' گرگٹ(۲) پس صورت مسئولہ میں گرگٹ کے مارنے سے اس پر کوئی کفارہ یا جزا لازم نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی ۔

فصل دوم سنگ اسود

حجر اسود جنت کا پتھر ہے اور اسے بوسہ دینا حضور ﷺ سے ثابت ہے

(سوال) سنگ اسود کا بوسہ کیوں دیتے ہیں اور کون کہاں سے لایا' المستفتی نمبر ۱۲۰۱ غلام ربانی عباسی صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(۱) اگر یہ رقم حج کے لئے کافی ہوتی ہو تب بھی اس رقم کا خرچ کرنا جائز تھا' البتہ اس کے ذمے حج فرض ہو جاتا' لیکن چونکہ رقم پوری نہیں ہوئی اس لئے جو چاہے کر سکتی ہے' کیونکہ حج فرض ہی نہیں ہوا

(۲) ولا شئی بقتل غراب الا العقعق علی الظاهر .... وحداة......... و ذئب' و عقرب و حیة' وفارة' و کلب عقور ...... و وزغ وزنبور' وذباب' و قنفذ' و صرصر الخ (الدر المختار' باب الجنایات ۲/ ۵۷۰ ط سعید)

(جواب ٤٢٤) سنگ اسود کو بوسہ دینا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے یہ پتھر جنت سے آیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حجر اسود کا بوسہ محبت کی وجہ سے ہے تعظیم کے لئے نہیں.

(سوال) حجر اسود کے بارے میں بکر کہتا ہے کہ پتھر پتھر ہے مثلاً ایک بت ہے وہ بھی پتھر ہے ایک قبر ہے وہ بھی پتھر ہے جس سے مبتدعین بوسہ قبور کا جواز بھی لیتے ہیں ۔ المستفتی نمبر ۲۵۷۴ سیٹھ عبدالرحمٰن (بمبئی) ۴ صفر ۱۳۵۹ھ م ۱۴ مارچ ۱۹۴۰ء

(جواب ٤٢٥) حجر اسود ایک پتھر ہے حضرت عمرؓ نے اس کو بوسہ دیتے وقت یہ الفاظ فرمائے تھے اعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللهﷺ یقبلك ما قبلتك (۲) یعنی میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حجر اسود جنت سے نازل ہوا اور آخرت میں بھی وہ محشور ہوگا اور بوسہ دینے والوں کے حق میں شہادت دے گا بوسہ دینا صرف محبت کی وجہ سے تھا نہ کہ اس کی تعظیم یا عبادت کی بنا پر اور محبت کی وجہ اس کا جنت کی نشانی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہونا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

آٹھواں باب
متفرقات

مطاف پر چھت بنانا.

(سوال) ایک شخص چاہتا ہے کہ کعبۃ اللہ میں طواف کی جگہ پر وہاں کے بادشاہ کی اجازت سے چھت بناؤں اس میں کوئی شرعی ممانعت تو نہیں ہے۔ المستفتی نمبر ۱۵۸۷ موسیٰ یعقوب مایت (جوہانسبرگ) ۱۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٢٦) مطاف (طواف کی جگہ) پر چھت بنانے کی ممانعت کی کوئی دلیل تو ہماری نظر میں نہیں مگر میری طبیعت اور وجدانی کیفیت اس کی اجازت کی طرف مائل نہیں ہوتی کہ ساڑھے تیرہ سو

---

(۱) عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ نزل الحجر الاسود من الجنة وهو اشد بیاضا من اللبن فسودته خطایا بنی آدم (ترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود ۱/۱۷۷ ط سعید)

(۲) ترمذی ابواب الحج باب ماجاء فی تقبیل الحجر ۱/۱۷٤ ط سعید)

برس سے جو ہیئت مطاف کی قائم ہے اس کو بدل دیا جائے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حج پر بنائی گئی فلم کا بھی دیکھنا حرام ہے .

(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۹ء)

(سوال) ایک فلم "حج فلم" کے نام سے تیار کی گئی ہے جس میں خانہ کعبہ کے گرد حاجیوں کو طواف کرتے دکھایا گیا ہے اس فلم کا دیکھنا دکھانا کیسا ہے ؟ المستفتی شبیر حسن 'عبدالوہاب محمد رفیق

(جواب ۴۲۷) چلتی پھرتی تصویریں فلم پر دیکھنا محض لہو و لعب کے طور پر ہوتا ہے تصویر سازی حرام ہے اور تصویر بینی اور تصویر نمائی اعانت علی الحرام اس لئے فلم خواہ حج کے منظر کی ہو بنانی اور دیکھنی دکھانی سب ناجائز ہے محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حاجیوں کو مبارک باد دینا جائز ہے .

(سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۵ مئی ۱۹۳۶ء)

(سوال) حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر کچھ لوگ واپس وطن تشریف لائے مبارک باد پیش کرنے کے لئے مسلمانوں کی جانب سے ایک جلسہ ہوا ایک صاحب نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے داخلہ حرم کی بابت اپنے رسول اللہ ﷺ کو لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا الخ (۲) کہہ کر مبارکباد دی ہے اس لئے میں بھی زائرین بیت الحرام کو ان کی اس خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں قرآن کی مذکورہ بالا آیت پڑھ کر اس طرح مبارکباد دینا کوئی گناہ تو نہیں ؟

(جواب ۴۲۸) کوئی گناہ نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غلط نام بتا کر حج کرنے سے حج ادا ہو جائے گا مگر جھوٹ بولنے کا گناہ ہو گا .

(سوال) دہلی کا کوٹہ ختم ہو جانے کی وجہ سے زید دوسرے صوبہ سے اپنا نام ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج کو جانا چاہتا ہے حج فرض ہو یا نفلی اس طرح جانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی حاجی محمد داؤد دہلی یکم ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۴۲۹) جھوٹ بول کر غلط بات بتا کر اور لکھوا کر جانا جائز نہیں محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
حج تو ہو جائے گا مگر زید جھوٹ کا مرتکب رہے گا۔ محمد یونس غفرلہ' مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب دہلی

(۱) مطلب یہ ہے کہ بنانے کی گنجائش ہے
(۲) الفتح : ۲۷

ہو الموفق۔ بیشک حج ہو جائے گا مگر جھوٹ کی سزا ضرور لازم آئے گی۔ فقط محمد مظفر احمد غفرلہ۔ نائب امام مسجد فتح پوری دہلی

حضرت مفتی اعظم قبلہ کا جواب صحیح ہے۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہ' دہلی

الارجوزة السجنيه

للعلامة الاديب الاريب المفتي الاعظم مولانا محمد كفايت الله

نهضنا بتضحية تدوم دماءها	۱	تلوح على اذيال حزب التعلل
نعالج من دهر مضاض تعبد	۲	لقوم غشوم ذی مکائد حيّل
اذلوا فئتا من اعزة قومنا	۳	لهم عزة زهراء كالنجم فی عل
بذلنا نفوسا ما جدات وكل ما	٤	حويناه من مال و عز مبجل
ارقنا دماءً من عروق نقية	٥	تلوح على مرالدهور كعندل
وجربت اهل السجن ممن له يد	٦	تمكن من تنكيس حر مبجل
يظنون نطوى الكشح عما نريده	۷	و نخشى عصيا او بنادق جحفل
و لسنا بمجتنبين عما نعده	۸	فرائض ايمان و تقوىٰ مكمل

۹ عزائمنا صم صميم عقودها

فليست بواهية ولا هی تنحلی

ترجمہ ازواصف

(۱)ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ایسی قربانیاں دینے کے لئے جن کے خون بہلا دینے والے گروہ کے دامنوں پر ہمیشہ نمایاں رہیں گے (۲) ہم طویل زمانے سے ایک ایسی قوم کی غلامی کی اذیت جھیل رہے ہیں جو غاصب اور بڑی مکار چال باز ہے (۳) جنہوں نے ہماری قوم کے معزز خاندانوں اور جماعتوں کو ذلیل کیا جو ایسی روشن عزت کے مالک تھے جیسے بلندی پر ستارہ (۴) ہم نے جنگ آزادی میں اپنی بڑی بڑی محترم جانیں قربان کی ہیں اور اپنی گاڑھی کمائی اور عزت و عظمت لٹائی ہے (۵) ہم نے پاکیزہ رگوں میں سے کالاں سربلند قامت اونٹ کی طرح (عزت و سربلندی کے ساتھ) خون بہائے ہیں جو مرور ایام کے باوجود نمایاں رہیں گے (٦) مجھے جیل خانے کے ان لوگوں کا تجربہ ہے جن کو کوئی اختیار حاصل ہے وہ معزز احرار قوم کی تذلیل کر کے عہدے حاصل کرتے ہیں (۷) وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد سے پہلو تہی کریں گے اور پولیس کے لاٹھی چارج اور فوج کی فائرنگ سے ڈر جائیں گے (۸) حالانکہ ہم جس چیز کو اپنا ایمانی و ملی فریضہ سمجھتے ہیں اس سے ہٹنے والے نہیں ہیں (۹) ہمارے عزائم نہایت مستحکم ان کی بندشیں بہت مضبوط ہیں وہ کمزور ہونے والی اور کھل جانے والی نہیں ہیں

فرہنگ اصطلاحات

الف

احوط۔ قریب باحتیاط' جواز کی دو برابر کی صورتوں میں سے وہ صورت جو تقویٰ کے قریب تر ہو۔
استخفاف۔ حقیر سمجھنا
احتضار۔ نزع کا وقت' موت کے فرشتوں کا قبض روح کے لئے حاضر ہونا
اطراء۔ کسی کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کرنا
اضطرار۔ ایسے حالات کا پیدا ہو جانا کہ جان کے ہلاک ہو جانے کا یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے کا یقین ہو جائے
اجماعی مسئلہ۔ وہ عقیدہ یا حکم جس پر صحابہؓ وائمہ مجتہدینؒ متفق ہوں۔
الہام۔ خدا کے نیک بندوں کے دل میں خدا کی طرف سے جو کوئی بات ڈالی جاتی ہے اسے الہام کہتے ہیں یہ وحی کے بعد کا درجہ ہے ملہِم اسم فاعل ملہَم اسم مفعول
ادلہ اربعہ شرعیہ ۔ چار شرعی دلیلیں جن پر احکام شرعیہ کا مدار ہے۔ اول قرآن مجید' دوم حدیث شریف' سوم اجماع امت' چہارم قیاس (اجتہاد)
احناف۔ حنفی کی جمع۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین
اتفاقاً۔ متفقہ طور سے' بالاتفاق
استدلال۔ دلیل پکڑنا یعنی کسی مسئلہ مطلوبہ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی اصول پیش کرنا
احتجاج۔ حجت پکڑنا یعنی کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے ایسی صاف اور واضح دلیل پیش کرنا جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے۔
اسرائیلیات۔ زمانہ ما قبل اسلام کے پیغمبروں' امتوں' ملکوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والی وہ روایات و حکایات جو اہل کتاب کی مذہبی کتابوں سے منقول ہیں۔
الحاد۔ بے دینی' ملحد اس کا اسم فاعل ہے
اجل۔ وقت مقررہ یا میعاد۔ واضح ہو کہ اجل کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے موت کے معنی مراد لے لیتے ہیں

ب

برزخ موت کے بعد قیامت تک کا زمانہ

ت

تعزیر۔ سزا دینا کسی جرم کی وہ سزا جو حاکم اسلام اپنی صوابدید اور رائے سے تجویز کرے اور شرعاً اس کی کوئی خاص سزا مقرر نہ کی گئی ہو۔
تکفیر۔ کفر کا حکم لگانا
تاویل۔ لفظ مشترک کے چند معانی محتملہ میں سے بقرائن ایک معنی کو ترجیح دینا (اگر وہ ترجیح اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو تاویل مقبول ہے ورنہ تاویل باطل)
تاجیل۔ میعاد یا وقت یا مدت مقرر کرنا یا طے کرنا
تعبیر۔ کسی مفہوم و معنی کو بیان کرنے کے لئے چند اسالیب بیان میں سے ایک اسلوب بیان کو یا چند مرادف الفاظ میں سے ایک کو اختیار کرنا
تحریف۔ الفاظ یا مفہوم میں اصل مقصد کے خلاف اپنی مرضی کے مطابق ادل بدل کر دینا
تواتر۔ کسی بات کا اتنے کثیر راویوں کے ذریعہ سے تسلسل کے ساتھ ہم تک پہنچنا جن کے متعلق جھوٹ کا گمان نہ ہو سکے جیسے قرآن مجید کہ ہم تک بطریق تواتر پہنچا ہے
تشریع۔ کسی بات کو دین قرار دینا مذہب قائم کرنا
تحدی۔ قوت مضبوطی اور دعوے کے ساتھ کسی بات کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا، چیلنج کرنا
تلبیس۔ جھوٹ سچ کو ملا دینا صحیح بات کو مشتبہ کر دینا
توجیہ۔ کلام کے محمل کو بیان کرنا اور وجہ و علت کو ظاہر کرنا تاکہ اس کا اغلاق و ابہام دور ہو جائے اور دوسرے کلام سے اس کا تعارض رفع ہو جائے
تھیوری۔ (انگریزی) نظریہ
تثلیث۔ تین خدا ماننا (عیسائیوں کا عقیدہ)

ج

جماہیر۔ (جمہور کی جمع) مراد اسلام کے علما اور صائب الرائے لوگ
جاہلیت۔ (عہد جاہلیت) حضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

ح

حربی۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے یا رعایا
حنفیہ۔ (حنفی کی جمع) حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مقلدین
حنابلہ۔ (حنبلی کی جمع) حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین
حجت (برہان) ایسی صاف اور واضح دلیل جو مقابل کی دلیلوں کو کاٹ دے اور اس کو مغلوب کر دے

حمد۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنا
حد۔ جرم کی وہ سزا جو دلیل قطعی کی رو سے شرعاً ثابت اور مقرر ہو

خ

خارق عادت۔ کوئی ایسا کام یا واقعہ جو فطرت کے عام دستور و معمول کے خلاف کسی آدمی سے بغیر اسباب و آلات کے ظاہر ہو (پیغمبر سے ظاہر ہو تو اس کو معجزہ اور ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت اور غیر مسلم سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں لیکن ان تینوں میں اور بھی بہت سے باریک فرق ہیں)

د

دارالاسلام۔ وہ ملک جس میں مسلمانوں کی خود مختار حکومت ہو اور اسلامی احکام و قوانین جاری کرنے پر قادر ہو۔
دارالحرب۔ وہ ملک جس میں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہو
دیانۃ۔ وہ معاملہ جو بندے اور خدا کے درمیان ہو
دلیل۔ کوئی اصول جس سے مسائل ثابت کئے جائیں
دلیل قطعی وہ دلیل جو صاف و صریح اور واضح طور پر کتاب و سنت میں موجود ہو اس میں توجیہ و تاویل کی گنجائش نہ ہو

ڈ

ڈارون تھیوری۔ ڈارون کا نظریہ (ڈارون یوروپ کا ایک فلاسفر تھا اس نے اسلامی عقیدے کے خلاف یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسان کی آمیزش حضرت آدم علیہ السلام کی صورت میں نہیں ہوئی ہے بلکہ انسان پہلے ایک کیڑا تھا پھر اس نے گرگٹ وغیرہ کی شکل اختیار کی پھر تدریجاً بہت سی مختلف صورتیں اختیار کرتا ہوا بندر کی صورت میں آیا اور بندر سے ترقی کر کے انسان بنا)

ر

ربوا۔ ربا سود بیاج
ردۃ۔ ارتداد، مرتد ہونا، اسلام سے پھر جانا

ز

زجراً تنبیہاً۔ اظہار نفرت کے طور پر

زندیق۔ جو شخص آخرت کو نہ مانے اور خالق کے وجود کا قائل نہ ہو۔ زنادقہ جمع
زندقہ۔ آخرت کو نہ ماننا اور خالق کے وجود سے انکار کرنا
زمانہ جاہلیت۔ عہد جاہلیت حضور انور ﷺ کی بعثت سے پہلے کا زمانہ

س

سیر۔ (سیرت کی جمع) سیرت کے معنی کسی شخص کی سوانح عمری مگر اصطلاحاً رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی مراد لئے جاتے ہیں سیر کے دوسرے معنی مغازی
سنت۔ حدیث شریف یعنی رسول اللہ ﷺ نے دین کی حیثیت سے جو کام کئے یا کرنے کا حکم دیا (آپ کا طریقہ اور نمونہ عمل)
سماع موتیٰ۔ مردوں کا سننا (یعنی یہ مسئلہ کہ آیا قبروں میں مردے باہر کی آواز سنتے ہیں یا نہیں ؟)
سیاست۔ کسی جرم کی سزا جو حاکم انتظاماً اپنی رائے سے جاری کرے

ش

شہود (شاہد کی جمع) گواہ
شہادتین۔ دو شہادتیں جو کلمہ شہادت میں ہیں اللہ کی وحدانیت کی شہادت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت
شان نزول۔ جن حالات کی وجہ سے یا جن اسباب کی بنا پر کوئی آیت نازل ہو (سبب نزول یا موقع نزول)
شوافع۔ (شافعی کی جمع) حضرت امام شافعیؒ کے مقلدین۔

ص

صراحتہً۔ صاف واضح غیر مشتبہ طور پر

ع

عقود ربویہ۔ سودی معاملات

غ

غالی۔ کٹر متشدد
غلو۔ کٹر پن، شدت
غیر موجہ۔ وہ کلام جس میں توجیہ نہ کی گئی ہو

غنی۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب رکھتا ہو

ف

فروعی مسائل۔ جزوی مسائل ایسے مسائل جو بطریق اجتہاد اخذ کئے گئے ہوں
فقیر۔ وہ شخص جو قربانی کا نصاب بھی نہ رکھتا ہو

ق

قاضی۔ وہ با اختیار مسلم جج، جو سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو اور شریعت کے مطابق فیصلے کرے
قضا۔ وہ حکم یا فیصلہ جو قاضی کی عدالت سے جاری ہو۔ واضح ہو کہ قضا کے معنی موت کے نہیں ہیں اردو محاورہ میں بطور استعارہ کے مراد لے لیتے ہیں
قرون ثلثہ۔ مشہود لہا بالخیر یا قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر۔ وہ تین زمانے جن کے افضل اور اعلیٰ و با خیر ہونے کی شہادت مخبر صادق ﷺ نے دی آپ نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یعنی بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان لوگوں کا زمانہ جو میرے زمانے کے لوگوں کے بعد آئیں گے پھر ان کا زمانہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

م

محارب۔ دار الحرب کے غیر مسلم باشندے جو برسر جنگ ہوں
معتوہ۔ ناقص العقل مالیخولیا زدہ آدمی
مقاطعہ۔ قطع تعلق بائیکاٹ
منجر بکفر۔ کفر تک پہنچانے والا یعنی کوئی ناجائز کام جو کفر کے قریب قریب ہو
مجتہد فیہ۔ وہ مسئلہ جس کا حکم قرآن و حدیث میں صاف اور واضح طور پر موجود نہ ہو اور بطریق اجتہاد اخذ کیا گیا ہو
متفق علیہ۔ وہ مسئلہ جس میں ائمہ مجتہدین کی اتفاق رائے ہو
محتضر۔ وہ شخص جو نزع کی حالت میں ہو
مخبر صادق۔ سچی خبر دینے والا یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ
معہود۔ ایسا کام جو اوپر سے ہوتا چلا آتا ہو
مندوب۔ مستحب
مختلف فیہ۔ وہ مسئلہ جس میں مختلف رائیں ہوں۔ ضد متفق علیہ
مُحدَث۔ نئی ایجاد کردہ چیز اس کا مصدر احداث اور اسم فاعل محدث ہے
مُحدِّث۔ حدیث شریف کا جید عالم

مالکیہ۔ مالکی کی جمع۔ حضرت امام مالکؒ کے مقلدین
ملہم۔ وہ شخص جسکو الہام ہو اس کا مصدر الہام اور اسم فاعل ملہم ہے
ملائکہ سیاحین۔ وہ فرشتے جو اللہ کی طرف سے اس خدمت پر مقرر ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ چلتے پھرتے رہیں اور جہاں کہیں لوگ عبادت اور وعظ و تذکیر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی گواہی دیں درود و سلام حضور ﷺ تک وہی ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں
منقبت۔ صحابہ و اہل بیتؓ کے اوصاف اور کارنامے
ملحد۔ بے دین وہ شخص جو کسی دین کا قائل نہ ہو
متخلف۔ وعدہ خلافی کرنے والا۔ اس کا مصدر تخلف ہے
منکر۔ وہ چیزیں یا وہ کام جن سے شریعت نے منع کیا ہے
منکر۔ انکار کرنے والا انکار کا اسم فاعل
مضطر۔ وہ شخص جو حالت اضطرار میں ہو (دیکھو اضطرار)
متواتر۔ بطریق تواتر پہنچنے والی چیز (دیکھو تواتر)
مباشرۃ۔ عمل در آمد کرنا، عمل میں لانا، بوس و کنار کرنا، اردو کے محاورہ میں مباشرت کے معنی جماع اور وطی کرنا ہیں لیکن فقہ میں صرف بوس و کنار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
معسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب نہ ہو
موسر۔ وہ شخص جو صاحب نصاب ہو

ن

نص۔ حلت و حرمت کا وہ واضح اور صاف حکم جو کتاب و سنت سے ثابت ہو اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔
نظم قرآن۔ مراد قرآن شریف کی عبارت
نعت۔ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرنا (خاص کر اشعار میں)

و

واجب الہدم۔ ڈھا دینے کے لائق۔ جس کا ختم کر دینا ضروری ہو
وظیفہ۔ فرض ڈیوٹی

خلاصہ مکتوبہائے گرامی

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی دار التالیف (مانڈرو ایا کھگڑیا ضلع مونگیر)

کفایت المفتی موصول ہوئی جناب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اس ناچیز کو یاد رکھا کتاب دیکھ کر بے اختیار زباں پر یہ شعر آگیا۔

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

آپ نے یہ بڑا کام کیا کہ برسوں کی صبر آزما محنت سے مرتب کیا اور طباعت کے مرحلے تک پہنچایا جزاکم اللہ فی الدارین خیراً حضرت مفتی صاحبؒ کی روح مسرور ہو گی اور دعا گو ہو گی یہ آپ کی ایسی خدمت ہے کہ آپ کی زندگی کی تاریخی یادگار رہے گی آپ ہی کی مستعدی اور شب و روز کی محنت سے یہ گرانمایہ علمی خزانہ مرتب ہوا اور ہم ایسے کم سوادوں کو استفادہ کا موقع نصیب ہوا علمی دنیا آپ کے اس کارنامہ کو ہمیشہ یاد رکھے گی اور خراج تحسین ادا کرے گی اللہ تعالیٰ آپ کی اس بے بہا خدمت کو قبول فرمائے اور آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے آمین

حضرت مولانا مفتی محمد عثمان غنی صاحب دار الافتائے بہار (پھلواری شریف ضلع پٹنہ)

کفایت المفتی کا پیکٹ ملا آپ نے حضرت مفتی اعظمؒ کے فتاویٰ کی ترتیب و طباعت کا کام انجام دیکر ایک عظیم ترین علمی و دینی خدمت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے اور بہترین جزاعطا فرمائے کہ آپ نے علم دین و فقہ کا ایک مستند ذخیرہ عام مسلمانوں کے حوالہ کر دیا اور اصحاب فتویٰ کے کاموں کو آسان بنادیا۔فجزاکم اللّٰہ خیر الجزاء

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب المظاہری نائب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کی تالیف میں آپ نے جو سعی جمیل فرمائی ہے وہ قابل صد تحسین و ستائش ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

تاریخ تکمیل مسوّدہ

زہے مجموعہ ارشاد و حکمت
زہے گنجینہ رشد و ہدایت
فتاوی مفتی اعظمؒ کا ہے یہ
دلیلِ شارعِ خیر و سعادت
مکمل ہوگئی تبویب و تالیف
بحُسنِ معنوی و حسنِ صورت
کوئی پوچھے اگر تاریخِ ہجری
تو کہہ دو (مصحف فقہ و شریعت)
۱۳۸۹ھ
جو سالِ عیسوی چاہو تو سن لو
مثیلِ مصحف فقہ و شریعت
۱۹۶۹ء
خدایا شکر سے عاجز ہے واصف
نہیں ہے کچھ بجز فیضان رحمت